فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

کتاب الطہارۃ

باب الوضوء

الفصل الأول فی فرائض الوضوء

(فرائضِ وضو کا بیان)

الفصل الثانی فی سنن الوضوء

(سننِ وضو کا بیان)

الفصل الثالث فی مستحبات الوضوء وآدابہ

(مستحباتِ وضو وآداب کا بیان)

الفصل الرابع فی مکروہات الوضوء

(مکروہاتِ وضوکابیان)

الفصل الخامس فی نواقض الوضوء

(نواقضِ وضوکابیان)

الفصل السادس فی متفرقات الوضوء

باب الغسل

الفصل الأول فی فرائض الغسل

(فرائضِ غسل کا بیان)

الفصل الثانی فی مستحبات الغسل

(مستحباتِ غسل کا بیان)

الفصل الثالث فی آداب الغسل

(آدابِ غسل کا بیان)

الفصل الرابع فی موجبات الغسل

(موجباتِ غسل کا بیان)

الفصل الخامس فی أحکام الجنابة

(جنابت کے احکام کا بیان)

باب المیاه

الفصل الأول فی الماء الطاهر والنجس

(پاک اور ناپاک پانی کا بیان)

الفصل الثانی فی البیر وغیرها

(کنویں کے احکام)

الفصل الثالث فی الحوض

(حوض کے احکام کا بیان)

باب التیمم

(تیمّم کے احکام کا بیان)

باب المسح على الخفين والجوربين

(موزے اور جرابوں پر مسح کا بیان)

باب الحيض والنفاس وأحكام المعذور

الفصل الأول فی الحیض والنفاس والاستحاضة

(حیض ونفاس اور استحاضہ کا بیان)

الفصل الثانی فی أحکام المعذورین

(معذور کے احکام کا بیان)

باب الأنجاس

الفصل الأول فی الأنجاس وتطهیرها

(نجاست اوراس سے پاکی کا بیان)

الفصل الثانی فی تطهیر الثوب

(کپڑا پاک کرنے کا بیان)

الفصل الثالث فی نجاسة الأوانی وتطهیرها

(برتنوں کو پاک کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی تطہیر الأرض

(زمین پاک ہونے کا بیان)

باب الاستنجاء

(استنجا کا بیان)

کتاب الصلوۃ

باب المواقيت

الفصل الأول فی أوقات الصلوة

(اوقاتِ نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی الأوقات المکروهة

(اوقاتِ مکروہہ کا بیان)

باب الأذان

الفصل الأول فی الأذان

(اذان کا بیان)

الفصل الثانی فی مایتعلق بکلمات الأذان

(کلماتِ اذان کا بیان)

الفصل الثالث فی إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

الفصل الرابع فی الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعاء کا بیان)

الفصل الخامس فیما یکرہ فی الأذان

(مکروہاتِ اذان کا بیان)

الفصل السادس فی إعادة الأذان

(دوبارہ اذان دینے کا بیان)

الفصل السابع فی الأذان لقضاء الفوائت

(فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا بیان)

الفصل الثامن فی الأذان فی أُذن المولود

(بچہ کے کان میں اذان دینے کا بیان)

باب الإقامة والتثويب

الفصل الأول فى الإقامة

(اقامت کا بیان)

الفصل الثانی فی التثویب

(تثویب کا بیان)

باب صفة الصلوٰة

الفصل الأول فی شروط الصلوة

(شروطِ صلوۃ کا بیان)

الفصل الثانی فی أرکان الصلوة

(ارکانِ نماز کا بیان)

الفصل الثالث فی واجبات الصلوٰۃ

(واجباتِ نماز کا بیان)

الفصل الرّابع فی سنن الصلوة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

الفصل الخامس فی آداب الصلوۃ

(نماز کے آداب کا بیان)

باب الذکر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الأول فی الذکر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

الفصل الثانی فی الدعاء بعد الصلوة

(نماز کے بعد دعاء کا بیان)

☆......☆......☆

کتاب الطهارة

باب الوضوء

الفصل الأول فی فرائض الوضوء

(فرائض وضوکا بیان)

مقطوع الیدین کیسے وضو کرے؟

سوال [۱۷۶۶]: ایک شخص جس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہیں، تو وہ پیشاب، پاخانہ کر کے کس طرح پاکی حاصل کرے گا، کیا دوسرے کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس کے مخرج کو اپنے ہاتھ سے پاک کرے، اگر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو وہ اس صورت میں کیا کرے گا؟ نیز اس کے وضو کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ پانی استعمال نہیں کرسکتا تو جوازِ نماز کے لئے دوسرے سے مخرج دھلوانے پر شرعاً مجبور ومکلّف نہیں، بغیر پانی استعمال کئے ہوئے اس کی نماز درست ہوگئی، ایسی مجبوری کی حالت میں وضو کی جگہ صرف چہرہ کی جگہ دیوار وغیرہ پر کسی طرح مسح کرے کہ چہرہ کا تیمّم ہو جائے، اس کی بھی قدرت نہ ہو تو ویسے ہی نماز پڑھ لے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۱۵ھ۔

---

(۱) "و لو قطعت يده أو رجله فلم يبق من المرافق و الكعب شيء، سقط الغسل، ولو بقي وجب".
(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵، الفصل الأول فی فرائض الوضو، رشيديه)

"من قطعت يداه و رجلاه وبوجهه جراحة، يصلي بلا وضوء ولاتيمم ولا يعيد". (الدرالمختار) =

جواب صحیح ہے: ہاں اس کی منکوحہ یہ خدمت کرنا چاہے تو کر سکتی ہے(۱) اور اس کو اس پر ثواب بھی ملے گا، اس کو ایسا کرنا افضل بھی ہے۔ بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

پالش ناخن پر لگی رہ جائے تو وضو کا حکم

سوال [۱۷۶۷]: جوتوں پر پالش کرنے کے بعد اگر پالش ناخن وغیرہ میں لگی رہے، اچھی طرح صاف نہ کیا جائے تو وضو وغیرہ میں کوئی حرج تو نہیں کہ اس میں موم کی آمیزش ہوتی ہے، موم پانی کو جذب نہیں کرتا؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر محض رنگ اور کسی قدر چکناہٹ باقی ہے تو اس سے وضو میں خلل نہیں آتا جیسے کہ اگر تیل لگا ہوا ہو اور اس پر پانی بہا دیا جائے، اگر صرف رنگ اور چکناہٹ ہی نہیں بلکہ موم بھی باقی ہے جس سے پانی نہیں پہنچ سکتا تو نہ وضو درست ہے، نہ غسل (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/ ۸۷ھ۔

= "(قوله: وبوجهه جراحة) قيد به؛ لأنه لو كان سليماً، مسحه على الجدار لقصد التيمم".

(ردالمحتار، كتاب الطهارة: ۱/ ۸۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۱۴، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۱) "(قوله: أصلاً سقط كمريض) في التاتارخانية: الرجل المريض إذا لم تكن له امرأة و لا أمة و له ابن وأخ و هو لا يقدر على الوضوء، قال: يوضّئه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء، فإنه لا يَمسّ فرجه و يسقط عنه، والمرأة المريضة .... و لا يخفى أن هذا التفصيل يجري فيمن شلّت يداه؛ لأنه في حكم المريض". (رد المحتار: ۱/ ۳۴۱، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/ ۱۰۴، كتاب الطهارة، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "و يجب: أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرجٍ مرةً كأذن إلى أخره، ولا يمنع الطهارة ونيمٌ: أي خرء ذباب و برغوث لم يصل الماء تحته، وحناء و لو جرمه -به يفتى- ودرن ووسخ، وكذا دهن ودسومة إلى أخره، و لا يمنع ما على ظفر صباغ و لا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف، به يفتى، وقيل: إن صلباً، منع، و هو الأصح". (الدر المختار: ۱/ ۱۵۲. ۱۵۴، مطلب: أبحاث الغسل، سعيد) =

وضومیں بھویں، داڑھی اور مونچھ کے نیچے کھال کا دھونا

سوال [۱۷۶۸]: بھنویں یا داڑھی یا مونچھا گراس قدر گھنی ہیں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہے فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نہیں، شامی: ۱/۶۶(۱)۔

وضومیں داڑھی کا دھونا اور خلال کرنا

سوال [۱۷۶۹]: حدالوجہ فی الوضوء کی تحدید میں جوفقہاء نے "من قصاص الشعر إلی أسفل الذقن" لکھا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ غایت داخلِ مغیا ہے یا نہیں، یعنی اسفلِ ذقن کا دھونا ضروری ہے یا نہیں اور داڑھی ہونے کی صورت میں کیا حکم ہے؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ تخلیلِ لحیہ کے بارے میں مفتیٰ بہ قول کیا ہے؟

اگر اسفلِ ذقن داخل فی الغسل نہیں ہے تو تخلیلِ لحیہ کیوں مشروع ہے جب کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ سنت "إکمال الفرض" کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"وھو مشتق من المواجھة من مبدأ سطح جبھته إلی أسفل ذقنه: أی منبت أسنانه السفلٰی تفسیر الذقن بالتحریك: أی إلی أسفل العظم الذی علیه الأسنان السفلٰی، و ھو ما تحت العنفقة اھـ". در مختار، شامی: ۱/۸۹ (۲)۔

= (وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴، الفصل الأول فی فرائض الوضوء، رشیدیه)

(وکذا فی مراقی الفلاح ۱/۶۳، فصل فی تمام أحکام الوضوء، قدیمی)

(۱) "لا غسل باطن العینین و الأنف والفم وأصول شعر الحاجبین واللحیة والشارب". (الدرالمختار).

"یحمل ھذا علی ما إذا کانا کثیفین، أمّا إذا بدت البشرة فیجب، کما یأتی له قریباً عن البرھان، و کذا یقال فی اللحیة والشارب". (ردالمحتار: ۱/۹۷، أرکان الوضوء أربعة، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴، الفصل الأول فی فرائض الوضوء، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۱/۸۹، الوضوء، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۱/۹۶، ۹۷، أرکان الوضوء أربعة، سعید)

اسفلِ ذقن کو وضو میں دھویا جائے گا، اسی وجہ سے جب اس پر لحیہ ہو اور وہ خفیفہ ہو تو اس کا غسل ساقط نہیں ہوتا، البتہ اگر لحیہ کثیر ہو تو حصۂ ذقن مستور کا غسل ساقط ہو جاتا ہے:

"و غَسلُ جميع اللحية فرضٌ يعني عملياً أيضاً على المذهب الصحيح المفتىٰ به المرجوع إليه، و ما عدا هذه الرواية مرجوع عنه كما في البدائع . ثم لا خلاف أن المسترسل لا يجب غسله و لا مسحه بل يسن، وأن الخفيفة التي ترىٰ بشرتها يجب غسل ما تحتها اهـ". درمختار۔ "قوله: (بل يسن): أي المسح اهـ". شامی(۱)۔

"و تخليل اللحية هو تفريق شعرها من أسفل إلى فوق، بحر. و هو سنة عند أبي يوسف. وأبو حنيفة و محمد يفضلانه، و رجّح في المبسوط قول أبي يوسف، كما في البرهان، شرنبلالية. و في شرح المنية: والأدلة ترجّحه، و هوالصحيح اهـ. قال في الحلية: والظاهر أن هذا كله في الكثة، وأما الخفيفة، فيجب إيصال الماء إلى ما تحتها". شامی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/محرم الحرام/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ سہارنپور، ۱۴/محرم الحرام/ ۶۸ھ۔

کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم

سوال [۱۷۷۰]: جو حصہ کان اور رخسار کے درمیان ہے، اس کا وضو میں دھونا فرض ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۱۰۰، ۱۰۱، سعید)

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۱/۱۱۷، سعید)

قال ابن العلاء: "وفي السراجية: حدّ الوجه من قصاص الشعر إلى أسفل الذقن طولاً، و من شحمة الأذن اهـ. وفي شرح الطحاوي: وإن لم يكن له لحية فغسلُ الذقن فرضٌ، وإيصال الماء إلى داخل العينين ساقط الخ". (التاتارخانية، كتاب الطهارة: ۱/۸۷، إدارة القرآن، كراچي)

"في الهداية: وتخليل اللحية سنةٌ. وفي فتاوى الحجّة: و هو الأصح. وقيل: هو سنة عند أبي يوسف، جائز عند أبي حنيفة و محمد رحمهم الله". (التاتارخانية: ۱/۱۰۹، كتاب الطهارة، الوضوء، إدارة القرآن، كراچي)

الجواب حامداًومصلیاً:

فرض ہے، شامی: ۱/۶۶(۱)۔

وضوء میں مسح بھول جائے تو کیا کرے؟

سوال [۱۷۷۱]: اگر وضو کرتے وقت مسح بھول جائے تو پورا وضو کرنے کے بعد صرف مسح کرے یا وضو پھر سے دہرائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مسح کرلینا کافی ہے، پورا وضو لوٹانے کی ضرورت نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ۔

مسح کے لئے مائے جدید کا لینا

سوال [۱۷۷۲]: اگر کوئی متوضی ہاتھ منہ دھونے کے بعد تری ہاتھ سے بغیر مائے جدید کے سر کا مسح

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: "فيجب غسل المياقي و ما بين العذار و الأذن لدخوله في الحد، وبه يفتى". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله:ما بين العذار والأذن): أي ما بينهما من البياض (وقوله: وبه يفتى) و هو ظاهر المذهب، و هو الصحيح، و عليه أكثر المشايخ".

(ردالمحتار: ١/٩٧، أركان الوضوأربعة، سعيد)

(و كذا في التاتارخانية: ١/٨٩، الطهارة، إدارة القرآن، كراچي)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٤، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيديه)

(و كذا في مراقي الفلاح: ١/٥٨، فصل في أحكام الوضوء، قديمي)

(٢) "(ومن ترك فرضاً) من وضوئه أو غسله غير النية أو لمعة يقيناً أو ظناً أو شكاً وكان غير مستنكح، وصلى بوضوئه أو غسله الناقص فرضاً، ثم تذكره (أتى به): أي الفرض المتروك فوراً وجوباً بنية تكميل وضوئه أوغسله". (جواهر الإكليل: ١/١٦، دارالمعرفة، بيروت)

"ولو توضأ ونسي مسح خفيه، ثم خاض الماء فأصابه ظاهر خفيه وباطنهما يجزيه من المسح، ولو مشى في الحشيش فابتل ظاهر الخف بالماء أو بالمطر يجوز". (خلاصة الفتاوى، كتاب الطهارة، مسائل مسح الخفين: ١/٢٨، امجد اكيڈمى، لاهور)

کرے، اس وضو سے نماز وغیرہ بھی پڑھ لے تو اس وضو سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنے سے وضو اور نماز میں کچھ خرابی نہیں ہوتی:

"و مسح ربع الرأس واللحية، المسح إصابة اليد المبتلة العضو إما بللاً يأخذه من الإناء، أو بللاً باقياً في اليد بعد غسل عضو من المغسولات اهـ". شرح الوقاية، ص: ١٥٨(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

پیر پر مسح کی صورت

سوال [۱۷۷۳]: میرے پیر کے اوپری حصہ پر آدھے سے زائد جگہ پر "ایکزما" ہوگیا، کھجلی ہوتی ہے اور پانی پڑنے سے مواد بھی ہوجاتا ہے، ڈاکٹر پانی کو مضر بتاتے ہیں۔ وضو کرنے میں پہلے بقیہ حصہ کو جب دھوتا ہوں تو چونکہ وہ درمیان میں ہے اس لئے پانی سے بچت نہیں ہوپاتی۔ اس لئے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا پیر کو نہ دھوؤں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسح کرلو تو مسح کی ترکیب نہیں معلوم ہے، اس سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حصۂ قدم پر پانی مضر ہے اس پر مسح کرلیا جائے یعنی تر ہاتھ پھیر لیا جائے اور بقیہ کو دھولیا جائے اس

---

(١) (شرح الوقاية: ١/٥٥، فرائض الوضوء، سعيد)

"ومسح ربع الرأس مرةً فوق الأذنين ولو بإصابة مطر أو بلل باق بعد غسل على المشهور، لا بعد مسح إلا أن يتقاطر". (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: أو بلل باق الخ) هذا إذا لم يأخذه من عضو آخر، مقدسي. فلو أخذه من عضو آخر، لم يجز مطلقاً، بحر: أي سواء كان ذلك العضو مغسولاً أو ممسوحاً، درر". (رد المحتار: ١/٩٩، أركان الوضوء أربعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٦، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيديه)

طرح کہ وہاں پانی نہ پہونچے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۶/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۶/۳۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "في أعضائه شقاق، غسله إن قدر، و إلا مسحه، و إلا تركه. و لو بيده و لا يقدر على الماء، تيمم، ولو قطع من المرفق، غسل محل القطع". (الدر المختار: ۱/۱۰۲، بيان فرائض الوضوء، سعيد)

"وذكر شمس الأئمة الحلواني: إذا كان في أعضائه شقاق و قد عجز عن غسله، سقط عنه فرض الغسل، ويلزم إمرار الماء عليه، فإن عجز عن إمرار الماء يكفيه المسح، فإن عجز عن المسح سقط عنه المسح أيضاً، فيغسل ما حوله و يترك ذلك الموضع، كذا في الذخيرة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيديه)

الفصل الثانی فی سنن الوضوء

(سننِ وضو کا بیان)

مسواک کا حکم

سوال [۱۷۷۴]: مسواک کرنا سنتِ مؤکدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسواک کرنا سنتِ مؤکدہ ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہئے؟

سوال [۱۷۷۵]: مسواک اگر ایک بالشت سے زائد ہو تو حرج تو نہیں؟ ایک فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک بالشت سے زائد ہو تو شیطان بیٹھتا ہے اور اگر ایک بالشت سے کم ہو تا کہ جیب میں رکھ سکے۔ تو کیا یہ درست ہے؟ اور اس وقت تک استعمال کرے جب تک ممکن ہو، خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ رکھی جائے، ابتداءً ایک بالشت ہو تو بہتر ہے، کم میں بھی مضائقہ نہیں، پھر جس قدر چھوٹی ہو کر استعمال کے قابل رہے استعمال کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "السواک سنة مؤكدة عند المضمضة، وقيل: قبلها، وهو للوضوء عندنا، إلا إذا نسيه، فيندب للصلاة". (الدر المختار: ۱/۱۱۳، سنن الوضوء، سعید)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۵۴، المبحث الثاني، السواک، رشیدیه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۴۲، الفصل الأول في الوضوء، غفاریه کوئٹه)

(۲) "و ندب إمساكه بيمناه، و كونه ليناً، مستوياً، بلا عقد في غلظ الخنصر و طول شبر". (الدرالمختار) =

مسواک کتنی موٹی ہونی چاہیے؟

سوال [۱۷۷۶]: کیا مسواک کی موٹائی چھنگلیاں کی موٹائی کے برابر ہونا بہتر ہے یا اس کی موٹائی اس سے کم نہ ہو؟ زیادتی کی مقدار کا تعین کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مستحب اسی کو لکھا ہے، کسی قدر اور موٹی ہو جائے تب بھی اس کو ناجائز یا مکروہ نہیں کہا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بانس کی تیجی سے مسواک کا حکم

سوال [۱۷۷۷]: بانس کی تیجی سے مسواک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بظاہر تو مضر ہے کہ زبان اور مسوڑھوں کو نقصان دے گی اور زخمی کردے گی، مسواک کی بڑی منفعت فوت ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

="الظاهر أنه في ابتداء استعماله، فلا يضرّ نقصه بعد ذلك بالقطع منه لتسويته، تأمل . وهل المراد شبر المستعمل أو المعتاد؟ الظاهر: الثاني؛لأنه محمل الإطلاق غالباً". (ردالمحتار: ۱/۱۱۴، بيان سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۳۳، بيان فضيلة السواك، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۱/۱۰۷، الوضوء، إدارة القرآن، كراچي)

"ويصح بكل عود إلا الرمان والقصب لمضرتهما، وأن يكون طول شبر مستعمله ؛لأن الزائد يركب عليه الشيطان". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٦٧، قديمي)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہیے)

(۲) اس لئے بانس کی تیجی سے مسواک نہ کی جائے: "ويصح بكل عود إلا الرمان والقصب لمضرتهما الخ".

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٦٧، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۱۵، بيان سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۳۳، بيان فضيلة السواك، سهيل اكيڈمي، لاهور)

عورتوں کے لئے مسواک

سوال [۱۷۷۸]: عورتوں کے لئے مسواک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے اگر مسوڑھے برداشت کرلیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کھڑے ہوکر مسواک کرنا

سوال [۱۷۷۹]: چلتے پھرتے یا کھڑے ہونے کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسواک کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت ذہن میں نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وروى ابن ماجة عن أبي أمامة: "إنّي لأستاك حتى لقد خشيت أن أُحفي مقادم فمي". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۵۶، المبحث الثاني: السواك، رشيديه)

"أن العلك للمرأة يقوم مقام السواك؛ لأنها تخاف من السواك سقوط سنّها؛ لأن سنها أضعف من سن الرجل وهو مما ينقي الأسنان". (حاشية الشلبي تبيين الحقائق على للزيلعي: ۱/۳۵، سنن الوضوء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۱/۱۱۵، مطلب في منافع السواك، سعيد)

(وكذا في الإمداد، ص: ۷۵، مطلب في السواك واستعماله، حقانيه)

(۲) صراحت کے ساتھ کوئی ثبوت تو نہ مل سکا، البتہ مسواک کے لئے کوئی وقت خاص نہیں، بلکہ ہر وقت کر سکتے ہیں: "قال عليه السلام: " السواك مطهرةٌ للفمّ، ومرضاةٌ للرب".

"وهو يدل على مطلق شرعيته دون تخصيصٍ بوقتٍ معينٍ، ولا بحالةٍ مخصوصة، فهو مسنون في كل وقت". (الفقة الإسلامي وأدلته، المبحث الثاني: السواك: ۱/۴۵۴، رشيديه)

داڑھی میں خلال کا طریقہ

سوال [۱۷۸۰]: ڈاڑھی میں خلال کس طرح کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے ہاتھ کو سیدھا کر کے ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی میں داخل کر دیا جائے، اسی طرح داہنی اور بائیں سمت میں اندر سے داخل کر کے باہر کی طرف کو ہاتھ لایا جاوے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وضو کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کب کرے؟

سوال [۱۷۸۱]: وضو میں ہاتھ دھونے کے بعد مسح سے قبل انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے یا جیسا کہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ سر و کان کے مسح کے بعد خلال کرتے ہیں وہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ہاتھ دھوئے جب ہی انگلیوں کا بھی خلال کرلے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

پورے سر اور کانوں کا مسح سنتِ مؤکدہ ہے

سوال [۱۷۸۲]: ایک مسجد کے حافظ صاحب صرف ۱/۲ (آدھے سر کے) حصہ سر کا مسح کرتے ہیں اور کانوں کے چاروں طرف انگلی نہیں پھراتے، کہتے ہیں کہ یہ تو سنت مؤکدہ ہے، اس پر بہت سے لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی ہے، جب ان سے کہا گیا تو نہیں مانے اور نماز انہوں نے نہیں دہرائی۔ تو ان کے

---

(۱) "(تخليل اللحية) هو تفريق شعرها من أسفل إلى فوق، وهو سنة عند أبي يوسف". (ردالمحتار: ۱/۱۱۷، سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۵، سنن الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۷، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رشيديه)

(۲) "و تخليل أصابع اليدين بالتشبيك والرجلين بخنصر يده اليسرىٰ، و فيه عن الظهيرية: أن التخليل إنّما يكون بعد التثليث؛ لأنه سنة التثليث". (رد المحتار: ۱/۱۱۷، سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۳، رشيديه)

لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا طہارت ونماز کے مسائل سے سب سے زیادہ واقف ہونا ضروری ہے، سنتِ موکدہ کے ترک ہوجانے سے فرض نماز ادا ہوجاتی ہے اس کا دہرانا واجب نہیں ہوتا، لیکن مستقلاً سنتِ مؤکدہ کوترک کرنا بھی کوئی ہلکی اور معمولی چیز نہیں (۱)۔ آئندہ ہمیشہ اس کا خیال رکھیں، گذشتہ نمازوں کے دہرانے کی ضرورت نہیں، پورے سر کا اور کانوں کا بھی مسح کیا کریں، اس کوترک نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۸۸ھ۔

مسحِ رأس کے وقت چھوٹی انگلی کا کان میں ڈالنا

سوال [۱۷۸۳]: وضومیں سر کا مسح کرنے سے پیشتر چھنگلیاں کا کان میں ڈالنا تعلیم الاسلام میں مستحب لکھا ہے۔ کیا ایسا ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کانوں کا مسح کرتے وقت چھوٹی انگلی کوکان میں داخل کرنا مستحب ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفی عنہ، ۲/۱/ ۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سیدمہدی حسن عفی عنہ، ۳/۱/ ۸۶ھ۔

---

(۱) "(وسننه الخ) و مسح كل رأسه مرةً مستوعبةً، فلو تركه و داوم عليه أثم". (الدرالمختار). وقال ابن عابدينؒ: "(قوله: مستوعبةً) هذا سنة أيضاً، كما جزم به في الفتح. ثم نقل عن القنية أنه إذا داوم على ترك الاستيعاب بلا عذر يأثم. قال: و كأنه لظهور رغبته عن السنة". (ردالمحتار: ۱/ ۱۲۱، سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۷، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رشيديه)

(۲) "و من الأدب دلك أعضائه وإدخال خنصره صماخيْ أذنيه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۹، الفصل الثالث في المستحبات، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۷۲، سنن الوضوء، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(و كذا في الدر المختار: ۱/ ۱۲۵، بيان آداب الوضوء، سعيد)

پیروں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ

سوال [۱۷۸۴]: پیروں کی انگلیوں کے خلال کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو داہنے پیر کی چھوٹی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی کے درمیان اس طرح داخل کریں کہ صرف دو انگلیوں کے درمیانی حصہ پر ہی نہ پہونچے بلکہ انگلیوں کے نیچے کے حصہ پر بھی پہونچ جائے، پھر اس کے برابر والی دو انگلیوں میں خلال کریں اس طرح پوری انگلیوں کا خلال کریں، بائیں پیر کے انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی سے شروع کریں گے، چھوٹی تک خلال کریں گے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا وضو کی سنت چھوٹنے سے نماز بھی مکروہ ہوجاتی ہے؟

سوال [۱۷۸۵]: جیسے وضو کرنے میں مسواک کا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور سنت کے چھوٹ جانے سے عملِ وضو ناقص ہوجاتا ہے، دوسرے یہ کہ وضو کرنے میں دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے تو یہ ناقص اور مکروہ صرف اس عمل کی حد تک رہتا ہے، یا اس کا ناقص اور مکروہ ہونا نماز میں شامل ہوجاتا ہے، جیسا کہ ایک صاحب نے بیان میں یوں کہا کہ جس کا وضو مکروہ اس کی نماز مکروہ۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو کی سنتیں ترک ہونے سے نماز تو مکروہ نہیں، البتہ ثواب میں کمی ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وتخليل أصابع اليدين بالتشبيك والرجلين بخنصر يده اليسرى بادئاً بخنصر رجله اليمنىٰ، وهذا بعد دخول الماء خلالها، فلو منضمّةً فرض". (الدر المختار: ۱/۱۱۸، الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۷، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۴۳، سنن الوضوء، امداديه)

(۲) "وحكمها ما يؤجر على فعله ويلام على تركه (ويلام): أي يعاتب -بالتاء- لا يعاقب".

(الدرالمختار: ۱/۱۰۴، مطلب في السنة وتعريفها، سعيد) =

پاؤں دھونے کا مسنون طریقہ

سوال [۱۷۸۶]: وضو میں ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے تو اس میں پیروں کو تین مرتبہ دھونے کا کیا طریقہ ہے، اگر حوض پر ہے تو کیا ہاتھ سے تین مرتبہ پانی ڈالا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہاتھ سے پانی لیکر پیر دھو رہا ہے تو تین مرتبہ پانی لیکر پیر پر بہادے، اگر حوض میں پیر ڈبو کر پیر دھو رہا ہے تو تین مرتبہ ڈبودے، کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے، سنت ادا ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في البحر الرائق: ١/٣٦، سنن الوضوء، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ١/٢٥، سنن الوضوء، امداديه)

(١) "منها تكرار الغسل ثلاثاً .... تفسير السبوغ أن يَصِل الماء إلى العضو، ويسيل ويتقاطر منه قطرات، وينبغي أن يغسل الأعضاء كل مرة غسلاً يصل الماء إلى جميع ما يجب غسله في الوضوء الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ١/٧، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رشيديه)

الفصل الثالث فی مستحبات الوضوء و آدابه

(مستحباتِ وضواورآداب کا بیان)

وضو کے لئے کتنا پانی چاہئے؟

سوال [۱۷۸۷]: وضواور غسل میں شرعاً کتنے سیر پانی استعمال کرنا چاہئے؟ اوراس سے زائد خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وضومیں ڈیڑھ سیر غسل میں چارسیر،فتاوی رشیدیہ ، ص: ۱/۶۲(۱)۔اس سے زائد بلاضرورت اسراف ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۳۰/ ۸/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح سعیداحمدغفرلہ،مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۳۰/ ۸/ ۶۱ھ۔

صحیح:عبداللطیف،۴/شعبان/۶۱ھ۔

---

(۱) (فتاویٰ رشیدیه، ص: ۲۴۵، إدارہ اسلامیات، لاهور)

(۲) "ثم يفيض الماء على كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل، و هو ثمانية أرطال، و قيل: المقصود عدم الإسراف". (الدر المختار). "الأصوب حذف "قيل" لِمَا في الحلية: أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين على أن ما يجزى في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار. و ما في ظاهر الرواية من أن أدنى ما يكفي في الغسل صاعٌ وفي الوضوء مدّ، للحديث المتفق عليه: "كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتوضأ بمد و يغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد". ليس بتقدير لازم، بل هو بيان أدنى القدر المسنون اهـ". (ردالمحتار: ۱۵۸/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۲/۱، مما يتصل بذلك مسائل، رشيديه) .... =

وضو کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعاء مانگنا

سوال [۱۷۸۸]: دعاء مانگتے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کیسا ہے؟ وضو کے بعد نگاہ اٹھا کر دعاء مانگیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دعاء کے وقت آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھائے (۱)، البتہ وضو کے بعد شہادت وغیرہ پڑھتے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وضوعلی الوضوکونورٌ علی نور کب کہا جائے گا؟

سوال [۱۷۸۹]: باوضواذان دی پھر وضو کرنے سے وضو پر وضو کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد وضو کرنے سے فضیلت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح بغیر نماز پڑھے

= "ومكروهه لطم الوجه بالماء و الإسراف، و منه الزيادة على الثلاث فيه". (الدر المختار).
وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: والإسراف) بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية لما أخرج ابن ماجة وغيره عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله مرّ بسعد و هو يتوضأ فقال: "ما هذا السرف"؟ فقال: أفي الوضو إسراف؟ فقال: "نعم! و إن كنت على نهر جار"، حلية". (رد المحتار: ۱/۱۳۱، مكروهات الوضوء، سعيد)

(۱) "و يكره أن يرفع بصره إلى السماء لما فيه من ترك الأدب". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۱۶، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

"عن عقبة بن عامر الجهني –رضي الله تعالىٰ عنه– عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نحوه .... قال عند قوله: "فأحسن الوضوء، ثم رفع نظره إلى السماء". (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب مايقول الرجل إذا توضوأ، ۱/۲۶، امداديه)

(و كذا في الحصن الحصين، ص: ۱۵۹ مير محمد كتب خانه كراتشي)

(۲) "وزاد في المنية أيضاً: وأن يقول بعد فراغه: سبحانك اللهم و بحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت استغفرك وأتوب إليك، وأشهد أن محمداً عبدك و رسولك ناظراً إلى السماء". (رد المحتار، مطلب في بيان ارتقاء الحديث الضعيف إلى مرتبة الحسن: ۱/۱۲۸، سعيد)

اذان کے بعد دوبارہ وضو کرنے سے فضیلت وثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

پہلی مرتبہ وضو کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنے سے نورٌ علی نور کا ثوابِ تو حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ ایک وضو سے ایسی عبادت ادا کرلی جائے جس کے لئے وضو شرط ہے اور بغیر وضو ادا نہیں ہوتی ہے جیسے نماز پڑھنا، سجدۂ تلاوت کرنا، قرآن شریف ہاتھ میں لے کر پڑھنا۔ اگر ایک وضو سے ایسی عبادت ادا نہیں کی گئی خواہ بالکل کوئی عبادت بھی ادا نہ کی گئی ہو اور دوبارہ وضو کرلیا جائے یا ایسی عبادت ادا کی گئی ہو جس کے لئے وضو شرط نہیں ہے، بلکہ محض بہتر ہے، بلا وضو بھی ادا ہوسکتی ہے جیسے اذان یا حفظ سے قرآن پاک کی تلاوت یا تسبیح وذکر، تو دوبارہ وضو کرنا نورٌ علی نور کے درجہ میں نہیں آئے گا بلکہ فضول واسراف ہونے کی وجہ سے ممنوع ومکروہ قرار دیا جائے گا:

"والوضوء عبادة غير مقصودة لذاتها، فإذا لم يؤدبه عملاً مما هو المقصودة من شرعيته كالصلوة و سجدة التلاوة و مس المصحف، ينبغي أن لايشرع تكراره قربةً لكونه غير مقصود لذاته، فيكون إسرافاً محضاً". رد المحتار: ۱/۸۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۰ھ۔

وضو کا بچا ہوا پانی

سوال [۱۷۹۰]: وضو کرنے کے لئے ایک لوٹا پانی جو درمیانِ وضو کے ختم ہوگیا، پھر دوبارہ پانی لیکر وضو تمام کیا تو اس بچے ہوئے پانی کو کھڑا ہوکر پینا بھی مستحب ہوگا یا نہیں؟ صرف وہی پانی پینا مستحب ہے جو ابتدائے وضو کے لئے لیا گیا ہو اور اسی میں سے بچ رہا ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وضو کا بچا ہوا پانی وہ ہے جو وضو کے تمام ہونے کے بعد بچے، لہذا پہلی مرتبہ کےلئے ہوئے پانی سے پینا (جب کہ وضو نا تمام رہے اور دوسری مرتبہ پانی لینے کی نوبت آئے) مستحب نہیں اور وضو کا بچا ہوا پانی پینا مطلقاً

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۱۱۹، مطلب: الوضوء علی الوضوء، سعید)

(و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۲، في سنن الوضوء، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(و كذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۸۳، أوصاف الوضوء، قديمی)

مستحب ہے خواہ کھڑا ہو کر پئے یا بیٹھ کر، قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وأن يشرب بعده من فضل وضوءه -كماء زمزم- مستقبل القبلة قائماً أو قاعداً، أفاد أنه مخير في هذين الموضعين، وأنه لا كراهة فيهما في الشرب قائماً بخلاف غيرهما، وأن المندوب هنا هو الشرب من فضل الوضوء لا بقيد كونه قائماً اهـ". رد المحتار: ۱/۱۳۳(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، 　　صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم۔

وضو کے پانی کو کپڑوں سے پونچھنا

سوال [۱۷۹۱]: وضو کے بعد پانی کا خشک نہ کرنا، بلکہ اسی طرح مسجد میں داخل ہونا، وضو کے پانی کا داڑھی اور ہاتھ وغیرہ سے ٹپکتے رہنا، یہاں تک کہ دورانِ نماز چند رکعات میں اعضاء سے وضو کا پانی ٹپکتا رہتا ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو کے بعد اعضاء کو پونچھنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ پونچھنا بھی ثابت ہے(۲)، البتہ اس کا خیال چاہئے کہ قطرات سے دوسروں کو اذیت نہ ہو اگرچہ قطرات نجس نہیں، کیونکہ ہر ایک کی طبیعت یکساں نہیں ہوتی، جس چیز کو قطرات لگیں گے وہ چیز بھی نجس نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار: ۱/۱۲۹، آداب الوضوء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۱۲، آداب الوضوء، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۳۶، مطلب: نهي عن الشرب قائماً، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "(قوله: والتمسح بمنديل) ذكره صاحب المنية في الغسل، وقال في الحلية: ولم أرَ من ذكره غيره، وإنما وقع الخلاف في الكراهة، ففي الخانية: ولا بأس به للمتوضيء والمغتسل، روى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه كان يفعله، ومنهم من كره ذلك، ومنهم من كرهه للمتوضي دون المغتسل، والصحيح ما قلنا، إلا أنه ينبغي أن لا يبالغ ولا يستقصي فيبقى أثر الوضوء على أعضائه اهـ". (ردالمحتار: ۱/۱۳۱، مطلب في التمسح بمنديل، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۱۵، فصل في الماء المستعمل، رشيديه)

(۳) "(وهو طاهر) ولو من جنب، وهو الظاهر (ليس بطهور)". (الدر المختار، قبيل مطلب مسئلة البئر: ۱/۲۰۰، ۲۰۱، سعيد)

وضو کے بعد منہ پونچھنا

سوال [۱۷۹۲]: وضو کرنے کے بعد کسی رومال سے یا کپڑے سے منہ، ہاتھ، پیر کا پونچھنا افضل ہے یا نہ پونچھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پونچھنے کے لئے کپڑا پیش کیا گیا آپ نے انکار فرمادیا، اور خود پونچھنا بھی ثابت ہے، اس لئے دونوں باتوں کا اختیار ہے، موسم ومزاج کے اعتبار سے دونوں باتیں درست ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لوٹے میں ہاتھ ڈال کر اس سے وضو کرنا

سوال [۱۷۹۳]: لوٹے میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنا کیسا ہے جب کہ اس میں مستعمل پانی گرتا ہے، ایسے لوٹے جو نیچے اوپر سے برابر ہوتے ہیں جو آج کل مسجدوں میں پائے جاتے ہیں؟ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھ ڈال کر وضو کرنا خلافِ احتیاط ہے (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "وضو کے پانی کو کپڑوں سے پونچھنا")

(۲) "وسنن الطهارة غسل اليدين قبل إدخالهما الإناء إذا استيقظ المتوضئ من نومه وفي العناية: (إذا استيقظ المتوضئ) نقل عن شمس الأئمة الكردري أنه شرط حتى إذا لم يستيقظ لايسن غسلهما، وقيل: هو شرط اتفاقي. خص المصنف غسلهما بالمستيقظ تبركاً بلفظ الحديث، والسنة تشمل المستيقظ وغيره، وعليه الأكثرون؛ لأن مالم يتم الواجب إلا به فهو واجب، لكن تركنا الوجوب إلى السنة في الغسل؛ لأنه صلى الله عليه وسلم علل بتوهم النجاسة، وتوهمها لايوجب التنجس الموجب للغسل، فكان دليلاً على التورع والاحتياط". (فتح القدير مع العناية: ۱/۲۱، كتاب الطهارات، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۳۸، سنن الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۶، فصل في سنن الوضوء، قديمي)

الفصل الرابع فی مکروهات الوضوء

(مکروہاتِ وضوکا بیان)

وضوکرتے ہوئے سلام کا جواب

سوال [۱۷۹۴]: وضوکرتے ہوئے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وضوء کی دعاؤں میں مشغول ہو تو بہتر یہ ہے کہ نہ سلام کرے نہ جواب دے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وضوکرتے وقت سلام یا بات کرنا

سوال [۱۷۹۵]: اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ وضوکرتے وقت سلام یا بات چیت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضوکرتے وقت نہ دنیا کی باتیں کریں، نہ سلام کریں بلکہ وضو کی دعاء پڑھا کریں (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱)"التكلم بكلام الناس، والكراهة تنزيهية؛ لأنه يشغله عن الأدعية". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۱۱، المطلب السادس، مكروهات الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۱/۱۲۶، آداب الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۸، الفصل الثالث في المستحبات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۵۸، الطهارة، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

الفصل الخامس فی نواقض الوضوء

(نواقضِ وضو کا بیان)

وضو کرتے ہوئے حدث ہوجائے

سوال [١٤٩٦]: اگر اثنائے وضو میں حدث لاحق ہو تو ما توضأ کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ضروری ہے: "حدثٌ قد تحقق، فبطل ما غسل قبله" (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

درمیانِ وضو ناقضِ وضو کا تحقق ہونے سے وضو کا حکم

سوال [١٤٩٧]: ایک شخص وضو کے دوران مثلاً چہرہ اور ہاتھ دھو چکا تھا، اس کے بعد خروجِ ریح، یا خروجِ دم پیش آ گیا، ایسی صورت میں وہ شخص از سرِ نو وضو کرے یا بغیر اعادہ کے وضو مکمل کرے؟ ایک فریق کہتا ہے کہ وضو مکمل نہیں ہوگا تو ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا بغیر اعادہ کے وضو مکمل کر کے نماز پڑھ لے، نماز

(١) "سئلت عمن أحدث اثناء وضوئه هل يكفيه إتمامه لذلك الوضوء أويلزمه الاستيناف؟ فالجواب أنه يلزمه الاستيناف كما أفتى به شيخ الإسلام عليّ أفندى، والله أعلم". (الفتاوى الكاملية، ص: ١٠، الطهارة، مكتبه حقانيه)

"لو ضرب يديه فقبل أن يمسح أحدث، لا يجوز المسح بتلك الضربة، كما لو أحدثَ في الوضوء بعد غسل بعض أعضاء، و به قال السيد أبو شجاع". (الفتاوى العالمكيرية: ١/٢٦، الفصل الأول، رشيديه)

(و كذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: ١/١٣٠، امداديه ملتان)

(و كذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ١٥، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(و كذا في الأشباه والنظائر: ٢/٦، إدارة القرآن، كراچي)

(و كذا في مراقي الفلاح، ص: ١٢١، كتاب الطهارة، قديمي)

درست ہوجائے گی۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ جب نواقضِ وضو کامل وضو کو توڑ سکتا ہے تو دو تین رکن کو بطریقِ اولیٰ توڑ سکتا ہے، نیز اگر عمل مکمل ہونے کے بعد ہی باطل وفاسد ہونے کا حکم صادر کیا جائے تو پھر درمیانِ صلوٰۃ وضو میں کوئی فساد کی صورت پیش آئے تو فاسد وباطل نہ ہونا چاہئے۔ نیز تیمّم میں صرف چہرہ کا تیمّم کیا ہے اور نواقضِ تیمّم میں سے کوئی چیز پیش آگئی اس کا حکم کیا ہوگا؟

ہر دو فریق قیاس سے کام لے رہے ہیں جواب باحوالہ عنایت فرمائیں تو احسان ہوگا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

وضو مکمل کرنے سے پہلے اگر ناقضِ وضو پیش آجائے تو جن اجزائے وضو کو پہلے ادا کرچکا ہے ان کا بھی نقض ہوگیا، از سرِ نو وضو کرنا ضروری ہے۔ یہ مسئلہ صریحہ جزئیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، شامی، الاشباہ والنظائر وغیرہ میں موجود ہے(۱)۔ قیاس کرنے کی ضرورت ہی نہیں تتبع کی ضرورت ہے، ماشاء اللہ کتابیں آپ کے پاس موجود ہیں، تلاش کرلیں۔ یہی حکم تیمّم کا ہے، تیمّم کی الشرط السادس کے ذیل میں مراقی الفلاح میں جزئیہ دیکھیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۱۴۰۶ھ۔

کھجلی کے دانوں کے پانی کا حکم

سوال [۱۷۹۸]: کھجلی کے دانوں سے بعض اوقات مسلسل پانی بہتا ہے وہ نجس ہے یا پاک؟ اور جس کپڑے پر وہ لگے وہ ناپاک قرار پائے گا یا نہ؟ اور اس پانی کے نکلنے سے جو پتلا پتلا نکلا کرتا ہے ناقضِ وضو ہے یا نہ؟

---

(۱) (راجع، ص: ۶۰، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "حتی لو أحدث بعد الضرب أو إصابة التراب فمسحه .... علی مااختاره شمس الأئمة، لایجوز لجعله الضرب رکناً، کما لو أحدث بعد غسل عضو (علی مااختاره شمس الأئمة الحلوانی) وهو قول السید أبی شجاع، وصححه صاحب الخلاصة". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۲۱، کتاب الطهارة، قدیمی)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر وہ پانی اپنی جگہ سے بہہ جائے تو ناقض وضو بھی ہے(۱) اور جس کپڑے پر لگ جائے وہ بھی نجس ہوجائے گا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

خروجِ ریح ناقض وضو کیوں ہے؟

سوال [۱۷۹۹]: مسئلہ یہ ہے کہ اگر وضو بوجہ ہَوا خارج ہونے کے ٹوٹ جائے تو استنجا کے سوا وضو کرے، اس کی کیا وجہ ہے، جہاں سے گندی ہوا خارج ہو اس کو تو دھویا نہ جائے اس کے علاوہ اَور وضو کرلیا جائے؟ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کی وجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، صرف وضو کا حکم دیا ہے(۳)، کس کی

---

(۱) "بخلاف نحو الدم والقيح، ولذا أطلقوا في الخارج من غير السبيلين كالدم والقيح والصديد أنه ينقض الوضوء، ولم يشترطوا سوى التجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير". (ردالمحتار: ۱/۱۴۸، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف اذا لم يرتكب مكروه مذهبه، سعيد)

"والمعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين والدم والقيح والصديد إذا خرج من بدن فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير". (القدوري، ص: ٦، نواقض الوضوء، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۱/۵۹، مكتبه رشيديه)

(و كذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۲۷، نواقض الوضوء، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "كل مايخرج من بدن الإنسان مايوجب خروجه الوضوء أو الغسل، فهو مغلّظ .... فإذا أصاب الثوب أكثر من قدر الدرهم، يمنع جواز الصلوٰة، كذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴٦، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، رشيديه)

(۳) "عن علي بن طلق –رضي الله تعالىٰ عنه– قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا فسا أحدكم، فليتوضأ". الحديث. (مشكوٰة المصابيح، ص: ۴۰، باب مايوجب الوضوء، الفصل الثاني، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ۱/۲۷، باب فيمن يحدث في الصلوٰة، سعيد)

جرأت ہے جو اس کی وجہ دریافت کرے، یہ امر تعبدی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ ہذا، سعید احمد غفرلہ، یکم/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

ریح کا اخراج بہ ہیئتِ سجدہ

سوال [۱۸۰۰]: ایک شخص کو ریاح کا مرض ہے، اکثر سجدہ میں اس کا زور ہوتا ہے، بعض اوقات کھڑے، بیٹھے یا دوسری حالت میں ریح نہیں خارج ہوتی جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے، خصوصاً نماز میں بے چینی کہ جب سجدہ میں جاتا ہے زور ہوتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس حالت میں خارجِ نماز سجدہ کی ہیئت بنا کر ریح خارج کرسکتا ہے اور اگر قریب میں دوسری جگہ نہ ہو کہ وہاں جا کر ایسا کرے تو مسجد میں کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیا شکل اختیار کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس ہیئت سے ریح کا اخراج ہو کر اس کو سہولت حاصل ہوسکتی ہو شرعاً اجازت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۵/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۵/ ۹۲ھ۔

کس کس سہارے سونے سے وضو ٹوٹتا ہے؟

سوال [۱۸۰۱]: ۱...... دوزانو بیٹھا ہوا ہے اور کہنیوں کا سہارا زانو پر دے کر سو جائے وضو کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) "لأن غسل غير موضع الإصابة أمر تعبدي، فيقتصر على مورد الشرع". (الهداية: ۱/ ۲۳، نواقض الوضوء، شركة علمية)

(۲) البتہ مسجد میں ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں، البتہ شدید مجبوری میں معذور سمجھا جائے گا: "(ولا البول) و كذا لا يخرج فيه (في المسجد) الريح من الدبر كما في الأشباه، واختلف فيه السلف؛ فقيل: لا بأس، وقيل: يخرج إذا احتاج إليه، و هو الأصح، حموي عن شرح الجامع الصغير للتمرتاشي". (رد المحتار: ۱/ ۶۵۶، مطلب في أحكام المسجد، سعيد)

۲......دوزانو بیٹھ کر دونوں پیر ایک طرف نکال دیئے ہیں ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر سہارا لے کر سوگیا ہے، کیا حکم ہے وضو کا؟

۳...... چہارزانو بیٹھ کر دونوں کہنیوں کو زانو پر رکھ کر ان کے سہارے سے سو رہا ہے، وضو رہا یا نہیں؟

۴...... چہارزانو بیٹھ کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر ان سے سہارا لے کر سوگیا ہے، وضو کا کیا حکم ہے؟

۵......دونوں گھٹنے کھڑے کر کے دونوں بازو سے گھٹنوں کو حلقہ میں لیکر سوگیا ہے وضو ٹوٹا یا نہیں؟

۶......سہارے سے کیا مراد ہے بدن، عضو، ہاتھوں یا کہنیوں کا سہارا یا کسی دوسری چیز کا سہارا؟

۷......کس سہارے سے وضو ٹوٹے گا کس سہارے سے نہیں ٹوٹے گا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"وينقضه حكماً نومٌ يزيل مسكة: أي قوة الماسكة بحيث تزول مقعدته من الأرض، وهو النوم على أحد جنبيه أو وركيه أو قفاه أو وجهه، وإلا يزول مسكة، لا ينقض وإن تعمده في الصلوة أو غيرها على المختار، كالنوم قاعداً، ولو مستنداً إلى ما لو أزيل لسقط على المذهب، وساجداً أو محتبياً ورأسه على ركبتيه أو شبه المنكب الخ". در مختار: ۱/۹۵(۱)۔

۱...... یہ صورت ناقضِ وضو نہیں۔

۲...... یہ صورت بھی ناقضِ وضو نہیں۔

۳......اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔

۴......اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹا۔

۵......اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹا۔

۶......سہارا کس عبارت میں ہے جس کا مطلب دریافت کرنا ہے وہ عبارت لکھئے۔

---

(۱)(الدر المختار: ۱/۱۴۱، مطلب في نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۵۲، نواقض الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا مجمع الأنهر: ۱/۳۵، نواقض الوضوء، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

۷...... پانچ صورتوں کا حکم تو معلوم ہوگیا ان کے علاوہ جو کچھ دریافت کرنا ہو اس کی صورت تحریر کریں۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناک کی ریزش سے وضو

سوال [۱۸۰۲]: ناک کی ریزش میں کوئی چیز منجمد آتی ہے جو پیپ کا سارنگ رکھتی ہے تو کیا اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریزش میں انجماد ہوگیا اور سڑ گئی۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

اگر محض ریزش منجمد ہوگئی تو وہ ناقض وضوء نہیں (۱) اگر پیپ ہے تو وہ ناقضِ وضوء ہے، کسی طبیب حاذق سے تحقیق کر لی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۶۴/۲/۲۶ھ۔

کان سے نکلا ہوا گندہ پانی ناقضِ وضوء ہے

سوال [۱۸۰۳]: زید کو تقریباً دس سال کے عرصہ سے اب تک- جب کہ عمر بیس سال کی ہو چکی ہے- کان سے گندا پانی نکلتا ہے اور کبھی کبھی سال میں درد بھی ایک دو روز کے لئے ہو جاتا ہے لیکن پانی ہمیشہ نکلتا رہتا ہے تو اس سے اس کا وضوٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اسے معذور قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ وہ پنج وقتہ امامت بھی کرتا ہے تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ وضو کرتے وقت کان کو اچھی طرح سے صاف کر لیتا ہے، گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد روئی اگر کان میں نہیں رکھتا ہے تو کان سے گندا پانی نکل آتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) "الرجل إذا استنثر فخرج من أنفه علق قدر العدسة، لا ينقض الوضوء، كذا في الخلاصة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۱۱، نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۲۷، نواقض الوضوء، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "نعم إذا علم أنه صديد أو قيح من طريق غلبة الظن بإخبار الأطباء أو علامة تغلب على ظن المبتلیٰ يجب". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۸۸، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو گندہ پانی کان سے نکلتا ہے اور درد بھی کان میں کبھی کبھی ہوتا ہے وہ ناقضِ وضو ہے، اگر وہ شرعاً معذور ہے تو اس کی امامت درست نہیں، اگر غیر معذور ہے یعنی اس کو اتنا وقت ملتا ہے کہ باوضو نماز شروع کرے اور بغیر پانی نکلے نماز ادا کرے تو نماز امام اور مقتدیوں کی سب کی درست ہوگی۔ کبیری (۱)، شامی (۲) اور عالمگیری (۳) میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۳ھ۔

کیا شراب ناقضِ وضو ہے؟

سوال [۱۸۰۴]: ۱......ایک شخص کا وضو ہے، وضو کی حالت میں اس نے شراب پی لی تو کیا شراب پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

۲......اگر ایک شخص نے اتنی شراب پی کہ نشہ نہ ہوا اور وہ بے ہوش نہ ہوا تو کیا وہ ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے؟

خواجہ عامر حسین عفی عنہ، محلّہ شاہ ولایت سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......محض شراب پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک نشہ نہ ہو (۴)، البتہ منہ ناپاک ہوجاتا ہے کہ شراب

---

(۱) "کل مایخرج من علة من أیّ موضع کان کالأذن والثدی والسرة ونحوها، فإنه ناقض علی الأصح؛ لأنه صدید". (الحلبی الکبیر، ص: ۱۳۳، فصل فی نواقض الوضوء، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(۲) "لا ینقض لو خرج من أذنه و نحوها کعینه و ثدیه قیحٌ ونحوه کصدید و ماء سرة وعین لا بوجع، وإن خرج به: أی بوجع نقض؛ لأنه دلیل الجرح الخ". (الدرالمختار، کتاب الطهارة، مطلب فی ندب مراعاة الخلاف اهـ: ۱/۱۴۷، سعید)

(۳) "الدم والقیح والصدید وماء الجرح والنفطة والعسرة والثدی والعین والأذن لعلّة سواء علی الأصح، کذا فی الزاهدی. ولوصب دهناً فی أذنه، فمکث فی دماغه، ثم سال من أذنه ومن أنفه، لا ینقض الوضوء". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۱۰، کتاب الطهارة، نواقض الوضوء، رشیدیه)

(۴) "(و ینقضه إغماء الخ) (و سکر) هو حالة تعرض للإنسان من امتلاء دماغه من الأبخرة المتصاعدة=

نجس ہے اور اس کا پینا حرام ہے(۱)۔

۲.....اگر ایسی حالت میں نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی۔

تنبیہ: حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص شراب پئے اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوگی، پھر اگر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی، پھر شراب پئے تو پھر چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوگی حتی کہ اگر چوتھی مرتبہ پئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اہلِ دوزخ کی پیپ پلائیں گے(۲)۔

نیز شراب پینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے(۳) اور بھی مختلف وعیدیں آئی ہیں۔اس

= من الخمر ونحوه، فيتعطل معه العقل المميّز بين الأمور الحسنة والقبيحة الخ". (رد المحتار: ۱/۱۴۴، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۲، نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۷۶، نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۴۰، نواقض الوضوء، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه﴾ الآية (المائده: ۹۰، پ:۷)

(۲) "عن عبدالله بن عمر –رضى الله تعالىٰ عنهما– قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من شرب الخمر، لم يقبل الله له صلوةً أربعين صباحاً، فإن تاب تاب الله عليه، فإن عاد لم يقبل الله له صلوةً أربعين صباحاً، فإن تاب تاب الله عليه، فإن عاد في الرابعة لم يقبل الله له صلوةً أربعين صباحاً، فإن تاب لم يتب الله عليه وسقاه من نهر الخبال". رواه الترمذى ورواه النسائى وابن ماجة والدارمى عن عبدالله بن عمر". (مشكوٰة المصابيح: ۲/۳۱۷، كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، قديمى)

"عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام، ومن شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يُدمِنُها، لم يتب، لم يشربها في الآخره". رواه مسلم. "عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه أن رجلاً قدم من اليمن فسأل النبى صلى الله عليه وسلم عن شراب يشربونه بأرضهم من الذّرة، يقال له: المزر، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: "أومسكر هو"؟ قال: نعم قال: "كل مسكر حرام، إن على الله عهداً لمن يشرب المسكر أن يسقيه من طينة الخبال". قالوا: يارسول الله! وماطينة الخبال؟ قال: "عرق أهل النار أو عصارة أهل النار". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۱۷، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، قديمى)

(۳) "عن عبدالله بن عبدالله بن عمر، عن ابيه، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "لعن الله الخمر، ولعن شاربها وساقيها، وعاصرها ومعتصرها، وبائعها ومبتاعها، وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها"...... =

لئے شراب سے حد درجہ دور رہنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

گالی دینا ناقض وضو نہیں

سوال [۱۸۰۵]: وضو کرنے کے بعد اگر کوئی شخص گالیاں وغیرہ دیدیے تو پھر اس کے لئے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یعنی اس کا سابقہ وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گالیاں دینے کا گناہ ہوگا مگر یہ ناقضِ وضو نہیں، البتہ وضو کر لینا مستحب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۸/ ۸۹ھ۔

تاش ناقضِ وضو نہیں

سوال [۱۸۰۶]: ایک شخص خوب تاش کھیلتا ہے، اذان ہونے پر نماز میں شریک ہوجاتا ہے، وضو نہیں کرتا، کہتا ہے کہ میرا وضو قائم ہے۔ کیا تاش کھیلتے رہنے سے وضو رہ جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاش کھلینا منع ہے مگر یہ ناقضِ وضو نہیں جیسے کہ اَور بہت سے گناہ ہیں، گناہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کرنا ضروری ہے اگرچہ نماز ادا ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۱/ ۹۰ھ۔

= (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/ ۲۲۹، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما، دار إحياء التراث العربي)

(۱) "والقسم الثالث: وضوء مندوب .... بعد كلام غيبة و كذب و نميمة و بعد كل خطيئة وإنشاد شعر الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۸۴، الوضوء على ثلاثة أقسام، قديمي)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۹، مستحبات الوضوء، رشيديه)

(۲) لیکن وضو کرنا مستحب ہے: (كما تقدم تخريجه في الحاشية المتقدمة)

محض سوزش ناقضِ وضو ہے یانہیں؟

سوال [۱۸۰۷]: احمد نامی ایک شخص کے تمام اعضاء کمزور ہیں اور مرضِ احتلام وجریان کا عرصہ سے شکار ہے، اکثر خیالاتِ فاسدہ آتے رہتے ہیں اور کسی بھی چیز کے دیکھنے پر شہوانی خیالات ابھر جاتے ہیں، جس کی وجہ سے عضوِ مخصوص میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے، بغیر پیشاب کے حاجت معلوم ہوتی ہے یا عضو میں سوزش ہوتی ہے۔ کیا اس سے وضوٹوٹ جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض سوزش یا پیشاب کی حاجت محسوس ہونے سے وضو ساقط نہیں ہوگا جب تک کسی چیز کا خروج نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

انجکشن سے خون لینا کیا ناقضِ وضو ہے؟

سوال [۱۸۰۸]: ناچیز نمازِ عصر کے بعد باوضو تھا، اسی دوران ہسپتال میں ایک جاں بلب بیمار کو خون کی ضرورت پڑی، ناچیز نے اسے اپنا خون دیا، ہسپتال سے سیدھا واپس آکر نمازِ مغرب تیارتھی، باوضو ہونے کے خیال سے نماز میں امامت کے بعد میں نے ایک مولوی صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی، جب کہ دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ خون ایک رگ سے بذریعہ سوئی اور نالی بوتل میں بھرا اور اسی صورت میں دوسرے بیمار کی رگ کے ذریعہ اس کے جسم میں منتقل کیا گیا ہے، ایک قطرہ بھی گرا نہیں، اس لئے خون بہنے کا مسئلہ نہیں رہا، لہٰذا نماز ہوگئی۔

---

(۱) "في الخلاصة: ولو نزل البول إلى قصبة الذكر لا ينقض؛ لأنه من الباطن". (التاتارخانية: ۱/۱۲۳، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۹، الفصل الخامس نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۵۱، نواقض الوضوء، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۶، الفصل الثالث في الوضوء، امجد اكيڈمی، لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خون اگرچہ زمین پر نہیں گرا، لیکن اگر نالی اور بوتل نہ ہوتی جس میں خون لیا گیا ہے بلکہ بذریعہ سوئی ایسے ہی نکالا جاتا تو ضرور بہہ کر زمین پر گر جاتا جیسے جونک لگادی جائے اور وہ خون چوس لے جو اس کے پیٹ میں چلا جائے، زمین پر ایک قطرہ بھی نہ گرے تو وہ فقہاء کے نزدیک ناقضِ وضو ہے، اسی طرح صورتِ مسئولہ میں بھی ناقضِ وضو ہے، اس نماز کا اعادہ لازم ہے۔ مراقی الفلاح ص:۵۲ میں ہے:

"وينقض الوضوء نجاسة سائلة من غيرهما: أي السبيلين لقوله عليه الصلوة والسلام: "الوضوء من كل دم سائل"۔

علامہ طحطاوی نے لکھا ہے: "والمراد أن تتجاوزولو بالعصر، وما شأنه أن يتجاوز لولا المانع، كما لو مصت علقةً فامتلأت بحيث لو شقّت لسال من الدم، كذا في حلبي" (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پنڈلی، سینہ وغیرہ سے خون نکلنا

سوال [۱۸۰۹]: اعضائے وضو کے علاوہ بدن کے دیگر اعضاء مثلاً: پنڈلی، سینہ وغیرہ سے اگر خون یا پیپ نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعضائے وضو کے علاوہ سینہ پنڈلی وغیرہ سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جائے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۲ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۸۷، فصل نواقض الوضوء، قديمي)

"وكذا ينقضه علقة مصّت عضواً وامتلأت من الدم". (الدرالمختار). "وقال: لأنها لو شقت يخرج منها دم سائل". (ردالمحتار: ۱۳۹/۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۱/۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(۲) "بخلاف نحو الدم والقيح، ولذا أطلقوا في الخارج من غير السبيلين كالدم والقيح والصديد أنه ينقض الوضوء، ولم يشترطوا سوى التجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير". (ردالمحتار: ۱۴۸/۱، =

سجدہ میں کونسی ہیئتِ نوم ناقض وضو ہے؟

سوال [۱۸۱۰]: سجدہ کی حالت میں کہنی زمین پر ہو یا گھٹنے پر ہو اور نیند آ جائے تو وضو رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کہنی زمین پر ٹیک کر اور پیٹ کو رانوں سے لگا کر سونے سے وضو باقی نہیں رہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲۸ھ۔

جو پانی ناپاک نکلے وہ ناقضِ وضو ہے

سوال [۱۸۱۱]: ہندہ کے آگے کی راہ سے رینٹ کی طرح پانی آتا ہے تو آیا وہ پانی پاک ہے یا ناپاک، اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

= كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه، سعيد)

"والمعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبلين والدم والقيح والصديد إذا خرج من بدن، فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير". (القدوري، ص: ٦، نواقض الوضوء، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ١/٥٩، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ١٢٧، نواقض الوضوء، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(١) "والهيئة المسنونة بأن يكون رافعاً بطنه عن فخذيه مجافياً عضديه عن جنبه، كما في البحر. قال ط: والهيئة المسنونة في حق الرجل لا المرأة .... النقض في مسئلة الذخيرة لارتفاع المقعدة وزوال التمكن، وإذا نقض في التربع مع أنه أشد تمكناً، فالوجه الصحيح النقض ههنا، ثم أيده بما في الكفاية عن المبسوطين من أنه لو نام قاعداً ووضع إليته على عقبيه، وصار شبه المنكب على وجهه، قال أبو يوسف: عليه الوضوء". (رد المحتار: ١/١٤١، ١٤٢، نواقض الوضوء، سعيد)

"فإنه يشترط أن يكون على الهيئة المسنونة له بأن يكون رافعاً بطنه عن فخذيه مجافياً عضديه عن جنبيه .... وإن سجد على غير هذه الهيئة، انتقض وضوءه". (الفتاویٰ العالمكيرية: ١/١٢، الفصل الخامس، ومنها النوم، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ پانی ناپاک ہے، ناقضِ وضو ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے

سوال [۱۸۱۲]: عورت کی پیشاب گاہ سے وقتاً فوقتاً ناپاک رطوبت نکلتی رہتی ہے، بعض اوقات اتنی بھی مہلت نہیں ملتی کہ پوری نماز ادا کی جائے۔ ایسی صورت میں کپڑا اندر رکھ لیا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کپڑا اندر رکھنے سے اگر نجاست وہیں رک گئی باہر نہیں نکلی تو وضو باقی ہے اور ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرنا درست ہے۔ اگر اندرونی حصہ (فرجِ داخل) میں وضو کی حالت میں کپڑا رکھ کر بالکل غائب کر دیا تو وضو ٹوٹ جائے گا (۲) اور کچھ اندر رہا اور کچھ باہر رہا بالکل غائب نہیں ہوا تو وضو نہیں ٹوٹے گا جب کہ رطوبت باہر کے حصہ تک نہ پہونچی ہو (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ۔

---

(۱) "وينقضه خروج كل خارج نجس منه: أى من المتوضئ الحى معتاداً أولا، من السبيلين أولا، إلى مايطهر". (الدر المختار: ۱/۱۳۴، مطلب: نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۱/۹، الفصل الخامس فى نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا فى فتح القدير: ۱/۳۷، فصل فى نواقض الوضوء، مصطفى البابى الحلبى بمصر)

(۲) "فإن غيبها أو أدخلها عند الاستنجاء، بطل الوضوء وصومه". (الدرالمختار) . قال الشامي: "(قوله: فإن غيبها) قال فى شرح المنية: وكل شئى غيبه ثم خرج، ينقض وإن لم يكن عليه بلّة؛ لأنه التحق بما فى البطن، ولذا يفسد الصوم، بخلاف مإذا كان طرفه خارجاً. وفى شرح الشيخ إسماعيل عن الينابيع: وكل شئى غيبه فى دبره، ثم أخرجه أو خرج بنفسه، ينقض الوضوء والصوم، وكل شئى أدخل بعضه وطرفه خارج لاينقضها، انتهى". (ردالمحتار: ۱/۱۴۹، كتاب الطهارة، مطلب فى ندب مراعاة إذا لم يرتكب مكروه مذهبه، سعيد)

(۳) قال ابن النجيم: "و فى البدائع: و لو احتشت فى الفرج الداخل، و نفذت البلّة إلى الجانب الآخر، فإن كانت القطنة عاليةً أم محاذيةً لحرف الفرج، كان حدثاً لوجود الخروج، وإن كانت القطنة متسفلةً عنه لا ينقض لعدم الخروج الخ". (البحر الرائق: ۱/۶۰، نواقض الوضوء، رشيديه) .... =

نزلہ، زکام کے قطرات نجس نہیں

سوال [۱۸۱۳]: نزلہ کی شکایت مجھے عموماً رہتی ہے دورانِ مرض نماز میں خصوصاً رکوع وسجدہ کے دوران، عموماً ناک سے اور کبھی آنکھوں سے بھی کپڑوں اور مسجد میں نزلہ، زکام کا پانی گرتا رہتا ہے، اس بارے میں فتویٰ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں رومال یا تولیہ سامنے رکھ لیا جائے، تاکہ ناک سے جو نزلہ کے قطرات گریں وہ فرشِ مسجد پر نہ گریں اگرچہ نزلہ کے قطرات گرنے سے وضو یا نماز میں نقصان نہیں آتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/ ۶/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۲/ ۶/ ۸۸ھ۔

قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

سوال [۱۸۱۴]: رکوع، سجدہ والی نماز میں بالغ مرد کے قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ نماز میں ہنسی کا واقعہ عملاً شاید ظہور پذیر ہوتا ہو، میرے علم میں تو ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ پھر یہ کہ اس صورت میں کسی چیز کا جسم سے اخراج بھی نہیں ہوتا ہے کہ وضو ٹوٹ جائے، اس طرح یہ ایک غیر عقلی بات ہے، اس لئے لامحالہ اس کے لئے کوئی نص ہونی چاہئے جب ہی یہ امر لائق اتباع ہو سکتا ہے۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۱۰، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار: ۱/ ۱۴۸، نواقض الوضوء، سعيد)

(۱) "فأما الإنسان فإن ما يخرج منه على ثلاثة أقسام: قسم منه طاهر و بخروجه لا ينتقض الوضوء، وإن أصاب شيئاً لا ينجسه، و هو عشرة أشياء: وسخ الأذن و دموع العين و المخاط و البزاق الخ". (النتف في الفتاوى، ص: ۲۶، ما يخرج من الإنسان، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۶۳، قديمي)

(و كذا في البدائع: ۱/ ۳۶۲، مطلب: نجاسة مني، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۱۷۴، كتاب الطهارة، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس مسئلہ سے متعلق متعدد صحابہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث نقل کی ہیں، امام زیلعی نے نصب الرایہ ج:ا،ص:۴۷ سے،ص:۵۰ تک ان کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے(۱)،مراسیل ان کے علاوہ ہیں جو،ص:۵۴ تک ہیں۔جن صحابہ کرام نے مرفوعاً احادیث نقل کی ہیں ان کے اسماء یہ ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری،حضرت ابو ہریرہ،حضرت عبداللہ بن عمر،حضرت انس بن مالک،حضرت جابر بن عبداللہ،حضرت عمران بن الحصین،حضرت ابوالملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

نیز اس مسئلہ پر مستقل رسالہ ہے جس کا نام السھسھة فی نقض الوضوء بالقهقهة (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۵/۱۱/۹۵ھ۔

بچہ کا پائخانہ صاف کرنا ناقضِ وضونہیں

سوال [۱۸۱۵]: ایک عورت وضو کر کے نماز کے لئے کھڑی ہونے والی تھی کہ اس کے بچے نے پاخانہ کردیا،اس کو صاف کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ نماز پڑھ لوں،مگر ایک مولوی جی نے کہا کہ تمہارا وضو ختم ہوگیا۔تو کیا اسی صورت میں وضو ختم ہوگیا یا باقی رہا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچہ کا پائخانہ صاف کرنا ناقض وضونہیں اسی وضوء سے بلا تکلف نماز درست ہے(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ومن جملة مارواه "روى أن أعمى تردّى في بئر .... والنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي بأصحابه، فضحك بعض من كان يصلي معه –عليه الصلوة والسلام– فأمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كان ضحك منهم أن يعيد الوضوء، ويعيد الصلوة". (نصب الراية، فصل في نواقض الوضوء: ۱/۹۵، ۹۲، مكتبه حقانيه، پشاور)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۵۵، فصل: وأما بيان ما ينقض الوضوء الخ، دارالكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في غنية المستملي، ص: ۱۴۱، فصل في نواقض الوضوء، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(۲)(مجموعة رسائل اللكنوى: ۳/۵، السهسهة في نقض الوضوء بالقهقهة، إدارة القرآن، كراچى)

(۳) گندگی کا اٹھا کر گرانا وغیرہ ناقض وضونہیں بلکہ خروج ناقض وضو ہے۔

الفصل السادس فی متفرقات الوضوء

وضو کرتے وقت اور بیت الخلا میں دخول کے وقت تعوذ کا حکم

سوال [۱۸۱۲]: تجوید مبتدی میں لکھا ہے کہ تعوذ قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ومنع ہے اور علامہ تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے وضو کرتے وقت تعوذ اور بسم اللہ کو جمع کرکے پڑھنے کو افضل لکھا ہے۔ تو کیا وضو کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ تعوذ کو جمع کرکے پڑھنا جائز ہے؟ علامہ تھانویؒ کا جواب تجوید مبتدی کی عبارت کے خلاف پڑتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

قرآن پاک کے علاوہ کسی اَور کتاب کو شروع کرتے وقت ''اعوذ'' نہ پڑھا جائے (۱) (قرآن پاک) پڑھنے کے علاوہ دوسرے بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے شروع میں اعوذ پڑھا جاتا ہے جیسے وضو کرتے وقت (۲) اور بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے: "اللّٰهم إني أعوذبك من الخبث والخبائث" الدر المختار (۳) وغیرہ۔ دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "ولا يتعوّذ التلميذ إذا قرأ على أستاذه، ذخيره: أي لايسن". (الدرالمختار). "وكذا إذا تكلم بغير ماهو من القرآن فلا يسن بالأولى". (ردالمحتار، آداب الصلوة: ۱/۴۸۹، سعيد)

(۲) "وقيل: الأفضل "بسم الله الرحمن الرحيم" بعد التعوذ (أي عند الاستنجاء والوضوء) و في المجتبىٰ: يجمع بينهما اهـ. و في شرح الهداية للعيني: المروى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "باسم الله والحمد لله"، رواه الطبراني في الصغير عن أبي هريرة بإسناد حسن". (ردالمحتار: ۱/۱۰۹، سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۶۷، سنن الوضوء، قديمي)

(و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۱، سنن الوضوء، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۳) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل الخلاء يقول: "اللّٰهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث". متفق عليه". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۴۲، باب آداب الخلاء، قديمي)

(۴) "فكلام الذخيرة في التعوذ قبل الكلام، لافي غيره من الأفعال، فلا ينافي استننانه قبل الخلاء". =

وضو میں پیر کھڑے ہوکر دھونا

سوال [۱۸۱۷]: بیٹھے ہوئے وضو کرکے اور کھڑے ہوکر پیر دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیٹھ کر پاؤں دھونے میں دقت ہو یا کھڑا ہوکر مائے مستعمل سے حفاظت ہوتی ہو تو کھڑے ہوکر پاؤں دھونے میں مضائقہ نہیں، بلکہ مائے مستعمل سے تحفظ کے لئے کھڑے ہوکر پاؤں دھونا بہتر ہے:

آداب الوضو: "الجلوس فی مکان مرتفع تحرزاً عن الغسالة، المراد حفظ الثیاب عن الماء المستعمل، کما ذکره الکمال: لا یقیّد الجلوس فی مکان مرتفع اهـ" . ص: ٤٤(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

پَیر کی انگلی اور انگوٹھے سے مسواک پکڑنا

سوال [۱۸۱۸]: وضو کے وقت مسواک کرنے کے بعد مسواک کو پیر کے انگوٹھے اور اس کے بعد کی انگلی کے درمیان دبا لینے کو مسنون کہتے ہیں۔ اس کی سند ہے یا نہیں، اگر ہے تو کہاں ہے؟

محمد عبد القدوس رومی، مدرسہ قرآنیہ حسن منزل، الہ آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے اس کا مسنون ہونا کہیں نہیں دیکھا جو لوگ مسنون کہتے ہیں ان سے ہی سند دریافت کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ صفر المظفر / ۷۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۷/ صفر المظفر / ۷۱ھ۔

= (ردالمحتار، فصل: ۱/ ۲۸۹، سعید)

(١) "والجلوس فی مکان مرتفع تحرزاً عن الماء المستعمل. وعبارة الکمال: و حفظ ثیابه من التقاطر=

وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا؟

سوال [۱۸۲۹]: وضو کرنے کے بعد لوٹا پلٹ کر رکھنے کا طریقہ انسب ہے یا سیدھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گرد وغبار گرنے، یا کسی جانور کے بیٹ کرنے، یا کسی کتے وغیرہ کے منہ ڈال کرنا پاک کرنے کا اندیشہ ہو تو الٹ کر رکھ دینا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= و هیَ أشمل". (الدر المختار: ۱/۱۲۷، آداب الوضوء، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۹، الفصل الثالث في المستحبات، رشيديه)

(۱) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أغلق بابک واذكر اسم الله، و خمّر إناء ک و لو بعود و تعرضه علیه، واذكر اسم الله وأوْ کِ سقاء ک واذكر اسم الله". (سنن أبی داؤد: ۲/۱۲۸، فی إیكاء الآنیة، امدادیة)

باب الغسل

الفصل الأول فی فرائض الغسل

(فرائضِ غسل کا بیان)

غسل میں غرارہ کا حکم

سوال [۱۸۲۰]: اگر کسی شخص کو نہانے کی حاجت ہوجاوے اور وہ وضو اور غسل کرکے نماز پڑھے لیکن غرارہ نہ کرے تو کیا اس کی نماز اور غسل صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غرارہ کرنا غسل میں معتمد قول پر واجب نہیں، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں فرض غسل ادا ہوگیا اگرچہ سنت ادا نہیں ہوئی اور نماز اس غسل سے صحیح ہے: "قوله: غسل الفم والأنف: أی بدون مبالغة فيهما، فإنها سنة فيه (أی فی الغسل) على المعتمد". طحطاوی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۱/۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم، ۲۴/ ذی قعدہ/۵۴ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، ص: ۱۰۲، فرائض الغسل، قديمی)

قال العلامة الحصكفی: "و فرض الغسل .... كذا فی البحر .... غسل كل فمه، ويكفی الشرب عباً؛ لأن المج ليس بشرط فی الأصح". (الدر المختار: ۱/۱۵۱، فی أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، ص: ۵۰، فرائض الغسل، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(و كذا فی البحر الرائق: ۱/۸۲، ۹۰، فرائض الغسل، رشيديه)

کیا غسل میں ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے؟

سوال [۱۸۲۱]: کسی کو غسلِ جنابت کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پہلے پیشاب کیا، پھر اس کے بعد نجاست پاک کی، پھر اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی، پھر تمام بدن پر پانی بہایا اس کے بعد اس نے نمازِ صبح وظہر وعصر ومغرب وعشاء پڑھی۔ تو کیا یہ نماز اس کی ہوگئی؟ نیز کیا غیر غسلِ جنابت کے ہر غسل میں کلی کرنا، ناک میں پانی دینا فرض واجب ہے یا سنت؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ناک میں پانی دینا غسلِ جنابت میں فرض ہے، بغیر اس کے غسل نہیں ہوگا اور بغیر غسل کے نماز نہیں ہوگی (۱)۔ غسلِ جنابت کے علاوہ اور کسی غسل میں پانی دینا فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۵ھ۔

غسل میں سر پر پانی ڈالنا نقصان دے تو مسح کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۲۲]: اگر کسی عورت کو غسل کرتے وقت سر پر پانی ڈالنے سے سر میں شدید درد ہو جاتا ہو تو ایسی حالت میں وہ مسح کر سکتی ہے یا نہیں، جب کہ علاج کے لئے پیسہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

غسل میں سر کا دھونا فرض ہے، اگر ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہے تو گرم پانی سر پر ڈال لیں، تمام بالوں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا کافی ہے۔ اگر مسلم ماہر طبیب نے سر پر پانی ڈالنے کو منع کیا ہو، یا بار بار کا تجربہ ہو کہ سر پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوگا اور دردِ سر کا مرض پیدا ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں سر پر پانی ڈالنا ضروری نہیں ہے اس کی بھی گنجائش ہے کہ مسح کر لے:

---

(۱) "و فرض الغسل غسل .... کل فمه و یکفی الشرب عباً؛ لأن المجّ لیس بشرط فی الأصح، وأنفه حتی ماتحت الدرن". (الدر المختار: ۱/۱۵۱، أبحاث الغسل، سعید)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/۱۴، الفصل الثانی فی الغسل، امجد اکیڈمی، لاهور)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۰۲، فرائض الغسل، قدیمی)

"ولوضرها غسل رأسها تركته، و قيل: تمسحه الخ". در مختار(۱) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۵/۱۱/۱۸ھ۔

ناخن پر سرخی جم جائے تو کیا حکم ہے

سوال [۱۸۲۳]: عورتیں ناخنوں پر زینت کے لئے غلیظ سرخی لگاتی ہیں تو بغیر اس کو الگ کئے وضو اور غسل اس پر درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناخنوں پر جو سرخی عورتیں تزئین کے لئے لگاتی ہیں اور وہ ایسی جم جاتی ہے کہ وضو اور غسل کا پانی ناخنوں تک نہیں پہونچتا تو ایسی حالت میں نہ وضو صحیح ہوتا ہے نہ غسل صحیح ہوتا ہے جب تک اس سرخی کو علیحدہ نہ کیا جائے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

داڑھ میں چاندی بھرنا مانع غسل ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۲۴]: بعض مرتبہ داڑھ میں کیڑا لگ جاتا ہے تو ڈاکٹر اس کے کھوکھلا ہونے کی وجہ سے چاندی بھر دیتے ہیں تو غسل میں کوئی کمی تو نہیں واقع ہوگی؟

---

(۱) (الدر المختار: ۱/۱۵۳، أبحاث الغسل، سعيد)

"ولو ضرها غسل رأسها تركته الخ". (حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح، ص: ۱۰۳، فرائض الغسل، قديمي)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵، فرائض الوضوء، رشيديه)

(۲) "ويجب: أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرةً .... ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوّف، به يفتي. وقيل: إن صلبا منع، وهو الأصح". (الدر المختار: ۱/۱۵۲، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية: ۱/۱۳، الباب الثاني في الغسل، الفصل الأول في فرائضه، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوی، ص: ۱۰۲، فصل في بيان فرائض الغسل، قديمي)

الجواب حامداً و مصلیاً:

کمی واقع نہیں ہوگی، غسل صحیح ہوجائے گا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

ڈاڑھ میں چاندی بھرنا

سوال [۱۸۲۵]: ڈاڑھ میں کیڑا لگنے پر ڈاڑھ کھوکھلی ہوتی ہے اس میں چاندی بھر دیتے ہیں، اگر کھوکھلی رہنے دی جائے تو ڈاکٹروں کے قول کے مطابق تکلیف ہوتی ہے۔ ڈاڑھ میں چاندی بھروانے سے غسل میں کمی تو واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

کمی واقع نہیں ہوتی، غسل صحیح ہوجائے گا(۲)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دانت پر خول اور غسل کا حکم

سوال [۱۸۲۶]: منہ میں سامنے کے دانتوں میں سے ایک کسی وجہ سے ڈاکٹر نے نکال دیا اور اس

(۱) "الأصل وجوب الغسل إلا أنه سقط لحرج". (ردالمحتار: ۱/۱۵۳، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۱۳، فرائض الغسل، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۵۲، باب الغسل، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹، باب الغسل، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۶۲، تمام أحكام الوضو، قديمي)

(۲) "ولا يمنع الطهارة ونيم: أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولو جرمه، به يفتى". (الدرالمختار). "قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وبه يفتى) صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة .... فالأظهر التعليل بالضرورة". (ردالمحتار: ۱/۱۵۴، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹، باب الغسل، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۶۳، فصل في تمام أحكام الوضوء، قديمي)

کے بدلے میں نقلی دانت لگوانے کا ارادہ ہے۔ یہ دانت دو قسم کے ہوتے ہیں: ان میں ایک ایسا ہوتا ہے کہ بوقتِ ضرورت نکالا اور لگایا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر غسل کرتے وقت نکال کر غرارہ کرلیا جائے۔ اور دوسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے ساتھ والے دانت پر سونے یا دوسری دھات کا خول چڑھا دیا جاتا ہے اور اسی خول کے سہارے دوسرا نقلی دانت سیٹ کردیا جاتا ہے، اس کے ساتھ چھوٹے مصالحہ کا پلاسٹک وغیرہ کا دانت چسپاں رہتا ہے، بوقتِ ضرورت یہ نقلی دانت اور سونے وغیرہ کا خول جو حقیقی دانت پر چڑھا ہوتا ہے باہر نکالا نہیں جا سکتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر غسل کیا جائے تو کیا غسل ہوجائے گا جب کہ ڈاکٹر مؤخر الذکر دانت کی قسم لگوانے کو بہتر بتاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اس کو نکالا نہیں جا سکتا تو اس مجبوری کی حالت میں غسل درست ہوجائے گا (۱)۔ اگر خول سونے کا نہ ہو تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال [۱۸۲۷]: زید اور عابد کے درمیان اس بات پر گفتگو ناگوار حد تک پہونچی ہوئی ہے، زید کا کہنا ہے: آدمی اپنے دانت پر خول چڑھائے، چاہے سونا ہو یا چاندی یا اسٹیل ہر صورت میں حرام ہے، اس کی نماز اور غسلِ جنابت کچھ بھی ادا نہیں ہوتا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور عابد کا کہنا ہے کہ ٹوٹا ہوا دانت، چاہے پلاسٹک پر خول چڑھا کر دانت کو جمائے، کوئی حرج نہیں ہے، سونے کا ہو یا چاندی کا یا اسٹیل کا، ہر صورت میں جائز ہے غسل اور وضو میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بغیر خول چڑھائے دانت کا قائم رہنا دشوار ہو تو چاندی کا چڑھا لینا درست ہے، غسل کے وقت اس کو اتارنے سے معذوری ہو تو بغیر اتارے بھی غسل درست ہوجائے گا، نماز بھی درست ہوجائے گی (۲)۔ سونے

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''ڈاڑھ میں چاندی بھرنا''۔)

(۲) تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''ڈاڑھ میں چاندی بھرنا''۔)

کے خول میں اختلاف ہے، احتیاط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۵/ ۷/ ۹۶ھ۔

ڈاڑھ میں مسالہ بھرا ہو تو غسل کا حکم

سوال [۱۸۲۸]: ایک شخص ہے اس کی ڈاڑھ کھوکھلی ہے، ڈاکٹر مسالہ بھرنے کو کہتا ہے جس کے نیچے ظاہر ہے غسل کے وقت پانی نہیں پہونچ سکتا جب کہ کلی فرض ہے، ڈاڑھ کا کھوکلا پن بڑھتا جا رہا ہے، تب کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسالہ بھرنا ضروری ہے اور پھر اس کے نیچے پانی نہیں پہونچ سکتا تو بھی کلی کافی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم

سوال [۱۸۲۹]: ڈلی کا ٹکڑا اگر دانتوں میں اٹک جائے تو غسلِ جنابت ہوگا یا نہیں؟ اور وضو اس صورت میں مکروہ تو نہ ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس ریزہ کے باوجود پانی پہونچ جاتا ہے تو غسلِ جنابت درست ہوجاتا ہے اور وضو میں بھی کراہت نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱) "يعني يحل شد السن المتحرك بالفضة، ولا يحل بالذهب". (البحر الرائق: ۸/ ۳۵۰، كتاب الكراهية، رشيديه)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "(ولد يشد سنه) المتحرك (بذهب بل الفضة)".

(الدر المختار: ۶/ ۳۶۱-۳۶۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، سعيد)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: ''ڈاڑھ میں چاندی کا بھرنا''

(۳) "بخلاف نحو عجين، ولا يمنع ما علىٰ ظفر صبّاغ، و لا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف، به يفتي. وقيل: إن صلبا، منع، وهو الأصح". (الدر المختار) =

غسل جنابت میں مصنوعی دانتوں کا حکم

سوال [۱۸۳۰]: زید نے اپنے جبڑے کے دانت بنوائے، ان مصنوعی دانتوں کے چڑھے سے غسل وغیرہ کے کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ یعنی غسل کرنے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مفصل جواب سے مستفید فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مصنوعی دانتوں کو اتار کر غسلِ جنابت کے لئے کلی وغیرہ کی جائے، ہاں! اگر اس طرح چڑھے ہوئے ہوں کہ ان کا اتارنا دشوار ہو تو بغیر اتارے بھی کافی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۲ھ۔

= "(قوله: نحو عجين): أي كعلك و شمع و قشر سمك و خبز ممضوغ متلبد، جوهرة

..... نعم! ذكر الخلاف في شرح المنية في العجين و استظهر المنع؛ لأن فيه لُزُوجة و صلابة تمنع نفوذ الماء الخ". (ردالمحتار: ۱/۱۵۴، أبحاث الغسل، سعيد)

(و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹، فرائض الغسل، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(و كذا في الفتاوى العالمكيريه: ۱/۱۳، الباب الثاني في الغسل، رشيديه)

(۱) "و لو كان سِنّه مجوفاً، فبقي فيه أو بين أسنانه طعام أو درن رطب في أنفه، تم غسله على الأصح، كذا في الزاهدي. والاحتياط أن يخرج الطعام عن تجويفه، و يجري الماء عليه، كذا في فتح القدير".

(الفتاوى العالمكيريه: ۱/۱۳۵، الباب الثاني في الغسل، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار: ۱/۱۵۴، أبحاث الغسل، سعيد)

(و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹، فرائض الغسل، سهيل اكيڈمي، لاهور)

الفصل الثانی فی مستحبات الغسل
(مستحباتِ غسل کا بیان)

غسل کے لئے پانی کی مقدار

سوال [۱۸۳۱]: غسلِ فرض کے لئے کتنا پانی ہونا ضروری ہے؟ نیز استنجا کے لئے کتنا پانی ہونا ضروری ہے؟ اگر صرف تین ڈھیلوں سے استنجا کرلیا تو بغیر پانی سے دھوئے نماز پڑھ لے تو کیا نماز ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آدمی چھوٹا، بڑا، موٹا، دبلا ہوگا، اس کے اندازہ سے پانی کی ضرورت ہوگی، سب کے لئے ایک مقدار کی لازمی تحدید نہیں (۱)۔ اگر نجاست محلِ مخرج کے آس پاس ایک درہم کی مقدار نہ لگی ہو اور صرف ڈھیلے پر کفایت کی ہو تب بھی نماز درست ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۱ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: "من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل و هو ثمانية أرطال، و قيل: المقصود عدم الإسراف". (الدرالمختار).

"الأصوب، حذف، قيل: كما في الحلية أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين على أن ما يجزىء في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، و ما في ظاهر الرواية من أدنى ما يكفي في الغسل صاعٌ الخ". (ردالمحتار: ۱/۱۵۸، سنن الغسل، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۶، مما يتصل بذلك المسائل، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق: ۱/۹۷، سنن الغسل، رشيديه)

(۲) "وإن كان ما جاوز موضع الشرج أقل من قدر الدرهم، إلا أنه إذا ضم إليه موضع الشرج كان أكثر من قدر الدرهم، فأزالها بالحجر و لم يغسلها بالماء، يجوز عند أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله، =

غسل کے لئے کتنا پانی چاہئے؟

سوال [۱۸۳۲]: وضو،غسل میں شرعاً کتنے سیر پانی استعمال کرنا چاہئے اوراس سے زائد خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وضومیں ڈیڑھ سیر،غسل میں چار سیر،فتاوی رشیدیه ، ص: ۸٦ (۱)، اس سے زائد بلاضرورت اسراف ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہار نپور،۳۰/ ۸/ ٦١ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ،مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہار نپور،۳۰/ ۸/ ٦١ھ۔

صحیح:عبداللطیف،۴/شعبان/٦١ھ۔

= ولا يكره، كذا في الذخيرة، و هو الصحيح، كذا في الزاد". (الفتاوى العالمكيرية : ۱/۴۸، في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ، ص: ۴۴، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۹، في آداب الوضوء، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۱) قال الحصكفي: "ثم يفيض الماء على كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل و هو ثمانية أرطال، و قيل :المقصود عدم الإسراف". (الدر المختار : ۱/۱۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية : ۱/۱٦، مما يتصل بذلك، رشيديه)

(۲) قال الحصكفي:"و مكروهه لطم الوجه بالماء والإسراف، و منه الزيادة على الثلاث فيه". (الدرالمختار)

"(قوله: الإسراف) بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية لما أخرج ابن ماجة و غيره عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مرّ بسعد و هو يتوضأ، فقال:"ما هذا السرف"؟ فقال:أفي الوضوء إسراف؟ فقال: "نعم! وإن كنت على نهر جار".

(ردالمحتار : ۱/۱۳۱، مكروهات الوضو، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ، ص: ۸۱، فصل في المكروهات، قديمي)

(و كذا في بدائع الصنائع : ۱/۲۷۰، آداب الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

غسل میں عورتوں کا چوٹی کھولنا

سوال [۱۸۳۳]: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ: "غسلِ پاکیزگی کے لئے عورتوں کی چوٹی اگر گندھی ہوئی ہو تو اس کا کھولنا ضروری نہیں، البتہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے"۔ پانی کا جڑوں میں پہنچنا چوٹی کھلے بغیر ممکن نہیں، صحیح صورتِ حال یعنی مسئلہ کی توضیح کے سلسلے میں جناب کی توجہ چاہتا ہوں۔ جُوڑا بالوں کا بندھا ہو تو کیا نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوٹی گندھی ہوئی ہونے کی حالت میں بغیر کھولے بھی بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جانا ممکن بلکہ واقع ہے جیسا کہ بہت سی مستورات کا مشاہدہ اور تجربہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے (۱)، تاہم اگر کسی کی ایسی کیفیت ہو جیسی کہ آپ نے لکھی ہے تو اس کو کھولنا ضروری ہے، کذا فی مراقی الفلاح (۲)۔ جُوڑا بالوں کا بندھا ہو تو نماز میں کراہت ہوگی (۳)۔

نظام: جولائی/۱۹۶۴ء۔

---

(۱) "عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قلت يا رسول الله! إني امرأة أشد ضفر رأسي، أفأنقضه لغُسل الجنابة؟ قال: "لا، إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات، ثم تفيضين عليك الماء، فتطهرين" (الصحيح لمسلم: ۱/۱۵۰، باب حكم ضفائر المغتسلة، قديمي)

(۲) "وأما إن كان شعرها ملبداً أو غزيراً، فلا بد من نقضه". "(قوله: وأما إن كا ن شعرها الخ) بحيث يمنع إيصال الماء إلى الأصول الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۰۳، فرائض الغسل، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۱۵۳، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۳، الباب الثاني في فرائض الغسل، رشيديه)

(۳) "(وعقص شعره) للنهي عن كفه ولو بجمعه أو إدخال أطرافه في أصوله اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، مطلب في الخشوع: ۱/۶۴۲، سعيد)

"جُوڑا: سر کے بالوں کی وہ گانٹھ جو عورتیں اور سادھو وغیرہ گدی پر دے لیتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۸۳، فیروز سنز لاہور)

غسلِ جنابت سے پہلے وضو کرنا ضروری نہیں

سوال [۱۸۳۴]: ۱.....غسلِ جنابت کی حالت میں غسل کرتے وقت وضوء سے پہلے بھی غسل کیا جا سکتا ہے اور پھر غسل سے فراغت پانے کے بعد وضو کیا جاتا ہے یا کہ ہر حالت میں غسل کرنے سے پہلے ہی وضو کر لینا لازم ہے؟ اگر زید نے وضو کرنے کے بعد غسل کرنا شروع کیا اور غسل سے فراغت سے پہلے ہی بوجۂ اخراجِ ریح اس کا وضو ٹوٹ گیا، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے دوبارہ وضو کرے اور اس کے بعد از سرِ نو غسل کرے، یا وہ پہلے پورا غسل کرے اور اس کے بعد دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہے؟

۲.....زید علی الصباح غسل کرنے کی نیت سے اپنے مکان کے ساتھ ملحق غسلخانہ میں داخل ہوا، غسل سے فارغ ہونے کے بعد وہ بحالتِ عریانی اپنے کمرے میں داخل ہوا اور پھر وہاں پر کپڑے پہن کر نماز ادا کی، کیا اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹا، جب کہ مکان کے کسی افراد کی نظر اس پر نہ پڑی ہو؟ کیونکہ وہ سب اس وقت اپنے اپنے کمروں میں نیند کی حالت میں تھے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱.....سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر غسل کرے، وضو کے بعد اگر خروجِ ریح ہو جائے، پھر غسل میں اعضائے وضو پر پانی بہا دیا جائے تب بھی کافی ہے، جداگانہ وضو کی ضرورت نہیں (۱)۔

۲.....اس کا وضو نہیں ٹوٹا، اتفاقاً اگر کسی کی نظر پڑ بھی جاتی.....تب بھی وضو نہ ٹوٹتا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

---
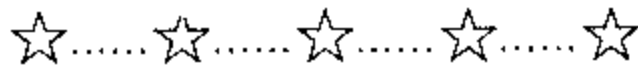
(۱) "سننه البداءة بغسل يديه وفرجه وخبث بدنه إن كان، ثم يتوضأ، ثم يفيض الماء على كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل الخ". (الدر المختار: ۱/۱۵۷، سنن الغسل، سعید)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۲، سنن الغسل، مكتبه امداديه، ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۶۹، سنن الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) برہنہ ہونا ناقضِ وضو نہیں۔

الفصل الثالث فی آداب الغسل

(آدابِ غسل کا بیان)

غسل خانہ میں برہنہ شخص دعائیں پڑھے یا نہیں؟

سوال [۱۸۳۵]: غسل خانہ میں وضو کرتے وقت دعاؤں کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برہنگی کی حالت میں نہ پڑھے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غسل کے وقت دعاء پڑھنا

سوال [۱۸۳۶]: ہمبستری کے بعد غسل کرتے وقت ناپاکی دور کرنے کے لئے کیا پڑھنا چاہئے، کلمۂ دین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلمہ وغیرہ کچھ نہ پڑھا جائے، چپ چاپ غسل کیا جائے: "ویستحب أن لا یتکلم بکلامه معه

---

(۱) "وآدابه کآدابه سوی استقبال القبلة الخ". (الدر المختار).

قال ابن عابدین: "ویستحب أن لایتکلم بکلام مطلقاً، أما کلام الناس فلکراهته حال الکشف، وأما الدعاء، فلأنه فی مصب الماء المستعمل ومحل الأقذار والأوحال". (ردالمحتار: ۱/۱۵۶، مطلب سنن الغسل، سعید)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته: ۱/۵۳۵، المطلب الخامس، مکروهات الغسل، رشیدیه)

(وکذا فی مراقی الفلاح، ص: ۱۰۶، فصل آداب الاغتسال، قدیمی)

ولودعاء؛ لأنه في مصب الأقذار اهـ". مراقي الفلاح(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۲/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا

سوال [۱۸۳۷]: غسل خانہ میں یا ایسی پوشیدہ جگہ پر جہاں کسی کی نظر نہ پڑ سکے ننگے بدن نہانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ یہاں پر ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ غسل خانہ میں بھی ننگے ہو کر نہانا مکروہ تحریمی ہے۔ ان کا یہ کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ براہ کرم بوضاحت بحوالہ کتب معتبرہ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی پردہ کی جگہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے، برہنہ ہو کر بھی غسل کرنا درست ہے، مکروہ تحریمی نہیں:

"آداب الاغتسال هي آداب الوضوء إلا أنه لا يستقبل القبلة حال اغتساله؛ لأنه تكون غالباً مع كشف العورة، ويستحب أن يغتسل بمكان لا يراه فيه أحد لا يحل له النظر لعورته، لا فيما ظهورها في حال الغسل أو لبس الثوب اهـ". مراقي الفلاح (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) (مراقي الفلاح، ص: ۱۰۶، آداب الاغتسال، قديمي)

"ويستحب أن لا يتكلم بكلام قط من كلام الناس أو غيره، أمّا كلام الناس .... وأما غيره من الذكر والدعاء، فلأنه في مصب الماء المستعمل، و محل الأوضار: أي الأوساخ والأقذار".

(الحلبي الكبير، ص: ۵۱، سنة الغسل، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۱۴، آداب و سنن الغسل، رشيديه)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۰۶، آداب الاغتسال، قديمي)

"(قوله: إلا لغرض صحيح) كتغوّط والاستنجاء، و حكى في القنية أقوالاً، إلا في تجرده للاغتسال منفرداً: منها أنه يكره، و منها أنه يعذر إن شاء الله، و منها لا بأس به، و منها يجوز في المدة اليسيرة، و منها: يجوز في بيت الحمام الصغير". (رد المحتار: ۱/۴۰۴، شروط الصلوٰة في ستر العورة، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۱، سنة الغسل، سهيل اكيڈمي، لاهور)

غسل خانے میں ننگے ہوکر غسل کرنا

سوال[۱۸۳۸] : الف:غسل خانے میں بالکل ننگے ہوکر غسل کرنا کیسا ہے؟
ب:اگر وہ مُصر ہوتو پھر اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

مولوی عبدالشکور، دربھنگہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

الف:درست ہے(۱)۔

ب:کس بات پر مُصر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۹ھ۔

برہنہ ہوکر غسل کرنا

سوال [۱۸۳۹] : حنفی مسلک کے لوگ ہمارے یہاں ننگے ہوکر غسل کرتے ہیں اور شیعہ لوگ آ کر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں لکھا کہ غسل ننگے ہوکر کرو، اور غسل کرنے کے بعد ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا اور نہ نماز ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تنہائی کی جگہ میں ننگے ہوکر نہانا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ حدیث شریف بخاری ومسلم شریف میں ہے(۲)۔ غسل کے بعد مستقل وضو کی ضرورت نہیں:

---

(۱) "ولا خلافه أن التستر أفضل كما قاله، وبجواز الغسل عرياناً في الخلوة قال مالك والشافعي وجمهور العلماء". (عمدة القاري، كتاب الغسل، باب من اغتسل عرياناً وحده في الخلوة اهـ: ۳/۳۳۸، دارالكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في فتح الباري، باب من اغتسل عرياناً وحده اهـ: ۱/۵۰۸، قديمي)

(۲) قال الإمام البخاري:"حدثنا عبدان قال: أخبرنا عبد الله .... عن ميمونه قالت: سترت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هو يغتسل من الجنابة، فغسل يديه، ثم صبّ بيمينه على شماله، فغسل فرجه=

"كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل". رواه الترمذي و أبوداؤد والنسائي وابن ماجة" مشكوة شريف، ص:۷۸(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۹۰ھ۔

غسل خانہ میں برہنہ ہوکر غسل کرنا

سوال[۱۸۴۰]: غسل خانہ میں مرد یا عورت برہنہ ہوکر غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ وہاں پردہ ہے، کوئی دیکھتا نہیں ہے تو برہنہ غسل سب کے لئے درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۸۹ھ۔

لنگی کے ساتھ غسل کرنا احوط ہے

سوال[۱۸۴۱]: آج کل جب کہ غسلخانوں میں پردہ کا انتظام رہا کرتا ہے، لنگی پہن کر غسل کرنا اَولیٰ ہے یا لنگی نکال کر اور وہ غسل خانہ جس میں چھت نہ ہو اس میں ننگے ہوکر غسل کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غسلخانہ پر چھت ہو یا نہ ہو جب کسی آدمی کی نظر اندر نہیں پہونچتی تو وہاں بغیر لنگی کے بھی غسل کرنا درست ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے(۳)، لنگی پہنے ہوئے غسل کرنا احوط ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= وما أصابه، ثمّ مسح بيده على الحائط أو الأرض، ثم توضأ وضوء ه للصلوة غير رجليه الخ".

(صحيح البخاري: ۱/۴۲، باب من اغتسل عرياناً وحده الخ، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۱/۱۵۳، باب تستر المغتسل، قديمي)

(۱) (مشكوة المصابيح، باب الغسل: ۱/۴۸، قديمي)

(وسنن النسائي: ۱/۴۹، باب ترك الوضوء بعد الغسل، قديمي)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

(۳) "وسننه كسنن الوضوء سوى الترتيب، وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة؛ لأنه يكون غالباً مع كشف=

برہنہ غسل کرنیوالے کا اسی غسل سے نماز پڑھنا

سوال [۱۸۴۲]: ایک شخص برہنہ یا نیکر پہن کر چوراہے پر غسل کرتا ہے اور پھر اسی غسل والے وضو سے نماز ادا کرتا ہے تو کیا اس شخص کا وضو غسل ونماز درست ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح سب کے سامنے نیکر پہن کر یا برہنہ ہو کر غسل کرنا گناہ ہے(۱)، مگر فریضۂ غسل ادا ہو جائے گا اور اس وضوو غسل سے نماز، درست ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

برہنہ غسل پھر وہیں وضو

سوال [۱۸۴۳]: (الف) زید غسل خانہ میں برہنہ غسل کیا کرتا ہے اور برہنہ حالت میں غسل کرکے کپڑا بدل کر غسل کا وضو کرتا ہے، درست ہے کہ نہیں؟

(ب) جب کپڑے کیساتھ غسل کرتا ہے تو کپڑے کی ناپاکی صاف کرکے غسل کا وضو کیا کرتا ہے، غسل درست ہوگا کہ نہیں؟

= عورة فلو كان متزراً، فلا بأس به". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۱۵۶، مطلب: سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في شرح المنية، ص: ۵۱، سنن الغسل، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(وقد تقدم أيضاً تحت عنوان: "غسل خانہ میں برہنہ ہو کر غسل کرنا")

(۱) "إن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً يغتسل بالبراز، فصعد المنبر، فحمد الله، وأثنى عليه، ثم قال: "إن الله حيىٌّ سِتّيرٌ يحب الحياء والتستر، فإذا اغتسل أحدكم فليستتر". .... وفي رواية: قال: " إن الله ستير، فإذا أراد أحدكم أن يغتسل فَلْيَتَوارِ بشئي".

قال القارى: "(بشئي)" من الثوب أو الجدار أو الحجر أو الشجر. قال ابن حجر: وحاصل حكم من اغتسل عارياً أنه إذا كان بمحلٍ خالٍ لايراه أحد ممن يحرم عليه نظر عورته، حل له ذلك، لكن الأفضل التستر حياءً من الله تعالىٰ، وإن كان بحيث يراه أحدٌ يحرم عليه نظر عورته، وجب عليه التستر منه إجماعاً". (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۴۹، كتاب الطهارة، باب الغسل، رقم الحديث: ۴۴۷، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا درست ہے(۱) اور اسی وقت وضو بھی کرلیا جائے، پھر کپڑے بدل کر وضو کی ضرورت نہیں (۲)۔

(ب) کپڑے پہنا یا کی لگی ہوتو اول اس کو پاک کرلے، پھر چاہے تو اس کو باندھ کر وضو اور غسل کرلے، شبہ کی ضرورت نہیں اور چاہے تو کپڑے کو علیحدہ کرکے پاک کرلے اور پردہ کی جگہ برہنہ وضو وغسل کرکے پھر کپڑے پہن لے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۱/۸۹ھ۔

غسل میں آنکھ کے اندر پانی پہنچانا

سوال [۱۸۴۴]: کیا غسل کے اندر آنکھ کے اندرونی حصہ میں بھی پانی آنکھیں کھول کر پہونچانا ضروری ہے، یا آنکھ بند کرکے بھی چہرہ دھویا جائے تو کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی پہونچانا ضروری نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "آداب الاغتسال هي آداب الوضوء، إلا أنه لا يستقبل القبلة حال اغتساله؛ لأنه تكون غالباً مع كشف العورة، ويستحب أن يغتسل بمكان لا يراه فيه أحدٌ لا يحل له النظر لعورته، لا فيما ظهورها في حال الغسل أو لبس الثوب". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۰۵، آداب الاغتسال، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۴۰۴، شروط الصلوٰة، في سترة العورة، سعيد)

(۲) "لو توضأ أولاً، لايأتي به ثانياً؛ لأنه لا يستحب وضوان للغسل اتفاقاً، أما لو توضأ بعد الغسل واختلف المجلس على مذهبنا، أو فصل بينهما بصلوٰة كقول الشافعية، فيستحب". (الدر المختار: ۱/۱۵۸، سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۹۴، سنن الغسل، رشيديه)

(۳) "لايجب غسل مافيه حرج كعين وإن اكتحل بكحل نجس". (الدر المختار) ....=

غسل خانہ میں پیشاب کرنا

سوال [۱۸۴۵]: ایک بڑی مسجد ہے اس میں بیت الخلاء اور پیشاب خانہ بنا ہوا نہیں ہے، غسلخانہ پختہ ہے، نالیوں سے نالی ملی ہوئی ہے، کبھی کبھی تبلیغی جماعت کا آنا ہوتا ہے، مسافر بھی آتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ ان میں پیشاب کریں اور پانی بہادیں تو کیا یہ صورت جائز ہے، کیا اس غسل خانہ میں پیشاب کرنا شرعاً ممنوع ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ویکره في محل الوضوء؛ لأنه یورث الوسوسة". مراقی الفلاح۔ "لقوله علیه السلام: "لایبولنّ أحدکم في حمام، ثم یغتسل فیه أو یتوضأ، فإن عامة الوسواس منه". قال ابن ملك: لأن ذلك الموضع یصیر نجساً، فیقع في قلبه وسوسة بأنه بال أصابه عنه شاش، أو کان فیه منفذ بحیث لا یثبت فیه شيء من البول، ثم لایکره البول فیه". طحطاوی، ص ۳۰(۱)۔

وضو اور غسل کی جگہ پیشاب کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر غسل خانہ میں پانی نکلنے کی نالی ہے اور پیشاب کے بعد فوراً پانی بہادیا جائے اور پیشاب کا اثر باقی نہ رہے تو مکروہ نہیں، تاہم وہاں پیشاب کرنے سے احتیاط بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔
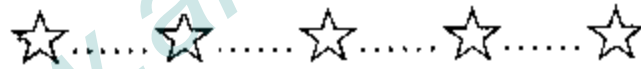
= "(قوله: کعین)؛ لأن في غسلها من الحرج ما لایخفی؛ لأنها شحم لا تقبل الماء، وقد کف بصر من تکلف له من الصحابة الخ". (ردالمحتار: ۱/۱۵۲، مطلب: أبحاث الغسل، سعید)

(وکذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۵۲۳، المطلب الثالث: فرائض الغسل، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۱۳، الباب الثاني في الغسل، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار: ۱/۹۷، أرکان الوضوء أربعة، سعید)

(۱) (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ص: ۵۴، فصل في الاستنجاء، قدیمی)

"وکذا یکره ...... وأن یبول قائماً أو مضطجعاً أو مجرداً ...... أو یبول في موضع یتوضأ هو أو یغتسل فیه لحدیث: "لا یبولن أحدکم في مستحمه، فإن عامة الوسواس منه". (الدر المختار: ۱/۳۴۴، فصل في الاستنجاء، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۱۰۱، باب الأنجاس، دار الکتب العلمیة، بیروت)

الفصل الرابع فی موجبات الغسل

(موجباتِ غسل کا بیان)

سوکر اٹھنے والا لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے؟

سوال [۱۸۴۶]: ایک اردو کی کتاب میں ہے کہ ''سوکر اٹھنے پر اگر پیشاب کے مقام پر لیس دار مادہ معلوم ہو تو غسل واجب ہے''۔ اور دوسری کتاب میں ہے کہ ''شہوت کے خیال سے پیشاب کے شروع میں یا آخر میں لیس دار مادہ نکلنے سے غسل واجب ہے''۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سوکر اٹھنے پر جب ایسا لیس دار مادہ دیکھے تو غسل کرلے (۱) محض شہوت کے خیال بلا جوش اور دفق کے اگر کوئی مادہ پیشاب سے پہلے یا بعد میں نکلے تو غسل واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۳ھ۔

منی کے کود کر نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۴۷]: ایک شخص ہے جب کبھی بیوی کے پاس جاتا ہے تو منی نکل جاتی ہے، کیا اس سے

---

(۱) "و أمّا إذا لم يتذكر الاحتلام و تيقن أنه مني، أو شک: هل هو مني أو مذي، فكذلک يجب عليه الغسل في هاتين الحالتين أيضاً إجماعاً للاحتياط الخ". (الحلبي الكبير، الطهارة الكبرى، ص: ۴۲، سهيل اكيڈمي)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۱۵، المعاني الموجبة للغسل، رشيديه)

(و كذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۱/ ۱۳، الفصل الثاني في الغسل، امجد اكيڈمي، لاهور)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: تقييد قولهم): أي فيقال: إن عدم وجوب الغسل بخروجه بعد البول اتفاقاً إذا لم يكن ذَكَرُه منتشراً". (رد المحتار: ۱/ ۱۶۱، فرائض الغسل، سعيد)

(و كذا في مراقي الفلاح، ص: ۹۲، ما يوجب الاغتسال، قديمي)

غسل واجب ہے؟ ایک عورت ہے اس کو بھی دھات کی بیماری ہے(۱)، بغیر کسی مطلب کے اس کی بھی منی نکل جاتی ہے، کبھی زیادہ نکلتی ہے کبھی کم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

منی شہوت کے ساتھ پھدک کر نکلتی ہے تو غسل واجب ہوگا ورنہ نہیں (۲)، عورت کو دھات آتی ہے اس سے غسل واجب نہیں ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۲ھ۔

عورت کی منی نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۴۸]: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اور اخراج منی ہوتی ہے؟ نیز اگر عورت مرد سے لپٹی چمٹی ہے پھر جوش چڑھتا ہے، بغیر دخولِ ذکر کے طبیعت بھر جاتی ہے اور خواہش جاتی رہتی ہے، لیکن منی نہیں نکلتی نظر آتی۔ تو ایسی حالت میں غسل فرض ہوگا یا نہیں اور عورت کی منی کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو احتلام بھی ہوتا ہے، منی بھی خارج ہوتی ہے(۴)، اس کی منی کا رنگ زردی مائل

---

(۱) "دھات آنا: پیشاب کے ساتھ منی نکلنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۶۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "منها الجنابة، وهي تثبت بسببين: أحدهما خروج المني على وجه الدفق والشهوة من غير إيلاج باللمس أو النظر أو الاحتلام أو الاستمناء –كذا في محيط السرخسي–، من الرجل والمرأة في النوم واليقظة، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، المعاني الموجبة للغسل، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۹۲، ما يوجب الاغتسال، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۹۹، الطهارة، رشيديه)

(۳) "(لا عند مذي): أي لا يفرض الغسل عند خروج مذي...... وهو في النساء......، قيل: هو منهن يسمى القذى أو ودي، بل الوضوء منه و من البول جميعاً على الظاهر". (رد المحتار: ۱/۱۶۵، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۰۰، فصل: عشرة أشياء لا يغتسل، قديمي)

(۴) "عن أم سلمة –رضي الله تعالىٰ عنها– قالت: جاء ت أم سليم –رضي الله تعالىٰ عنها– إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله! إن الله لا يستحي من الحق، فهل على المرأة من غسل =

ہوتا ہے(۱)۔ اگر لپٹنے کے بعد اس کی خواہش ختم ہوجائے، نہ اس کی منی نکلے، نہ دخول والتقائے ختانین کی نوبت آئے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دھات اور منی نکلنے سے غسل کا حکم

سوال[۱۸۴۹]: ایک شخص ہے جب کبھی وہ بیوی کے پاس جاتا ہے تو منی نکل جاتی ہے، رات میں ساتھ لیٹنے سے یا دن میں، ستھ میں بولنے چالنے سے یا ہاتھ لگانے سے بھی منی نکل جاتی ہے۔ کیا اس کے بولنے سے نہانا واجب ہوجاتا ہے؟ ایک عورت ہے اس کو بھی دھات کا مرض ہے، بغیر کسی مطلب کے اس کی منی نکل جاتی ہے، کبھی زیادہ کبھی کم نکلتی ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی شہوت سے کود کر منی نکلتی ہے تو غسل واجب ہوگا(۳)، دھات کے آنے سے غسل واجب نہیں ہوگا(۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

= إذا احتلمت؟ فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "نعم! إذا رأت الماء". فقالت أم سلمة: يا رسول الله! أوتحتلم المرأة؟ فقال": تربت يداك! فبم يشبهها ولدها". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۴۶، قديمي)

(۱) "ومنيها أصفر الخ". (الدر المختار: ۱/۱۵۹، فرائض الغسل، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "إذا جومعت المرأة فيما دون الفرج، و وصل المني إلى رحمها، وهي بكر أو ثيب، لا غسل عليها لفقد السبب، و هو الإنزال اهـ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۵، المعاني الموجبة للغسل، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق: ۱/۱۰۲، كتاب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في المبسوط: ۱/۶۷، باب الوضوء والغسل، مكتبه حبيبه، كوئٹه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۳) "(فرض)الغسل (عند) خروج (مني) من العضو .... (منفصل عن مقعره .... بشهوة): أى لذة ولو حكماً". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۵۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث: ۱/۱۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل في أحكام الغسل: ۱/۲۸۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الطهارات: ۱/۳۱، شركت علميه، ملتان)

(۴) "إلا إذا علم أنه مذى أو شك أنه مذى أو ودى .... فلا غسل عليه اتفاقاً كالودى". .... =

بدن دبوانے سے خروجِ مادہ اور وجوبِ غسل

سوال [۱۸۵۰]: زید اپنی زوجہ سے بدن دبواتا ہے، اس حالت میں عضوِ تناسل منتشر ہوجاتا ہے اور پھر سفید گاڑھا پانی نکل آتا ہے، یا پیشاب کو چلا جائے تو اس وقت پیشاب سے پہلے نکلتا ہے تو کیا اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شہوت وانتشار ہوکر منی نکل آتی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ اس میں دفق ہوتا ہے اور اس کے بعد عضو منکسر اور شہوت ختم ہوجاتی ہے اور وہ بدبودار ہوتی ہے تو اس کے خروج سے غسل لازم ہوتا ہے، اگر منی نہیں نکلتی تو غسل نہیں ہوتا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، سید مہدی حسن غفرلہ، ۲/۳/۸۶ھ۔

غسلِ جنابت کے بعد فرجِ عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا؟

سوال [۱۸۵۱]: اگر مرد نے عورت سے خلوت کی، پھر عورت نے غسل کیا اور غسل کرنے کے بعد

= (الدر المختار، کتاب الطھارة: ۱/۱۶۲، ۱۶۳، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث: ۱/۱۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب الطهارة، فصل فيما يوجب الغسل: ۱/۴۳، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل في أحكام الغسل: ۱/۲۷۸، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "وفرض الغسل عند خروج مني من العضو ...... منفصل عن مقره هو صلب الرجل وترائب المرأة .... بشهوة: أي لذة ولو حكماً كمحتلم. ولم يذكر الدفق ليشمل مني المرأة؛ لأن الدفق فيه غير ظاهر". (الدر المختار: ۱/۱۵۹، ۱۶۰، باب الغسل، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۹۲، فصل: موجبات الغسل، قديمي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۶۵، موجبات الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

عورت کی فرج سے مرد کی منی نکلی، تو عورت کا غسل ہوا یا نہیں؟ اور فرج کو غسل میں کتنا دھونا فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت نے شوہر سے ہمبستری کے بعد جب غسل کرلیا پھر مرد کی منی اس کی فرج سے نکلی تو اس سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا: "اغتسلت، ثم خرج منها مني الزوج، لاتلزمها إعادة الغسل". کبیری(۱)۔

غسل میں فرج خارج کا دھونا ضروری ہے: "ويجب غسل فرج خارج لا داخل". الدرالمختار مختصراً(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۸۸ھ۔

عضو پرتری کا وجود موجبِ غسل ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۵۲]: زید نیند سے بیدار ہوا، ذکر پرتری دیکھی، نہ معلوم منی ہے یا مذی یا ودی، نہ خواب یاد ہے۔ تو کیا غسل واجب ہے؟ اگر واجب ہے، درصورتِ عدم انتشار قبل النوم کی حالت میں جیسا کہ عالمگیری نے ۱/ ۱۰ میں نقل کیا ہے تو زید کا اس پر یہ اشکال ہے کہ ایک تو یہ معلوم نہیں کہ منی ہی ہے یا نہیں؟

دوسرے اگر فرض کرلیا جائے کہ منی ہی ہے تو بھی دفق بالکل نہیں، کیونکہ اگر دفق ہوتا تو دوسرے محل پر کچھ نہ کچھ ضرور لگتی اور پھر یہ کہ بعض اوقات کسی شخص کے محض انتشار سے حالتِ یقظہ میں بلا دفق کے تری ذکر پر

---

(۱) (الحلبي الكبير، ص: ۴۲، الطهارة الكبرى، سهيل اكيڈمي، لاهور)

"فلو اغتسلت فخرج منها منيّ، إن منيها، أعادت الغسل لا الصلاة، وإلا لا". (الدر المختار).

قال ابن عابدين: "(قوله: وإلا لا): أي وإن لم يكن منيها بل مني الرجل، لا تعيد شيئاً، و عليها الوضوء، الخ". (رد المحتار: ۱/ ۱۶۰، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/ ۱۵۲، أسباب الغسل، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) (الدرالمختار: ۱/ ۱۵۲. فرائض الغسل، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۰۳، فرائض الغسل، قديمي)

آجاتی ہے۔ تو کیا غالب ظن سے یہ حکم نہیں لگ سکتا کہ یہ بھی موجبِ غسل نہیں؟ ویسے بھی زید کہتا ہے کہ دفق کی شرط ظاہر الروایت کی ہے اور یہ مسئلہ نوادر کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ومنها: وجود ماء رقيق بعد النوم و لم يتذكر احتلاماً اهـ". مراقی الفلاح۔ "حاصل مسئلة النوم اثناعشر وجهاً كمافي البحر؛ لأنه إما أن يتيقن أنه مني أو مذى أو ودى، أو يشك في الأول مع الثاني، أو في الأول مع الثالث، أو في الثاني مع الثالث، فهذه ستة، وفي كل منها إما أن يتذكر احتلاماً أولا، فتمت الإثنا عشر۔

فيجب الغسل اتفاقاً فيما إذا تيقن أنه مني تذكر احتلاماً أولا، وكذا فيما إذا تيقن أنه مذى و تذكر الاحتلام، أو شك أنه مني أو مذى، أو شك أنه مني أو ودى، أو شك أنه مذى أو ودى، و تذكر الاحتلام في الكل. و لا يجب الغسل اتفاقاً فيما إذا تيقن أنه ودى مطلقاً تذكر الاحتلام أو لا، أو شك أنه مذى أو ودى ولم يتذكر، أوتيقن أنه مذى و لم يتذكر۔

و يجب الغسل عندهما لا عند أبي يوسف فيما إذاشك أنه مني أو مذى أو شك أنه مني أو ودى و لم يتذكر احتلاماً فيهما. والمراد بالتيقن هنا غلبةالظن؛ لأن حقيقة التيقن متعذرة مع النوم اهـ". طحطاوی: ص: ٥٤(١)۔

صورتِ مسئولہ میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہیں، طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے۔

طرفین کی دلیل:

"و لهما ما روى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سئل عن الرجل يجد البلل، و لم يذكر احتلاماً قال: "يغتسل" و لأن النوم راحة تهيج الشهوة، و قد يرقّ المني لعارض، والاحتياط لازم في باب العبادات. و هذا إذا لم يكن ذكره منتشراً قبل النوم؛ لأن الانتشار سبب للمذى، فيحال

---

(١) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ٩٩، قديمی)

(وكذا في البحر الرائق: ١/١٠٤، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ٤٢، سهيل اكيڈمی، لاهور)

علیہ اھـ". مراقی الفلاح۔ "(قولہ: قد برق) بطول المدۃ، فتصیر صورتہ کصورۃ المذی اھـ". طحطاوی (۱)۔

منی فرض کرنے کی صورت میں یہ اشکال کہ "دفق نہیں ہے" بے محل ہے، اس لئے کہ حالتِ نوم میں دفق کی حقیقۃً اطلاع نہیں ہوتی، خاص کر جب کہ احتلام یاد نہ ہو اور جب منی قلیل ہو اور دفق خفیف ہو تو اس کا کسی دوسری جگہ لگنا ضروری نہیں۔ اگر حالتِ بیداری میں بغیرِ دفق کے کسی مرض کی وجہ سے جیسے بوجھ اٹھانے سے خروجِ منی ہو جائے تو وہ موجبِ غسل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۳/۲۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف: مدرسہ مظاہر علوم، ۶۴/۳/۲۴ھ۔

احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا

سوال [۱۸۵۳]: احتلام وانزال کے بعد اگر کوئی شخص پیشاب نہ کرے اور صرف غسل کرے، پھر بعد غسل پیشاب کرے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا جب کہ پیشاب میں منی معلوم نہ ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۳/۳۰ھ۔

ران پر ذکر کو رگڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال [۱۸۵۴]: اگر کوئی شخص اپنے زانوؤں سے ذکر کو رگڑ کر شہوت کو زائل کرتا ہے لیکن اس کی

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۹۹، قدیمی)

(۲) قال ابن عابدین: "وکذا لو خرج منہ بقیۃ المنی بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشی الکثیر، نہر: أی لا بعدہ؛ لأن النوم والبول والمشی یقطع مادۃ الزائل عن مکانہ بشہوۃ، فیکون الثانی زائلاً عن مکانہ بلاشہوۃ، فلا یجب الغسل اتفاقاً". (ردالمحتار: ۱/۱۶۰، مایوجب الغسل، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۴۵، الطہارۃ الکبریٰ، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۱/۱۵۶، باب الغسل، إدارۃ القرآن، کراچی)

صورت یہ ہے کہ منی کا خروج نہیں کرتا، اس قدر زور سے دباتا ہے تو کیا اس پر احناف کے نزدیک غسل واجب ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً:

بلا انزال کے اس صورت میں غسل واجب نہ ہوگا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۶ھ۔

ریزش اور خیزش بغیر لذت کے موجبِ غسل نہیں

سوال [۱۸۵۵]: بیماری کی وجہ سے اگر کسی شخص کو پیشاب کے بعد یا پہلے منی کا قطرہ آتا ہو اور عضو مخصوص میں ایستادگی ہوتی ہو، لیکن لذت اور مزہ نہ محسوس ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر غسل فرض ہوگا یا نہیں، ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل فرض ہوگا کیونکہ ایستادگی اور لذت ایک ہی چیز ہے، عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے، دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل بغیر لذت اور دفق کے فرض نہیں ہوگا، ہدایہ اور شامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیزش اور ریزش موجب غسل نہیں جب کہ اس کے ساتھ لذت اور دفق نہ ہو (۲) محض ایستادگی کی

---

(۱) "(قوله: بخلاف البهيمة و ما دون الفرج) و بخلاف ما دون الفرج، و هو التفخيذ و التبطين، فإنه لا يجب فيه الغسل أيضاً لنقصان السببية إذا لم ينزل اهـ". (فتح القدير: ۱/۶۴، المعاني الموجبة للغسل، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۵۴، بيان أسباب الغسل، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۰۶، كتاب الطهارة، رشيديه)

(۲) "وفرض الغسل عند خروج مني .... بشهوة: أي لذة ولو حكماً كمحتلم .... وفي الخانية: خرج مني بعد البول وذَكَرُه منتشر، لزمه الغسل. قال في البحر: ومحمله إن وجد شهوةً، وهو تقييد قولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول". (الدر المختار).

"(قوله: محمله): أي مافي الخانيه. قال في البحر: ويدل عليه تعليله في التجنيس بأن في =

لذت اور شہوت کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ وہ اتنے چھوٹے بچوں کو بھی ہوتی ہے جو کہ بالکل شہوت کے قابل نہیں، ایسے چھوٹے بچے اگر جماع کرلیں تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی: "لو جامع ابن أربع سنین زوجة أبیه لاتثبت الحرمة الخ" شامی(۱)۔ اور اگر لذت وایستادگی ایک چیز ہوتی تو ایسے چھوٹے بچے کے جماع سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بلا ارادہ انزال ہوجانے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۵۶]: اگر کسی شخص کو بغیر کسی ارادہ کے چلتے پھرتے یا بیٹھے ہوئے خود بخود انزال ہوجائے تو غسل کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شہوت سے انزال ہوگا تو غسل واجب ہوجائے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بغیر شہوت کے خروجِ منی سے غسل کا حکم

سوال[۱۸۵۷]: بیماری کی وجہ سے اگر کسی شخص کو پیشاب کے بعد یا پہلے منی کا قطرہ آتا ہو اور عضوِ

= حالة الانتشار وجد الخروج والانفصال جميعاً على وجه الدفق والشهوة". (الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۶۰، ۱۶۱، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث: ۱/۱۴، ۱۵، رشیدیه)

(۱) (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۵، سعید)

(۲) "وفرض الغسل عند خروج المني منفصل عن مقره بشهوة وإن لم يخرج بها". (الدر المختار).
وقال ابن عابدين: "(قوله: بشهوة) متعلق بقوله: منفصل، احترز به عما لو انفصل بضرب أو حمل ثقيل على ظهره، فلاغسل عندنا الخ". (ردالمحتار: ۱/۱۵۹، أبحاث الغسل، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل، رشیدیه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۹۹، الطهارة، رشیدیه)

مخصوص میں ایستادگی ہوتی ہو، لیکن لذت اور مزہ محسوس نہ ہوتو ایسی صورت میں اس شخص پر غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل فرض ہوگا، کیونکہ ایستادگی اور لذت ایک ہی چیز ہے، عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے۔ دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل بغیر لذت اور دفق کے فرض نہیں ہوگا، ہدایہ اور شامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیزش اور ریزش موجبِ غسل نہیں جب کہ اس کے ساتھ لذت اور دفق نہ ہو(۱)۔ محض ایستادگی کو لذت وشہوت کہنا صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ تو اتنے چھوٹے بچوں کو بھی ہوتی ہے جو کہ بالکل شہوت کے قابل نہیں، ایسے چھوٹے بچے اگر جماع کرلیں تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی: "لو جامع ابن أربع سنين زوجة أبيه، لا تثبت الحرمة الخ". شامی نعمانیہ(۲)۔

اگر لذت اور ایستادگی ایک ہی چیز ہوتی تو ایسے چھوٹے بچے کے جماع سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "خرج مني بعد البول و ذَكَره، منتشرٌ، لزمه الغسل. قال في البحر: و محمله إن وجد الشهوة، و هو تقييد قولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ومحمله) قال في البحر: و يدل عليه تعليله في التجنيس بأن في حالة الانتشار وُجد الخروج والانفصال جميعاً على وجه الدفق والشهوة .... لأن ذلك دلالة بخروجه عن الشهوة الخ".

(ردالمحتار: ۱/۱۶۱، موجبات الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، المعاني الموجبة للغسل، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۵۵، باب الغسل، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۵، ما يوجب الغسل، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۵، سعيد)

جلق موجبِ غسل اور مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۵۸]: جلق لگایا گیا اور منی کپڑے وغیرہ میں نہیں لگی تو اس صورت میں صرف اعضائے تناسل دھولینا کافی ہے یا غسل واجب ہے؟ اور مفسد صوم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جلق سے اگر منی نہیں نکلی تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔ اگر مذی نکلی ہے تو عضو کا دھولینا اور وضو کر لینا کافی ہے، غسل واجب نہیں، نہ روزہ فاسد ہوا۔ اگر منی نکلی ہے تو روزہ بھی فاسد ہو گیا اور غسل بھی واجب ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

آبدست سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال [۱۸۵۹]: حاجتِ ضروریہ سے فراغت کے بعد اسی مقام پر آب دست کرنے سے کیا غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاجتِ ضروریہ سے فراغت کے بعد آبدست لینے سے غسل واجب نہیں ہوتا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۲/۵ھ۔

منی نکلنے کے کچھ دیر بعد دوبارہ منی نکلے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال [۱۸۶۰]: کوئی شخص خدانخواستہ منی گراتا ہو تو جب گرنے لگے تو اس کو چاٹ لے تو کیا غسل

---

(۱) "إذا استمتع بالكفّ، فلمّا انفصل المني عن مكانه عن شهوة، أخذ إحليله حتى سكنت شهوته، ثمّ خرج المني، فعلى قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وجب عليه الغسل، خلافاً لأبي يوسف".

(التاتارخانية: ۱/۱۵۶، باب الغسل، إدارة القرآن، كراچي)

"(كذا استمناء بالكف): أي في كونه لا يفسد لكن هذا إذا لم ينزل، أمّا إذا أنزل، فعليه القضاء، كما سيصرح به، و هو المختار الخ". (رد المحتار: ۲/۳۹۹، في حكم استمناء بالكف، سعيد)

(۲) "آب دست: استنجاء، طہارت، پاکیزگی جو پانی سے کی جائے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳، فیروز سنز، لاہور)

واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر غسل واجب ہونے کے بعد وہ آدمی غسل کر کے فارغ ہوگیا پھر تھوڑی دیر بعد بغیر شہوت کے منی گر گئی ہے تو کیا پھر غسل واجب ہوگا، یا یہ کہ کسی نے کسی عورت کے ساتھ جماع کیا پھر جب منی گرنے کا وقت آیا تو نکال کر خوب زور سے چاٹ لیا، تو کیا اس طرح کرنے کے بعد بھی غسل واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پر بھی غسل واجب ہوگا اگر چہ شہوت کے ختم ہونے کے بعد منی خارج ہوئی ہو(۱)۔عورت سے جماع کیا تو محض دخول سے غسل واجب ہوگیا، منی اندر یا باہر خارج ہوئی ہو یا خارج نہ ہوئی ہو(۲)۔خروجِ منی کے بعد غسل کرلیا پھر بعد میں منی خارج ہو تو دوبارہ غسل واجب ہوگا(۳)۔منی کا چاٹنا کسی حال میں بھی درست نہیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وفرض الغسل عند خروج منی من العضو .... منفصل عن مقره هو صلب الرجل وترائب المرأة .... بشهوة: أی لذة ولو حكماً كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل منى المرأة؛ لأن الدفق فيه غير ظاهر". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۵۹، ۱۶۰، باب الغسل، سعيد)

(وكذا فی مراقی الفلاح، ص: ۹۲، فصل: موجبات الغسل، قديمی)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۱/۶۵، موجبات الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) لِمَا أخرج الإمام أبو عيسى الترمذی: "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: إذا جاوز الختان الختان، وجب الغسل، فَعَلْتُه أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم فاغتسلنا". (جامع الترمذی: ۱/۳۰، باب ما جاء: إذا التقى الختان وجب الغسل، سعيد)

(وكذا فی الدر المختار: ۱/۱۶۱، ۱۶۲، سنن الغسل، سعيد)

(وكذا فی الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۵، الفصل الثالث فی المعانی الموجبة، رشيديه)

(۳) "لو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام وصلى، ثم خرج بقية المنى، فعليه أن يغتسل عندهما، خلافاً لأبی يوسف، ولكن لا يعيد تلك الصلوة فی قولهم جميعاً، كذا فی الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، الفصل الثالث فی المعانی الموجبة، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار: ۱/۱۶۰، موجبات الغسل، سعيد)

(وكذا فی الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱/۱۵۲، الغسل، إدارة القرآن، كراچی)

زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے؟

سوال [۱۸۶۱]: زید نے ہندہ سے زنا کیا ہے، کیا جنابتِ ظاہری ایک مرتبہ غسل کرنے سے دور ہو جائے گی یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چالیس مرتبہ غسل کرنا ہوگا۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جمیل احمد، عبدالرحمٰن اسٹریٹ، بمبئی نمبر ۳۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مرتبہ غسل کرنے سے ہر قسم کی جنابت ختم ہو کر شرعی طہارت حاصل ہو جاتی ہے خواہ احتلام سے جنابت ہوئی ہو، خواہ وطیِ حلال سے خواہ وطیِ حرام سے یا کسی اَور طرح سے، یہ غلط ہے کہ زنا کے بعد چالیس مرتبہ غسل کرنے سے قبل طہارت حاصل نہیں ہوتی اور جنابت زائل نہیں ہوتی۔ اگر چہ زنا کا گناہ، گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک صدقِ دل سے توبہ کر کے گناہ معاف نہ کرالے اس کو طہارت ہی حاصل نہ ہو، لیکن ظاہرِ شریعت نے اس کی پابندی نہیں کی، بلکہ ایک دفعہ غسل کرنے سے طہارت کا حکم دیدیا، کما هو في كتب الفقه (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۱ھ۔

دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر کے کیا کبھی پاک نہیں ہو سکتا؟

سوال [۱۸۶۲]: میں نے ایک مسلم دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرلی، اب شرمندہ ہوں۔ سنا ہے کہ دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرنے والا کبھی پاک نہیں ہوتا، نہ نماز روزہ کے قابل رہتا ہے۔ کیا لوگوں کی بات درست ہے، آدمی پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور پاکی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

---

(۱) "و فرض الغسل عند خروج مني من العضو .... و عند إيلاج حشفة آدمي أو إيلاج قدرها من مقطوعها، و لو لم يبق منه قدرها في أحد سبيلي آدمي حيّ يجامع مثله عليهما: أي الفاعل و المفعول لو كانا مكلفين، و لو أحدهما مكلفاً، فعليه فقط دون المراهق الخ". (الدر المختار: ۱/۱۶۱، موجبات الغسل، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۵، الفصل الثالث في المعاني الموجبة، رشيديه)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۹، كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

5

الجواب حامداً ومصلیاً:

دھوبن کی لڑکی ہو یا کسی اَور کی جب تک شریعت کے موافق اس سے نکاح نہ ہو جائے اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور زنا کاری ہے، کبیرہ گناہ ہے(۱)، سچے دل سے نادم ہو کر توبہ کرنا ضروری ہے۔ غسل کرنے سے آدمی پاک ہو جاتا ہے خواہ کہیں بھی اس نے برا کام کیا ہو، یہ کہنا کہ دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرنے کی وجہ سے آدمی زندگی بھر پاک نہیں ہوتا اور نماز روزہ کے قابل نہیں رہتا بالکل غلط ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا چند بار جماع کر کے ایک غسل کافی ہے؟

سوال [۱۸۶۳]: غسلِ جنابت ایک بار جماع کرنے سے ایک بار ہی کرنا چاہئے یا چند بار جماع کر کے ایک ہی غسل کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ ہر جماع کے بعد مستقلاً غسل کیا جاوے، اگر چند مرتبہ جماع کے بعد ایک ہی غسل پر

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشةً وساء سبيلا﴾ "وقال ابن أبي الدنيا .... عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " مامن ذنب بعد الشرك أعظم عندالله من نطفةٍ وضعها رجل في رحمٍ لايحل له". (تفسير ابن كثير، (سورة الإسراء: ۳۲): ۳/۵۵، دارالفيحاء)

(۲) کسی بھی گناہِ کبیرہ سے پاک ہونے کے لئے گناہ پر ندامت کے ساتھ اس سے توبہ کرنے کو لازم قرار دیا ہے، جب کہ حالتِ جنابت سے پاک ہونے کے لئے غسل کا حکم دیا گیا ہے، "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن المؤمن إذا أذنب كانت نكتة سوداء في قلبه، فإن تاب واستغفر صقل قلبه، وإن زاد زادت حتى تعلو قلبه .... اهـ". قال القاري تحته: "(صقل قلبه): أي نظف وصفى مرآة قلبه لتجليات ربّه؛ لأن التوبة بمنزلة المصقلة تمحو وسخ القلب وسواده حقيقياً أو تمثيلياً .... اهـ". (مرقاة المفاتيح: ۵/۱۷۳، رقم الحديث: ۲۳۴۲، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثاني، رشيديه)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وإن كنتم جنباً فاطهروا﴾ قال الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالیٰ: "قال الكرماني رحمه الله تعالیٰ: غرضه بيان أن وجوب الغسل على الجنب مستفادٌ من القرآن". (فتح الباري، كتاب الغسل، وقوله تعالیٰ: ﴿وإن كنتم جنباً......﴾ الخ (المائدة: ٦)، ۱/۴۷۳، قديمي)

کفایت کرے تب بھی درست ہے(۱)، لیکن اپنے عضو کو پاک کرلے، ناپاک عضو سے جماع نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال[۱۸۶۴]: بیوی کے سامنے برہنہ غسل کرے اس طرح پر کہ بیوی پہننے کے لئے کپڑے دے اور شوہر کی شرمگاہ کو بھی دیکھ لے اور کوئی شہوت وغیرہ بالکل نہ ہو، صرف کپڑے دیتے ہوئے بیوی کی نگاہ اس طرف چلی گئی، یا بیوی اس طرح غسل کرے اور نگاہ اس طرح پڑگئی، اس غسل سے نماز ادا کرے۔ کیا یہ جائز اور صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو یا غسل کے بعد اگر بیوی نے شوہر کی شرمگاہ کو دیکھ لیا، یا شوہر نے بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس کی وجہ سے اس وضو وغسل میں خلل نہیں آتا(۳)، اس سے نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنے کے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک ہی کافی ہے؟

سوال[۱۸۶۵]: ا...... جب مجھے مہینہ ہوا تو تین چار دن گذر گئے مگر غسل نہ کر پائی تھی کہ میرا شوہر

---

(۱) "عن أنس أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يطوف على نسائه بغسل واحد". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۴۴، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ۱/۳۲، كتاب الطهارة، امداديه)

(۲) "ولا بأس للجنب أن ينام ويُعاوِد أهله قبل أن يتوضأ، وإن توضأ فحَسَن". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير ص: ۵۶. مطلب: الغسل في أربعةٍ سنةٌ، سهيل اكيڈمی، لاهور)

"ولا معاودة أهله قبل اغتساله، إلا إذا احتلم لم يأت أهله. قال الحلبي: ظاهر الأحاديث إنّما يفيد الندب، لانفي الجواز المفاد من كلامه الخ". (الدر المختار: ۱/۱۷۶، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۸۳، أحكام الجنابة، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۳) شرمگاہ دیکھنا موجباتِ غسل میں سے نہیں ہے۔

آیا اور باوجود منع کرنے کے نہ مانا اور خواہش پوری کرلی تو اب دو غسل کرنے پڑیں گے؟ ایک ہفتہ کی ناپاکی، دوسرے شوہر کے آنے کی۔ اجتماع والی عورتوں نے کہا: ۱۱/ ڈھیلے ہونے چاہئیں، سر دھوکر ڈھیلے سے استنجا پاک کرکے ناف کے نیچے تک بدن کو دھوؤ، پھر وضو کرکے نہاؤ، پھر دوبارہ ناف سے نیچے تک باقاعدہ وضو کرو، تب نہاؤ تب پاک ہوسکتی ہو، لہٰذا آپ شرع شریف سے مطلع فرمائیں۔

۲...... میرا شوہر رات کو میرے پاس آیا، صبح کو غسل کرنے کی کسی کو مہلت نہ مل سکی، اس طرح تین رات گذر گئیں تو غسل تین روز کرے یا ایک ہی دفعہ سے پاک ہوجائیں گی؟ اجتماع کرنے والی عوتوں نے تین دفعہ بتلایا ہے، لہٰذا عورتوں کے غسل کا طریقہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ان دونوں باتوں کی وجہ سے دو غسل واجب نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی غسل کافی ہے(۱)، ایک غسل میں جتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے بس وہی کافی ہے۔ ۱۱/ ڈھیلے سے استنجا بھی غلط ہے(۲)۔ بہشتی زیور میں غسل کا طریقہ لکھا ہے اس کے موافق غسل کرلیا جائے(۳)۔

۲...... تین رات غسل نہ کرنا اور نمازیں قضا کرنا کبیرہ گناہ ہے، سخت وبال کی چیز ہے، مگر شوہر کے تین

---

(۱) "ويكفي غسل واحد لعيدٍ وجمعة اجتمعا مع جنابة كما لِفرضَيْ جنابة وحيض". (الدر المختار: ۱/۱۶۹، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۶، أما أنواع الغسل، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۵۴۱، المطلب السابع: الاغتسال المسنون، رشيديه)

(۲) حدیث میں صرف تین ڈھیلوں سے استنجا کا ذکر ہے لیکن وہ بھی ایک استحبابی عمل ہے: "قال العلامة الحصكفي: "وليس العدد ثلاثاً.......... بل مستحب". (الدر المختار).

وقال ابن عابدين: "(بل مستحب) أشار إلى أن المراد نفي السنة المؤكدة لا أصلها، لماورد من الأمر بالاستنجاء بثلاثة أحجارٍ، ولم نقل: إن الأمر للوجوب .... لأن قوله عليه الصلوة والسلام: "من استجمر فليوتر، فمن فعل فحسن، ومن لافلا حرج" دليلٌ على عدم الوجوب". (ردالمحتار: ۱/۳۳۷، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(۳) (بهشتي زيور، حصه اول، غسل کا بیان، ص: ۷۰، ۷۲، دار الاشاعت، کراچی)

روز صحبت کرنے سے تین غسل واجب نہیں ہوں گے، ایک ہی غسل کافی ہوگا، جس نے دو یا تین دفعہ غسل کرنا بتایا ہے اس نے غلط بتایا۔ فقط۔

سفر میں غسلِ جنابت

سوال [۱۸۶۶]: بکر ریل میں سفر کر رہا ہے اور اسے منزلِ مقصود پر پہونچنے کے لئے دو یا تین دن لگتے ہیں، اگر اس دورانِ سفر غسل کی حاجت ہوجائے تو وہ کس طرح پاکی حاصل کر کے نماز پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریل میں پانی بھی ہوتا ہے اور غسل کی بھی جگہ ہوتی ہے، وہاں غسل کرلے، غسل خانہ نہ ہو تو پہلے بیت الخلاء میں پانی بہادے، پھر غسل کرلے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وسننه كسنن الوضوء سوى الترتيب، وآدابه كآدابه". (الدر المختار: ۱/۱۵۶، مطلب سنن الغسل، سعيد)

"ومن آدابه .... والجلوس في مكان مرتفع تحرزاً عن الماء المستعمل، لوقوع الخلاف في نجاسته، ولأنه مستقذر". (الدر المختار: ۱/۱۲۷، آداب الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۹، الفصل الثالث في المستحبات، رشيديه)

(وكذا في إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص: ۸۲، فصل في آداب الوضو، حقانيه)

الفصل الخامس فی أحكام الجنابة

(جنابت کے احکام کا بیان)

حالتِ جنابت کا پسینہ

سوال [۱۸۶۷]: حالتِ جنابت کا پسینہ اگر کپڑوں کو لگ جائے تو ان سے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر نجاستِ حقیقیہ کے ساتھ مخلوط نہ ہو تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نظام: کانپور، جولائی/۶۵ء۔

بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا

سوال [۱۸۶۸]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے حالتِ جنابت میں مسجد میں داخل ہونا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز تھا تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا سب کے واسطے برابر حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا، لہٰذا بحالتِ جنابت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرور کی اجازت تھی (۲)، ہر ایک کو ہر مسجد میں بحالتِ جنابت داخل ہونا اس وقت بھی جائز نہ

---

(۱) "فسور آدمی مطلقاً و لو جنباً أو كافراً أو امرأةً الخ، و مأكول اللحم طاهر الفم طاهر .... وحكم عرق كسوره الخ". (ردالمحتار: ۱/۲۲۲، ۲۲۸، مطلب فی السور، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۳، مسائل الآبار، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۱/۲۲۱، رشيديه)

(۲) "عن أبی بكرة أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم دخل فی صلوة الفجر، فأومأ بيده أن مكانكم، ثم جاء ورأسه يقطر، فصلیٰ بهم". "وعن يزيد بن هارون قال: أخبرنا حماد بن سلمة بأسناده ومعناه، وقال=

تھا اور اب بھی کسی کے لئے جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف: مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/ ۷/ ۵۶ھ۔

غسلِ جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا

سوال [۱۸۶۹]: ۱...... ہمارے یہاں کے امام صاحب نے فجر کے وقت غسلِ جنابت نہیں کیا اور فجر کی نماز قضا کی اور ظہر میں غسل کر کے نماز پڑھی، اس درمیان میں حقہ اور روٹی وغیرہ کھاتے پیتے رہے تو صحیح

= فی أوله: فكبر، وقال فی آخره: فلما قضى الصلاة قال: "إنما أنا بشر، و إنی كنت جنباً". (سنن أبی داؤد: ۱/ ۳۵، باب الجنب يصلي بالقوم وهو ناس، امدادیه، ملتان)

قال العلامة السهارنفوری تحت هذه الأحاديث: "أخرج الترمذی فی سننه بسنده عن أبی سعيد قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعليّ: "يا علي! لايحل لأحدٍ أن يجنب فی هذا المسجد غيري وغيرك........ فلما كان يحل لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استطراق المسجد جنباً لايستدل به لغيره، ولولم يكن له حلالاً، لم يكن الله ليدعه أن يدخل المسجد فی حالة الجنابة وهو عليه حرام". (بذل المجهود فی حل أبی داؤد: ۱/ ۱۴۱، باب فی الجنب يصلي بالقوم وهو ناس، مكتبه امدادیه، ملتان)

(وكذا فی قوت المغتذی علی هامش الترمذی: ۲/ ۲۱۴، أبواب المناقب، مناقب علی بن أبی طالب رضی الله تعالیٰ عنه، سعید)

"جسرة بنت دجاجة، قالت: سمعت عائشة –رضی الله تعالیٰ عنها– تقول: جاء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و وجوه بيوت أصحابه شارعة فی المسجد، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "وجّهوا هذه البيوت عن المسجد". ثم دخل النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و لم يصنع القوم شيئاً رجاء أن تنزل فيهم رخصة، فخرج إليهم فقال: "وجّهوا هذه البيوت عن المسجد، فإني لاأحل المسجد لحائض ولاجنب". (سنن أبی داؤد: ۱/ ۳۴، باب فی الجنب يدخل المسجد، امدادیه)

(۱) "ويحرم دخول المسجد بالحدث الأكبر لا مصلى عيد و جنازة الخ". (الدر المختار: ۱/ ۱۷۱، باب الغسل، سعید)

(وكذا فی بدائع الصنائع: ۱/ ۲۸۱، دار الكتب العلمیه، بیروت)

ہے یا غلط، جبکہ ان کو اس حرکت پر ٹوکا گیا؟

جنبی کا جھوٹا کھانا پینا

سوال[۱۸۷۰]: ۲...... ان کا جھوٹا حقہ پینے والوں پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... نماز فجر کا قضا کر دینا اور ظہر تک بلا عذر شرعی کے مؤخر کر دینا کبیرہ گناہ ہے، لیکن بلا غسل کے جو کچھ کھایا پیا وہ حرام نہیں (۱)۔

۲...... جن لوگوں نے ان کے ساتھ یا ان کا بچا ہوا کھایا پیا، ان پر غسل واجب نہیں ہوا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

بحالتِ جنابت ناخن اور بال ترشوانا

سوال [۱۸۷۱]: غسل واجب ہو، غسل سے پہلے ناخن اور بال تراشنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بحالتِ جنابت ناخن اور بال ترشوانا مکروہ ہے (۳)، پاکی کے بعد ترشوائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱) "لاقرأة قنوت (أی لاتکره)، و لا أکله و شربه بعد غسل ید وفم، ولا معاودة أهله قبل اغتساله".

(الدر المختار: ۱/۱۲۹، أبحاث الغسل، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۱۶، الفصل الثانی فی المعانی الموجبة للغسل، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۵۶، الغسل فی أربعة سنة، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(۲) "سور الآدمی طاهر بالاتفاق سواء کان مسلماً أو کافراً أو جنباً أو حائضاً أو محدثاً الخ". (الحلبی الکبیر، ص: ۱۲۶، فصل فی الآسار، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۱/۲۷۲، مطلب: سور الکلب والخنزیر، دارالکتب العلمیه، بیروت)

(۳) "حلق الشعر حالة الجنابة مکروه، وکذا قص الأظافیر، کذا فی الغرائب". (الفتاوی العالمکیریة: =

بلاغسلِ عضودوبارہ جماع کرنا

سوال [۱۸۷۲]: هل يجوز الوطی مرةً بعد أخریٰ بلا غَسل ذكر أحدهما أو كليهما، وإنما قال الشامی: "و عندنا كذلك، يشعر منه أنه حرام عندنا كمذهب الشافعیؒ. ويحرم من غيره يكره، ما الفتوىٰ فی هذا؟ و ما قال مشايخنا فی هذا؟ بينوا بياناً شافياً و توجروا أجراً جميلاً۔ فقط۔

شفيق الرحمن۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لم يظهر ما أراد السائل بهذا السوال، إن أراد أن المرأ إذا جامع امرأته فهل يجوز له الجماع بعده من غير غسله ذكرَه و غسلها فرجَها أم لا يجوز؟ فأين قال الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: إنه حرام عند الشافعی رحمه اللّٰه تعالیٰ و عندنا كذلك؟ وأين قال غيره: إنه مكروه؟ فليحرر عبارات الشامی رحمه اللّٰه وغيره بتسمية الكتاب و بتعيين الباب والصفحة والمطبع بألفاظها.

إن كان المراد بقول الشامی عبارته التی ذكرها فی رد المحتار فی كتاب الطهارة تحت "مطلب فی حكم وطء المستحاضة ومن بذكره نجاسة" بعنوان [تنبيه]: "أفتى بعض الشافعية بحرمة جماع من تنجّس ذكرُه قبل غسله، إلا إذاكان به سلس، فيحل كوطی المستحاضة مع الجريان، و يظهر أنه عندنا كذلك"(۱)۔ فالظاهر أن المراد بتنجس الذكر تنجسه بغيرالمنی، والمنی عند الشافعية طاهر۔

وإن كان مراد الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ تنجسه بالمنی علیٰ سبيل التنزل و لو كان بعيداً جداً، فهو رأيه واجتهاده، و هو ليس بمحرم، بل المحرم يكون بالنص القطعی و ما فی معناه. وإن كان المراد بقول الشامی رحمه اللّٰه عبارة أخرىٰ فليحرر.

= ۳۵۸/۵، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء، وغيره، رشيديه)

(وكذا فی امدادالفتاوی: ۲۸/۱، باب الغسل، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۱) (ردالمحتار، باب الحيض، مطلب فی حكم وطء المستحاضة اهـ: ۲۹۸/۱، سعيد)

و قالت الفقهاء: إن أراد الجنب معاودة أهله فالمستحب أن يتوضأ، فلا بأس به، فالظاهر أن هذا: أى غسل الذكر أيضاً مستحب . قال فى الفتاوى العالمكيرية فى اخر الباب الثانى من الطهارة: "ولا بأس للجنب أن ينام و يعاود أهله قبل أن يتوضأ، وإن توضأ فحسن، كذا فى القنية". ص: ٥٤(١)۔ وكذا فى الخلاصة، ص: ٤٧(٢)۔

وقال فى الأوجز: "قلت: لكن مقتضى عباراتهم أن الوضوء للنائم آكد من وضوء الآكل، بل كلام بعضهم كالباجي والطحاوى وغيرهم –رحمهم الله تعالىٰ– يشير إلى عدم الاستحباب فى الأكل، فالظاهر أن تؤكده فى النوم أشد منه فى الأكل"(٣)۔

بوب الشيخ ابن تيميه –رحمه الله تعالىٰ– فى ملتقى الأخبار "استحباب الوضوء لمن أراد النوم" ثم ذكر بعده: "باب تأكيد ذلك للجنب، واستحباب الوضوء لأجل الوضوء والشرب و المعاودة" و هذا نص فى أن الوضوء للنوم اكد منه لهؤلاء الثلث.

و قال فى البدائع: ۱/۲۸: "و لا بأس للجنب أن ينام و معاودة أهله لما روى عن عمر رضى الله عنه أنه قال: يارسول الله! أينام أحدنا و هو جنب؟ قال: "نعم! و يتوضأ وضوئه للصلوة"(٤)۔

و له أن ينام قبل أن يتوضأ و ضوئه للصلوة لما روى "عن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها قالت: كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينام و هو جنب غير أن يمس ماء الخ". فعلم من لفظ: "من غير أن يمس ماء" أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نام بغير مس الماء لا مسه للوضوء ولا لغيره.

فى أوجز المسالك، ص: ١٢٣ : "قال يحيىٰ: سئل مالك عن رجل له نسوة: زوجات وجوار –جمع جارية: أى اماء– هل يطأهن جميعاً قبل أن يغتسل؟ فقال: لا بأس: أى يجوز

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۱۶/۲، الباب الثانی فی الغسل، رشیدیه)

(۲) (خلاصة الفتاویٰ: ۱۴/۱، الفصل الثانی فی الغسل، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۳)(أوجز المسالک: ۱۰۹/۱، وضوء الجنب إذا أراد أن ینام الخ، مکتبه الیحیویه)

(۴) (بدائع الصنائع: ۲۸۳/۱، أحکام الجنابة، دار الکتب العلمیة، بیروت)

بالاتفاق بأن يصيب الرجل جاريته أو جواريه قبل أن يغتسل، إلا أنه يستحب الوضوء، وأقله غسل الفرج للمعاودة مع أنه أنشط، كما ورد، انتهى"(۱)۔ **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (أوجز المسالک: ۱/۲۴۳، المکتبة اليحيويه سهارنفور، يوپی الهند)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۷۵، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۶، مطلب: الغسل في أربعة سنة، سهيل اكيڈمی لاهور)

ترجمۂ سوال و جواب:

سوال [۰۰۰۰]: کیا ایک یا دونوں کی شرمگاہ دھوئے بغیر دوبارہ وطی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ علامہ شامی نے کہا ہے "و عندنا کذالک" ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے، اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک بھی حرام ہے جس طرح کہ مذہب شافعی میں ہے، جب کہ دیگر حضرات کے ہاں یہ مکروہ ہے۔ اس میں فتویٰ کیا ہے اور ہمارے مشائخ نے اس میں کیا فرمایا ہے؟

جواب: اس سوال سے سائل کا مقصد واضح نہیں، اگر وہ یہ کہنا چاہتا ہے .... کہ مرد جب اپنی عورت سے جماع کرلے تو کیا اس کے لئے اس کے بعد مرد کے ذکر کو دھوئے بغیر اور عورت کے اپنی شرمگاہ کو دھوئے بغیر دوبارہ جماع کرنا جائز ہے یا جائز نہیں؟ پس شامی نے کہاں کہا ہے کہ یہ امام شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے اور ان کے غیر نے کہاں کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ شامی وغیرہ کی عبارات، کتاب کے نام باب، صفحہ مطبع کی تعیین کے ساتھ بالفاظہا تحریر کی جائیں۔

اگر شامی کے قول سے مراد ان کی وہ عبارت ہے جس کو انہوں نے ردالمحتار میں **کتاب الطهارة** میں "**مطلب في حكم وطي المستحاضة و من بذكره نجاسة**" کے تحت "تنبیہ" کے عنوان سے ذکر کیا ہے کہ:

> "بعض شافعیہؒ نے اس شخص کے جماع کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے جس کا ذکر نجس ہو اس کے دھونے سے قبل مگر جبکہ اس کو سلسل بول ہو مثل وطی متحاضہ کے جریان (دم استحاضہ) کے ساتھ اور ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے"۔

پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کے نجس ہونے سے مراد غیر منی کے ساتھ نجس ہونا مراد ہے، اس لئے کہ منی شافعیہ کے نزدیک طاہر ہے۔ اور اگر شامی کی مراد علی سبیل التنزل منی سے نجس ہونا ہو۔ اگر چہ یہ بہت بعید ہے۔ تو یہ ان کی رائے اور ان کا اجتہاد ہے، جو محرم نہیں۔ محرم تو نص قطعی ہوتی ہے یا وہ جو اس کے ہم معنی ہو۔ اور اگر شامی کے قول سے مراد کوئی دوسری عبارت ہے تو اس کو تحریر کیا جائے۔=

....

= اور فقہاء نے فرمایا ہے:

''اگر جنبی اپنی بیوی سے دوبارہ ملاقات کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ وضو کرلے پھر کوئی حرج نہیں''۔

پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کا دھونا بھی مستحب ہے۔

ہندیہ میں طہارۃ کے باب ثانی کے آخر میں فرمایا ہے کہ ''جنبی کے لئے وضو کرنے سے قبل سونے اور دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وضو کرلے تو بہتر ہے''۔

قنیہ،ص:۵۴ میں اسی طرح اور خلاصہ ص:۷۴ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور اوجز میں فرمایا ہے:

''میں کہتا ہوں کہ ان کی (فقہاء کی) عبارات کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نائم کے لئے وضو آکل کی وضو سے زیادہ مؤکد ہے، بلکہ ان میں سے بعض مثل باجی وطحاوی وغیرہم کا کلام اکل میں عدم استحباب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ اکل کے بالمقابل نوم میں زیادہ تاکید ہے۔

الشیخ ابن تیمیہؒ نے ملتقی الاخبار میں ''استحباب الوضو لمن أراد النوم'' باب قائم کیا ہے پھر اس کے بعد ''باب تاكيد ذلک للجنب واستحباب الوضوء لأجل الوضوء والشرب والمعاودة'' قائم کیا ہے اور یہ اس میں نص ہے کہ نوم کیلئے وضو ان تینوں کے مقابلہ میں زیادہ مؤکد ہے''۔

اور بدائع میں فرمایا ہے:

''جنبی کے لئے سونے اور بیوی سے دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی بناء پر کہ ''انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی جنبی ہونے کی حالت میں سوسکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''ہاں اور نماز کے وضو جیسا وضو کرلے''۔

اور اس کو وضو سے قبل بھی سونا جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ''انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں پانی چھوئے بغیر سوجاتے تھے الخ''۔

''پانی کو چھوئے بغیر'' کے لفظ سے معلوم ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوگئے پانی چھوئے بغیر، نہ وضو کے لئے چھوا، نہ اس کے غیر کے لئے۔

اوجز المسالک،ص:۱۲۳ میں ہے:

''یحییٰ رحمہ اللہ نے بیان کیا، امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جس کے لئے کئی بیویاں اور باندیاں ہیں، آیا وہ سب سے وطی کرسکتا ہے غسل کرنے سے قبل؟ فرمایا کچھ حرج نہیں، یعنی بالاتفاق جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی یا باندیوں سے ملاقات کرے غسل کرنے سے قبل مگر وضو کرلینا مستحب ہے اور اس کا اقل درجہ شرمگاہ کا دھولینا ہے دوبارہ ملاقات کرنے کے لئے باوجودیکہ یہ زیادتیٔ نشاط کا بھی باعث ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے''۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

باب المياه

الفصل الأول في الماء الطاهر والنجس

(پاک اورناپاک پانی کا بیان)

مائے مستعمل

سوال [۱۸۷۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ اگر لوٹے میں وضو کے لئے پانی رکھا گیا اور متوضی کی انگلی یا کسی اَور شخص کی جو کہ بے وضو ہو انگلی پڑ گئی تو وہ پانی مائے مستعمل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ مائے مستعمل کب ہوتا ہے اور کتنے عضو کے پانی میں پڑنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے؟

"كذا إذا وقع الكوز في الجُبّ، فأدخل يده فيه إلى المرفق لإخراج الكوز، لا يصير مستعملاً، بخلاف ما إذا أدخل يده في الإناء أو رجله للتبرد، فإنه يصير مستعملاً لعدم الضرورة، هكذا في الخلاصة. ويشترط إدخال عضوٍ تامٍ لصيرورة الماء مستعملاً في الرواية المعروفة عن أبي يوسف، كذا في المحيط. وبإدخال الإصبع والإصبعين لا يصير مستعملاً، كذا في الظهيرية". فتاویٰ عالمگیریه: ۱/۱۲۔ جواب مکمل ومدلل فرمائیں۔

نیز خط کشیدہ عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، اس کا مطلب بھی سمجھا دیجئے کہ یہ قول معتبر ہے یا نہیں، اور نیز معترض یہ بھی وجہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ حصۂ انگلی، یا انگلی ڈوب جانے سے اس حصہ کی نجاست حکمیہ زائل ہوگئی، لہذا وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ کنویں سے گھڑا ابھرا جاتا ہے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس میں اکثر انگلیاں ڈوب جاتی ہیں، للہٰذا زید کے کہنے کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں اور ہم لوگوں کے یہاں یہی طریقہ پانی لانے میں ہے، لہذا ایسی صورت میں اس پانی سے وضو کی ہوئی نمازیں بھی

باطل ہوں گی۔کیا یہ شبہ صحیح ہے؟

حافظ عبدالرحمٰن، قصبہ بھنگہ، ضلع بہرائچ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مائے مستعمل سے وضو جائز نہیں، لیکن اگر مائے مستعمل اور غیر مستعمل مخلوط ہوں اور غیر مستعمل زیادہ ہوتو وضو جائز ہے کیونکہ مفتیٰ بہ اور مختار قول کے مطابق مائے مستعمل طاہر غیر مطہر ہے۔ جب لوٹے میں ایک انگلی، یا گھڑے میں چند انگلیاں ڈوب جائیں تو اس سے وہ تمام یا اکثر مستعمل نہیں ہوتا بلکہ جس قدر حصۂ ماء سے انگلی ملاقی ہوگی، اسی قدر حصہ مستعمل ہوگا اور وہ بہت ہی قلیل مقدار ہے:

"والغلبةفي المائع الذي لا وصف له كالماء المستعمل تكون بالوزن، و هذا الاعتبار يجري في ماء ألقي الماء المستعمل في المطلق أو انغمس الرجل فيه على ما هو الحق . وأما ما في كثير من الكتب من أن الجنب إذا أدخل يده أو رجله في الماء، فسد الماء، فمبنيٌ على رواية نجاسة الماء المستعمل، و هي رواية شاذة، وأما على المختار للفتوىٰ، فلا۔

قال في البحر: فإذا عرفت هذا فلا تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء: أي والغسل من الفساقي الصغار الكائنة في المدارس والبيوت؛ إذ لا فرق بين استعمال الماء خارجاً ثم صبه في الماء المطلق و بين ماء إذا انغمس فيه، فإنه لا يستعمل منه إلا ما تساقط عن الأعضاء أولاقيٰ الجسد فقط، و هو بالنسبة لباقي الماء قليل، و يتعين عليك حمل كلام من يقول بعدم الجواز على القول الضعيف لاالصحيح. فالحاصل:أنه يجوز الوضوء والغسل من الفساقي الصغار ما لم يغلب علىٰ ظنه أن الماء المستعمل أكثر أو مساوٍ، و لم يغلب علىٰ ظنه وقوع نجاسة فيه. وتمامه فيه"(۱)۔

"واعلم أن صفة الماء المستعمل حكى بعضهم فيهاخلافاً على ثلاث روايات، وقال مشايخ العراق: لم يثبت في ذلك اختلاف أصلاً، بل هو طاهرٌ غير طهور عند أصحابنا جميعاً. قال شيخ الإسلام في شرح الجامع الصغير: و هو المختار عندنا، و هو المذكور في عامة كتب

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۶، كتاب الطهارة، قديمي)

محمد عن أصحابنا، و اختاره المحققون من مشايخ ما وراء النهر. وقال في المجتبىٰ: و قد صحت الروايات عن الكل أنه طاهر غير طهور، إلا الحسن و روايته شاذة غير مأخوذ بها، كما في مجمع الأنهر الخ". طحطاوى علىٰ مراقى الفلاح، ص: ١٤، ١٦(١)۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر میں اور شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

خط کشیدہ عبارت کا مطلب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ظرف میں اگر پورا ہاتھ دیا جائے اور وہ ظرف زیادہ بڑا نہ ہو تو اس پانی کا اکثر حصہ ہاتھ سے ملاقی ہو کر مستعمل ہو جائے گا۔ اگر صرف ایک دو انگلی اس میں داخل کرے تو اس سے وہ تمام پانی مستعمل نہ ہوگا، چونکہ اس طرح اکثر حصہ انگلی سے ملاقی نہ ہوگا بلکہ اقل ملاقی ہوگا اور غلبہ غیر مستعمل کو حاصل رہے گا۔ پس تمام پانی سے وضو کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الاولی/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۷/ جمادی الاولی/ ۶۹ھ۔

مائے مستعمل کسے کہتے ہیں؟

سوال [۱۸۷۴]: زید وعمرو بکر کا باہم تنازع مائے مستعمل میں ہے۔ زید کا بیان ہے کہ مائے مستعمل وہ پانی کہلاتا ہے کہ غسل یا وضو کرتے ہوئے اعضاء سے جدا ہو کر زمین پر گرے، اسی مائے مستعمل کا یہ حکم بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خود پاک ہے، لیکن دوسری شی کو پاک نہیں کر سکتا، گو اعضاء پر ناپاکی نہیں لگی ہوئی ہوتی، مگر چونکہ اس کو بھی علی وجہ القربۃ استعمال کیا جاتا ہے اور معنیً اس سے حدث کا ازالہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا یہ حکم رکھا گیا ہے۔ بدیں وجہ زید مائے مستعمل کی تعریف کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وضو کرتے ہوئے جو پانی مساجد کی نالیوں میں گرتا ہے وہ مائے مستعمل ہے، خود پاک ہوتا ہے لیکن دوسری شی کو پاک نہیں کر سکتا اور وہ پانی جو کہ وضو

---

(١) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الطهارة، ص: ٢٣، قديمى)

(و كذا فى رد المحتار: ١/١٩٨، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق: ١/١٦٤، مبحث الماء المستعمل، رشيديه)

(و كذا فى مجمع الأنهر: ١/٣٠، المياه، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

کے بعد لوٹے میں بچ جاتا ہے وہ طاہر وطہور دونوں ہے اور اس پانی کا استعمال ہر جگہ ہوسکتا ہے یعنی کپڑا اور بدن وغیرہ پاک کرسکتے ہیں اور وضو کے کام بھی لاسکتے ہیں چوں کہ لوٹے کا پانی مستعمل نہیں ہوتا، اس لئے اس پانی سے وضو کرنے میں کیا شبہ اور کیا خلل؟

بیانِ مذکورہ پر بکر یہ کہتا ہے کہ نہیں، وضو کے بعد جو پانی لوٹے میں رہتا ہے وہ مائے مستعمل ہے اور اس سے وضو کرنا ناجائز ہے اور دلیل اور وجہ معقول اپنے نزدیک یہ بیان کرتا ہے کہ چوں کہ وضو کرتے ہوئے پانی کے قطرے لوٹے میں ضرور گرجاتے ہیں، لہذا وہ مستعمل ہوجاتا ہے، وضو کے کام میں لانا درست نہیں۔

زید نے اس کا معارضہ یہ پیش کیا ہے کہ اگر چند قطروں کی وجہ سے وہ مستعمل ہوگیا تو چاہئے کہ ہر ایک عضو کے واسطے جدا برتن ہو چوں کہ قطرہ ہاتھوں کا ضرور لوٹے میں بکر کے قول کے موافق گرجائے گا اور وہ پانی مستعمل ہوجائے گا۔ اس وجہ معقول کا جواب بکر صرف ان الفاظ میں دے کر پھر ایک معارضہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لوٹوں کو بھی بغیر پاک کئے ہوئے وضو نہ کریں، چونکہ مائے مستعمل لپٹا ہوا ہے بلکہ گھونٹ دو گھونٹ باقی رہ جاتا ہے، اس پر بکر یہ کہتا ہے کہ اس قدر کا کچھ حرج نہیں۔ پھر زید نے کہا کہ جب گھونٹ دو گھونٹ کا کچھ نقصان نہیں تو وضو کرتے ہوئے کونسے سو دو سو گھونٹ لوٹے میں گرجاتے ہیں۔

امید کہ برائے کرم مفصل جواب تحریر فرمادیں کہ لوٹے کا بچا ہوا پانی مستعمل ہوتا ہے، یا وہ پانی جو وضو کرتے ہوئے نالیوں میں گرتا ہے اور جس طرح کہ وضو کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے، اس پانی کو دوسری شی کے پاک کرنے میں یا وضو کرنے میں کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں، یعنی اس سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دیگر جس مقام پر عربی داں عالم موجود ہوں، اس مقام پر کسی شخص اردو داں کو یعنی استاد سے مسئلہ نہ سیکھا ہو اور متعدد مرتبہ بلکہ سب مسائل عقل پر زور دے کر اپنی ظاہری عزت کی وجہ سے غلط سلط بتلا دیتا ہو، شریعتِ مقدسہ میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

از طرف: تحسین احمد، محلہ شیراز ان سہارنپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مائے مستعمل وہ ہے کہ جس سے حدث کو زائل کیا گیا ہو، یا علی وجہ القربۃ بدن میں استعمال کیا گیا ہو اور عضو سے علیحدہ ہوتے ہی اس کو مستعمل کا حکم دے دیا جائے گا، اس سے پہلے اس کو مستعمل نہیں کہا جائے گا، خواہ

بدن پر لگا ہوا ہو یا لوٹے وغیرہ میں بعد وضو موجود رہے:

"الماء المستعمل ما أزيل به حدث أو استعمل في البدن على وجه القربة، و متى يصير الماء مستعملاً؟ الصحيح أنه كمازال عن العضو صار مستعملاً". هدايه: ۲۲/۱ (۱)۔

لہذا جو پانی وضو اور غسل کے بعد برتن، لوٹے وغیرہ میں بچ رہتا ہے وہ مستعمل نہیں، اس کو پینا اور رفعِ حدث وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے۔

البتہ جو قطرات وضو کرتے ہوئے بدن سے جدا ہو کر لوٹے میں گرتے ہیں وہ مستعمل ہیں اور مائے مستعمل خود تو طاہر ہوتا ہے مگر اس کو رفعِ حدث یعنی وضو اور غسل کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں، ہاں کپڑا وغیرہ اس سے پاک کیا جاسکتا ہے: "وهو (أي الماء المستعمل) طاهر و ليس بطهور لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد". قال الشامي: "(قوله: على الراجح) مرتبط بقوله: بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد". شامی: ۲۰۷/۱ (۲)۔

لیکن وہ قطرات قلیل ہیں، جب خالص پانی ان سے زیادہ ہے تو اب اس کو وضو کے کام میں لانے میں بھی کوئی خرابی نہیں:

"الثالث أنهم و قد صرحوا بأن الماء المستعمل على القول بطهارته إذا اختلط بالماء الطهور، لا يخرجه عن الطهورية، إلا إذا غلبه أو ساواه، أما إذا كان مغلوباً فلا يخرجه عن الطهورية، فيجوز الوضوء بالكل". بحر: ۷۰/۱ (۳)۔

دیگر غیر عالم کو بغیر واقفیت کے مسئلہ اپنی عقل کے زور سے بتانا سخت گناہ ہے، خصوصاً جب کہ وہاں عالم بھی موجود ہو، اور اگر اس نے غلط بتلایا اور کسی نے اس پر عمل کیا تو عمل کرنے والے کا گناہ بھی بتلانے والے کے ذمہ ہوگا:

---

(۱) (الهداية: ۳۹/۱، الماء المستعمل، مكتبه شركة علميه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۰۱/۱، مطلب: الماء المستعمل، سعيد)

(۳) (البحر الرائق: ۱۲۹/۱، المياه، رشيديه)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۳۰/۱، المياه، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(و كذا في رد المحتار: ۱۹۸/۱، بحث الماء المستعمل، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أفتى بغير علم، فإثمه على من أفتاه". رواه أبو داؤد". مشكوة شريف: ص: ۳۵(۱)۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح: سعید احمد، مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مائے مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا

سوال [۱۸۷۵]: وضو کرنے کی حالت میں یا وضو کرنے کے بعد اگر وضو کا پانی جسم پر یا جسم کے کسی کپڑے پر گر جائے تو اس صورت میں کپڑا یا وہ حصہ جسم کا جس پر مائے مستعمل گر گیا ہے تو کیا وہ جگہ نجس ہوگیا یا وہ کپڑا ناپاک ہوگیا؟ برائے مہربانی مفصل مدلل مع ثبوت احادیث مستندہ وکتب فقہ تحریر فرمائیے گا۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اس پانی سے مفتی بہ قول کے موافق نہ جسم ناپاک ہوتا ہے نہ کپڑا:

"والماء المستعمل لقربة أو رفع حدث إذا استقر في مكان طاهرٌ لا مطهرٌ". بحر: ۱/ ۹۰ (۲)۔ "وأما ما مسح بالمنديل أوتقاطر على الثوب فهو مستعمل، إلا أنه لا يمنع جواز الصلوٰة؛ لأن الماء المستعمل طاهر عند محمد، وهو المختار الخ". بحر: ۱/ ۹۸ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ۵/ ۶۶ھ۔

صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح عبداللطیف۔

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، كتاب العلم، قبيل الفصل الثالث، ص: ۳۵، قديمي)

(۲) (البحر الرائق: ۱/ ۱۶۴، مبحث الماء المستعمل، رشيديه)

(۳) (البحر الرائق: ۱/ ۱۶۹، مبحث الماء المستعمل، رشيديه) =

مائے مستعمل کا حکم

سوال [۱۸۷۶] : ۱......وضو کا مستعمل پانی جو نالی میں گرتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر وضو کرتے وقت جلدی میں ٹوپی نالی میں گر گئی اور بغیر دھوئے ہوئے پہن کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

۲......ایسے ہی غسل خانہ میں کوئی نجاست نظر نہیں آتی، ایک شخص نے دیوار پر کپڑے رکھے، وہ ہوا سے غسل خانہ میں گر گئے اور اس نے بلا دھوئے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......مائے مستعمل مفتیٰ بہ قول پر پاک ہے، اگر وضو کی نالی میں کوئی نجاست نہیں تھی تو ایسی ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔

۲......ان کپڑوں کا حکم بھی یہی ہے، تاہم ایسی ٹوپی کپڑوں کا دھو لینا اَحوط ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲۰ھ۔

جنبی اور حائضہ کے استعمال شدہ پانی کا حکم

سوال [۱۸۷۷] : جنبی اور حائضہ کا مائے مستعمل پاک ہے یا ناپاک؟ یعنی جنبی اور حائضہ کا مائے مستعمل، مائے قلیل یا کنویں وغیرہ میں گر جائے تو وہ پاک رہے گا یا ناپاک؟ اسی طرح اگر کپڑے وغیرہ میں ایک

= "اتفق أصحابنا رحمهم الله أن الماء المستعمل ليس بطهور حتى لا يجوز التوضؤ به، واختلفوا في طهارته، قال محمد رحمه الله تعالىٰ: هو طاهر، و هو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، و عليه الفتوىٰ، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۲، كتاب الطهارة، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضؤ، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۰، المياه، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) "في النوازل: روى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن الماء المستعمل .... وهذا إذا اجتمع في موضع، ثمّ أصاب الثوب، أما إذا تقاطر من أعضائه وأصاب الثوب، فإنه لا يغسل في قولهم جميعاً".

(التاتارخانية: ۱/۲۱۳، الماء المستعمل، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۵۱، الماء المستعمل، سهيل اكيڈمی، لاهور)

درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کپڑے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر مائے مستعمل اس کا ناپاک ہے تو پھر حائضہ عورتوں کا کھانا وغیرہ بنانا دیگر امور میں اشتباہ پیدا ہوجائے گا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جنب، حائض، نفساء کے ہاتھ وغیرہ سے لگا ہوا پانی نجس نہیں، جب کہ اس ہاتھ پر نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو(۱) ایسا پانی اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا

سوال [۱۸۷۸]: ایک لوٹے میں پانی لیکر عورت نے وضو کیا، کیا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس لوٹے کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا جائز ہے؟

نظام، مارچ ۱۹۶۵ء۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مجھے ان کے مذہب کی تحقیق نہیں (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱) "و فی فتاوی قاضی خان: المحدث أو الجنب إذا أدخل يده في الإناء للاغتراف، و ليس عليه نجاسة، لا يفسد الماء يعني لاينجس، و لا يصير مستعملاً الخ". (الحلبی الكبير، ص: ۱۵۲، الماء المستعمل، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۸۷، الماء المستعمل، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في التاتارخانيه: ۱/۲۱۳، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "وإن انتضح من غسالة الجنب في الإناء لا يفسد الماء، أمّا إن سال فيه سيلاناً، فإنه يفسده، و على هذا حوض الحمام، و على قول محمد –وهو المختار– لا يفسده مالم يغلب عليه على ما تقدم الخ" (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۳، الماء المستعمل، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۱/۴۶، باب الوضو والغسل، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

(۳) "و لا يجوز للرجل أن يتوضأ و يغتسل بفضل المرأة اهـ، ومفاده أنه يكره تحريماً، وعند الإمام أحمد إذا اختلت امرأة مكلفة بماء قليل كخلوة نكاح، و تطهرت به في خلوتها طهارةً كاملةً عن حدث،=

ریل گاڑی کے بیت الخلاء کے پانی کا حکم

سوال [۱۸۷۹]: ریل گاڑی کے پاخانوں (بیت الخلاء) میں جو پانی ہوتا ہے وہ پاک سمجھا جائے گا، یا ناپاک؟ اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس پانی سے وضو کرتے ہوئے طبیعت کو کراہت معلوم ہوتی ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

وہ پانی پاک ہے، طبعی کراہت کی وجہ سے شبہ نہ کیا جائے (۱)۔ ایسی حالت میں تیمم درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ماہنامہ کانپور، اکتوبر/۵۹ء۔

بارش کا پانی پرنالہ میں روک کر اس سے وضو کرنا

سوال [۱۸۸۰]: کافی دنوں کے بعد جب بارش ہو تو دس پندرہ منٹ کے بعد پرنالہ کا پانی کسی برتن وغیرہ میں روک کر اس پانی کو استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے جب کہ اس میں کوئی نجاست نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= لایصح للرجل أو خنثی أن یرفع به حدثه، کما هو مسطور فی متون مذهبه الخ". (رد المحتار: ۱/۱۳۳، مطلب الإسراف فی الوضوء، سعید)

(وکذا فی الجامع للترمذی: ۱/۱۹، باب کراهیة طهور المرأة، سعید)

(۱) "عند أبی یوسف: لا بأس بالوضوء إذا لم یتغیر أحد أوصافه، کذا فی شرح الوقایة. وفی النصاب: و علیه الفتوی، کذا فی المضمرات". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۱۷، الباب الثالث فی المیاه، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة: ۱/۳۳، الماء الذی یجوز به التوضوء، شرکة علمیه، ملتان)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۱/۱۶۳، المیاه، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) "من شک فی إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر مالم یستیقن، وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات، ویستقی منها الصغار والکبار، والمسلمون والکفار". =

دوا سے رنگ اور مزہ تبدیل ہونے والے پانی کا حکم

سوال [۱۸۸۱]: سرکار کی طرف سے دفعِ ہیضہ وغیرہ امراض کے لئے کنویں میں جو دوا ڈالی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے رنگ اور بو بدل جاتی ہے تو اس پانی کا حکم کیا ہے اور رنگ اور بو نہیں بدلتی تو کیا حکم ہے؟ امید ہے جواب شافی اور کافی سے مطلع فرما کر شاکر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر کسی پاک جامد چیز کے ملنے سے پانی کے تمام اوصاف بغیر پکائے متغیر ہو جائیں لیکن پانی اپنی رقت اور سیلان پر باقی رہے اور اس کا نام بدل کر نیا نام پیدا ہو تو ایسے پانی سے وضو درست ہے:

"والغلبة تحصل في مخالطة الماء لشيء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رقته، فلاينعصر عن الثوب، وإخراجه عن سيلانه فلا يسيل على الأعضاء سيلان الماء. وأما إذا بقي على رقته و سيلانه، فإنه لايضر: أي لا يمنع جواز الوضوء به تغير أوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران و فاكهة وورق شجرة اهـ". مراقي الفلاح۔ "قوله: الطاهرة أما النجسة فتنجس القليل منه مطلقاً والكثير إن ظهر أحد أوصافها اهـ". طحطاوي، ص: ۱۶، ۱۷ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذی قعدہ/ ۶۷ھ۔

جس پانی کے اوصاف بدل گئے ہوں اس سے وضو

سوال [۱۸۸۲]: ایک گاؤں میں ایک بہت بڑا گڑھا ہے اور اس میں پانی بھی بہت ہے، مگر بوجۂ آمد و رفت چوپایوں کے اس کے تین اوصاف میں سے ایک وصف بدل جاتا ہے اور صاحبِ قریٰ کو بغیر اس کے

= (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/ ۱۵۱، مطلب في نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه: ۱/ ۱۴۲، نوع آخر في مسائل الشك، إدارة القرآن، كراچي)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۵، كتاب الطهارة، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۹۰، باب المياه، سهيل اكيڈمي، لاهور)

وضو کرنے کے لئے اور پانی نہیں ملتا، سوا اس کے کہ دوسرے گاؤں میں سے لائیں۔ باقی وہ اپنے پینے کے لئے تو لا سکتے ہیں مگر اس سے زیادہ نہیں لا سکتے اور کنویں سے بھی غربت کی وجہ سے نہیں نکال سکتے۔ تو اب کیا کریں، آیا صرف وضو کرلیں، یا وضو مع التیمم کریں، یا باہر سے لا کر وضو کریں اگر چہ ان کا نقصان ہو؟

۱۳/محرم/۱۳۵۶ھ۔

تنقیح

۱-وہ گڑھا کتنا بڑا ہے یعنی اس کا طول وعرض، عمق کس قدر ہے، وہ دہ دردہ ہے یا اس سے کم ہے، یا زیادہ ہے؟

۲-اس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے یا کسی نہر وغیرہ سے آتا ہے؟

۳-گرمی اور خشکی کے زمانہ میں اس میں پانی باقی رہتا ہے یا خشک ہو جاتا ہے؟

۴-دوسرا گاؤں جس میں پانی ہے وہ کتنی دور ہے؟

۵-کیا اس گاؤں میں اس گڑھے کے علاوہ اور کہیں پانی نہیں؟

۶-دوسرے کنویں سے غربت کی وجہ سے پانی نہیں نکال سکتے، کیا وہاں پانی قیمۃً ملتا ہے؟

۷-تمام گاؤں کے غسل کے لئے اور کپڑے اور برتن دھونے کے لئے پانی کہاں سے آتا ہے؟

ان امور کے جواب پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔ از مدرسہ مظاہر علوم۔

جواب تنقیح:

۱-وہ دردہ سے بھی زیادہ ہے۔

۲-پانی اس میں بارش کا جمع ہوتا ہے۔

۳-ہاں! بالکل خشک ہو جاتا ہے جب کہ بارش ۶/ماہ، یا ۷/ماہ نہ ہو۔

۴-وہ گاؤں تقریباً ایک کوس ہے یعنی ڈیڑھ میل۔

۵-نہیں ہے۔

۶-ہاں! اس میں پانی نکالنے کے ایسے اسباب ہیں کہ جن پر قیمت خرچ آتی ہے۔

۷-اسی گڑھے سے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسے پانی سے وضواور غسل جائز ہے، جب کہ وہ دہ دردہ سے بھی زیادہ ہے تو وہ مائے جاری کے حکم میں ہے، کسی وصف کے بدلنے سے اس کا حکم نہیں بدلے گا، پس اس پانی کے موجود ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں، البتہ اگراس میں نجاست کا کوئی اثر نمایاں طور پر ظاہر ہوجائے مثلاً تمام پانی میں نجاست کا مزہ آجائے یا اس کا رنگ غالب ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں:

"أما إذا كان عشراً في عشر بحوض مربع، أو ستة و ثلاثين في مدوّر، و عمقه أن يكون بحال لا تنكشف أرضه بالغرف منه على الصحيح، وقيل: يقدر عمقه بذراع أو شبر، فلا ينجس إلا بظهور وصف النجاسة فيه حتى موضع الوقوع، وبه أخذ مشايخ بلخ توسعةً على الناس. والتقدير بعشر في عشر هو المفتى به اهـ". مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي، ص: ١٧ (١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/محرم/۱۳۵۶ھ۔

دودھ، چھاچھ، شوربہ سے وضو

سوال [۱۸۸۳]: دودھ، چھاچھ، تیل وغیرہ سے وضو درست ہے یا نہیں؟ یا جس پانی میں دودھ یا چھاچھ غالب ہوا از روئے رنگ درآنحالیکہ صفتِ سیلان باقی ہے؟ اسی طریقے سے ہلدی پانی کے اندر ڈال کر غسل کرتے ہیں۔ فقہائے کرام یہ جو لکھتے ہیں کہ جب پاک شی پانی کے اندر مل جائے جیسے صابون وغیرہ تو جب تک صفتِ سیلان باقی ہو اس سے وضو غسل درست ہے تو وہ شوربا جس کے اوپر روغن کا نام ونشان نہ ہو اس سے وضو کرنا کیسا ہے، یا اس کے مثل سے؟

---

(١) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٢٧، كتاب الطهارة، قديمى)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/١٨، باب المياه، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ٩٧، في أحكام الحياض، سهيل اكيڈمى، لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو چیز پانی میں ملائی جائے اور اس کو ملانے سے پانی کا سیلان ورقت میں فرق نہ آئے اور وہ چیز جامد ہو تو ایسے پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔ اگر مائع ملایا جائے تو اگر اس میں تین اوصاف تھے تو دو وصف ظاہر ہونے پر، اگر دو وصف تھے تو ایک وصف ظاہر ہونے پر، اگر کوئی نہیں تھا تو اس کے نصف یا نصف سے زائد ہو جانے پر اس پانی سے وضو اور غسل درست نہیں:

"و لا یجوز الوضوء بما زال طبعه بالطبخ أو بغلبة غیره علیه، و الغلبة فی مخالطة الجامدات بإخراج الماء عن رقته و سیلانه، و لا یضرّ تغیر أوصافه کلها بجامد کزعفران و فاکهة و ورق الشجر. والغلبة فی مخالطة المائعات بظهور وصف واحد من مائع له و صفان فقط کاللبن له اللون والطعم و لا رائحة له. والغلبة توجد بظهور وصفین من مائع له أوصاف ثلاثة کالخل له لون وطعم و ریح. والغلبة فی المائع الذی لا وصف له کالماء المستعمل تکون بالوزن". مراقي الفلاح(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

اعضائے وضو پرتری کے ساتھ مصلی پر جانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غسالہ

سوال [۱۸۸۴]: وضو کرنے کے بعد جو پانی اعضائے وضو پر باقی رہتا ہے اس کے ساتھ مصلی پر جانا کیسا ہے؟ درآنحالیکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پانی کو لے کر اپنے چہروں پر مل رہے تھے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعضائے وضو پر جو پانی کا اثر باقی رہتا ہے وہ مائے مستعمل یا نجس نہیں ہے، اس کے ساتھ مصلی پر جانا

---

(۱) (مراقي الفلاح، ص: ۲۴، کتاب الطهارة، قدیمی)

(و کذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۸۸، فصل فی أحکام المیاه، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۲۱، الباب السابع فی النجاسة وأحکامها، رشیدیه)

بلاشبہ درست ہے: ''فما دام علی العضو لا یصیر مستعملاً اھ". بحر: ۱/۹۳(۱)۔

تنبیہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسالہ شریف پر دوسروں کے غسالہ کو قیاس نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۱ھ۔

برکت کے لئے زمزم سے بدن اور کپڑے دھونا

سوال [۱۸۸۵]: خانہ کعبہ میں جو لوگ آبِ زمزم سے نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں ان کے لئے نہانا اور کپڑے دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

برکت کے لئے بدن پر اور کپڑوں پر ڈالنا درست ہے، نجاست اس سے زائل نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۱/۱۶۸، الماء المستعمل، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۳، کتاب الطهارة، قدیمی)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۳۱، الماء المستعمل، دار إحیاء التراث، بیروت)

(۲) "و قد صحّ أنّ أصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بادروا إلی وَضوئه، فمسحوا به وجوههم، فلو کان نجساً لمنعهم کما منع أباطیبة الحجام عن شربه دمه". (العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر: ۱/۸۷، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(۳) "یجوز الاغتسال و التوضوء بماء زمزم إن کان علیٰ طهارة للتبرک، فلا ینبغی أن یغتسل به جنب و لا محدث و لا فی مکان نجس و لا یستنجی به و لا یزال به نجاسة حقیقتة. وعن بعض العلماء تحریم ذلک، و قیل: إن بعض الناس استنجی به، فحصل له بأسور". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۲، الطهارة، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار: ۲/۶۲۵، کتاب الحج، مطلب فی کراهیة الاستنجاء بماء زمزم، سعید)

دریائے جہلم کے پانی کا حکم

سوال [۱۸۸۶]: دریائے جہلم ہمیشہ جاری رہتا ہے، اس دریا کے اندر تمام شہر کی نجاست ڈالی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا رنگ، بو، مزہ سب کچھ متغیر ہے۔ اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس پانی میں نجاست کا طعم، لون، ریح موجود ہے وہ نجس ہے اگر چہ وہ کثیر اور جاری ہو، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۱۴۰۱ھ۔

گنگا جمنا کا پانی

سوال [۱۸۸۷]: گنگا جمنا کے پانی کو دیگر پانیوں سے کچھ امتیاز حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں کے متعلق مجھے علم نہیں کہ کسی حدیث میں کوئی فضیلت آئی ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ۔

ٹیوب ویل کا پانی مائے جاری ہے

سوال [۱۸۸۸]: آج کل جنگلوں میں ٹیوب ویل جاری ہیں، دوفٹ چوڑی نالیوں سے پانی گذر کر میلوں تک کھیتوں کھیتوں میں حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا ہے تو مائے جاری ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(وبتغير أحد أو صافه) من لون أوطعم أو ريح (ينجس) الكثير ولو جارياً إجماعاً". (الدرالمختار: ۱/۱۸۵، كتاب الطهارة، باب المياه، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۹۲، المياه، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۰۴، فصل في بيان المقدار الذي الخ، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ہندوؤں کا ان پانیوں کے متعلق عقیدہ ہے کہ یہ متبرک ہیں اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، چنانچہ فیروز اللغات میں ہندوؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، ہے: "گنگا جمنا، ہندوؤں کے دو مقدس دریاؤں کے نام"۔ (ص: ۱۰۹۰، فیروز سنز)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تو حقیقۃً ماء جاری ہے، کذا فی الدر المختار(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۸۵ھ۔

نل کا پانی کیا ماءِ جاری ہے؟

سوال [۱۸۸۹]: نل (ہینڈ پمپ) کے پانی کا حکم ماءِ جاری کے مثل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نل سے نکل کر بہنے والے پانی پر ماءِ یذہب صادق آتا ہے یا نہیں؟ بس اس کو دیکھ لیا جائے (۲)۔

واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "والجاري هو مايعد جارياً عرفاً، وقيل مايذهب بتبنة، والأول أصح، والثاني أشهر وإن لم يكن جريانه بعدد في الأصح". (الدرالمختار). "(قوله: والثاني أشهر) لو قوعه في كثير من الكتب حتى المتون .... والعرف الآن أنه متىٰ كان الماء داخلا من جانب وخارجاً من جانب آخر يسمىٰ جارياً .... اهـ". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه: ۱/۱۸۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه: ۱/۱۶، ۱۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطهارة، باب الماء الذي يجوز به الوضوء ومالايجوز به: ۱/۳۴، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۵۲، رشيديه)

(۲) "ويجوز بجارٍ وقعت فيه نجاسة .... مايذهب بتبنة، والأول أظهر والثاني أشهر لوقوعه في كثير من الكتب حتى المتون". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۱۸۷، باب المياه، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۵۲، الطهارة، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۷۵، الطهارة، امداديه)

جس جگہ سے بال اکھڑے ہوں اس کا حکم اور ان بالوں کا حکم

سوال [۱۸۹۰]: ۱...... آدمی کے بال اگر اکھاڑے جاویں تو ان بالوں کا سرنا پاک ہے بوجہ اس چکنائی کے جو اس میں لگی ہوتی ہے (شامی)۔ تو اب پوچھنا یہ ہے کہ جو بال کنگھی کرتے وقت اکھڑتے ہیں اور اس کے ساتھ جو چکنائی ہوتی ہے ان بالوں کا سرنا پاک ہے یا نہیں؟

۲...... داڑھی کو برابر کرتے وقت جو بال اکھڑ جاتے ہیں اور ان کے ساتھ جو چکنائی ہوتی ہے وہ ناپاک ہے یا نہیں؟

۳...... ایسے چکنائی والے بال اگر وضو کے بعد کوئی اکھاڑے یا اکھڑ جائے تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

۴...... اگر یہ چکنائی والے بال کسی پانی وغیرہ کے برتن میں گریں تو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

۵...... اگر منہ دھوتے ہوئے بال اکھڑیں تو ہاتھ ناپاک ہوگا یا نہیں؟

۶...... جس جگہ سے وہ بال اکھڑیں وہ جگہ پاک ہوگی یا نہیں؟

۷...... اگر وضو کے بعد وہ بال اکھڑیں یا اکھاڑے جائیں تو وہ جگہ دوبارہ دھونی پڑے گی یا نہیں؟

۸...... تر کپڑے یا تر ہاتھ پر وہ بال گریں تو ناپاک ہوں گے یا نہیں؟

مولوی اسماعیل احمد بھائی، پوسٹ خان پور، ضلع بھڑوچ گجرات۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... ناپاک ہے۔

۲...... ناپاک ہے(۱)۔

۳...... اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

---

(۱) "(قوله: شعر الإنسان غير المنتوف) أما المنتوف فنجس، والمراد رؤسه التي فيها الدسومة".

(ردالمحتار: ۱/۲۰۷، مطلب في أحكام الدباغة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۹۱، الطهارة، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۸۳، كتاب الطهارة، فرع، مكتبه امداديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۴، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء، رشيديه)

۴.....مقدارِ ظفر ہوتو پانی ناپاک ہوجائے گا۔

۵.....ہاتھ پر چکنائی لگے تو ناپاک ہوگا ورنہ نہیں (۱)۔

۶.....نہیں۔

۷.....نہیں۔

۸.....چکنائی لگ جائے تو ناپاک ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱)" أقول: و عليه فما يبقى بين أسنان المشط ينجس الماء القليل إذا بل فيه وقت التسريح، لكن يؤخذ من المسألة الآتية كما قال: إن ما خرج من الجلد مع الشعر إن لم يبلغ مقدار الظفر لا يفسد الماء تأمل". (رد المحتار: ۱/۲۰۷، مطلب: أحكام الدباغة، سعيد)

الفصل الثاني في أحكام البير وغيرها
(کنویں کے احکام کا بیان)

کنویں کا پانی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے

سوال [۱۸۹۱]: اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کنویں کا پانی پینا جائز نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کنویں کا پانی پینا درست ہے، اگر وہ ناپاک ہوجائے تو پاک کرنے سے پاک بھی ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناپاک گنوں کے ٹکڑے کنویں میں ڈالنے سے کنویں کا پانی پاک رہتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۹۲]: جامع مسجد کے کونہ میں ایک کنواں ہے اس کنویں میں ہندو مسلمان جب ضرورت ہوتی ہے پانی بھرتے ہیں اور کنویں کی منڈیر سطحِ زمین سے ایک گز اونچی ہے، کنویں کے پاس سے ہندو اور مسلمانوں کے بچے گزرتے ہیں، سڑک میں سے ناپاک گنوں کے ٹکڑے جو کہ نالی میں سے بھنگی صاف کرکے

---

(۱) "إذا وقعت في البئر نجاسة نزحت، و كان نزح ما فيها من الماء طهارة لها بإجماع السلف. و مسائل البير مبنية على اتباع الآثار دون القياس الخ .... أن آبار الفلوات ليست لها رؤس حاجزة، والمواشي .... فجعل القليل عفواً للضرورة في الكثير، وهو ما يستكثره الناظر إليه، وهو المروي عن أبي حنيفة رحمه الله، وعليه الاعتماد". (الهداية: ۱/۴۱، فصل في البئر، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹، الثالث ماء الآبار، رشيديه)

ایک طرف ڈالتا ہے وہ اسی کنویں میں ڈال دیتے ہیں۔ مسجد کے نمازیوں کے لئے پانی اسی کنویں سے استعمال ہوتا ہے، مسجد کے نمازی نہ تو کنویں کی منڈیر اونچی کرتے ہیں اور نہ ہی اس پر جالی ڈالتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ کنواں پاک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کنویں میں کسی ناپاک چیز کا گرنا ثابت ہو جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا (۱)، منڈیر اونچی کرا کر یا جس طرح مناسب ہو حفاظت کا انتظام کیا جائے اور محض شبہ کی وجہ سے کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۹ھ۔

ناپاک کنویں میں ڈول ڈالنے سے ڈول ناپاک ہو جائے گا

سوال [۱۸۹۳]: ۱...... ایک کنویں میں بندر نے پائخانہ کیا، اس کے پاک کرنے سے پہلے ایک شخص نے ضرورت کی بنا پر پانی نکالا، پھر اس کا تمام پانی اس ڈول رسی کے علاوہ دوسرے سے نکال دیا۔ اب قابلِ دریافت امر یہ ہے کہ اس ڈول رسی کو جو کہ سورج سے خشک ہو چکی اس کو بغیر دھوئے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں اور یہ حکم دونوں نجاستوں کا ہے یا فقط غلیظہ کا؟

۲...... اور یہ بھی واضح فرمادیں کہ نجاستِ غلیظہ یا خفیفہ کے گرنے کے بعد نجاست غلیظہ ہوتی ہے یا خفیفہ؟ مع حوالہ کتب اور عبارت نقل فرما کر مشکور فرمادیں۔

---

(۱) "إذا وقعت نجاسة ليست بحيوان و لو مخففةً أو قطرة بول أو دم أو ذنب فارة لم يشمّع في البئر دون القدر الكثير، أو مات فيها حيوان .... ينزح كل مائها بعد إخراجه". (الدر المختار: ۱/۲۱۲، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹، الثالث ماء الآبار، رشيديه)

(۲) "في التاتارخانية: من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعة في الطرقات الخ". (رد المحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۱۹، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

۳.....بغیر پاک کئے اس ڈول، رسی کا استعمال درست نہیں، ناپاک پانی نے اس کو ناپاک کردیا اب اس کو پاک کرنے کے لئے پانی سے دھونا ضروری ہے خشک ہونا کافی نہیں۔ نجاستِ خفیفہ اور غلیظہ ہر دونوں کا حکم پانی کے حق میں ایک ہے، خفت کا فرق کپڑے اور بدن پر ظاہر ہوتا ہے، پانی پر نہیں، پانی بہر صورت نجاستِ غلیظہ ہوجاتا ہے، پھر جس شی کو یہ پانی لگے گا اس پر بھی نجاستِ غلیظہ کا حکم جاری ہوجائے گا:

"إذا وقعت نجاسة ولو مخففةً فی بیر ینزح کل مائها اهـ". کذا فی الدر۔ "(قوله: و لو مخففةً)؛ لأن أثر التخفیف و هو العفو عما دون الربع لا یظهر فی الماء، وأفاد أنه لو أصاب هذا الماء ثوباً، فالظاهر أنه تعتبر هذه النجاسة بالمخففة اهـ". شامی(۱)۔

"الغلیظ والخفیف فی المیاه سواء اهـ". طحطاوی: ص:۲۱(۲)۔ "وخفة النجاسة تظهر فی الثیاب لا فی الماء والبدن کالثیاب اهـ". بحر: ۲۲۱/۱(۳)۔

زمین اور وہ شی جو زمین کے ساتھ متصل باتصالِ قرار ہو، خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے، ڈول، رسی کی یہ شان نہیں:

"و تطهر أرض بیبسها و ذهاب أثرها، بخلاف نحوبساط و حصیر و ثوب و بدن مما لبس أرضاً، و لا متصلاً بها اتصال قرار اهـ". درمختار و شامی بتغیر یسیر: ص:۲۸۶(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۶۶ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲۱۱/۱، فصل فی البئر، سعید)

(۲) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۳۶، فی مسائل الآبار، قدیمی)

(۳) (البحر الرائق: ۳۹۸/۱، باب الأنجاس، رشیدیه)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۱۱/۱، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۱۳/۱، باب الأنجاس، رشیدیه)

ناپاک کنواں غیر مسلموں کے پانی نکالنے سے پاک ہوگا یا نہیں؟

سوال [۱۸۹۴]: ۱......دو مرغ لڑکر کنویں میں گر گئے ایک زندہ نکال لیا گیا، دوسرا مر گیا اور اسے دوسرے دن نکالا گیا، پانی نکالنا معلوم تھا، لیکن ایک غیر مسلم کے مکان میں آگ لگنے کی وجہ سے اس سے پانی پورا نہیں نکالا گیا، دوسرے ہندو لوگ مرغ نکالنے پر فوراً پانی بھرنا شروع کر رہا تھا، آیا غیر مسلم کے پانی نکالنے پر کنواں پاک ہوگا یا نہیں؟

۲......کیا پانی نکالنے کے لئے نیت ضروری ہے؟ پانی نکالنا جبکہ واجب ہے، اگر غیر مسلم پانی نکال کر استعمال میں لے آئیں جتنا واجب تھا کنواں پاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲......کنواں ناپاک ہونے پر جس قدر پانی نکالنا واجب ہے (کل یا جز) اتنا پانی مسلم یا غیر مسلم جس نیت سے بھی نکال دے کنواں پاک ہوجائے گا(۱) اور پھر مسلمان کے لئے استعمال کرنا درست ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بالٹی میں ناپاک کپڑا دھوکر بغیر پاک کئے کنویں میں بالٹی ڈال دی

سوال [۱۸۹۵]: میں نے ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کی غرض سے کنویں سے بالٹی میں پانی نکال کر کپڑے کو اٹھایا کہ اتفاقاً دو چار قطرے پانی اس ناپاک کپڑے سے ٹپک کر بالٹی میں پڑ گیا، پانی تو میں نے اس بالٹی کا پھینک دیا مگر بے خیالی میں اس بالٹی کو تین مرتبہ دھوئے بغیر میں نے کنویں میں ڈال دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوگا؟ یہ کنواں مسجد کا ہے اس کی ایک الگنی (کپڑے لٹکانے کی رسی یا ڈوری) ہے جس پر پاک وناپاک ہر قسم کے کپڑے سکھائے جاتے ہیں، اس الگنی کا کیا حکم ہے؟ کیا ہم ایسے پاک کپڑے اس الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال سکتے ہیں؟

---

(۱) کتب فقہ میں پانی نکالنے اور کنواں پاک ہونے میں مسلم، غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں بتایا گیا ہے لہذا جو بھی مقدار واجب پانی نکال دے تو کنواں پاک ہوجائے گا اور اس کا استعمال درست ہوگا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر ناپاک کپڑا بالٹی میں ڈال کر دھوکر نکالا اور بغیر پاک کئے بالٹی کنویں میں ڈال دی تو کنواں ناپاک ہوگیا، سب پانی نکالنا ضروری ہے(۱) اس سے پہلے اس کے پانی سے وضو کر کے جو نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے(۲) اور جس کپڑے یا بدن کو ایسا پانی لگا ہے اس کو بھی پاک کیا جائے، مسجد کے فرش پر بھیگا پیر رکھا ہو پھر وہ فرش خشک ہوگیا تو اس کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں (۳)۔

اس کی الگنی پر کپڑا سکھانے کی اجازت ہے، اگر اس پر ناپاک کپڑا ڈالا گیا تھا اور اس ناپاکی کا اثر الگنی پر نہیں تھا، نہ اس پاک کپڑے پر آیا جو سکھانے کے لئے ڈالا گیا تو یہ ناپاک نہیں ہوا(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۳/۲/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

گوبر لیپے ہوئے حصۂ زمین پر پانی کا مٹکا رکھا پھر اس کو کنویں میں ڈالا

سوال [۱۸۹۶]: گوبر کا لیپا ہوا زمین پر پانی سے بھرا ہوا مٹکا یا بالٹی وغیرہ رکھتے ہیں اور پھر وہ زمین بھیگ کر گیلی ہوجاتی ہے اور گوبر آلودہ پانی مٹکے کے نیچے ٹپکتا رہتا ہے پھر اس کو کنویں میں ڈالتے ہیں۔ کیا کنواں ناپاک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بالٹی میں گوبر لگا ہوا نہیں ہے، صرف پانی کی تری اس میں موجود ہے تو اس سے کنواں ناپاک نہ

---

(۱) "ولو وقعت في البئر خشبة نجسة أو قطعة ثوب نجس .... وجب منها نزح عشرين دلواً الخ" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۰، الثالث: ماء الآبار، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۸۷، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "وإن علم وقت وقوعها، يعيدون الوضوء والصلاة من ذلك الوقت بالإجماع" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۰ الثالث: ماء البئر، رشيديه)

(۳) "الأرض تطهر باليبس وذهاب الأثر للصلاة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴ باب الأنجاس، رشيديه)

(۴) "ويشارك الأرض في حكمها كل ما كان ثابتاً فيها كالحيطان والأشجار والكلأ والقصب ما دام قائماً عليها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴، باب الأنجاس، رشيديه)

ہوگا(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چشمہ دار کنویں کو کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال [۱۸۹۷]: بخدمتِ اقدس استاذی المکرّم حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسجد سے متعلق ایک بڑا کنواں ہے جس سے محلّہ کے لوگ بھی پانی بھرتے ہیں، وہ دردہ کنواں کے نام سے مشہور ہے، لیکن قطر اس کا ساڑھے دس ہاتھ ہے، پانی اس میں اتنا ہے کہ سب پانی نکالنے میں کم وبیش سو روپیہ مصارف پڑتے ہیں جس کے لئے نہ تو اس زمانہ میں چندہ آسان اور نہ بیل وغیرہ ملنے میں آسانی۔ بایں وجوہ جب ناپاک ہوجاتا ہے تو سالوں ناپاک پڑا رہتا ہے۔ چنانچہ اس بار بھی تقریباً تین چار سال سے ناپاک پڑا ہوا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے مواقع میں شریعت کا آسان ترین حکم کیا ہے؟

ایک بات اَور عرض کردوں کہ پانی اطراف میں نادر بھی ہے، کام بہرحال چل ہی رہا ہے، لیکن بدقت، گویا ایسی مجبوری بھی نہیں ہے کہ اس کے بغیر کام رُکا پڑا ہو ورنہ چار سال کیسے گزرتے۔ ہاں! محلّہ والوں کو عمدہ شیریں پانی سے محرومی ضرور ہے اور مسجد والوں کو وضو وغسل وغیرہ میں دقت ہے۔

ایسی صورت میں:

۱......کیا اس کی پاکی کی صرف یہی شکل ہے کہ موجودہ پانی جس طرح ہوسکے مصارفِ کثیرہ خرچ کرکے نکالا جائے اَور کوئی صورت نہیں؟

۲......امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول تین سوڈول والے کی علمائے فتاویٰ کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟

---

(۱) "ولا ینجس ثوب رطب بنشره علی أرض نجسة ببول أو سرقین، لکنها یابسة، فتندّت الأرض من الثوب الرطب ولم یظهر أثرها فیه". (مراقی الفلاح، ص: ۱۵۹، باب الأنجاس، قدیمی)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۲۴/۱، فصل فی النجاسة التی تصیب الثوب، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۴۶/۱، الفصل الثامن فی النجاسة، امجد اکیڈمی، لاهور)

۳......اگر معتبر ہے تو کیا اس جیسی صورتیں اس میں داخل ہیں؟

۴......یاد پڑتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کسی فتویٰ میں اس کے ضعف کو تسلیم کرنے کے باوجود اس پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

۵......اگر امام کا قول مقید بقیود و مشروط بشرائط ہیں تو وہ قیود و شرائط کیا ہیں، جن کے ہونے پر تین سو کا قول مفتیٰ بہ ہوسکتا ہے؟

چونکہ جناب والا جیسے وسیع النظر کے سامنے اس کی پوری بحث ہوگی، اس لئے امید کرتا ہوں کہ وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کی تقریر فرما کر ممنون فرمادیں گے۔ خدا معلوم! کیوں جی چاہا کرتا ہے کہ پانی کے معاملہ میں نرم سے نرم قول اختیار کیا جائے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس خیال کا مؤید ہوجاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جناب والا سے مفصل تقریر معلوم کرکے اس تردد کو ہمیشہ کے واسطے ختم کردوں گا۔

عبدالرحمٰن جامی، مدرسہ اسلامیہ فتحپوری، ۱۵/محرم/۷۰ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......اصل تو یہی ہے، لیکن رفعِ حرج کے لئے تیسیراً دوسری صورت بھی ہے، کما سیجیئ۔

۲......بعض نے اس کو مفتیٰ بہ کہا ہے، بعض نے تضعیف کی ہے۔

۳......داخل ہے، لاشتراك العلة و هي اليسر۔

۴......صحیح ہے، ایسے موقعہ پر ایسے فتویٰ کی گنجائش ہے۔

۵......" وإن تعذر نزحُ كلها لكونها معيناً، فيقدر ما فيها وقت ابتداء النزح، قاله الحلبي. يؤخذ ذلك بقول رجلين عدلين لهما بَصارةٌ بالماء، به يفتي. و قيل: يفتي بمأتين إلى ثلثمائة، و هذا أيسر، و ذلك أحوط اهـ". "(قوله: وإن تعذر) كذاعبر في الهداية وغيرها. و قال في شرح المنية: أي بحيث لا يمكن إلا بحرج عظيم اهـ. فالمراد به التعسر، و به عبرفي الدرر. (قوله: وقيل الخ) جزم به الكنز والملتقى) و هو مروى عن محمد، وعليه الفتوى، خلاصة و تاتر خانية عن النصاب، و هو المختار......... معراج عن العتابية.

وجعله في العناية روايةً عن الإمام، و هو المختار والأيسر كما في الاختيار. و أفاد في

النهر أن المأتين و اجبتان والمائة الثالثة مندوبة. فقد اختلف التصحيح والفتوىٰ. و ضعف هذا القول في الحلية، وتبعه في البحر بأنه إذا كان الحكم الشرعي نزح الجميع، فالاقتصار على عدد مخصوص يتوقف على دليل سمعي يفيده، وأين ذلك؟ ....: قال في النهر: و كأن المشايخ إنما اختاروا ما عن محمد لانضباطه كالعشر تيسيراً، كما مرّ اهـ". شامي (۱)۔

"فقد ظهر بما ذُكر أن الأخذ بقول محمد، والعمل به في مواضع الحاجة جائز، والحاجة دفع العسر و تحصيل اليسر و هو الشرط"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/محرم/۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۵/محرم/۷۰ھ۔

غیر مسلم کے کنویں میں کوئی گر کر مر گیا، اس کے پاک کرنے کی صورت

سوال [۱۸۹۸]: کنویں میں کسی نے خودکشی کر لی، یا اس میں سے مردہ لاش ملی، مسئلہ کے مطابق اس کا تمام پانی خارج کیا جانا چاہئے، مگر غیر مسلم کا ہونے کے باعث ایسا نہیں کیا جا سکا، غیر مسلم اس کا پانی لیتے رہے، مسلمانوں کے لئے اس کا پانی کب قابلِ استعمال ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

کنواں ناپاک ہوتے وقت اس میں جس قدر پانی موجود تھا (مثلاً تین سو ڈول) جب اتنا پانی اس میں سے نکل جائے گا تو کنواں پاک ہو جائے گا، خواہ کسی طرح نکلے، اسی کا اندازہ کر کے عمل کیا جائے گا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۷/۱/۹۲ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۱۴، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹، الثالث: ماء الآبار، رشيديه)

(۲) "وإذا وقعت نجاسة في بئر دون القدر الكثير، أو مات فيها، أمّا الكافر، فينجسها مطلقاً كسقط، ينزح كل مائها الخ". (الدر المختار: ۱/۲۱۱، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۸۶، المياه، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۵۷، فصل في البئر، سهيل اكيڈمي، لاهور)

بچہ کنویں میں گر گیا اور اس پر ناپاکی نہیں تھی

سوال [۱۸۹۹]: کنویں میں ایک نابالغ سمجھدار بچہ گر گیا اور زندہ نکل آیا، اس کے بدن پر کپڑے تھے، وہ نمازی نہیں اور نہ استنجا پاک کرتا ہے۔ کنویں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نابالغ مگر سمجھدار لڑکا کنویں میں گر کر زندہ نکل آیا اور اس کے کپڑوں اور بدن پر ناپاکی نہیں تھی تو کنواں ناپاک نہیں (۱)، تاہم احتیاطاً چالیس، پچاس ڈول پانی نکال دیا جائے تاکہ لوگوں کو وہم نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۹۵ھ۔

کیا کنویں میں غیر مسلم کے اترنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے؟

سوال [۱۹۰۰]: ایک ہندو آدمی کنوئیں میں دو چار غوطے لگائے تو کتنے ڈول پانی کنوئیں میں سے نکال دیئے جائیں تاکہ کنوئیں کا پانی پاک ہونے پر استعمال کرنے لگ جائیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ خوب غسل کر کے کنوئیں میں داخل ہوا ہے تب تو پانی نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر غسل کر کے اور پاک ہو کر داخل نہیں ہوا ہے اور اس کے بدن پر کسی نجاست کا ہونا متعین نہیں تو احتیاطاً کنویں کا تمام پانی نکالا جائے اور اگر اس کے بدن پر نجاست تھی تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے: "عن أبي حنيفة أنه قال في الكافر: إذا وقع حتى لو تيقن بطهارته بأن اغتسل، ثم وقع في البئر ساعةً، لا ينزح منها شيء إلخ". بدائع: ۱/۷٤ (۲)۔

قال الشامي: "أقول: ولعل نزحها للاحتياط الخ" (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الاولی/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "قيد بالموت؛ لأنه لو أخرج حياً و ليس بنجس العين و لا به حدثٌ أو جنب، لم يُنزح شيء، إلا أن يدخل فمه الماء، فيعتبر بسؤره الخ". (الدر المختار: ۱/۲۱۳، فصل البئر، سعيد)

(و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۵۹، فصل في البئر، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "وروي عن أبي حنيفة أنه قال في الكافر إذا وقع في البئر: ينزح ماء البئر كله؛ لأن بدنه لا يخلو عن نجاسة حقيقية أو حكمية، حتى لو تيقن بطهارته بأن اغتسل، ثم وقع في البئر من ساعته، لا ينزح منها شيء". (بدائع الصنائع: ۱/۲۱۲، مطلب في البئر، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) (رد المحتار: ۱/۲۱۴، فصل في البئر، سعيد)

کنویں میں جنبی شخص کے اترنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۹۰۱]: ایک شخص کو احتلام ہوا، جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو بغیر استنجا پاک کئے غسل کرنے کے لئے کنویں میں اترا، یہ کنواں دہ دردہ نہیں تھا۔ اس صورت میں کیا وہ شخص طاہر ہوگیا یا نہیں؟ نیز کنویں کا پانی طاہر ومطہر رہے گا یا نہیں؟ نیز اگر وہ شخص استنجا اور بدن سے نجاست دور کرنے کے بعد غسلِ جنابت کے لئے کنویں میں اترے تو اس صورت میں کنویں اور شخصِ مذکور کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم مفصل ومدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر پانی سے استنجا نہیں کیا بلکہ بدن پر نجاست حقیقۃً موجود تھی تو وہ طاہر نہیں ہوا اور تمام پانی نجس ہوگیا، اس پانی کی وجہ سے تمام بدن بھی نجاست میں ملوث ہوگیا۔ اگر پانی سے استنجا کر کے نجاستِ حقیقیہ کو زائل کر چکا تھا تو اصح یہ ہے کہ وہ آدمی طاہر ہوگیا اور پانی مستعمل ہوگیا، لیکن صرف اس قدر پانی مستعمل ہوا جو کہ اس کے اعضاء کے ساتھ متصل ہوکر منفصل ہوا ہے، تمام پانی مستعمل نہیں ہوا۔ اور مستعمل پانی طاہر ہوتا ہے اگرچہ مطہر نہیں ہوتا اور اختلاط کے وقت غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے:

"اختلف في محدث انغمس في بئر لدلو، وتبرد مستنجياً بالماء، ولا نجس عليه، ولم ينو ولم يدلك، والأصح أنه طاهر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال، والمراد أن ما اتصل بأعضائه وانفصل عنها مستعملٌ لا كل الماء إلخ". در مختار۔

"(قوله: في محدث): أي حدثاً أصغر أو أكبر. (قوله: في بئر): أي دون عشر: أي وليست جارية. (قوله: لدلو): أي لاستخراجه، وقيد به؛ لأنه لو كان لاغتسال صار مستعملاً اتفاقاً. (قوله: مستنجياً بالماء) قيد به؛ لأنه لو كان بالأحجار تنجس كل الماء. (قوله: ولا نجس عليه) عطف عام على الخاص، فلو كان على بدنه أو ثوبه نجاسة تنجس الماء اتفاقاً. (قوله: والأصح)، قال في البحر: وعن أبي حنيفة: إن الرجل طاهر؛ لأن الماء لا يعطى له حكم الاستعمال قبل الانفصال من العضو۔

قال الزيلعي والهندي وغيرهما تبعاً لصاحب الهداية: وهذه الرواية أوفق الروايات: أي

للقياس . في فتح القدير وشرح المجمع: أنها الرواية المصححة، ثم قال في البحر: فعلم أن المذهب المختار في هذه المسألة أن الرجل طاهر والماء طاهر غير طهور، أما كون الرجل طاهراً فقد علمت تصحيحه، أما كون الماء المستعمل كذلك على الصحيح، فقد علمته أيضاً مما قدمناه إلخ". رد المحتار: ۱/۲۰۷(۱)۔

"والغلبة في مخالطة الماء الذي لا وصف له كالماء المستعمل وماء الورد المنقطع الرائحه تكون بالوزن، فإن اختلط رطلان مثلاً من الماء المستعمل برطل من الماء المطلق، لا يجوز به الوضوء، وبعكسه جاز إلح. مراقي الفلاح۔

"(قوله: تكون الغلبة بالوزن) وهذا الاعتبار يجري فيما لو أبقى الماء المستعمل في المطلق، أو انغمس الرجل فيه على ما هو الحق، أما ما في كثير من الكتب من أن الجنب إذا أدخل يده أو رجله في الماء، فمبنيٌ على رواية نجاسة الماء المستعمل، وهي رواية شاذة، وأما على المختار للفتوى فلا۔

قال في البحر: فإذا عرفت هذا فلا تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء: أي الغسل من الفساقي الصغار الكائنة في المدارس والبيوت؛ إذ لا فرق بين استعمال الماء خارجاً، ثم صبه في الماء المطلق وبين ما إذا انغمس فيه، فإنه لا يستعمل منه إلا ما تساقط من الأعضاء أولاقىٰ الجسد فقط، وهو بالنسبة لباقي الماء قليل. ويتعين عليك حمل كلام من يقول بعدم الجواز على القول الضعيف لا الصحيح۔

فالحاصل أنه يجوز الوضوء والغسل من الفساقي الصغار ما لم يغلب على ظنه أن الماء المستعمل أكثر أو مساوٍ، ولم يغلب على ظنه وقوع نجاسة فيه، وتمامه فيه. (قوله: جاز) ظاهره أنه يجوز بالكل، ويجعل المستعمل مستهلكاً لقلته الخ". طحطاوي، ص:۱۶(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)(الدرالمختار مع رد المحتار: ۱/۲۰۱، ۲۰۲، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوی مع مراقي الفلاح، ص: ۲۶، الطهارة، قديمي)

سور (خنزیر) کنویں میں گرا، اس کے پانی کا حکم

سوال [۱۹۰۲]: زید کے کنویں کے اندر سور گرا، گرنے کے بعد تقریباً آٹھ گھنٹے کنویں کے اندر رہا، سور کے منہ میں چوٹ لگی اور خون نکل رہا تھا جو سب پانی میں ملتا جا رہا تھا۔ سور کی گردن میں رسی پھنسا کر زندہ نکال لیا گیا۔ کنویں کا پانی نکالنے کی مزدوری میں سور کو طے کیا گیا، جو پانی نکالے گا اس کو یہ سور دیا جائے گا۔ ایک شخص تیار ہو گیا اور وہ سور لے گیا اور پھر اندازے سے آدھے کنویں کا پانی نکالا گیا اور بس پھر پانی نہیں نکالا گیا جبکہ پورا پانی نکالا جا سکتا تھا، لیکن زید نے نہیں نکلوایا اور استعمال شروع کر دیا۔ کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے تو زید کہتا ہے کہ میرے لئے جائز ہے۔ عرض یہ ہے کہ زید کو اس پانی کا استعمال کرنا از روئے قرآن وحدیث جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں تمام پانی نکالنا ضروری تھا اگر تمام پانی نکالا جا سکتا ہے، ایسا نہیں کہ پانی ہر وقت پیدا ہوتا رہے اور ختم ہی نہ ہو، اور پھر بھی آدھا پانی نکالا گیا تو کنواں پاک نہیں ہوا ناپاک ہی رہا(۱)۔ اس پانی سے وضو اور غسل بھی ناجائز ہے، کپڑے اور برتن کا دھونا بھی ناجائز ہے، کھانے پینے میں بھی اس کا استعمال ناجائز ہے(۲)۔ مزدوری میں سور دینا بھی ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "فأما إذا خرج حيًّا، فقد اختلفوا فيه، فالصحيح أنه إن لم يكن نجس العين ولم يكن في بدنه نجاسة ولم يدخل فاه في الماء، لم يتنجس الماء. وإن أدخل فاه في الماء، فمعتبر بسؤره، فإن كان طاهراً فالماء طاهر .... وإن كان نجس العين كالخنزير، فإنه ينجس الماء وإن لم يدخل فاه". (تبين الحقائق: ۱/۱۰۱، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۶، فصل في مسائل الآبار، قديمي)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۰، جنس آخر في مسائل الآبار، امجد اكيڈمى، لاهور)

(۲) "ويحكم بنجاستها مغلظة من وقت الوقوع إن علم الخ، وما عجن به فيطعم للكلاب إلخ". (الدر المختار).

وقال العلامة الشامي: "لأن ما تنجس باختلاط النجاسة به والنجاسة مغلوبة، لا يباح أكله الخ".

(رد المحتار: ۱/۲۱۸، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ۴۱، فصل في مسائل الآبار، قديمي)

دو یا تین مرغ کنویں میں گر گئے، کتنے ڈول پانی نکالا جائے؟

سوال [۱۹۰۳]: دو یا تین مرغ کنویں میں گر گئے اور زندہ نکل آئے، کتنا پانی نکالا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیس یا تیس ڈول نکالدیئے جائیں: "وإن كان سوره مكروهاً، يستحب أن ينزح منها عشرة دلاء، ونحوها اه". كبيرى، ص: ۱۵۷ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/ رمضان/ ۶۷ھ۔

چوہا کنویں میں پھول گیا اس سے کھانا پکایا گیا

سوال [۱۹۰۴]: ایک چوہا کنویں میں مر گیا اور پھول گیا، اس کے بعد اس پانی سے کھانا پکایا گیا، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چوہے کا مرنا سب کے علم میں تھا، پھر کھانا پکایا گیا۔

قطب الدین، سیتاپوری متعلم دار العلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب معلوم ہے کہ اس کنویں میں چوہا گر کر مر گیا اور پھول گیا، تو پھر بھی اس کنویں سے پانی لے کر کھانا پکایا گیا تو وہ کھانا نجس ہے، اس کا کھانا جائز نہیں: "ويحكم بنجاستها مغلظةً من وقت الوقوع إن علم". در مختار قال الشامي: "(قوله: مغلظةً لصفة) النجاسة، وقد مر من أن التخفيف لا يظهر أثره في الماء". شامي: ۱/ ۱۷۵ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۶/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/ ۶/ ۹۲ھ۔

---

(۱) (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۹، فصل في البئر، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۱۳، فصل في البئر، سعيد) (وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/ ۱۰، فصل البئر، امجد اكيڈمي) (وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۸۷، فصل في الآبار، مكتبه امداديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۱۸، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۹۱، فصل في الآبار، مكتبه امداديه)

(وكذا في البدائع: ۱/ ۲۲۶، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

چھپکلی کنویں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۹۰۵]: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ بڑی چھپکلی اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، بحوالہ ہدایہ(۱)۔ اور "تعلیم الاسلام" میں لکھا ہے کہ وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے مکھی، مچھر، بھڑ، چھپکلی، چیونٹی ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا (۲)۔ خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹی اور بڑی کی پہچان کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑی چھپکلی شہر میں نہیں ہوتی، وہ جنگل میں ہوتی ہے وہ بھی بعض علاقوں میں، اس میں خون ہوتا ہے اس سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے (۳)۔ جو چھپکلی عامۃً ہمارے دیار میں چھت پر ہوتی ہے وہ چھوٹی ہی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

گرگٹ اور چھپکلی پانی میں گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۹۰۶]: کنویں میں چھپکلی کے مرنے یا پھولنے پھٹنے یا سڑنے گلنے کے متعلق علمائے کرام کا تحقیقی فتویٰ کیا ہے؟ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی دَموی حیوان ہے اس لئے کنواں ناپاک ہے، بعض

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ اول، ص: ۷۷، دارالاشاعت)

(۲) (تعلیم الاسلام، حصہ دوم، پانی کا بیان، ص: ۲۹، مکتبۃ الشیخ بہادرآباد)

(۳) "وکذا الوزغة إذا کانت کبیرةً: أي بحیث یکون لها دم، فإنها تفسد الماء، لما تقدم في الضفدع". (الحلبي الکبیر: ۱۶۲، فصل في البئر، سهیل اکیڈمي، لاهور)

(وکذا في الهدایة: ۱/۴۲، فصل في البئر، مکتبه شرکة علمیه، ملتان)

(وفتح القدیر: ۱/۱۰۲، فصل فی البئر، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(۴) "أما الذي لیس له دم سائل، فالذباب والعقرب والزنبور والسرطان ونحوها، وأنه لیس بنجس عندنا الخ". (بدائع الصنائع: ۱/۳۶۸، فصل: أما الطهارة الحقیقیة، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا في حاشیة الطحطاوی علی مراقي الفلاح، ص: ۴۰، فصل في مسائل الآبار، قدیمی)

کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ چھپکلی غیر دموی ہے، لہٰذا کنواں پاک ہے۔

بعض علماء نے چھپکلی کی دو قسمیں قرار دی ہیں: دم سائل والی اور غیر دموی اور دونوں کے احکام جداگانہ ہیں۔ ''شرح وقایہ'' وغیرہ میں کوئی صراحت نہیں ملی، ملتقی الابحر اور ہدایہ میں ''سام ابرص'' کا لفظ ملتا ہے، منیۃ المصلی اور ردالمحتار میں ''وزغۃ'' کا لفظ مذکور ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں:

۱..... کیا ہر چھپکلی میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے؟

۲..... کیا کسی چھپکلی میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا؟

۳..... کیا چھپکلی کی دو قسمیں ہیں: دموی اور غیر دموی اور دونوں کے احکام جداگانہ ہیں؟ اگر ایسا ہے تو شناخت کیا ہے، نیز کنویں سے گلی ہوئی نکلنے پر جب کہ اس کی ہیئت بدل جاتی ہے کیونکر پہچانی جائے کہ یہ دمِ سائل والی ہے یا غیر؟

۴..... سام ابرص اور وزغۃ کی کیا تشریح ہے؟

۵..... عربی زبان میں چھپکلی کے لئے کون سا لفظ مستعمل ہے اور اس کا ذکر حدیث یا فقہ کی کسی معتبر کتاب میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ نہیں؟ امیدوار ہوں کہ جواب سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ہر ایک میں نہیں ہوتا۔

۲..... کسی میں تو ہوتا ہے۔

۳..... جی ہاں! دو قسمیں ہیں: دموی بڑی ہوتی ہے جو عامۃً جنگل میں رہتی ہے، غیر دموی چھوٹی ہوتی ہے جو آبادی میں مکانوں میں دیوار، چھت وغیرہ میں رہتی ہے۔ جب گلی ہوئی نکلی جس کی ہیئت بدل چکی ہے، جثہ کے اعتبار سے پہچانی جاسکتی ہے کہ چھوٹی ہے یا بڑی۔

۴..... ''منتہی الأرب'' (۱) اور ''غیاث اللغات'' (۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نوع کے

---

(۱) ''وزغۃ: محرکہ کریسہ یا جانورے است شبیہ کریسہ سُمیت بہا لخفتہا وسرعۃ حرکتہا''۔ (منتہی الأرب، باب الواو، فصل الزاء: ۴/۳۰۴، ادارہ اسلامیات، لاہور)

(۲) ''وزغ: بفتحتین وغین معجمہ: حربا از منتخب درامداد، وجہانگیری ورشیدی بمعنی غوک نوشتہ اند، ودر برہان نوشتہ کہ نوعی از چلپاسہ ست، ودر صراح نوشتہ کہ جانوریست چون کریسہ''۔ (غیاث اللغات، فصل واو مع زای معجمہ: ۵۴۲، سعید)

جانور ہیں، چنانچہ دونوں کے ترجمہ میں اہلِ لغت نے چھپکلی لکھ دیا ہے۔

اطلاقاتِ فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ''سام ابرص'' وہ ہے جس کو گرگٹ آفتاب پرست کہتے ہیں جس کی دُم دراز ہوتی ہے اور رنگ بدلتا رہتا ہے اور ''وزغۃ'' چھپکلی کو کہتے ہیں۔ اول میں خون ہوتا ہے، ثانی کی ایک قسم میں خون ہوتا ہے جو بڑی ہوتی ہے، دوسری قسم میں نہیں ہوتا جو چھوٹی ہوتی ہے۔ اسی لئے سام ابرص کی موت سے نجاستِ بیر کا حکم دے کر مقدارِ نزح کو بیان کرتے ہیں، جیسا کہ متون ''قدوری''(۱) وغیرہ میں ہے اور وزغۃ سے نجاست کا حکم اس قید کے ساتھ دیتے ہیں:

''وكذا الوزغة إذا كانت كبيرةً: أي بحيث يكون لها دم، فإنها تفسد الماء اھ''. كبيری، ص: ۱٦٤ (۲)۔

۴.....حضرت ابرہیم علیہ السلام کو جس وقت نمرود نے آگ میں ڈالا اور تمام جانوروں نے اس کو بجھانا چاہا، مگر ایک جانور نے اس کو بھڑکانا چاہا، اس جانور کے مارنے کی ترغیب احادیث شریف میں آئی ہے، صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ایک نیچی سے مارا کرتی تھیں، اس کی شروح میں دیکھئے (۳)۔

(۱) ''فإن ماتت فيها فارة، أو عصفورة، أو صعوة، أو سوادنية، أو سام أبرص الخ''. (مختصر القدوری، كتاب الطهارة، ص: ۹، مير محمد كتب خانه)

(۲) (الحلبي الكبير، ص: ۱٦۲، فصل في البئر، سهيل اكيڈمي)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۱۰، فصل فيما يقع في البئر، رشيديه)

(۳) ''وقد جاء عن عائشة رضي الله عنها، من وجه آخر عند أحمد: أنه كان في بيتها رمح موضوع، فسئلت فقالت: نقتل به الوزغ؛ فإن النبي صلى الله عليه وسلم أخبر أن إبراهيم – عليهم الصلاة والسلام – لما أُلقِيَ في النار، ولم يكن في الأرض دابة إلاأطفأت عنه النار إلا الوزغ، فإنها كانت تنفخ عليه النار، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم بقتلها''. (عمدة القاری، كتاب بدء الخلق: ۱۵/۲٦۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

''عن عروة يحدث عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال للوزغ: ''الفويسق''. ولم أسمعه أمر بقتله، وزعم سعد بن وقاص أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بقتله''.

''عن سعيد بن المسيب أن أم شريك أخبرته أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بقتل الأوزاغ''.

(صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق: ۱/۴٦٦، قديمی)

شراح نے تفصیل لکھی ہے، چھپکلی اور گرگٹ میں فرق بھی بیان کیا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رمضان/ ۷۰ھ۔

چھچھوندر کے گرنے، مرنے اور کھال کے پھٹنے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے

سوال [۱۹۰۷]: مسجد کے کنویں میں چھچھوندر گر گئی مگر آنتیں باہر نہیں نکلیں، اس صورت میں کنواں ناپاک ہے یا پاک؟ اگر ناپاک ہے تو پانی کم سے کم کتنا نکالنا چاہیے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھچھوندر کنویں میں گر کر مر گئی اور کھال پھٹ گئی تو کنواں ناپاک ہوگیا، اس کا پورا پانی نکالنا ضروری ہے، تب وہ پاک ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۹۲ھ۔

حمام میں سے چوہا ملا

سوال [۱۹۰۸]: ا...... ایک حمام کے اندر ایک چوہا گرا تھا جس کے گرنے کا وقت معلوم نہیں اور

---

(۱) "قال الكرماني: الوزغ دابةٌ لها قوائم، تعدو في أصول الحشيش، قيل: إنها تأخذ ضرع الناقة وتشرب من لبنها، وقيل: كانت تنفخ في نار إبراهيم عليه الصلاة والسلام لتلتهب.

وقال الجوهري: الوزغة دويبة. وقال ابن الأثير: وهي التي يقال: سام أبرص. قلت: هذا هو الصحيح، وهي التي تكون على الجدران والسقوف، ولها صوت تصيح به .... وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنها كانت تقتل الوزغ في بيت الله تعالى". (عمدة القاري، كتاب جزاء الصيد، باب مايقتل المحرم من الدواب: ۱۰/۲۶۴، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وإرشاد الساري، كتاب الحج، باب مايقتل المحرم من الدواب: ۲/۳۶۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وفتح الباري، كتاب بدء الخلق: ۶/۳۵۴، دارالفكر، بيروت)

(۲) "إذا وقعت نجاسة في البئر دون القدر الكبير أو مات فيها حيوان دموي أو انتفخ أو تمعط أو تفسخ، ينزح كل مائها إلخ". (الدر المختار: ۱/۲۱۱، فصل في البئر، سعيد) (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹، الثالث: ماء الآبار، رشيديه) (وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۱۶، الطهارة، دار الكتب)

"چھچھوندر: ایک قسم کا چوہا جس کے جسم سے بو آتی ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۵۲، فیروز سنز، لاہور)

اس حمام کا پانی معمولی گرم بھی تھا اور چوہا منتفخ ملا۔ اس پانی سے جس نے وضو یا غسل کیا ہوگا، کیا یہ وضو اور غسل صحیح ہیں، اگر صحیح نہیں تو صحیح مذہب پر کتنے دن کی نماز و غسل کا اعادہ کیا جائے گا؟

۲...... وہ فارہ منتفخ پانی سے وضو کیا ہوا امام کی اقتداء کی کسی ایسے مقتدی نے جس نے اَور کسی پانی سے وضو کیا تھا تو کیا اس مقتدی کی نماز میں فتور آیا یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو کتنے اوقات کا؟

۳...... سوالِ اول کا جواب اگر اعادۂ صلوۃ کا ہو تو یہ اگر چند اشخاص ہوں تو یہ اپنی نماز با جماعت پڑھیں گے یا انفرادی طریقہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... احتیاط یہ ہے کہ تین دن تین رات کی نماز کا اعادہ کیا جائے اور گنجائش اس کی بھی ہے کہ جس وقت سے معلوم ہوا ہے اس وقت سے اس کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے (۱)۔

۲...... اس کا بھی اعادہ ضروری ہے۔

۳...... جماعت بھی کرا سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۵۹ھ۔

کنویں میں کسی جانور کے مر کر سڑ جانے سے پانی کے پاکی کا طریقہ

سوال [۱۹۰۹]: کنویں کے اندر کسی جانور کے مر کر سڑ جانے سے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین سو ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ ہمارے شہر کے کنووں میں آٹھ سو ڈول کے قریب پانی ہوتا ہے تو ایسی حالت میں تین سو ڈول پانی نکالنا کافی ہو سکتا ہے، یا تمام پانی کا نکالنا ضروری ہے؟ جب کہ قوم میں سستی

---

(۱) "ومذ ثلاثة أيام بلياليها إن انتفخ أو تفسخ استحساناً، قالا: من وقت العلم، فلا يلزمهم شيء قبله".

(الدر المختار: ۲۱۹/۱، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲۰/۱، الثالث مسائل الآبار، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۰۲/۱، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴۲۴/۱، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

بھی پیدا ہوچکی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اصل تو یہ ہے کہ تمام پانی نکالنا ضروری ہے، اگر پانی ختم نہیں ہوتا بلکہ پیدا ہوتا رہتا ہے تو دو عادل تجربہ کار لوگوں کی رائے معلوم کر لی جائے، وہ اس کنویں میں جتنا پانی بتائیں اتنی مقدار نکال دی جائے، اس ضابطہ کے ماتحت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ وہاں عامۃً اسی قدر پانی ہوتا تھا، یہ بات نہیں کہ دوسو ڈول کو بہر صورت متعین فرمایا گیا ہے(۱)۔ اگر پانی زیادہ ہو تو زیادہ نکالا جائے یہاں تک کہ نکالنے سے عاجز ہو جائیں، بااین ہمہ ضعف وکم ہمتی کی بنا پر اگر دوسو ڈول پر قناعت کر لی گئی تب بھی کسی درجہ میں گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

گوریا (چڑیا) کی بیٹ پانی میں گر جائے

سوال [۱۹۱۰]: اگر پانی کی بالٹی میں چند گوریا کی بیٹ پڑ جائے تو کیا سارا پانی ناپاک ہو جائے گا اور استنجے کے لائق بھی نہیں ہوتا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا(۲)۔

نظام، اپریل/۱۹۶۵ء۔

---

(۱) "قلت: لكن مرّ ويأتي أن مسائل الآبار مبنيةٌ على اتباع الآثار على أنهم قالوا: إن محمداً أفتى بما شاهد في آبار بغداد، فإنها كثيرة الماء، وكذا ما روي عن الإمام من نزح مائة في مثل آبار الكوفة لقلة مائها، فيرجع إلى القول الأول؛ لأنه تقدير ممن له بصارة وخبرة بالماء في تلك النواحي، لا يكون ذلك لازماً في آبار كل جهة. والله أعلم". (رد المحتار: ۱/۲۱۵، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۶۴، فصل في البئر، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح، ص: ۳۷، فصل في مسائل الآبار، قديمی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۱۰۱، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "لا ببعرتي إبل وغنم وخرء حمام وعصفور: أی لا يجب النزح بوقوع هذه الأشياء فيها..........وأما خرء الحمام والعصفور، فليس بنجس لعدم الاستحالة إلى الفساد ولإجماع المسلمين على اقتناء =

کنویں میں گوبر ڈالا، پھر روزانہ اس کا پانی استعمال ہوتا رہا، کیا وہ پاک ہوگیا؟

سوال [۱۹۱۱]: بازار جاتے ہوئے ایک کنواں راستے میں پڑتا ہے اور پیاسے لوگ پانی پیتے ہیں، پھر اندازہ ہے کہ ہفتہ میں دو دن جب بازار لگتا ہے تو اس کنویں سے ساٹھ ستر ڈول اور باقی دنوں میں پندرہ بیس ڈول پانی پینے میں خرچ ہو جاتا ہے۔ کچھ چرواہے لڑکوں نے کنویں کے اندر گوبر ڈال دیا اور گوبر ڈالے ہوئے دو ماہ کا عرصہ ہوگیا، جس کو معلوم تھا اس نے پانی پینا چھوڑ دیا، مگر پھر بھی پانی پینے میں استعمال ہوتا رہا، جنگل کی وجہ سے پانی نکالا بھی نہیں جا سکتا۔ ایسی صورت میں کنویں کا پانی پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اتنی مدت میں کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مدت میں وہ کنواں پاک ہوگیا (۱) اب کوئی شبہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۴/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

گیلا گوبر کنویں میں ڈالا گیا اس کا حکم

سوال [۱۹۱۲]: ۱ ...... ایک کنویں میں ایک لڑکے نے گیلا گوبر پھینکا تو کتنا پانی نکالیں گے؟ چونکہ کنویں کا پانی اتنا گہرا ہے کہ پانی پینے کے لئے نکالنا دشوار ہے، دوسرے اگر نکال کر پھینکیں تو پانی ختم ہو جانے کا احتمال ہے کیونکہ اکثر گرمیوں میں سوکھ جاتا ہے، مگر امسال نہیں سوکھا اور پانی چودہ ہاتھ ہے اور اس کے علاوہ

= الحمامات في المساجد". (تبيين الحقائق: ۱/۹۵، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۳۶۲، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۲۰، فصل في البئر، سعيد)

(۱) "وينزح كل مائها الذي كان فيها وقت الوقوع بعد إخراجه إلا إذا تعذر كخشبة أو خرقة متنجسة".

(الدر المختار: ۱/۲۱۲ كتاب الطهارة، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹، الثالث: ماء الآبار، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۵۴، فصل تنزح البئر، دار الكتب العلمية، بيروت)

بدد ینی کا اتنا زور ہے کہ کوئی پانی نہیں نکالتا ہے اور نہ نکالنے کو تیار ہوتا ہے، بلکہ اسی طرح برابر پیتے ہیں، تب اس حالت میں آدمی کیا کرسکتا ہے؟

۲......اگر پردیسی ہو اور مکتب میں تعلیم کا کام کرتا ہو، نجس کنویں کے علاوہ دوسرے کنویں سے صرف سترہ دن پانی پیا اور وضو کیا اور کھانا نجس کنویں کے پانی سے پک کر آتا رہا، مجبوراً کھانا پڑا، ایسا کھانا کیسا ہے؟

۳......گاؤں کے لوگوں کے سترہ دن پانی پینے سے پانی پاک ہوا یا نہیں؟ جبکہ ڈیڑھ دوسو بالٹی پانی روز نکلتا رہا؟

۴......دوسرے کنویں میں ایک چڑیا کا بچہ مردہ نکلا جو کہ دُم کی طرف سے پھٹا تھا، اب پانی کتنا نکالنا چاہیے، مجبوراً پچاسی بالٹی پانی نکال کر وضو کیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جب چودہ ہاتھ پانی اس سے نکل جائے گا تو پانی پاک ہو جائے گا، یہ ضروری نہیں کہ ایک دم ہی نکلے، مثلاً کنواں پاک کرنے کے لئے تو نہیں نکالتے، البتہ اپنی ضروریات کے لئے ہمیشہ نکالتے رہتے ہیں تب بھی جب مقدارِ مذکورہ نکل جائے گی تو کنواں پاک ہو جائے گا(۱)۔

۲......سترہ دن تک کھا لینے کے بعد اب دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

۳......اگر اس مدت میں اندازاً چودہ ہاتھ پانی نکل گیا تو کنواں پاک ہو گیا(۲)۔

۴......تمام پانی نکالنا ضروری ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۵/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۵/۱۸ھ۔

---

(۱) "(وإن تعذر) نزح كلها لكونها معيناً (فبقدر مافيها) وقت ابتداء النزح، قاله الحلبي. (يؤخذ ذالک بقول رجلين عدلين لهما بصارة بالماء) به يفتي". (الدر المختار، كتاب الطهارة، فصل في البئر: ۱/۲۱۴، سعيد)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) "إذا وقعت نجاسة .... أومات فيها حيوان دَمَوِيّ، وانتفخ أو تفسخ، ينزح كل مائها: أي الذي كان فيها وقت الوقوع، ذكره ابن بطال (بعد إخراجه)". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل في البئر: ۱/۲۱۳، سعيد)

کنویں میں چپل، جوتا یا گیند گر جانے سے اس کے پانی کا حکم

سوال [۱۹۱۳]: کنویں میں اگر کوئی چپل یا جوتا یا ربڑ کی گیند گر جائے جس کی ناپاکی کا یقین نہ ہو تو اس سے کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں کنویں کی ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا (۱)، احتیاطاً کچھ ڈول پانی نکال دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جوتا کنویں میں گر گیا

سوال [۱۹۱۴]: کنویں میں پلاسٹک کا جوتا گر گیا اور تلاش بھی کرالیا ہے، غوطہ بھی لگایا مگر نہ نکل سکا۔ اب کنویں کا پانی پورا نکالا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پلاسٹک کا جوتا کنویں میں گر گیا اور تلاش کرنے پر بھی وہ وہاں نہیں ملا، اگر اس جوتے کا ناپاک ہونا معلوم نہیں تو کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، احتیاطاً کچھ پانی نکالا جائے (۲)۔ اگر اس کا ناپاک ہونا معلوم ہو تو

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: ولو شك الخ) من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه: أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر مالم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعة في الطرقات الخ".

(ردالمحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضو، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۴۶، نوع آخر في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "(قوله: ولو شك الخ) في التاتارخانية: من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه: أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر مالم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعة في الطرقات الخ". (رد المحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۱۹، فصل في البئر، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۰۳، فصل في أحكام الحياض، سهيل اكيڈمي، لاهور)

پورا پانی نکالا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۴/۱۳ھ۔

جس کنویں سے جوتا نکلا اس کے پانی کا حکم؟

سوال [۱۹۱۵]: ایک مسجد میں ایک کنواں ہے اس کا کیچڑ چھ سات سال میں نکالا، جو امسال بالکل خشک ہوگیا، لیکن اس کے درمیان میں گاہ بگاہ جب کبھی ناپاک ہوجاتا تھا اس کا پانی توڑ دیتے تھے، اس میں سے ایک جوتا بالکل بوسیدہ ۲/۳/ ٹکڑے نکلے۔ اب شرع شریف سے جو نمازیں پڑھی ہیں تو کسی قسم کا نقص تو نہیں آیا، یا مسجد کی کوئی ناپاکی وغیرہ کا حکم تو نہیں ہے؟ اگر ہو تو تحریر فرماویں تاکہ اس کے موافق عمل کیا جائے۔

از: بیاور ضلع اجمیر، احقر عبدالوہاب، ۱۰/محرم/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوتا اگر ناپاک تھا تو اس سے کنواں بھی ناپاک ہوگیا اور جس وقت جوتا کنویں میں دیکھا گیا ہے اسی وقت سے کنویں کو ناپاک کہا جائے گا، اس کے پہلے کی نماز، وضو اور غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مسجد لوٹا وغیرہ بھی کچھ ناپاک نہیں۔ اور اگر ناپاک جوتہ گرنے کا وقت معلوم ہے تو اس وقت سے کنویں کو ناپاک سمجھنا چاہیئے اور اس ناپاک پانی کو وضو، غسل برتن وغیرہ میں استعمال کیا ہو تو برتن وغیرہ کو پاک کرنا چاہیئے۔

اس سے وضو کرکے جس قدر نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ کرنا چاہیئے، غرض جس جس شئی کو وہ ناپاک پانی لگا ہے وہ تمام ناپاک ہے:

"ووجود حيوان ميت فيها: أي البئر ينجسها الخ". مراقي الفلاح۔ قال الطحطاوی: "(قوله: وجود حيوان الخ) قيد بالحيوان؛ لأن غيره من النجاسات لايتأتى فيه التفصيل ولا الخلاف، بل ينجسها من وقت الوجدان فقط". طحطاوی، ص: ۲۵ (۲)۔

---

(۱) "بخلاف ما إذا كان على الحيوان خبث: أي نجاسة، وعلم بها، فإنه ينجس مطلقاً". (ردالمحتار: ۱/۲۱۳، فصل في البئر، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوی، ص: ۴۱، فصل في مسائل الآبار، قديمی)

(وكذا في الحلبي الكبير: ۱۶۰، فصل في البئر، سهيل اكيڈمي) .... =

لیکن اگر جوتا کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو تو محض شک کی بناء پر کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا: "شك في وجود النجس، والأصل بقاء الطهارة الخ". أشباه(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

گہرے کنویں میں غسل کرنے سے کنواں پاک ہے یا ناپاک؟

سوال [۱۹۱۶]: ہمارے گاؤں میں گرام پنچائت نے ایک کنواں تیار کیا ہے کہ دس فٹ چوڑا ہے اور بیس تا ۲۵/فٹ گہرا ہے، اس میں لوگ اتر کر نہاتے ہیں جس میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور ہندو بھی اور عیسائی بھی کیونکہ یہ مشترکہ کنواں ہے۔ یہاں کے چند مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اس میں غسل کرنے والے کا غسل نہیں ہوتا اور اس کی نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ پاک ہوسکتا ہے، کیونکہ کنویں کے اندر نہانے والے ہوسکتا ہے پیشاب پاخانہ کرتے ہوں یا اپنی نجاست کی لنگی پاک کرتے ہیں۔ کیا واقعی اتنے بڑے کنویں میں غسل کرنے سے مسلمان پاک نہیں ہوسکتا؟

اگر ڈول سے باہر پانی نکال کر باہر نہایا جائے تو غسل ہوگا یا پانی کو گھر پر لے جانے اور گرم کرنے کے بعد اس سے غسل کیا گیا تو غسل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دس فٹ چوڑا کنواں یا تالاب مائے جاری کے حکم میں نہیں آئے گا، اس میں ناپاک لنگی پہن کر آدمی اترے گا، یا اس کے بدن پر نجاست لگی ہوگی تو کنواں ناپاک ہوجائے گا(۲)، نہ غسل صحیح ہوگا نہ اس کا پانی استعمال

= (وكذا في رد المحتار: ۲۱۸/۱، باب في البئر، سعيد)

(۱) (الأشباه والنظائر: ۱۸۸/۱، القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك، إدارة القرآن، كراچی)

قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: ولو شك الخ) من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه: أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعة الخ". (ردالمحتار: ۱۵۱/۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱۷۹/۱، المياه، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "إذا كان الجنب قد استنجى بالماء، أما إذا لم يتنجس البير ونزح جميع الماء". (الخلاصة: ۸/۱، .... =
الطهارة، امجد اکیڈمی)

کرنا درست ہوگا، ہاں! اگر اس کو ناپاک نہ کیا گیا تو ڈول کے ذریعہ پانی نکال کر غسل کرنا اور دوسرے کام میں لانا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

غسلِ جنابت کرتے وقت قطرہ کنویں میں گر گیا

سوال [۱۹۱۷]: کسی جنبی نے سر پر پانی ڈالا پھر ڈول کھینچا، ایک دو قطرہ کنویں میں گر گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس قطرے کے ساتھ اگر نجاست حقیقیہ نہیں ہے تو راجح قول کی بنا پر اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوا:

"وهو أي الماء المستعمل طاهر ولو من جنب الخ". در مختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جس کنویں میں مستعمل پانی اندر جائے اس سے وضو وغیرہ کا حکم

سوال [۱۹۱۸]: دیہات میں اکثر لوگ کنویں پر غسلِ جنابت وغیرہ کرتے ہیں اور مستعمل پانی کنویں میں گرتا ہے، نیز عورتیں بھی بہت بے احتیاطی سے غسل کرتی ہیں، مستعمل پانی کنویں میں گرتا ہے، مگر تمام ضروریات اس کنویں سے پوری ہوتی ہیں، لہٰذا اس کا استعمال وضو و غسل میں کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ اس کو پاک سمجھا جائے یا ناپاک؟

= (وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۹، فصل فيما يقع في البئر، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۱۱۰، الفصل الرابع في المياه، غفاريه كوئته)

(۱) (الدر المختار: ۱/۲۰۰، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

"جنبٌ اغتسل فانتضح من غسله شيء في إنائه، لم يفسد عليه الماء، أما إذا كان يسيل فيه سيلاناً أفسده، وكذا حوض الحمام على هذا". (البحر الرائق: ۱/۱۳۰، باب المياه، رشيديه)

"الماء المستعمل إذا وقع في البئر لا يفسده إلا إذا غلب، وهو الصحيح، هكذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۳، باب المياه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۱۸۲، باب المياه، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ نجاست (پیشاب، پاخانہ اور منی وغیرہ) اس پانی بھرنے اور نہانے کی وجہ سے کنویں میں گر رہی ہے اس سے کنویں کو نجس نہیں کہا جائے گا۔ جو لوگ غسلِ جنابت وہاں کرتے ہیں ان کو بتادیا جائے کہ وہ نجاستِ حقیقیہ پہلے علیحدہ پاک کرلیا کریں اور غسل ایسی طرح کریں کہ پانی کنویں میں نہ جائے، جب تک کنویں میں نہ جائے جب تک کنویں کو نجس قرار نہیں دیا جائے۔ اس کا پانی وضو وغیرہ میں استعمال کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کنویں کے قریب نجاست ہو تو اس کا اثر کتنی دور تک ہوتا ہے؟

سوال [۱۹۱۹]: مردار جانور (ایک کنویں کے قریب) پڑے ہوئے ہیں، اس کنویں یا گڑھے کے قریب دوسرا کنواں یا نل لگا ہوا ہے تو کیا اس کنویں یا نل کا پانی ناپاک ہے، اگر ناپاک ہے تو کتنے ہاتھ کے فاصلہ تک ناپاک سمجھا جائے گا اور کتنے پر پاک قرار دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نل، کنویں، گڈھے کی گہرائی اور زمین کی نرمی سختی کا اس میں زیادہ دخل ہے، اس لئے اہلِ تجربہ واہلِ بصیرت سے دریافت کرلینا بہتر ہے، فقہاء کی لکھی ہوئی تحدید ہر جگہ یکساں طور پر چسپاں نہیں، انہوں نے بھی اہل تجربہ واہلِ بصیرت کے قول پر اعتماد کیا ہے۔ نیز نل اگر زیادہ گہرا اتار دیا جائے اور اس کے قریب کوئی معمولی گڈھا ہو جو زیادہ گہرا نہ ہو تو وہاں بھی اس کا اثر نہیں پہونچے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "جنب اغتسل فانتضح من غسله شئ في إنائه، لم يفسد عليه الماء ...... وكذا حوض الحمام ...... والماء المستعمل إذا وقع في البئر، لا يفسده، إلا إذا غلب، وهو الصحيح". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۳/۱، الفصل الثاني فيما لا يجوز به، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱۲۱/۱، الفصل الرابع في المياه الخ، غفاريه كوئٹه)

(۲) "(قوله :البعد) اختلف في مقدار البُعد المانع في وصول نجاسة البالوعة إلى البئر، ففي رواية: =

شک سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا

سوال [۱۹۲۰]: موضع دمری والا، ضلع دہرہ دون میں ایک قدیمی کنواں ہے، اس کنویں سے ہندو مسلمان پانی پیتے رہے، عرصہ پندرہ بیس یوم سے ہندوؤں نے چماروں سے بھی اس کنویں سے پانی کھنچوانے کا ارادہ کرلیا ہے، حاکم ضلع نے بھی اس کی اجازت دے دی ہے، مسلمانوں نے حتی المقدور کوشش کی مگر ناکام رہے۔

کنواں ہندوؤں کی ملکیت ہے، مسلمان محض بحیثیتِ کاشتکار ہیں، کنویں کے علاوہ اَور کوئی انتظام پانی پینے کا نہیں۔ موضع کی آب وہوا خراب ہے، خصوصاً برسات میں بہت بدتر ہوجاتی ہے، دیہات میں جو پانی گول وغیرہ میں پہنچتا ہے وہ بے حد گندہ ہے۔ ہندوؤں کی دیگر اقوام مثلاً: سقہ، بنجارہ، لودہا، وغیرہ بھی مردار خور ہیں۔

اگر چمار کنویں سے پانی بھرنے لگیں تو مسلمانوں کو اس کنویں سے پانی پینا چاہیے یا نجس چھوڑ دینا چاہیے؟

المرسل: حافظ عبدالعزیز، ۱۹/ اگست/ ۱۹۳۳ء، پارچہ فروش، بازار دھامانوالہ، ضلع دہرہ دون۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب تک یقین نہ ہوجائے یا ظنِ غالب سے کنویں میں نجاست گرنا معلوم نہ ہوجائے اس وقت تک کنویں کا پانی شرعاً پاک ہی رہے گا، محض شک کی وجہ سے ناپاک نہ ہوگا (۱)، لہٰذا اس کا پینا اور دیگر ضروریات میں

= خمسة أذرع، وفي رواية: سبعة. وقال الحلواني: المعتبر الطعم أواللون أو الريح، فإن لم يتغير جاز، وإلا لا .... والحاصل أنه يختلف بحسب رخاوة الأرض وصلابتها، ومن قدّره اعتبر حال أرضه".

(ردالمحتار على الدر المختار: ۱/ ۲۲۱، كتاب الطهارة، مطلب في الفرق بين الروث.........، اهـ سعيد)

(۱) "لو شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه: أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعة في الطرقات، ويستقي منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار الخ". (التاتار خانية: ۱/ ۱۷۹، المياه، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۲۱۹، فصل في البئر، رشيديه)

استعمال کرنا جائز ہوگا، البتہ جب یقین یا ظنِ غالب سے کنویں میں نجاست کا گرنا معلوم ہو جائے تو اس کا استعمال کرنا جب تک کنواں پاک نہ ہوجائے جائز نہ ہوگا:"شك في وجود النجس؛ فالأصل بقاء الطهارة". الاشباه(۱)۔ "إذا وقعت في البئر نجاسة نزحت". هدايه(۲)۔

اگر بلا شک کے پاک پانی ملے تو اس کا استعمال کرنا بہتر ہے:"دع ما يريبك إلى ما لايريبك"(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۲/۵/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۲/ جمادی الاولیٰ/۱۳۵۲ھ۔

چاول وغیرہ پرستش کردہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

سوال [۱۹۲۱]: کنویں میں سے غیر مسلم کے پانچ سات گھر اپنی ضرورت کے لئے پانی لے جاتے ہیں اور اپنی خوشی کے موقع پر چراغ جلاتے ہیں اور کنویں میں ڈالتے ہیں، چاول، ناریل ڈالتے ہیں، اس کی اچھی طرح پرستش کرتے ہیں آیا۔اس کا پانی مسلمانوں کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کام غلط ہے، اس کے باوجود ان چیزوں کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوا، اس کا پانی استعمال کرنا درست ہے(۴)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الأشباه والنظائر: ۱/۱۸۸، القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) (الهداية: ۱/۴۱، فصل في البئر، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(۳) (المقاصد الحسنة:۲۱۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(ومشكوة المصابيح، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني، ص: ۲۴۲، قديمى)

(۴)قال العلامة الكاساني رحمه الله: ولو غير الماء المطلق بالطين أو بالتراب أو بالجص أو بالنورة وبو قوع الأوراق أو الثمار فيه أو بطول المكث، يجوز التوضؤبه .... اهـ". (بدائع الصنائع: ۱/۱۶۵، كتاب الطهارة، فصل: وأما شرائط أوكان الوضوء، دارالكتب العلميه، بيروت)

دیوبند کے ایک فتویٰ کا حوالہ

سوال [۱۹۲۲]: موجودہ زمانہ میں کھیتوں کی آب پاشی کے لئے ٹیوب ویل استعمال کرتے ہیں جس میں انجنوں کے ذریعہ سے زمین سے یا کنویں وغیرہ سے پانی نکالا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس پانی سے جنابت وغیرہ کا غسل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مجھ سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا تھا تو میں نے ظاہری صورت کے پیش نظر جواز کا فیصلہ کر دیا تھا، لیکن انہوں نے کہا کہ دیوبند سے عدمِ جواز کا فتویٰ نکلا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

دیوبند کا وہ فتویٰ بھیجئے، اس کو دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کنویں کا پانی زیادہ ہونے کی ترکیب

سوال [۱۹۲۳]: کنویں کا پانی کبھی کم ہو جاتا ہے جس کی بنا پر لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، دعاء کریں اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق تعالیٰ کنویں میں عمدہ پانی عطاء فرمائے جس سے سب کی ضروریات آسانی سے پوری ہو جائے۔ آپ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ مع بسم اللہ ۴۱/ بار، اول وآخر درود شریف گیارہ بار پابندی سے روازنہ پڑھا کریں، اللہ تعالیٰ روزی میں برکت دے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

زیرِ زمین ٹنکی کا حکم

سوال [۱۹۲۴]: راجستھان کے اکثر مقامات پر پانی جمع کرنے کے لئے لوگ زمین میں پانی کا ظرف بناتے ہیں، زمین کے اندر چار پانچ ہاتھ گڑھا کھودتے ہیں، پھر اس میں سیمنٹ سے پلاسٹر کر دیتے ہیں اور اوپر سے پتھر کی پٹیاں ڈال کر بند کر دیتے ہیں۔ یہ ظرف عموماً دہ دردہ سے کم ہوتا ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اس ظرف میں نجاست گر جائے اور بارش کے پانی یا دوسرے ذرائع سے

اس کو بھر دیا جائے یہاں تک کہ وہ پانی ظرف کے اوپر سے ہو کر گزر گیا، اب یہ ظرف پاک ہو گیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو پورا پانی نکال دیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

البحر الرائق، ص: ۱/ ۷۸ کی عبارت یہ ہے: "لو تنجس الحوض الصغير ثم دخل فيه ماء آخر، وخرج حال دخوله، طهر وإن قل. وقيل: لا، حتى يخرج قدر ما فيه. وقيل: حتى يخرج ثلاثة أمثاله، و صحح الأول في المحيط وغيره. وقال السراج الهندي: وكذا البئر۔

واعلم أن عبارة كثير منهم في هذه المسئلة تفيد أن الحكم بطهارة الحوض إنما هو إذا كان الخروج حالة الدخول، وهو كذلك فيما يظهر؛ لأنه حينئذ يكون في المعنى جارياً، لكن إياك و ظن أنه لو كان الحوض غير ملآ ن فلم يخرج منه شيء في أول الأمر، ثم لما امتلأ خرج منه بعضه لاتصال الماء الجاري به أنه لا يكون طاهراً حينئذٍ؛ إذ غايته أنه عند امتلائه قبل خروج الماء منه نجسٌ، فيطهر بخروج القدر المتعلق به الطهارة إذا اتصل به الماء الجاري الطهور، كما لو كان ممتلأً ابتداءً ماءً نجساً، ثم خرج منه ذلك القدر لاتصال الماء الجاري به. ثم كلامهم يشير إلى أن الخارج منه نجسٌ قبل الحكم على الحوض بالطهارة، وهو كذلك كما هو ظاهر كذا في شرح منية المصلي"(۱)۔

اب اس عبارت پر اپنے مسئلہ کو منطبق کر کے دیکھ لیجئے (۲)۔
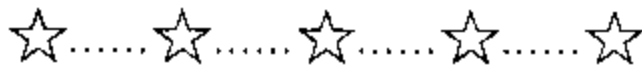
☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (البحر الرائق: ۱/ ۱۴۲، في المياه، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۱۹۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۱۷، الباب الثالث في المياه، رشيديه)

(۲) خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ اگر مذکورہ گڑھا بھرا ہوا نجس ہو جائے تو بارش وغیرہ کے داخل ہوتے ہوئے واپس نکل جانے سے (مائے جاری ہو کر) پاک ہو جائے گا۔ اور اگر پہلے سے بھرا ہوا نہ ہو بلکہ کم ہو تو جب تک موجودہ پانی کے بقدر بہہ جائے تو پاک ہو جائے گا، اگر اتنی مقدار میں بہہ نہ جائے تو پاک نہ ہوگا۔

الفصل الثالث في الحوض

(حوض کے احکام کا بیان)

حوض کی گہرائی وچوڑائی

سوال[۱۹۲۵]: مسجد میں عام طور پر جوحوض ہوتے ہیں ان کا گہرا ہونا کتنا ضروری ہے، مثلاً لمبائی اور چوڑائی تو کم ازکم دہ دردہ ہواور گہرا کتنا ہو؟ مثلاً ایک حوض دو یا تین گز گہرا ہے، اتفاقاً پانی آنا اس میں بند ہوگیا اور وہ پانی کم ہوتے ہوئے صرف ایک فٹ یا اس سے کم رہ گیا ہے تو کیا اس حوض کے پانی سے وضو درست ہے؟ حوض کی گہرائی کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پانچ انگل گہرا بھی کافی ہے، کذا في ردالمحتار: ۱/۱۳۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۲/۶/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۶/۹ھ۔

حوض کی گہرائی اور چوڑائی

سوال [۱۹۲۶]: وہ حوض جس کی لمبائی کافی ہے اور چوڑائی صرف دو ہاتھ ہے، گہرائی بھی دو ہاتھ

---

(۱) "وحينئذٍ فعمق خمس أصابع تقريباً ثلاثة الآف وثلثمائة واثنا عشر منًا من الماء الصافي".

(الدرالمختار: ۱/۱۹۷، مطلب في مقدار الزراع وتعيينه، سعيد)

گہرائی کی کوئی مقدار مقرر نہیں وعلیہ الفتویٰ۔

"واختلفوا في قدر عمقه، قال بعضهم: إن كان بحال لورفع الماء بكفه لا ينحسر ماتحته من الأرض فهو عميق. رواه أبويوسف عن أبي حنيفة الخ". (فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۵، الطهارة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۸۱، باب الماء الذي يجوز به الوضوء الخ، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

ہے کیا یہ دہ دردہ کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ اور گہرائی کے اعتبار سے کنویں میں بھی کافی گہرائی ہوتی ہے اور چوڑائی بھی ہوتی ہے تو کیا اس کا حکم اس میں لگے گا؟ وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

گہرائی کی زیادتی طول وعرض کی کمی کا بدل نہیں ہوسکتی (۱)، البتہ اگر عرض کم ہو اور طول زیادہ ہو اور زیادتی محسوس کرکے دہ دردہ ہوسکے تو وہ بہتر ہے: "وله طول لا عرض، لكنه يبلغ عشراً في عشر، جاز تيسيراً". درمختار: ۱/۱۹۲ (۲)۔

حوضِ مدوّر کا حساب بھی معتبر ہوگا، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درمختار کی شرح کرتے ہوئے تفصیل سے بیان کیا ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حوض کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی

سوال [۱۹۲۷]: شرعی حوض کم سے کم کتنا لمبا اور کتنا چوڑا ہونا چاہئے؟ ہماری مسجد کا حوض ۲۵/ فٹ لمبا اور ۱۲/ فٹ چوڑا ہے اور ساڑھے ۵/ گہرا ہے، ہم حوض کی گہرائی ایک فٹ کم کرنا چاہتے ہیں، اس میں

---

(۱) "الحوض إذا كان أقل من عشرة في عشرة لكنه عميق، فوقعت فيه النجاسة، ثم انبسط وصار عشراً في عشر، فهو نجس". (خلاصة الفتاوى: ۱/۴، الأول في الحياض والجباب، امجد اكيڈمی، لاهور)

(۲) "(قوله: لكنه يبلغ الخ) كأن يكون طوله خمسين وعرضه ذراعين مثلاً، فإنه لو رُبّع، صار عشراً في عشر. (قوله جاز تيسيراً): أي جاز الوضوء منه بناءً على نجاسة الماء المستعمل، أو المراد: جاز وإن وقعت فيه نجاسة، وهذا أحد قولين. وهو المختار، كما في الدرر". (ردالمحتار: ۱/۱۹۳، فصل في المياه، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۷۵، الطهارة، امداديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۸۱، باب الماء الذي يجوز به الوضوء، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۴۱، الطهارة، رشيديه)

(۳) "(قوله: وفي المدوّر بستة وثلاثين): أي بأن يكون دوره ستة وثلاثين ذراعاً، وقطره أحد عشر ذراعاً وخمس ذراعاً". (ردالمحتار: ۱/۱۹۳، باب المياه، سعيد)

کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی حوض کم از کم دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہونا چاہئے (۱)، اگر چوڑائی میں کچھ کمی ہو تو لمبائی میں زیادتی کردی جائے جس سے نسبت دہ دردہ کی حاصل ہوجائے، گہرائی ساڑھے چار فٹ بھی کافی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دہ دردہ اور مقدار ذراع

سوال [۱۹۲۸]: پانی کا حوض دہ دردہ گز کا حکم رکھتا ہے، شرعی گز کتنے انگل کا ہوتا ہے جس کے مطابق حوض بنایا جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

چوبیس انگل کا ایک شرعی گز ہوتا ہے جبکہ اس کو چھ قبضہ کا مانا جائے اور اگر سات قبضہ کا مانا جائے تو اٹھائیس انگل کا ہوگا۔ درمختار میں اسی کو مختار کہا ہے:

"والمختار ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط: أي بلا أصبع قائمة، وهذا في الولوالجية. وفي البحر: أن في كثير من الكتب أنه ست قبضات ليس فوق كل قبضة أصبع قائم،

---

(۱) "وأنت خبير بأن اعتبار العشر أضبط ولا سيما في حق من لا رأى له من العوام، فلذا أفتى به المتأخرون الأعلام: أى في المربع بأربعين، وفي المدور بستة وثلاثين الخ". (الدرالمختار: ۱۹۳/۱، فصل في المياه، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۲۷۸/۱، النوع الثالث: الماء النجس، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱۰۰/۱، الفصل الرابع في المياه، غفاريه)

(۲) "الحوض إذا كان أقل من عشر في عشر لكنه عميق، فوقعت فيه النجاسة حتى تنجس، ثم انبسط وصار عشراً في عشر، فهو نجس؛ لأن النجس لايطهر بالانبساط والتفرق". (المحيط البرهاني: ۱۰۵/۱، الفصل الرابع في المياه التي يجوز التوضؤ بها، غفاريه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴/۱، الأقل في الحياض، امجد اكيڈمي، لاهور)

فهو أربع وعشرون أصبعاً بعدد حروف: "لاإله إلا الله، محمد رسول الله" صلى الله تعالىٰ عليه وسلم"، والمراد بالأصبع القائمة ارتفاع الإبهام، كما في غاية البيان الخ. والمراد بالقبضة أربع أصابع مضمومة الخ". شامي: ۱/۲۰۳(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۶/۵۹ھ۔

حوض کی پیمائش

سوال [۱۹۲۹]: مسجدوں میں جو حوض بنائے جاتے ہیں اس حوض کی گہرائی ولمبائی وچوڑائی شرعی گز اور مروجہ میٹر کے حساب سے کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دس گز لمبائی، دس گز چوڑائی کافی ہے اور یہاں شرعی گز مراد ہے جس کو عربی میں ذراع کہتے ہیں(۲)۔ سرکاری ایک گز عربی دو ذراع کا ہوتا ہے، یعنی سرکاری پانچ گز لمبائی اور اتنی ہی چوڑائی ہوگی، گہرائی کی کوئی خاص مقدار نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۴/۸۹ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۱۹۲ مطلب في مقدار الذراع وتعيينه، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۴۰، المياه، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۷۹، فصل في المياه، المصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "ولا بماء راكدٍ وقع فيه نجس، إلا إذا كان عشرة أذرع، ولا ينحسر أرضه بالغرف، فحكمه حكم الجاري الخ، وإنما قدر به بناءً على قوله عليه السلام: "من حفر بئراً، فله حولها أربعون ذراعاً". فيكون لها حريمها من كل جانب عشرة الخ". (شرح الوقاية: ۱/۸۰، كتاب الطهارة، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۱۹۲، باب المياه، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۷۴، المياه، مكتبه إمداديه)

دس بیگہ کے تالاب میں غسل وغیرہ

سوال[۱۹۳۰]: ہمارے یہاں ہرایک تالاب دس بیگہ کے قریب ہے(۱)، پانی کی گہرائی دس ہاتھ ہے۔مگر ۴۷ء سے پہلے تو صرف ایک دو ہندواور باقی سب مسلمان کپڑا دھوتے تھےاور غسل کرتے تھے۔مگر اب سب ہندو غسل کرتے ہیں اور کپڑا دھوتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس کے اندر غسل ہوسکتا ہے یانہیں؟اور کپڑے پاک کرسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تالاب میں غسل کرنا، کپڑے دھونا درست ہے(۲)۔کوئی شبہ نہ کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوستانی مسجد کے حوض سے وضو

سوال [۱۹۳۱]: ہندوستانی مسجد بھیونڈی کا حوض جوکہ دہ دردہ ہے،اس کے اندرونی حصہ میں دو فٹ کے فاصلے سے جالی لگی ہوئی ہے، جالی کے اوپرایک فٹ چوڑی پھولوں کی کیاری ہے،اس کی سطح پانی کے اندرچارانچ ڈوبی ہوئی ہے۔ایک صاحب کہتے ہیں کہ پانی ہلتا نہیں اس لئے اس میں وضونہیں کرنا چاہیئے۔قائل کا قول صحیح ہے یا غلط؟

کیاری کی سطح جوڈوبی ہوئی ہےاس سے تڑوادیں یاباقی رکھیں؟آپ اوردیگرعلمائے دیوبند مناظرہ کے وقت دیکھ چکے ہیں۔لہذامفصل جواب سے نوازیں۔

---

(۱)''بیگہ:زمین کی ایک مقدار،چارکنال یا ۸۰ مرلے''۔(فیروز اللغات،ص:۲۵۶، فیروز سنز،لاہور)

(۲)"والغدير العظيم الذى لايتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الأخر إذا وقعت نجاسة فى أحد طرفيه، جاز الوضوء من الجناب الآخر اهـ". (الهداية، كتاب الطهارات: ۱/۳۶، إمداديه، ملتان)

"يجوز التوضئ والاغتسال فى الحوض الكبير .... وعامة المشايخ قالوا: إن كان عشراً فى عشر فهو كبير اهـ". (فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارات، فصل فى الماء الراكد: ۱/۵، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

کیاری کی سطح جوڈوبی ہوئی ہے اس کوتوڑنے کی ضرورت نہیں، موجودہ صورت میں بھی وضو بلاتکلف درست ہے، پانی کے ہلنے نہ ہلنے کا شبہ نہ کریں(۱)۔کسی اَور مصلحت سے کیاری کی ڈوبی ہوئی سطح کوتوڑنا چاہیں تو اختیار ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۲/۲/۹۴ھ۔

حوض میں کلی، مسواک اور پیر کو دھونا

سوال[۱۹۳۲]: مسجد کے اندر حوض پر وضو کرتے وقت دانتوں کو مسواک کی لکڑی سے صاف کرنے کے بعد اسی مسواک کی لکڑی کو پانی کے اندر ہی حوض میں ڈبوکر دھونا، کلی کرتے وقت بجائے نالی کے حوض کے پانی میں ہی کلی کرنا، پیر دھوتے وقت دونوں پاؤں کو حوض کے اندر ہی پانی میں ڈبوکر دھونا، یہ تینوں باتیں کہاں تک درست ہیں، پانی میں خرابی ہوگی یا پاک رہے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وہ حوض جو دہ دردہ ہے وہ ان چیزوں سے ناپاک نہیں ہوگا، لیکن ادب اور سلیقہ یہ ہے کہ کلی حوض میں نہ کی جائے بلکہ نالی میں کی جائے، مسواک کی لکڑی بھی نالی میں دھوئی جائے حوض میں نہ ڈبوئی جائے، پیر بھی اس طرح دھوئے جائیں کہ پانی نالی میں گرے اور حوض میں ان کا پانی نہ گرے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۵/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۵/۹/۸۵ھ۔

---

(۱)جب مقدارِ حوض دہ دردہ ہے تو مائے کثیر کے حکم میں ہے، لہٰذا پانی کے ہلنے یا نہ ہلنے سے پانی کی طہارت پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) " و من منهياته.........إلقاء النخامة والامتخاط في الماء". (الدرالمختار: ۱/۱۳۳، مطلب في الإسراف في الوضوء، سعيد)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۱/۵۲، مكتبه حبيبيه، كوئٹه)

(وكذا في الحلبي الكبير: ۳۹، سهيل اكيڈمي، لاهور)

حوض میں پیر ڈال کر دھونا

سوال [۱۹۳۳]: ایک شاہی جامع مسجد کے امام صاحب جب حوض میں وضو کرتے ہیں تو پاؤں حوض میں ڈال کر دھوتے ہیں، جھوٹا پانی اس میں ڈال دیتے ہیں۔ کیا اس طرح حوض کے پانی کو نقص یا خرابی پیدا نہیں ہوتی؟ کیا یہ پانی پاک ہی رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حوض بڑا (دہ دردہ) ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوا، اگر چہ نظافت کی بات یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

کتا حوض میں گر گیا تو کیا حوض ناپاک ہوگیا؟

سوال [۱۹۳۴]: مسجد کے حوض میں اگر کتا گر جائے اور گرتے ہی فوراً زندہ نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اس حوض کے پانی پینے کا کیا حکم ہے؟ عوام کو سمجھانے کے بعد بھی استفتاء لکھنے پر مجبور کرتے ہیں، چنانچہ روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حوض کی لمبائی دس گز شرعی گز کے مطابق ہو اس میں اگر کتا گر جائے تو اس پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا، لیکن عوام میں چہ میگوئیاں ہوتی ہی ہیں اس لئے حوض کو خالی کر کے صاف کر دیا جائے تو پھر سکون ہو جائے گا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند

(۱) "فإن أدخل الجنب يده أو رجله في البير، لم يفسده، كذا روى عن أبي يوسف رحمه الله، بخلاف الإناء، فإنه لو أدخل رجله في الإناء، يفسده". (خلاصة الفتاوى: ۱/۷، وما يتصل بهذا الجباب والأواني، امجد اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الدرالمختار: ۱/۲۰۰، المياه، سعيد)

(۲) "قيد بالموت؛ لأنه لو أخرج حياً وليس بنجس العين ولا به حدث و خبث، لم ينزح شئ إلا أن يدخل فمه الماء، فيعتبر بسورد الخ". (الدر المختار: ۱/۲۱۳، فصل في البئر، سعيد) .... =

حوض کا پانی بذریعۂ نل بیت الخلاء کے لئے

سوال [۱۹۳۵]: ہمارے مدرسہ میں فلش سسٹم سنڈاس بنے ہوئے ہیں(۱)، ان کے لئے پانی پہلے کی ٹنکی سے آتا ہے، اس کا تعلق مسجد کے حوض سے ہوگیا ہے اور حوض کا پانی اس میں استعمال ہوتا ہے، اس کے استعمال سے طبیعت پر ایک قسم کا تکدر محسوس ہوتا ہے، بظاہر اس کے استعمال میں شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی، اگر حضرت والا کی نظر میں کوئی فقہی جزئیہ ہو تو مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تکدر ہے، طبعی مائے کثیر کے استعمال میں کیا اشکال ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

کیا استنجا کئے بغیر گڑھے میں داخل ہونے سے پانی ناپاک ہوگا؟

سوال [۱۹۳۶]: اگر کوئی سنسان میدان میں قضائے حاجت کے بعد بغیر ڈھیلے سے استنجا کئے کسی ایسے گڑھے میں گھس کر پانی لے لے جو یقیناً دہ دردہ نہیں ہے تو اس عمل کے بعد وہ پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہوجائے گا؟ اور وہ دہ دردہ مقدار سے کم گڈھے میں کتنی مقدار نجاست گرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا؟ اور نجاستِ غلیظہ وخفیفہ، اسی طرح نجاستِ مرئیہ ان تمام قسموں کی نجاست میں اس گڑھے کے پانی کو ناپاک کرنے کی مقدار بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو گڑھا چھوٹا ہو (دہ دردہ سے کم ہو) ہر قسم کی نجاست سے نجس ہوجائے گا، خواہ کتنی ہی مقدارِ نجاست

= (وكذا في النهر الفائق: ۱/۸۷، فصل في الآبار، مكتبه إمداديه، ملتان)

(وكذا في إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص: ۱۵، فصل في حكم الآبار وطرق تطهيرها .... اهـ، مكتبه حقانيه، پشاور)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۱۱۱، الفصل الرابع في المياه الخ، غفاريه كوئته)

(۱) "سنڈاس: پاخانہ، بیت الخلاء، وہ پاخانہ جس کے صاف کرنے کا منہ گھر کے باہر دیوار میں ہو"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۱۲، فیروز سنز لاہور)

اس میں گرے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جوہڑ کے پانی کا حکم

سوال [۱۹۳۷]: ایک جوہڑ ہے(۲)، اس میں بدبودار پانی ہے اور اس جوہڑ کے پاس ایک نل ہے، اس نل کے پانی میں جوہڑ کی وجہ سے معمولی بدبو آتی ہے وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پانی میں برسات یا گرمی کی وجہ سے بدبو پیدا ہوگئی اور وہی اثر نل میں آ گیا تو وہ پانی ناپاک نہیں (۳)۔فقط۔ اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "إذا وقعت نجاسة ليست بحيوان ولو مخففةً أو قطرة بول أو دم أو ذنب فارة، لم يشمع، في بئر دون القدر التكثير على ما مرّ". (الدرالمختار).

وقال ابن عابدينؒ: "أى من المعتبر فيه أكبر رأى المبتلىٰ به، أو ما كان عشراً فى عشر".

(ردالمحتار: ۱/۲۱۱، باب المياه، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق: ۱/۷۴، الطهارة، إمداديه)

(وكذا فى المحيط البرهانى: ۱/۱۰۸، نوع آخر فى ماء الآبار، غفاريه)

(۲) "جوہڑ: بارانی تالاب، کچا تالاب، جھیل"۔ (فیروز اللغات، ص:۴۸۶، فیروز سنز لاہور)

(۳) "فإن تغيرت أوصافه الثلاثة بوقوع أوراق الأشجار فيه وقت الخريف، فإنه يجوز به الوضوء ...... ولو تغير الماء المطلق بالطين أو بالتراب أو بالجص أو بالنورة أو بطول المكث، يجوز التوضوء به، كذا فى البدائع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۱، الباب الثالث فى المياه، الفصل الثانى فيما لا يجوز به التوضوء، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع: ۱/۱۶۵، فصل: وأما شرائط أركان الوضوء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۱/۷۵، المياه، دار الكتب العلمية، بيروت)

باب التیمّم

(تیمّم کے احکام)

مرض کی وجہ سے تیمّم

سوال [۱۹۳۸] : ایک طبیب مسلمان بعض مخصوص مرض کے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتا ہے اور بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرض کی دوا اس کے پاس بنسبت دوسروں کے اچھی ہے۔ وہ دوا کے استعمال کے بعد اغتسال کے بجائے تیمّم کا حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر غسل فرض ہو تب بھی تیمّم کرو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حاذق دیندار طبیب یہ کہتا ہے کہ غسل کرنے سے مرض میں ترقی ہو جاوے گی، یا دیر میں اچھا ہوگا تو تیمّم درست ہے:

"تیمم لبُعده میلاً عن ماء أو لمرض". کنز (۱)۔

قال الزيلعي: "وأما المرض، فمنصوص عليه، سواء خاف ازدياد المرض أو طوله باستعمال الماء الخ"(۲)۔

وقال العلامة الحصكفي : "أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم". (الدرالمختار) . قال الشامي: "أي إخبار طبيب حاذق مسلم غيرِ ظاهر الفسق، وقيل: عدالته شرط"(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (كنز الدقائق: ۱/ ۹، باب التيمم، كتب خانه رشيديه، دهلي)

(۲) (تبيين الحقائق: ۱/ ۱۱۸، كتاب الطهارة، باب التيمم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/ ۲۳۳، باب التيمم، سعيد)

(كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸، باب التيمم، رشيديه)

(وكذا في التاتار خانية: ۱/ ۲۴۳، باب التيمم، إدارة القرآن، كراچى)

غسل پر قدرت نہ ہوتو تیمّم کرلے

سوال [۱۹۳۹]: زید اس قدر بیمار ہے کہ وہ وضو کرنے کی قدرت رکھتا ہے، لیکن غسل کرنے پر قادر نہیں ہے، ایسی حالت میں اسے غسل کرنے کی حاجت ہوگئی تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں وہ تیمّم کرلے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیماری کے وہم کی بناء پر تیمّم

سوال [۱۹۴۰]: اگر تیمّم کرنے میں بار بار کا تجربہ نہیں ہے مگر جب بھی غسل کرتا ہے کچھ نہ کچھ ہوتا ضرور ہے تب کیا کیا جائے؟ بعض دفعہ ضعفِ قلب اور ضعفِ طبعیت کی بناء پر وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل ووضو سے شاید طبعیت خراب ہوجائے، اس بناء پر تیمّم کرلیا جائے، یا طبیعت ست ہوئی اور تیمّم کرلیا کہ کہیں خراب نہ ہوجائے، یا نزلہ وزکام ہوجانے کے اندیشہ سے تیمّم کیا جائے، یا ٹھنڈے پانی سے وضو وغسل کرنے سے ڈر معلوم ہوا، طبیعت کے نہ برداشت کرنے کی وجہ سے یا طبعیت کے کسل یا ضعفِ طبیعت کی بنا پر جیسا کہ مشہور ہے کہ "گرم پانی سے وضو وغسل کرنے سے ٹھنڈ زیادہ محسوس ہوتی ہے" اس وجہ سے نہ ٹھنڈے سے کیا نہ گرم سے کہ گرم سے زیادہ ٹھنڈ محسوس ہوگی، یا گرم پانی سے اس لئے وضو وغسل نہیں کیا کہ ٹھنڈے پانی کا عادی ہے اور ٹھنڈ زیادہ پڑرہی ہے۔

گرم پانی سے کرتا ہے تو جلد پھٹ جائے گی یا خشکی جلد پر پیدا ہوجائے گی جس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی، اور ٹھنڈے پانی کی برداشت نہیں، اس لئے تیمّم کرلیا تب کیا حکم ہے؟ اور ٹھنڈے سے کرنے کی

---

(۱) "ولو كان مريضاً لايضره استعمال الماء، لكنه عاجز عن الاستعمال بنفسه، وليس له خادم ولا مال يستأجر به أجيراً فيُعينه على الوضوء، أجزأه التيمم، سواء كان في المفازة أو في المصر، وهو ظاهر المذهب". (بدائع الصنائع: ۱/۳۲۰، فصل في بيان شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۲۳۳، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۴۵، باب التيمم، رشيديه)

ہمت نہیں، گو بعض اوقات طبیعت بھی خراب ہو جاتی ہے مگر وجوہات وہی ہیں جو اوپر گزریں۔

اور جن اوقات میں وضو اور غسل کرنے سے طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے، یا کسل و کم ہمتی، یا پانی زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے تو ان اوقات کے علاوہ جن میں یہ وجوہات رفع ہو جائیں اور ان میں بھی وضو و غسل نہ کیا جائے اور پھر وہی اوقات آجائیں جن میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں جو اوپر مذکور ہوئی اور پھر بیچ میں کوئی نماز نہیں آئی، یا آئی لیکن کوئی عذر پیدا ہو گیا، مثلاً کھانا کھالیا اور اب دو گھنٹہ کے بعد نہانا چاہئے اور نماز پڑھ لی، یا پڑھادی اور دو گھنٹے کے بعد پھر وہی اوقات آگئے جن میں مذکورہ بالا وجوہات پیدا ہو گئیں تو ان صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں؟

دو معذوریوں کے درمیان میں جو وضو و غسل نہیں کیا ہے جس میں کوئی عذر نہیں تھا اس کا کیا ہوگا؟ نیز ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

محمد انس، تلی تال، نینی تال۔

الجواب حامداً ومصلياً:

محض کم ہمتی، سستی، وہم کوئی چیز نہیں ہے، ہاں اگر بار بار کا تجربہ ہو کہ غسل یا وضو کرنے سے بیماری ہو جاتی ہے، یا بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے تو تیمّم کی اجازت ہے، پھر جب یہ عذر باقی نہیں رہا تو غسل کر لینا لازم ہے تا کہ دوسری نماز باغسل ادا ہو، لیکن اگر عذر ایسے وقت ختم ہوا کہ کسی نماز کا وقت نہیں مگر غسل نہیں کیا، پھر جب دوسری نماز کا وقت آیا تو وہی عذر غسل سے مانع پھر پیش آگیا، تو اب پھر تیمّم کر کے نماز ادا کرنا درست ہوگا (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۴ھ۔

---

(۱) "الثاني العذر المبيح للتيمم......... ومن العذر حصول مرض يخاف منه اشتداد المرض أو بطء البرء أو تحركه كالمحموم والمبطون، ومن الأعذار بردٌ يخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو لمرض إذا كان خارج المصر يعني العمران ولو القرى التي يوجد بها الماء المسخن إلخ". (مراقي الفلاح، ص: ۱۱۴، باب التيمم، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۲۴۶، باب التيمم، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۶۵، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

غسل مضر ہو، وضو مضر نہ ہو تو تیمّم کا حکم

سوال [۱۹۴۱]: آیا اس صورت کہ "مرض کی وجہ سے تیمّم کے لئے کوئی طبیب حاذق مرض کے اشتداد یا دیر سے اچھا ہونے کا کہتا ہے، تو اس میں غسل کے بجائے تیمّم کرے یا نہیں؟ نیز وضو کے متعلق کہتا ہے کہ کرلیا کرو تو غسل کا ہی تیمّم کافی ہے یا وضو کرنا چاہیے؟ آپ فرمائیں کہ صورت مذکورہ میں قولِ طبیب معتبر ہے یا نہیں اور احتیاطاً ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمود احمد، افضل گڑھی، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رفعِ جنابت کے لئے تیمّم کیا ہے تو یہ کافی ہے، اس کے بعد وضو کی ضرورت نہیں، ہاں! اگر بعد میں کوئی شی ناقضِ وضو پیش آجائے تو اس کے لئے وضو کرنا چاہیے:

"إذا تيمم عن جنابة ثم بال مثلاً، فهذا ناقض للوضوء، لا ينتقض به تيمم الغسل، بل ينتقض طهارة الوضوء". شامی(۱)۔

ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی ہیں اُن کا اعادہ فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۲/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ذی الحجہ/۵۴ھ۔

سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا

سوال [۱۹۴۲]: زید کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں بہت کمزور ہوں اور میں اپنی بیوی کے پاس گیا، سردی کا موسم ہے، نہانے سے بیمار ہو جانے کا ڈر ہے اور فجر کی نماز کا وقت تنگ ہے، اگر

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۲۵۴، باب التیمم، سعید)

"فلو تيمم للجنابة ثم أحدث، صار محدثاً لا جنباً، فيتوضأ الخ". (الدر المختار: ۱/۲۵۵، باب التیمم، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۹، الفصل الثاني فيما ينتقض التيمم، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۰۷، باب التيمم، مكتبه امداديه، ملتان)

پانی گرم کر کے نہاتا ہوں تو فجر کی نماز قضا ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں تیمّم کر کے نماز ادا کر سکتا ہوں یا قضا نماز پڑھوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی گرم کرنے کا اگر انتظام موجود ہے تو سویرے سے پانی گرم کر لیا جائے۔ ایسی حالت میں تیمّم نہ کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۹۰ھ۔

سخت سردی میں بجائے غسل کے تیمّم کا حکم

سوال [۱۹۴۳]: جہاں پر میں ہوں وہاں پر برف پڑتی ہے، پانی کئی کئی فٹ برف کے نیچے ملتا ہے، شدید سردی پڑتی ہے، اگر رمضان کے مہینہ میں کسی کو احتلام ہو جائے اور سردی کی شدت کی وجہ سے وہ غسل نہ کر سکے تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہیں اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو اس وقت تیمّم کر لے اور نماز پڑھ لے، پھر پانی گرم کر کے غسل کرے گا، اس سے روزہ میں بھی

---

(۱) "وكذا إذا خاف الوقت لو توضأ، لم يتيمم ويتوضأ ويقضي ما فاته؛ لأن الفوات إلى الخلف، وهو القضاء". (الهداية: ۱/۵۵، باب التيمم، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۲۴۶، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۸۳، باب التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

"الثاني: العذر المبيح للتيمم......... ومن الأعذار برد يخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء، أو لمرض إذا كان خارج المصر يعني العمران، ولو القرى التي يوجد بها الماء المسخن أو ما يسخن به، سواء كان جنباً أو محدثاً، وإذا عدم الماء المسخن أو ما يسخن به في المصر كالبرية ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾". (مراقي الفلاح، ص: ۱۱۴-۱۱۶، باب التيمم، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۶۲، باب التيمم، سهيل اكيڈمي)

خلل نہیں آئے گا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے: اور اگر گرم پانی بھی نقصان کرتا ہو، یا نقصان کرنے کا تجربہ یا قوی اندیشہ ہو تو گرم پانی سے بھی جب تک نقصان نہ کرنے کا گمان نہ ہو جائے، غسل کرنا ضروری نہیں ہوگا، تیمّم بھی کافی رہے گا۔

تیمّم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے

سوال [۱۹۴۴]: جو شخص ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا عادی ہو اور اس کو یہ اندازہ اور تجربہ ہو کہ فلاں فلاں وقت مائے بارد سے غسل کرنے میں طبیعت خراب ہو جاتی ہے، یا طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ہو بھی جاتی ہے، اور گرم پانی سے جلد طبیعت خراب ہوگی، کیوں کہ وہ مائے بارد کا عادی ہے۔ تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر بار بار کا تجربہ ہے کہ غسل کرنے سے تکلیف ہو جاتی ہے تو ایسے وقت میں تیمّم مشروع ہے، مائے بارد سے اگر تکلیف ہو تو گرم پانی سے کرے، گرم سے تکلیف ہو تو بارد سے غسل کرے، دونوں قسم کے پانی سے تکلیف ہو تو تیمّم کرے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمّم

سوال [۱۹۴۵]: زید مسجد میں سو رہا تھا، اس کو احتلام ہو گیا، نکلتے وقت اس کو تیمّم کرنا ضروری

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا''۔)

(۲) "من عجز استعمال الماء لبُعده میلاً أو لمرض یشتد أو یمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم أو بتحرک .... تیمم لهذه الأعذار کلها". (الدر المختار: ۱/۲۳۳، باب التیمم، سعید)

(وکذا في بدائع الصنائع: ۱/۳۲۰، فصل في بیان شرائط الرکن، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا في البحر الرائق: ۱/۲۴۵، باب التیمم، رشیدیه)

ہے یانہیں؟

عبدالرزاق جالندھری، مقیم حجرہ نامہ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمّم ضروری نہیں، البتہ اگرکسی عارض کی وجہ سے اس وقت نکلنا دشوار ہوتو تیمّم ضروری ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،۱۹/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح:عبداللطیف،۱۲/ذیقعدہ/۵۳ھ۔

تنگیٔ وقت کی وجہ سے کیا تیمّم درست ہے؟

سوال [۱۹۴۶]: اگرغسل کی حالت ہواورنماز کاوقت تنگ ہوتو کیا تیمّم کرکے نمازادا کی جائے گی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نہیں، بلکہ غسل کیا جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولو احتلم فيه (المسجد) إن خرج مسرعاً، تيمم ندباً، وإن مكث لخوف فوجوباً، ولا يصلي ولا يقرأ". (الدر المختار: ۱/۱۷۲، سنن الغسل، سعيد)

"أقول: والظاهر أن هذا في الخروج، أما في الدخول، فيجب كما يفيده ما نقلناه آنفاً عن العناية، ويحمل عليه الخ،.......... ولو أصابته جنابة في المسجد، قيل: لا يباح له الخروج من غير تيمم اعتباراً بالدخول، وقيل: يباح الخ.......... فجعل الخلاف في الخروج دون الدخول، ولا وجه فيه ظاهر لا يخفى على الماهر الخ". (رد المحتار: ۱/۱۷۲، سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في فتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۶، الفصل الأول مالا بد منها للتيمم، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۵۸، الغسل، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "ولا يتيمم لفوت جمعة ووقت ولو وتراً لفواتها إلى بدل الخ". (الدر المختار: ۱/۲۴۶، باب التيمم، سعيد)

"الأصل أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، وما يفوت إلى =

تنگیٔ وقت کی وجہ سے غسل کا تیمّم

سوال [۱۹۴۷]: اگر کبھی ایسا اتفاق ہوجائے کہ ہم پر غسل فرض ہوگیا اور صبح کو ایسے وقت آنکھ کھلی کہ سورج نکلنے میں دس یا پانچ منٹ باقی ہیں اور گھر میں پانی موجود نہیں ہے، باہر سے پانی لاکر غسل کرنے میں نماز قضا ہوجائے گی۔ ایسی حالت میں غسل کا تیمّم کرکے ادا نماز پڑھنی چاہئے یا غسل کرکے قضا نماز پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں تیمم کی اجازت نہیں، غسل کرکے نماز پڑھیں (۱)، وقت باقی نہ رہے تو قضا پڑھیں، لیکن جب سویرے اٹھنے کا اہتمام کریں گے تو قضا نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۹/۳۰ھ۔

تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمّم کرنا

سوال [۱۹۴۸]: اسٹیشن پر تاخیر کی صورت میں نماز تیمّم سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی موجود نہ ہو اور اسٹیشن تک پہنچتے تک وقت ختم ہوجانے کا مظنہ ہو تو تیمّم سے نماز پڑھ لی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۲۰ھ۔

= خلف، لا يجوز له التيمم كالجمعة، كذا في الجوهرة النيرة". (الفتاوى العالمكبرية: ۳۱/۱، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۵۵/۱، باب التيمم، شركة علميه ملتان)

(كذا في الحلبي الكبير، ص: ۸۳، باب التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في النهر الفائق: ۱۱۱/۱، باب التيمم، إمداديه ملتان)

(۱) "التقدير بالميل هو المختار في حق المسافر، قال الفقيه أبو جعفر: أجمع أصحابنا على أنه يجوز للمسافر أن يتيمم إذا كان بينه وبين الماء ميل، وإن كان أقل من ذلك، لايجوز وإن خاف خروج الوقت". (الحلبي الكبير، ص: ۶۷، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "الأصل أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، وما يفوت إلى خلف، =

تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمّم کرنا

سوال [۱۹۴۹]: ۱...... زید صحت مند ہے مگر وقت تنگ ہے کہ بعد غسل نماز کا وقت نہیں رہتا تو ایسی حالت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

۲...... تنگیٔ وقت کی بنا پر جو نماز تیمّم کر کے پڑھی گئی بعد غسل احتیاطاً اعادہ ضروری ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱...... تنگیٔ وقت کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمّم کرنا جائز نہیں (۱)۔

۲...... وہ نماز صحیح نہیں ہوئی، اس کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۸/ ۶/ ۸۷ھ۔

= لا يجوز له التيمم كالجمعة، كذا في الجوهرة النيرة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۱، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

"التقدير بالميل هو المختار في حق المسافر، قال الفقيه أبو جعفر: أجمع أصحابنا على أنه يجوز للمسافر أن يتيمم إذا كان بينه وبين الماء ميل، وإن كان أقل من ذلك، لا يجوز وإن خاف خروج الوقت". (الحلبي الكبير، ص: ۶۷، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في التاتار خانية: ۱/ ۲۳۸، باب التيمم، إدارة القرآن، كراچى)

(۱) "ولو خاف خروج الوقت لو اشتغل بالوضوء في سائر الصلوة ما عدا صلوة الجنازة والعيد، لا يتيمم عندنا، بل يتوضأ ويقضي الصلوة وإن خرج الوقت". (الحلبي الكبير، ص: ۸۳، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(كذا في الدر المختار: ۱/ ۲۴۶، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۱، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(۲) "قال في شرح الطحاوي: لايجوز التيمم في المصر إلا لخوف فوت جنازة أو صلاة عيد .... وبما قررناه علم أن المعتبر المسافة دون خوف فوت الوقت". (البحر الرائق، باب التيمم: ۱/ ۲۴۴، رشيديه) =

کیا تیمّم میں استیعاب فرض ہے؟

سوال [۱۹۵۰]: تیمّم میں استیعاب فرض ہے یا کہ نہیں، اگر شقِ اول ہے تو اکمالِ فرض مُحال ہے، کیونکہ اول تو دو ضرب رکھا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ ظاہرِ کف اور انگلیوں کے درمیان میں مسح نہیں ہوا، دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ ہاتھ پھیرنے سے ہر ہر گوشہ تک ہاتھ پہونچانا ناقص خیال میں محال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

استیعاب ضروری ہے: قال حسن بن عمار الشرنبلالی رحمه الله تعالیٰ: "الرابع من الشروط: استيعاب المحل، وهو الوجه واليدان إلى المرفقين بالمسح في ظاهر الرواية، وهو الصحيح المفتى به، فينزع الخاتم ويخلل الأصابع ويمسح جميع بَشرة الوجه والشعر على الصحيح، وما بين العذار والأذن إلحاقاً له بأصله". مراقي الفلاح (۱)۔

محال کو ضروری قرار دینا خلافِ نص ہے: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (الآية) (۲) اور

= "(ولو خاف خروج الوقت) لو اشتغل بالوضوء (في سائر الصلوات) ماعدا صلاة الجنازة والعيد، لايتيمم عندنا، بل (يتوضأ، ويقضي) الصلاة إن خرج الوقت". (الحلبي الكبير، ص: ۸۳، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب التيمم، ص: ۱۱۸، قديمي)

"وكذا إذا خاف فوت الوقت أو توضأ، لم يتيمم، ويتوضأ ويقضي مافاته؛ لأن الفوات إلى خلف، وهو القضاء". (الهداية، باب التيمم: ۱/۵۵، مكتبه شركة علمية، ملتان)

(۱) (مراقي الفلاح، ص: ۱۲۰، باب التيمم، قديمي)

"فأما في ظاهر الرواية: الاستيعاب في التيمم فرض كما في الوضوء". (المبسوط للسرخسي: ۱/۲۴۳، باب التيمم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۶، الفصل الأول: لا بد منها للتيمم، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۳۵، جنس آخر في كيفية التيمم، امجد اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۶۳، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) (البقرة: ۲۸۶)

ضروری کو محال سمجھنا خیالِ ناقص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تیمّم میں ہاتھوں پر مسح کرنے کا طریقہ

سوال [۱۹۵۱]: تیمم میں بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں یا چار انگلیوں کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے نیچے رکھ کر پھیرنا چاہئے، ایک صاحب تین انگلیوں سے بتاتے ہیں اور تعلیم الاسلام میں چاروں انگلیوں سے لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم الاسلام میں صحیح لکھا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پانی کتنا دور ہو تب تیمّم درست ہوگا؟

سوال [۱۹۵۲]: ایک شخص راجستھان میں وہاں کے باشندوں سے کہتا ہے کہ ایک سو دس قدم دور پانی ہو تو وہاں تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور حال وہاں کا یہ ہے کہ وہ جنگل میں گھر بنا کر رہتے ہیں اور ساتھ میں کافی مویشی رکھتے ہیں اور ان مویشیوں کو پانی دور دور سے لاکر پلاتے ہیں اور خود اس پانی سے نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں اور بعض لوگوں کے گھر ٹنکی بنی ہوئی ہے جس میں تیس سے چالیس مٹکے پانی آتا ہے اور گھروں میں بھی کسی کسی کے گھر تیس تیس مٹکے پانی موبود ہوتا ہے اور مسجد میں پانچ دس مٹکے پانی موجود ہوتا ہے، پھر بھی تیمم کرتے ہیں۔

جانوروں کو پلانے کے لئے پانی لاتے ہیں اور پلاتے ہیں اور نہانے دھونے کے لئے پانی استعمال کرتے ہیں اور نماز تیمّم سے پڑھتے ہیں اور بعض لوگ تو اپنی بستی سے ایک سو دس قدم دور چلے جاتے ہیں (جنگل

---

(۱) "ويشترط المسح بجميع اليد أو بأكثرها حتى لو مسح باصبع واحدة أو اصبعين، لا يجوز". (البحر الرائق: ۱/۲۵۲، باب التيمم، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۱/۲۳۰، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۳۵، باب التيمم، امجد اكيڈمي لاهور)

میں)اور وہاں پانی کا یہی حال ہوتا ہے، پھر بھی وہ تیمم سے نماز ادا کرتے ہیں۔تو کیا اس طرح تیمّم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ان حالات میں تیمّم کی اجازت نہیں،لقوله الله تعالى: ﴿ولم تجدوا ماءً فتيمموا صعيداً طيباً﴾ الآية(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹۵/۲/۲۶ھ۔

پانی نہ ہو یا نا کافی ہو تو جنب کیا کرے؟

سوال [۱۹۵۳]: ایک آدمی جنبی ہے اور غسل کے لئے پانی کافی نہیں اور وضو کے لئے پانی کافی ہے تو وضو کر کے تیمّم کرے یا وضو کی ضرورت نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اس حالت میں اس کے ذمہ وضو واجب نہیں، تیمّم کافی ہے، كذا في الدر المختار (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم،۵۷/۱۲/۱۹ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبداللطیف :مدرسہ مظاہر علوم،۲۲/ ذی الحجہ/۵۷ھ۔

---

(۱)(سورة المائدة: ٦)

"ومن عجز عن استعمال الماء لبُعده –ولو مقيماً في المصر– ميلاً، أربعة آلاف ذراع، وهو أربع وعشرون أصبعاً الخ". (الدر المختار: ۱/۲۳۲، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۶۰، باب التيمم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۷، باب التيمم، رشيديه)

(۲) "و في القهستاني: إذا كان للجنب ما يكفي لبعض أعضائه أو للوضوء، تيمم، ولم يجب عليه صرفه إليه". (رد المحتار: ۱/۲۳۲، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۷۴، باب التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

تہجد کے وقت بجائے تیمّم کے گرم پانی سے وضو کر کے نماز فرض ادا کرے

سوال [۱۹۵۴]: ضعف اور ٹھنڈک کی وجہ سے اگر تہجد کے وقت تیمم سے نماز پڑھی جائے اور صرف فجر کی فرض نماز کے لئے گرم پانی سے وضو کیا جائے تو نماز درست ہوئی یا نہیں، ایسی شکل میں تہجد چھوڑ دینا اَولی ہے یا تیمم سے نماز تہجد پڑھنا اَولی ہے، ایک ہی تیمم سے نماز تہجد اور فجر دونوں پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی گرم کرنے کا انتظام ہے اور فجر کے وقت گرم کر کے اس سے وضو کر کے نماز فجر ادا کی جاتی ہے اور اتنی وقت میں گنجائش بھی ہے کہ تہجد کے وقت تیمم کر کے اس سے فجر پڑھ سکتے ہیں تو تہجد ہی کے وقت پانی گرم کرلیا جائے، اسی سے وضو کر کے تہجد بھی پڑھیں اور اسی سے نماز فجر بھی ادا کریں۔ جس طرح فرض نماز کے لئے وضو کا حکم ہے اسی طرح نماز نفل کے لئے بھی حکم ہے، جس حالت میں فرض کے لئے تیمم جائز نہیں، نفل کے لئے بھی جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا تیمّم کے لئے بھی کپڑے سے نجاست دور کرنا ضروری ہے؟

سوال [۱۹۵۵]: زید کے پاس ایک ہی کپڑا پاک تھا، وہ بھی ناپاک سے مل کرنا پاک ہوگیا۔ تو کیا تیمّم کے باوجود اس ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہے، دھو کر پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہو اس کا دھونا ضروری ہے، چاہے غسل سے نماز پڑھی جائے یا تیمم سے، تیمّم کی وجہ سے اس کے حکم میں فرق نہیں آیا (۲)۔

---

(۱) "أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه، وما قيل: إنه في زماننا يتحيل بالعدة فممالم يأذن به الشرع، نعم! إن كان له مال غائب، يلزمه الشراء نسيئة، وإلا لا".

(الدر المختار: ۱/۲۳۴، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۱۵، الطهارات، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۳۲۰، فصل في بيان شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي وثوبه .... ويجوز تطهير ها بالماء وبكل مائع طاهر". =

تیمّم سے بدن پرلگی نجاست پاک نہیں ہوتی

سوال [۱۹۵۶]: اگر غسل کرنے سے معذوری ہوتو کیا وقت کی تنگی یا بغیر تنگی کے بدن پر جہاں نجاست لگی ہودھونا ضروری ہے، یا تیمّم سے یہ جگہ بھی پاک ہوجائے گی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر عذرِ شرعی کی بنا پر تیمّم کیا ہے تو اس سے جونجاست بدن پر لگی ہوئی ہے وہ پاک نہیں ہوئی، اس کو مستقلاً پاک کرنا ضروری ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۵/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۶/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۸/ ۶/ ۸۷ھ۔

پانی کے مضر ہونے کی صورت میں اجازتِ جماع اور تیمّم کا حکم

سوال [۱۹۵۷]: إذا كان أحد الزوجين مريضاً بحيث يضره الماء بارداً كان أو حاراً، هل يجوز له أن يجامع أم لا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نعم يجوز له الجماع بزوجته وإن كان يضره الماء، وإذا لم يقدر على الغسل، فعليه أن يتيمم، كذا في شرح المنية(۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/ ۸/ ۸۷ھ۔

= (الهداية: ۱/ ۷۱، باب الانجاس وتطهيرها، شركة علميه)

(وكذا في خلاصه الفتاوىٰ: ۱/ ۴۶، الفصل الثامن في النجاسة، امجد اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۱۴۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(۱) "تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي .... ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر". (الهداية: ۱/ ۷۱ باب الأنجاس، مكتبه شركت علميه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۷۷، باب الأنجاس، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "(وكذا في شرطه عجزه عن استعمال الماء .... والدليل على كون العجز شرطاً عبارة الآية =

زیادتی مرض کی وجہ سے اور مسجد کی دیوار سے تیمّم

سوال [۱۹۵۸]: ایک آدمی جس کی عمر ۶۵/ سال ہے، عرصہ ۷/ سال سے مرضِ درد (گھٹیا) ہے، ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے پر مرض میں اضافہ ہوجاتا ہے، اکثر اسی وجہ سے تیمّم کرتا ہے، لیکن بعض احباب معترض ہیں کہ ہمیشہ تیمّم نہ کیا جائے۔

کاروباری آدمی ہے، گرم پانی کا ہر وقت انتظام نہیں کرسکتا، ہمارے یہاں کی مساجد میں گرم پانی کا نظم نہیں رہتا ہے۔ اور تیمّم کیلئے مٹی بارش کی وجہ سے نرم رہتی ہے، اس لئے مسجد کے اندر تیمّم کرلیتا ہے، اس پر بھی بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر تیمّم نہیں کرنا چاہئے، براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ وضو کرنے سے مرض میں اضافہ ہوتا ہے تو تیمّم آپ کے لئے درست ہے(۱)۔ تیمّم کے لئے ایک بڑا ڈھیلا یا اینٹ مستقل علیحدہ محفوظ رکھ لیں، بارش کا اثر نہ پہونچے، پختہ دیوار اور پتھر سے بھی تیمّم درست ہے(۲)۔

= ودلالتها، فإن قوله تعالى: ﴿وإن كنتم مرضى﴾ يدل بعبارته على أن المرض شرط، وبدلالته على بقية الأعذار، فإنها إما مثله أو فوقه في الحرج المدفوع على سبيل التاكد بقوله تعالى: ﴿مايريد الله ليجعل عليكم من حرج﴾، (حتى إن المريض إذا خاف زيادة المرض) بسبب الوضوء أو بالتحرك أو باستعمال الماء (أو) خاف (إبطاء البرء) من المرض بسبب ذلك (جازله التيمم)، ويعرف ذلك إما بغلبة الظن عن أمارة تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق". (الحلبي الكبير، ص: ۶۵، كتاب الطهارة، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۱) "من عجز عن استعمال الماء لبُعده ميلاً أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك .... تيمم لهذه الأعذار كلها". (الدر المختار: ۱/۲۳۳، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸، الباب الرابع في التيمم، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۸، باب التيمم، إمداديه)

(۲) " (تيمم) لهذه الأعذار كلها .... (بمطهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع): أي غبار". (الدر المختار: ۱/۲۳۶–۲۳۹، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۱۵۷، الفصل الخامس في التيمم، غفاريه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۳۵، جنس آخر فيما يجوز به التيمم، امجد اكيڈمی، لاهور)

مسجد کی دیوار سے تیمّم نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد کی دیوار سے تیمّم

سوال [۱۹۵۹]: مسجد کی دیوار پر تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کی دیوار کو تیمّم کے لئے استعمال نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۹۳ھ۔

ڈھیلے کا اثر ہاتھ پر نہ آئے تب بھی تیمّم درست

سوال [۱۹۶۰]: آیا تیمّم کا ڈھیلا ایسا ہونا چاہئے جس کے ریزے جھڑ کر چہرے اور ہاتھ کو مٹی سے آلودہ کردیں، اگر مٹی کا اثر چہرہ اور ہاتھ میں نہ پہونچے تو وضو کا بدل تیمّم ہوجاوے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مٹی کے ڈھیلے کا ہاتھ پر کوئی ریزہ نہ آئے تب بھی تیمّم درست ہوجائے گا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ویکرہ مسح الرجل من طین الردغة بأسطوانة المسجد أو بحائطه". (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۲۵، کتاب الطهارة، فصل فی المسجد، رشیدیه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۳) "(تیمم) .... (بمطهر من جنس الأرض وإن لم یکن علیه نقع): أی غبار". (الدر المختار: ۱/۲۳۶-۲۳۹، باب التیمم، سعید)

"وبالحجر علیه غبار، أو لم یکن بأن کان مغسولاً، أو أملس مدقوقاً، أو غیر مدقوق الخ". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۷، الباب الرابع فی التیمم، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان: ۱/۲۱، فصل فیما یجوز به التیمم، رشیدیه)

باب المسح علی الخفین والجوربین

(موزے اور جرابوں پر مسح کا بیان)

اونی، سوتی، منعل جرابوں پر مسح

سوال [۱۹۶۱]: اونی، سوتی، جرابوں کو منعلین کرلیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جائز ہے، کذا فی ردالمحتار: ۱/۲۷۸ (۱) مگر "شرح منیہ" میں سوتی جرابوں پر جو باجود منعل ہونے کے منع لکھا ہے (۲) اس لئے اس کے خلاف سے بچنا احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۱۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "أما المسح على جوارب، فلا يخلو: إما أن يكون الجورب رقيقاً......... وإما إن كان ثخيناً منعلاً، ففي هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف إلخ". (التاتار خانية ۱/۲۶۷، المسح على الخفين، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا في الحلبي الكبير: ۱۲۱، المسح على الخفين، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۲۷۰، المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۱/۶۱، المسح على الخفين، شركة علميه)

(۲) "ثم بين المشايخ اختلافٌ في مقدار النعل الذى يكفى بجواز المسح، قال بعضهم: إذا كان فى باطن الكف أديم، وهو مايلي باطن كف القدم، جاز المسح. وقال بعضهم: لايجوز المسح حتى يكون الأديم إلى الساق؛ ليكون ظاهر قدميه وكَعباه مَستُورَين. فلا يخفى أن هذا القول الأخير مخالف لسائر الكتب المعتمدة فى تفسير المنعل، ومخالف لجميع الروايات فى اشتراطه". (شرح المنية للحلبى الكبير، كتاب الطهارة، آخر فصل فى المسح على الخفين، ص: ۱۲۳، سهيل اكيڈمى، لاهور)

موزوں پر مسح کرنا

سوال [۱۹۶۲]: ایک شخص نے وضو کر کے چمڑے کے موزے پہن لئے، اس کا وضو خفین پہننے کے بعد مثلاً قبل عشاء ٹوٹ گیا، اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ آٹھ بجے وضو ٹوٹا تھا یا ساڑھے سات بجے، اب اس کی مدت دوسرے دن اس وقت جا کر ختم ہوتی ہے۔ دوسرے دن اسی نے عشاء کا وضو کیا تو خفین پر مسح کر لیا اور عشاء کی نماز سے قبل وضو ٹوٹ گیا تھا۔ یہ مسح چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد نہ کیا ہو صحیح یاد نہیں آیا کہ کس وقت وضو ٹوٹا تھا، غالب گمان ہے کہ ساڑھے سات بجے وضو ٹوٹا ہوگا، دوسرے دن ساڑھے سات بجے کے بعد وضو کیا اور مسح کیا تو اس طرح ۲۴/ گھنٹے سے کچھ زیادہ گذرنے پر یہ مسح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور اس طرح مسح کر کے جو نماز پڑھی وہ ادا ہوگی یا اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲۴/ گھنٹے پورے ہونے پر مدتِ مسح ختم ہوگئی، ضروری ہے کہ خفین اتار کر پیر دھوئے، اگر اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر کے خفین پہن کر از سرِ نو مدت کا اعتبار ہوگا (۱)، لہذا اس نماز کا اعادہ لازمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "(وهو [أي المسح] جائز بسنة مشهورة) .... (لمحدث) .... (على ظاهر خفيه) .... (أو جوربيه) .... (الشخينين) .... (ملبوسين على طهرٍ تامٍ) .... (عند الحدث) .... ثم أحدث، جاز أن يمسح (يوماً وليلةً لمقيم)". (الدر المختار مع تنوير الأبصار).

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: ومعذور فإنه الخ) .... وفي الثلاثة الباقية يمسح في الوقت فقط، فإذا خرج [الوقت] نزع و غسل، كما في البحر .... اهـ". (رد المحتار: ۱/۲۷۱، باب المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۹۵، باب المسح على الخفين، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۷۲، المسح على الخفين، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۲۱، باب المسح على الخفين، رشيديه)

نائلون کے موزے پر مسح کا حکم

سوال [۱۹۶۳]: ہمارے یہاں کشمیر میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے، رات میں درجۂ حرارت زیرو ڈگری ہوجاتا ہے، کیا ایسی حالت میں نائلون کے موزے پر مسح جائز ہے؟ ''تعلیم الاسلام'' میں صرف موٹے اونی، سوتی موزے کا ذکر ہے جن کو پہن کر تین میل چلا جاسکتا ہو۔ نائلون کا موزہ اس شرط کو پورا کرتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو موزہ چمڑے کا نہ ہو لیکن ایسا دبیز ہو کہ اس میں پانی نہ چھنتا ہو اور اس کو پہن کر میل بھر پیدل چلنا بھی دشوار نہ ہو تو ایسے موزے پر بھی مقیم کو ایک دن ایک رات اور مسافر کو تین دن تین رات مسح کرنے کی شرعاً اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱۰/۲۵ھ۔

نائلون کے موزوں پر مسح کا حکم

سوال [۱۹۶۴]: موجودہ دور میں نائلون کے موزے ہر فرد پہنتا ہے، کیا یہ خفین کا درجہ رکھتے ہیں؟ ایک ان میں اعلیٰ قسم کا ہے جن میں قطرۂ ماء تو جذب ہوجاتا ہے مگر تری اندر نہیں جاتی۔ بہر حال اس پر مسح کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) ''أو (جوربيه) ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً، ويثبت على الساق بنفسه، ولا يرى ما تحته ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الغرض''. (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله: ''(قوله: ولو من غزل أو شعر) قال: خرج عنه ما كان من كرباس: وهو الثوب من القطن الأبيض، ويلحق بالكرباس كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والإبريسم ونحوهما.........أقول: الظاهر أنه إذا وُجدت فيه الشروط يجوز، وأنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فيه غالباً الخ''. (رد المحتار: ۲۶۹/۱، باب المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير: ۱۲۱، باب المسح على الخفين، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في فتاوى حقانية: ۲/۵/۱۱۵، نائلون کی جرابوں پر مسح کرنے کا حکم، دار العلوم حقانيه اكوڑه خٹک)

(وكذا في كفاية المفتي: ۳۲۱/۲، دار الإشاعت، كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان میں کوئی پیر کی کھال نظر نہیں آتی اور پانی نہیں چھنتا اور ان کو پہن کر بغیر جوتے وغیرہ پہنے کم از کم ایک فرسخ چلنا ہوسکتا ہے تو ان پر مسح درست ہے ورنہ نہیں:

"(أو جوربیه) ولو من غزل أو شعر (الثخنین) بحیث یمشي فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسه، ولا یُری ماتحته، ولا یشف"۔

"(قوله: ولو من غزل أو شعر) خرج عنه ماکان من کرباس –بالکسر، وهو الثوب من القطن الأبیض– ویلحق بالکرباس کل ماکان من نوع الخیط کالکتان والإبریسم ونحوهما. وتوقف فی وجه عدم جواز المسح علیه إذا وجد فیه الشروط الأربعة التي ذکرها الشارح۔

وأقول: الظاهر أنه إذا وُجدت فیه الشروط یجوز، وأنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فیه غالباً، یدل علیه مافی الکافی للنسفی حیث علل عدم جواز المسح علی الجورب من کرباس بأنه لایمکن تتابع المشی علیه، فإنه یفید أنه لو أمکن، جاز. ویدل علیه أیضاً مافی ط عن الخانیه أن کل ماکان فی معنی الخف فی إدمان المشی علیه وقطع السفر به، ولو من لبدٍ رومی، یجوز المسح علیه". شامی: ۱/۱۷۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے؟

سوال [۱۹۶۵]: جو موزے اونی دبیز موٹے مضبوط اتنے کہ چار میل بغیر جوتہ پہنے چلنے میں نہ پھٹیں ان پر دائمی بیمار جن کو سردی میں پانی سے وضو کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اس کے لئے مسح کرنا درست ہے؟ کیا چمڑے کے موزے کا حاصل کرنا ضروری ہی ہے؟ مسائل صحیح سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو موزے اتنے مضبوط اور دبیز ہوں کہ ان میں پانی نہ چھنتا ہو اور ان کو پہن کر بغیر جوتہ پہنے آپ کی تحریر

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۶۹، باب المسح علی الخفین، سعید)

کے مطابق چار میل چلنے میں نہ پھٹیں، ان پر مسح کی اجازت ہے(۱)، مقیم کے لئے ایک دن ایک رات، مسافر کے لئے تین دن تین رات (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "أما المسح على الجوارب، فلا يخلو: إما أن يكون الجورب رقيقاً.......... وإما إن كان ثخينًا منعلاً، ففي هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف الخ". (الفتاوى التاتار خانية: ۱/۲٦۷، المسح على الخفين، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۲۱، المسح على الخفين، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "فلو تخفف المحدث، ثم خاض الماء فابتل قدماه، ثم تمّم وضوء ه، ثم أحدث، جاز أن يمسح يومًا وليلةً لمقيم، وثلاثة أيام ولياليها لمسافر". (الدر المختار: ۱/۲۷۱، باب المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۳، الباب الخامس في المسح على الخفين، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۹۸، باب المسح على الخفين، رشيديه)

باب الحیض والنفاس وأحکام المعذور

الفصل الأول فی الحیض والنفاس والاستحاضة

(حیض ونفاس اور استحاضہ کا بیان)

حیض کی اقلِ مدت

سوال[۱۹۶۶]: حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے اس سے کم حیض نہیں آتا ہے، لیکن اگر کسی عورت کو مہینہ میں صرف ایک دن اور نصف، ڈیڑھ، یا دو دن آتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، وہ حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

وہ حیض نہیں استحاضہ ہے ایسی عورت ممتدۃ الطہر ہے:

"أقل الحيض ثلاثة أيام و لياليها، و ما نقص من ذلك فهو استحاضة اهـ". هدايه(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۹۳ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۳ھ۔

---

(۱) (الهداية: ۱/۶۲، باب الحيض والاستحاضة، مكتبه شركت علميه)

"وأقله ثلاثة أيام وأكثره عشرة، فما نقص أو زاد استحاضة". (النهر الفائق: ۱/۱۲۹، باب الحيض، امدايه ملتان)

(كذا في الدر المختار: ۱/۲۸۴، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۷۷، باب الحيض، دار الكتب العلميه بيروت)

طہر متخلل

سوال[۱۹۶۷]: صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ ایک عورت کے پہلی بار پیدائش ہوئی اور بیس روز تک نفاس کا خون آتا رہا، بعدازاں انیس روز تک پاک رہی، پھر بیسویں روز خون آیا۔ وہ خون کیسا ہے؟ اور حیض کی عادت تک آتا رہا، حیض یا نفاس؟ نیز درمیان میں جو انیس روز پاکی رہی، اس مدت میں نماز روزہ جماع وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نماز نہیں پڑھ سکتی ہے تو اس کے اوپر قضاء واجب ہوگی یا نہیں، اور اگر پڑھ لی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ نیز اس مدت میں جماع کرے تو کیا حکم ہے؟ اگر یہ صورت رمضان شریف میں پیش آجائے تو اس طہر والی مدت میں روزہ رکھا تو روزہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بیس روز کے بعد جو انیس روز تک طہر رہا تو یہ طہر متخلل ہے جو کہ کالدم المتوالی ہے(۱)، اس میں نماز روزہ، جماع درست نہیں، اگر اس مدت میں رمضان شریف کا روزہ رکھا ہے تو دوبارہ رکھے، اگر نماز نہیں پڑھی تو اس کی قضا لازم نہیں۔ اگر جماع کرلیا ہے تو استغفار کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۱ھ۔

اسقاط کے بعد خون حیض ہے یا نہیں؟

سوال[۱۹۶۸]: ایک عورت کو اسقاط ہوا، حکیموں اور دایہ کی یہ رائے ہے کہ کچھ اسقاط ہوا اور کچھ باقی ہے اور اب تک حکیم اس کو حاملہ بتلاتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں اگر عورت کو خون آئے تو یہ خون حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس کو حمل ہے تو جو خون حالتِ حمل میں آئے وہ حیض نہیں، اگر اسقاط ہوگیا اور اب حمل نہیں اور سقط

---

(۱) "فإن انقطع علی أکثرهما أو قبله فالکل نفاس". (الدر المختار) وقال ابن عابدینؒ: "(قوله: أو قبله): أی وقبل الأکثر، و زاد علی العادة". (رد المحتار: ۱/۳۰۰، باب الحیض، سعید)

"الطهر المتخلل فی الأربعین بین الدمین نفاس عند أبی حنیفةؒ وإن کان خمسة عشر یوماً فصاعداً، وعلیه الفتویٰ". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷، الفصل الثانی فی النفاس، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۱/۳۹۰، باب النفاس، إدارة القرآن کراچی)

کی خلقت ظاہر نہیں ہوئی اور (سقط کے ساتھ) کم از کم تین یوم خون آیا اور اس سے قبل طہر تام تھا تو اس خون کو حیض کہا جائے گا ورنہ استحاضہ:

"فإن لم يظهر له شيء فليس بشيء، والمرئي حيض إن دام ثلاثاً و تقدمه طهر تام وإلا استحاضة اهـ". در مختار۔ "(قوله: والمرئي): أي الدم المرئي مع السقط الذي لم يظهر من خلقه شيء اهـ" شامي: ۲۷۹/۱(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورت کے حق میں ایک دن چوبیس گھنٹے کا ہے

سوال[۱۹۲۹]: کسی عورت کو کبھی دو دن، کبھی تین دن لگاتار حیض آتا ہے اور پھر بالکل ختم ہو جاتا ہے، ایک دو دن کے بعد پھر آتا ہے، کبھی دو تین دفعہ ہو کر، کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ رہ کر رک جاتا ہے، پھر ایک دو دن کے بعد ایک آدھ مرتبہ آکر بند ہو جاتا ہے، یہ مجموعہ سات دن کا ہوا۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا ہے اور کم از کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ سات دن رہتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے، اللہ و رسول کا حکم کیا ہے؟ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چھ دن پورا کر کے غسل کر کے نماز پڑھتی ہے پھر خون آجاتا ہے، اس کیفیت سے سات دن پورے ہوتے ہیں۔ نیز ایک مکمل دن سے کتنے مراد ہے، کیا ۲۴/ گھنٹے مراد ہیں؟ مثلاً کسی عورت کو جمعہ ۱۱/ بجے سے حیض شروع ہوئے تو دوشنبہ کو جب گیارہ بجے تک آئے گا تب پورے تین دن ہوں گے، اگر گیارہ بجے تک آئے تو پورے تین دن سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ عورت سات روز تک حائضہ شمار ہوگی، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے گی۔ ۲۴/ گھنٹہ کا ایک دن

---

(۱) (الدر المختار ۳۰۲/۱، باب الحيض، مطلب في أحوال السقط وأحكامه، سعيد)

"وإن لم يظهر شيء من خلقه فلا نفاس لها، فإن أمكن جعل المرئي حيضاً يجعل حيضاً، وإلا فهو استحاضة". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۷/۱، الفصل الثاني في النفاس، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳۹۴/۱، باب النفاس، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في النهر الفائق: ۱۴۱/۱، باب الحيض، مكتبه امداديه ملتان)

ایک رات ہے۔۱۲/ بجے سے آئندہ دن کے بارہ بجے تک دن رات کو مکمل کہا جائے گا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۳/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۴/۲/۹۱ھ۔

عورت آئسہ کب ہوتی ہے؟

سوال[۱۹۷۰]: ایک حیض والی عورت کا حیض بند ہوگیا، اب کتنی مدت حیض بند رہنے سے بیماری میں آئسہ کا حکم کیا جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک پچپن سال کی عورت آئسہ ہوتی ہے، اتنی مدت کے اندر حیض آنے کی امید رہتی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ ربیع الثانی/ ۵۷ھ۔

---

(۱) "أقله ثلاثة أيام بلياليها الثلاث، فالإضافة لبيان العدد المقدر بالساعات الفلكية لا للاختصاص الخ". (الدر المختار). وقال ابن عابدين: "(قوله: فالإضافة): أي أن إضافة الليالي إلى ضمير الأيام الثلاث لبيان أن المراد مجرد كونها ثلاثاً لا كونها ليالي تلك الأيام، فلو رأته في أول النهار يكمل كل يوم بالليلة المستقبلة، و لذا صرح الشارح بلفظ الثلاث". (ردالمحتار: ۱/۲۸۴، باب الحيض، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۶، باب الحيض والنفاس، رشيديه)

(و كذا في التاتارخانية: ۱/۳۲۴، الحيض، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "لا يحد إياس بمدة الخ، و قيل: يحد بخمسين سنةً، و عليه المعمول، والفتوى في زماننا الخ .... و حده في العدة بخمس و خمسين، قال في الضياء: و عليه الاعتماد". (الدرالمختار: ۱/۳۰۴، مطلب في أحكام الآئسة، سعيد)

(و كذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۹، باب العدة، رشيديه)

(و كذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۲/۱۱۷، الفصل الثامن في العدة، امجد اكيڈمی لاهور)

(و كذا في التاتارخانية: ۱/۳۲۷، الحيض في الحامل الخ، إدارة القرآن كراچی)

حالتِ حیض میں غلط فہمی سے صحبت کی سزا

سوال[۱۹۷۱]: ایک عورت کی حیض کی عادت چار یوم کی تھی، حسبِ معمول چوتھے روز دن کے پانچ بجے حیض بند ہوگیا اور اس روز اس نے غسل بھی کرلیا، اس رات کو تقریباً رات کے ۱۲/ بجے اس کے خاوند نے اس سے ہمبستری کی، صبح معلوم ہوا کہ خون جاری ہے، رات کو تقریباً ہمبستری کرنے کے بعد سے علی ہذا صبح خون پھر بند ہوگیا اور کچھ غلط فہمیوں کی بناپر یہ سمجھتے ہوئے کہ اب گوخون بند ہوگیا ہے، دن کے تقریباً بارہ بجے کے بعد زن وشوہر ہمبستر ہوئے، حالانکہ خون جاری تھا جس کا بعد میں اندازہ ہوا (دونوں کو) اور وہ خون دوسرے روز صبح بند ہوگیا۔ اس صورت میں ان پر کیا سزا شرعی طور پر واجب ہوتی ہے؟ دونوں غریب ہیں اور غلط فہمی اور عدم معلومات کی بناپر یہ فعل ان سے سرزد ہوا، خصوصاً عورت کے اس قول پر کہ خون بند ہوگیا ہے جس کی علامت اس کا غسل کرنا اور باندھی ہوئی پٹی کھول ڈالنا بھی تھا۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اس صورت میں عندالحنفیہ شرعاً کوئی کفارہ، صدقہ وغیرہ واجب نہیں، غلط فہمی کی بناپر جو کچھ ہوگیا توبہ واستغفار کرلیں:

"اختلف العلماء في وجوب الكفارة، فقال الشافعي رحمه الله في أصح قوليه وهو الجديد ومالك وأبوحنيفة رحمهما الله وأحمد رحمه الله في إحدى الروايتين وجماهير السلف: إنه لا كفارة عليه، وعليه أن يستغفر ويتوب اهـ". بذل المجهود: ١٥٨/١ ، باب إتيان الحائض بحالة علم و عمد(١)۔

ایک دینار یا نصف دینار تصدق کرنا مستحب ہے تاکہ آئندہ پوری احتیاط سے کام لیا جائے: "ثم هو أي وطء الحائض كبيرة لو عامداً مختاراً عالماً بالحرمة، لا جاهلاً أو مكرهاً أو ناسياً، فتلزمه التوبة، و يندب تصدقه بدينار أو نصفه اهـ". در مختار(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

---

(١) (بذل المجهود: ١٥٨/١، باب إتيان الحائض، امداديه ملتان)

(٢) (الدر المختار: ٢٩٧/١، باب الحيض، سعيد) .... =

حائضہ سے انتفاع کی صورت

سوال[۱۹۷۲]: اگر مرد اپنی حائضہ بیوی کے مابین السرۃ إلی رکبتیہ کو جبکہ اس پر کپڑا ہو، اپنے عضو سے کپڑا لپیٹ کر مس کرے فرجِ داخل چھوڑ کر اور اس کو انزال ہو جائے تو یہ فعل عند الشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کپڑا درمیان میں حائل ہے تو یہ صورت ممنوع نہیں: "فيجوز الاستمتاع بالسرة و ما فوقها والركبة و ما تحتها و لو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطى و لو تلطخ دماً".

شامی: ۱/ ۱۹٤ (۱) ۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

حائضہ کے ساتھ مضاجعت

سوال[۱۹۷۳]: حیض ونفاس کی حالت میں مرد اپنی عورت کے پاس سوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سوسکتا ہے: قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "يجوز مباشرة الحائض فوق الإزار وإن لزم منه التلطخ بالدم اهـ". شامی: ۱/ ۲۰۷ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۶۱ھ۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ ، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱٤۵، باب الحيض والنفاس ، قديمي)

(۱) (رد المحتار: ۱/ ۲۹۲، باب الحيض ، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض، الباب السادس ، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي ص: ۱٤۵، باب الحيض والنفاس ، قديمي)

(۲) (رد المحتار: ۱/ ۲۹۲، باب الحيض ، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية : ۱/ ۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض، الباب السادس ، رشيديه)

(وتبيين الحقائق: ۱/ ۱٦٤، باب الحيض ، دار الكتب العمليه، بيروت)

بوقتِ ضرورت مباشرتِ حائضہ اور غلبۂ شہوت میں استمناء

سوال[۱۹۷۴]: ۱......جماع کی سخت ضرورت ہو اور منکوحہ حیض میں ہو تو سُرین یا مقامِ دبر کے اوپر رگڑ کر منی اخراج کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ اپنے اوپر مکمل اعتماد ہو کہ مقامِ خاص میں داخل نہ کریں گے، یا کوئی اَور صورت ہو؟

۲......اگر بیوی پاس میں نہ ہو، زید کہیں باہر رہتا ہے یا نکاح نہیں ہوا ہے اور شہوت سے عورتوں پر نظریں پڑتی ہیں، ذہن ودماغ پریشان رہتا ہے، نماز وغیرہ میں بھی خیال منتشر ہوتا ہے۔ اس عمل (استمناء) کو معمول نہ بنائے بلکہ گاہے گاہے زیادہ پریشان ہو تو سکون حاصل کرنے کے لئے ایسا کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......یہ صورت ناجائز ہے، البتہ پنڈلی یا پیٹ یا ہاتھ وغیرہ پر رکھ کر انزال کرنے سے تسکین ہوجائے، معصیت سے بچ جائے تو درست ہے(۱)۔

۲......اگر بغیر اس کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا ظنِ غالب ہو تو زنا سے تحفظ کے لئے ایسا کرلینے سے امید ہے کہ عذاب نہ ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: يعني مابين السرة والركبة) فيجوز الاستمتاع بالسرة و ما فوقها والركبة و ما تحتها و لو بلاحائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطي و لو تلطخ دماً". (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض الباب السادس، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، ص: ۱۴۵، باب الحيض والنفاس، قديمي)

(۲) "وكذا الاستمناء بالكف وإن كره تحريماً لحديث "ناكح اليد ملعون" و لو خاف الزنىٰ يرجى أن لا وبال عليه". (الدر المختار). قال ابن عابدينؒ: "(قوله: و لو خاف الزني) الظاهر أنه غير قيد لو تعين الخلاص من الزنىٰ به، وجب؛ لأنه أخف. و عبارة الفتح: فإن غلبته الشهوة ففعل إرادة تسكينها به، فالرجاء أن لا يعاقب اهـ". (ردالمحتار: ۱/۳۹۹، مطلب في حكم الاستمناء بالكف، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۶۰، جنس آخر في المجامعة و ما في معناها، كتاب الصوم، امجد اكيڈمی)

(وكذا في الدر المنتقى: ۱/۳۶۲، باب موجب الفساد، دار الكتب العلمية بيروت)

5

مباشرتِ حائضہ

سوال[۱۹۷۵]: جماع اور مباشرت میں کیا فرق ہے؟ ''بخاری'' کے باب مباشرة الحائض، ص: ۲۰۷ میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں انھیں دیکھ کر بعض مرشدین نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ جو انسان اپنے نفس پر قابو نہیں پا سکتا وہ حائضہ کی شرمگاہ پر کپڑا رکھ کر خواہش پوری کر سکتا ہے، لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بہشتی زیور'' میں بحوالہ ''درمختار: ۱/۱۹۴'' لکھا ہے کہ ''حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا درست ہے''(۱)۔

علامہ شرنبلالی نے نور الإیضاح، "باب الحیض والنفاس والاستحاضة" میں لکھا ہے کہ:

''حالتِ حیض میں عورت کی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کسی حصہ سے تمتع حاصل کرنا یعنی لذت لینا حرام ہے''۔

لہٰذا مباشرت اور جماع کے معنی کی تشریح فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت بھی فرمائیے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جماع کو تو سب ہی جانتے ہیں اس میں تو کوئی خفا نہیں، مباشرت کے معنی ہیں: ''کھال سے کھال ملانا'' اور کبھی اس سے مراد لیتے ہیں: ''مرد کے عضو خاص کا عورت کے عضو مخصوص سے بحالتِ شہوت بغیر کسی حائل کے ملانا'' جس کو ''مباشرتِ فاحشہ'' بھی کہتے ہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں ہے(۲)۔

حائضہ سے مباشرت کی تین صورتیں ہیں: ایک حرام ہے وہ یہ کہ اس سے جماع یعنی ادخال کیا جائے۔ دوسری صورت جائز ہے وہ یہ کہ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کے حصہ جسم سے استمتاع کیا جائے۔ تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ یہ کہ جماع تو نہ کیا جائے لیکن ناف سے گھٹنوں تک کے حصہ جسم سے استمتاع

---

(۱) (بہشتی زیور، باب بیست و ششم، حیض کے احکام کا بیان، مسئلہ: ۴، ص: ۱۶۸، دار الاشاعت)

(۲) "مباشرة فاحشة و هي مس فرج أو دبر بذكر منتصب بلا حائل يمنع حرارة الجسد". (مراقی الفلاح، ص: ۹۲، نواقض الوضوء، قدیمی)

(كذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۵، الفصل الثالث في الوضوء، امجد اکیڈمی، لاهور)

کیا جائے۔بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے،بعض نے منع کیا ہے،امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں۔اور اوجزا لمسالك شرح موطا امام مالك: ۱/ ۱۳٦ پر تفصیل مذکور ہے(۱)۔

بعض مرشدین کا قول آپ نے نقل کیا ہے آپ خود دیکھ لیں کہ ''بخاری شریف'' کی کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے،حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اس باب میں مذکور ہے:"وأيكم يملك إربه كما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يملك إربه" (۲)۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش پر جیسے قابو یافتہ تھے تم میں سے کون ایسا قابو یافتہ ہے یعنی حالتِ حیض میں ناف سے گھٹنوں تک حصہ جسم کو کپڑے سے مستور کرادیتے تھے پھر ساتھ لیٹتے تھے اور پھر بھی پورے طور سے قابو یافتہ رہتے اور خواہش پوری نہیں کیا کرتے تھے،تم میں کس کو یہ قوتِ ضبط حاصل ہے کہ ایسی حالت میں خواہش پوری نہ کرے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

حالتِ حیض میں وطی

سوال[۱۹۷٦]: اگر کسی آدمی نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی سے وطی کی اور مرد کو کچھ علم نہیں کہ حیض میں ہے یا طہر میں اور اس کی بیوی نے بھی اس بات کا شوہر کو نہیں بتایا،وطی سے فارغ ہونے کے بعد عورت نے پھر اپنے شوہر کو پوری بات بتادی کہ میں حالت حیض میں تھی۔تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرد گناہ کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟نیز اگر عورت حالتِ حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے اپنے شوہر کو وطی کرنے پر اصرار کرے تو مرد کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟نیز عورت کی جانب سے یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر اصرار کو پورا نہ کیا جائے تو کوئی برا فعل

---

(۱) "اعلم أن مباشرة الحائض على ثلثة أنواع: أحدها: المباشرة في الفرج بالوطي، وهو حرام بالنص والإجماع، و مستحله يكفر على الاختلاف فيما بينهم في وجوب الكفارة على من أتاها.......... والثاني: المباشرة بما فوق السرة و دون الركبة باليد أو الذكر وغيره و هو مباح بالإجماع.......... والثالث: الاستمتاع بما بينهما خلا الفرج والدبر، فمختلف فيما بين الأئمة، قال: أحمد و محمد الخ".

(أوجز المسالک: ۱/ ۱۳٦، ما يحل للرجل من امرأته و هي حائض، المكتبة اليحيويه سهارنفور، يوپی هند)

(۲)(الصحيح للبخاری: ۱/ ۴۴، باب مباشرة الحائض، قديمی)

نہ کر بیٹھے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر حالتِ حیض میں مرد نے عدمِ علم کی بنا پر جماع کیا اور عورت کو معلوم ہے تو عورت گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی، نیز اگر عورت حالتِ حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے مرد کو وطی پر مجبور کرے تو مرد کو وطی کرنا ایسی حالت میں بالکل درست نہیں ہے:

"و وطأها في الفرج عالماً بالحرمة عامداً مختاراً كبيرةٌ لا جاهلاً و لا ناسياً و لا مكرهاً". كذا في البحر الرائق: ۱/۱۹۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حالتِ حمل میں وطی

سوال[۱۹۷۷]: حاملہ بیوی سے وطی کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو وضعِ حمل سے کتنے دن پہلے چھوڑ دینا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو حاملہ سے وطی کرنا درست ہے، علاوہ ان ایام کے جبکہ وطی بچہ کو مضر ہو اور اس سلسلے میں حکیم حاذق سے معلوم کرلیا جاوے کہ کب وطی بچہ کو مضر ہوتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حالتِ حیض میں استمتاع

سوال[۱۹۷۸]: زید کی بیوی ایامِ حیض کے اندر ہے، زید قوتِ شہوت کی بنا پر حرام کاری کا قصد

---

(۱) (البحر الرائق: ۱/۳۴۲، باب الحیض، رشیدیه)

(و كذا في رد المحتار: ۱/۲۹۷، باب الحيض، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ، رشيديه)

(۲) حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانوی صاحبؒ لکھتے ہیں: "(حاملہ عورت) میاں کے پاس نہ جائیں خاص کر چوتھے مہینے سے پہلے اور ساتویں کے بعد زیادہ نقصان ہے"۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، حمل کی تدبیروں اور احتیاطوں کا بیان، ص: ۶۲۰، دارالاشاعت، کراچی)

کرنے پر مجبور ہے، ایسی صورت میں زید اپنی بیوی سے ایام حیض میں مباشرت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ اگر کوئی اور صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ حیض میں بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے، حرام کاری تو حرام ہے ہی اس کا کیا پوچھنا۔ ناف سے گھٹنے تک کے علاوہ بقیہ جسم سے استمتاع کی گنجائش ہے(۱)۔ زید کو چاہیئے کہ ایامِ حیض میں صبر کرے، یا روزے رکھے، یا پھر دوسری شادی بھی کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۸۷ھ۔

حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کیسا ہے؟

سوال[۱۹۷۹]: حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکایا ہو کھانا کھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا شرعاً درست ہے(۲) جب کہ وہ پاکی کا اہتمام کرتی ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ۱۱/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی قعدہ/ ۵۷ھ۔

حائضہ ونفساء کا بستر سے الگ رہنا اور رکوع کی حالت میں پاخانہ پیشاب کرنا

سوال[۱۹۸۰]: رکوع کی حالت بنا کر عورتوں کا پائخانہ پیشاب کرنا اور حائضہ عورت کا ناپاکی کی

---

(۱) "فيجوز الاستمتاع بسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائلٍ بغير الوطئ ولو تلطخ دماً". (ردالمحتار: ۱/ ۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/ ۱۶۴، باب الحيض، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۲) "وله أن يقبلها ويضاجعها، ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين أو ماء أو غيرهما، إلا إذا توضأت بقصد القربة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۴۵، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۱/ ۱۴۹، باب الحيض، دارالمعرفة، بيروت)

حالت میں بستر سے علیحدہ رہنا، بے غسل کھانا نہ پکانا، چھوت کے خیال سے جو چھوئے اس پر بھی غسل ضروری ہونا، ناپاکی کی حالت میں کپڑے برتن وغیرہ دھونا ضروری کہنا، بے دھوئے بڑا گناہ کہنا کیسا ہے؟ اس طرح نفساء کو بھی بلکہ اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا حرام پاک ہونے تک سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

رکوع کی حالت بنا کر پیشاب پاخانہ کرنا تو انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا طریقہ ہے، انسان کا طریقہ نہیں۔ حائضہ اور نفساء سے اتنا پرہیز کرنا اور اس کے پکائے ہوئے کھانے اور چھوئے ہوئے کپڑے برتن وغیرہ سے احتراز کرنا اور اس کا بستر علیحدہ کرنا یہ یہود کا طریقہ ہے، اسلام نے اس سے منع کیا ہے، البتہ صحبت وغیرہ جو امور نا جائز ہیں ان سے بچنا ضروری ہے:

”و يـمـنـع الـحيـضُ قـربـانَ زوجهـا مـا تـحت إزارها يعني ما بين سرة و ركبة، فيجوز الاستمتاع بالسرة و ما فوقها، والركبة و ما تحتها و لو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطيء ولو تلطخ . و لا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين أو ماء أو نحوهما، إلا إذا توضأت بقصد القربة كما هو المستحب، فإنه يصير مستعملاً. و في الولوالجية: و لا ينبغي أن يعزل عن فراشها؛ لأن ذلك يشبه فعل اليهود اهـ“. در مختار: ۱/ ۳۰۱(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔

ایامِ حیض میں مناجاتِ مقبول کا پڑھنا

سوال[۱۹۸۱]: مستورات ایامِ حیض میں ”مناجاتِ مقبول“ پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مناجاتِ مقبول میں عربی والی دعاء میں قرآن کی آیت بھی ہوتی ہے، لہٰذا اردو والی منظوم دعائیں

(۱) (رد المحتار: ۱/ ۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۴۵، باب الحيض، قديمي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/ ۱۴۹، باب الحيض، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۲۱۱، باب الحيض، رشيديه)

الگ مجلد کرواکر پڑھنی چاہیے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

کپڑے رومال وغیرہ سے پکڑ کر اردو کی دعائیں پڑھنا درست ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا، کیا پھر بھی غسل واجب ہے؟

سوال[۱۹۸۲]: عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد نفاس نہیں آیا تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قولِ مختار یہ ہے کہ غسل واجب ہے، کذافی رد المحتار: ۱/۱۱۳ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

استحاضہ میں مہینہ کے کن دنوں کو حیض شمار کرے اور کن کو طہر؟

سوال[۱۹۸۳]: ا.....ایک عورت استحاضہ کے مرض میں عرصہ سے مبتلا ہے، خون برابر جاری

---

(۱) ''مناجات مقبول کی عربی دعاؤں میں موجود آیاتِ قرآنیہ دعاء کی نیت سے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ تلاوت کی نیت سے جائز نہیں: ''(قوله: قرأة القرآن بقصده)، فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء و لم تُرِد القرأة، لا بأس به''. (رد المحتار: ۱/۲۹۳، باب الحيض، سعيد)

(كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۱۵۰، باب الحيض، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۷، مطلب: الغسل في أربعة سنة، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) ''و لو ولدت ولم تَرَدماً، لا يجب الغسل عند أبي يوسف .... لكن يجب عليها الوضوء ....

و عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ يجب الغسل، وأكثر المشايخ أخذوا بقوله، و به كان يفتي الصدر الشهيد، هكذا في المحيط. وقال أبو علي الدقاق: و به نأخذ الخ''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷، الفصل الثاني في النفاس، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۲۹۹، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱/۸۲، باب الحيض، دار الكتب العلميه بيروت)

رہتا ہے، مہینہ میں کبھی کبھی دو تین دن کا وقفہ ہوتا، کبھی وہ بھی نہیں ہوتا اور اپنی قدیم عادت بھی اسے یاد نہیں ہے۔

۲......مہینہ کی کن تاریخوں کو وہ طہر شمار کرے اور کن تاریخوں کو حیض سمجھے؟

۳......کن دنوں میں نماز، روزہ، تلاوت کی پابندی کرے اور کن دنوں میں نہ کرے؟

۴......جن دنوں میں اس پر نماز، روزہ فرض ہے اس کی تعیین فرمائیں۔

۵......جن دنوں میں وہ نماز پڑھ سکتی ہے ان دنوں میں وہ وضو کر کے قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہے اور قرآن کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟

۶......طہر اور حیض کے دنوں کی تشریح فرمائیں اور قرآن پاک کی تلاوت کے حکم کو بھی واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......ایسی عورت تحرّی کرے یعنی اگر اس کو اپنی عادتِ قدیمہ یاد نہیں اور لون سے بھی نہیں پہچانتی تو دل پر بہت زور ڈال کر غور کرے اور خوب سوچے اور اللہ سے دعاء بھی کرے۔ پھر جن ایام کے متعلق اس کا دل گواہی دے کہ یہ حیض کے ایام ہیں، ان کو حیض کا زمانہ تصور کرے، ان میں نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، نہ تلاوت کرے، نہ قرآن پاک کو ہاتھ لگائے۔ ان ایام کے علاوہ بقیہ ایام میں یہ سب کام کرے گی، البتہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے گی اور اس وضو سے نماز فرض، سنت، نفل سب کچھ پڑھے گی اور تلاوت بھی کرے گی، قرآن پاک کو ہاتھ بھی لگائے گی (۱)۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور پریشانی دور کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/ ۸/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۸/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "من نسیت عادتها تسمی المحیرة والمضلة" ...... وحاصله أنه تتحری متی ترددت بین حیض ودخول فیه وطهر؟ تتوضأ لکل صلوة .... اهـ". (الدر المختار: ۱/ ۲۸۷، باب الحیض، سعید)

"المعتادة إذا استمرّ دمها، واشتبه علیها کل من عدد أیام الحیض والمکان والدور، تتحری، ومضت علی ما استقر رأیها علیه، وإن لم یکن لها رأی، لا یحکم الخ". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۴۰، الفصل الرابع فی أحکام الحیض والنفاس، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ۱/ ۱۳۷، باب الحیض، امدادیه ملتان)

حیض کا بے وقت آنا

سوال[۱۹۸۴]: اگر کسی خاتون کو ایامِ حیض اس طرح شروع ہوں کہ اول خون کے چند قطرات نمودار ہوں اور پھر اس کے بعد دس دن تک خون بالکل نظر نہ آئے، لیکن دس دن کے بعد پھر حیض کی آمد کثرت سے شروع ہوا اور یہ سلسلہ تقریباً پانچ چھ دن تک جاری رہے تو ایامِ حیض، پاکی اور نماز وغیرہ کے لئے کب سے شمار کئے جائیں گے، مثلاً اگر ۲۱/ جولائی سے قطراتِ حیض برائے نام نمودار ہوں اور پھر ۳۱/ جولائی سے سیلان بکثرت ہوا اور ۴/ اگست تک جاری رہے تو ایامِ حیض کس تاریخ سے کس تاریخ تک شمار کئے جائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اول قطرات نمودار ہوئے پھر دس دن تک کوئی اثر معلوم نہیں ہوا تو یہ چند قطرات حیض میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ یہ دس روز مسلسل پاکی کے شمار ہوں گے، اس کے بعد جب بکثرت سیلان ہوا اور مسلسل پانچ روز تک رہا تو ان پانچ دن کو ایامِ حیض میں شمار کریں گے۔ صورتِ مسئولہ میں ۲۱/ جولائی سے ۳۰/ جولائی تک حیض نہیں، ۳۱/ جولائی سے ۴/ اگست تک ایامِ حیض ہوں گے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
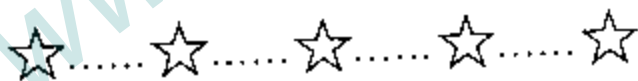
(۱)"هو دمٌ من رحم لا لولادة، وأقله ثلاثة أيام بلياليها الثلاث، وأكثره عشرة بعشرة ليال، والناقص عن أقله والزائد على أكثره الخ". (الدر المختار: ۲۸۴/۱، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱۲۹/۱، باب الحيض، إمداديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۱۵/۱، المطلب الثاني، مدة الحيض والطهر، رشيديه)

الفصل الثانی فی أحکام المعذورین

(معذور کے احکام کا بیان)

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

سوال[۱۹۸۵]: زید کو عارضہ ریح کا ہے یعنی اس کی ریح جلدی جلدی خارج ہوتی رہتی ہے، وضو اس کا قرار نہیں پکڑتا، بعض وقت یا بعض دن ایسا ہوتا ہے کہ وضو ایک گھنٹہ تک قائم رہتا ہے اور بعض روز کئی کئی روز ایسے گزرتے ہیں کہ وضو دس منٹ بلکہ اس سے بھی پہلے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس اخراج ریح کی صورت میں وہ شخص فرض قضاء نمازوں کو کس طرح ادا کرے؟ آیا ایک دفعہ تازہ وضو کر کے تمام دن اسی ایک وضو سے پڑھتا رہے خواہ بیچ میں ریح خارج ہو رہی ہو یعنی وضو نہ رہا ہو؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت اس حالت میں گزر جائے کہ اخراجِ ریح مسلسل رہے یعنی اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ وہ وضو کر کے وقتیہ نماز پوری کر سکے تب تو یہ شخص معذور ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کے لئے اس کے ذمہ وضو ضروری ہے اور اس وضو سے فرض نفل، ادا، قضاء جو دل چاہے پڑھتا رہے، خروجِ ریاح ناقض نہیں ہوگا، وقت خارج ہونا اس کے حق میں ناقضِ وضو ہے، ہر وقت کے لئے علیحدہ وضو ضروری ہے۔

اور یہ شخص معذور رہے گا جب تک کہ کسی ایک نماز کا کامل وقت عذر سے خالی نہ گزر جائے، یعنی معذور رہنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عذر مسلسل رہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر نماز کے کامل وقت میں ایک دو مرتبہ عذر کا تحقق ہو جائے اور جب ایسی حالت آجائے گی کہ کامل وقت ایک مرتبہ بھی عذر سے خالی گذر جائے گا تو یہ شخص معذور نہ رہے گا۔ اور اگر کسی کامل نماز کا وقت ایسا نہیں گزرا کہ اس کو عذر سے خالی رہ کر نماز کا ادا کرنا ممکن ہو، بلکہ اتنی گنجائش مل جاتی ہے کہ ہر وقت میں نماز بلا عذر ادا کر سکتا ہے تو یہ معذور نہیں ہے، خروجِ ریاح اس کے

حق میں ناقضِ وضو ہے، هكذا في حاشية الطحطاوي، ص:٧٦(١) ۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۰/۱۱/۵۶ھ۔

معذور کا غسل اور اس کی امامت

سوال [١٩٨٦]: ایک شخص پر غسلِ جنابت واجب ہے، نمازِ فجر کے پہلے غسل کرنے میں جب کہ سردی بھی شدید ہے بیمار ہونے کا یقین ہے، کیا وہ غسل کا تیمّم کرنے کے بعد وضوء کر کے مکان میں نمازِ فجر ادا کرے، یا مسجد میں جا کر نمازِ فجر ادا کر سکتا ہے، جب کہ وہ اس مسجد کا امام بھی ہے اور اس سے زیادہ لائق شخص موجود بھی نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر پانی گرم کرنے کا انتظام ہے تو پانی گرم کر لیا جائے ورنہ تیمّم کر کے نماز پڑھیں قضاء نہ کریں۔ غسل کے لئے جو تیمّم کیا جائے وہ وضو کے لئے کافی ہوگا۔ اگر وضو مضر نہ ہو تو تیمّم سے پہلے وضو کرلیں۔ تیمّم سے جو نماز ادا کی جائے اس کے لئے ضروری نہیں کہ مکان پر ہی پڑھیں بلکہ مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھیں، جماعت ترک نہ کریں، باجازتِ شرع جو شخص تیمّم کرے وہ امامت بھی کر سکتا ہے:

"أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا مايدفئه".

---

(١) "المستحاضة و من به سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ، يتوضؤن لوقت كل صلاة، و يصلون به في الوقت ما شاء وا من فرض ونفل، و يبطل بخروجه فقط .... والمعذور من لا يمضي عليه وقت صلاة إلا والذي ابتلي به يوجد فيه". (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر: ١/٨٤، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ١/٣٠٥، مطلب في أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٤٠، مما يتصل بذلك أحكام المعذور، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص:١٤٩، باب الحيض والنفاس، قديمی)

درمختار "قال في البحر: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه، لايباح له التيمم إجماعاً الخ". رد المحتار، ص: ۱۵٦(۱)۔

"وترجع المذهب بفعل عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضئون، ولم يأمرهم عليه الصلوٰة والسلام بالإعادة حين علم الخ". ۱/۳٦۳(۲)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ غسلِ جنابت کا جس نے بحکمِ شرع تیمم کیا ہو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

سلسل البول کا حکم

سوال[۱۹۸۷]: ایک شخص جس کا پیشاب پر قابو نہیں، ہر وقت نکلتا رہتا ہے، کسی بھی وقت پاک نہیں رہتا، ہر وقت پیشاب سے کپڑے ناپاک رہتے ہیں، میرے پاس کوئی انتظام بھی نہیں کہ میں ہر وقت کپڑے بدلتا رہوں، کیونکہ نہ تو میرے پاس اتنے کپڑے ہیں اور نہ ہی وسائل، ایسی صورت میں کیا کروں؟ کیا میں ایسی مجبوری میں نماز ادا کرسکتا ہوں؟ اگر آپ اجازت دیں تو کسی صورت میں مسجد میں جا کر یا گھر پر ہی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی حالت میں آپ شرعاً معذور ہیں، ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے نماز ادا کرلیا کریں، پیشاب کی

---

(۱)(الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۲۳۳، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۴۵، نوع آخر في بيان من يجوز له التيمم، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۹، باب التيمم، إمداديه)

(۲)(البحر الرائق: ۱/٦۳٦، كتاب الصلاة، باب الإمامة، رشيديه)

وجہ سے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں (۱)، نہ کپڑے بدلنا لازم ہے (۲)۔ مسجد میں پیشاب نکلنے کا اندیشہ ہو تو مسجد میں نہ جائیں، مکان پر ہی ادا کرلیا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

پیشاب کے بعد جس کو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا؟

سوال [۱۹۸۸]: بعض اوقات روئی نہیں رکھ پاتا ہوں تو کیا میں معذور نہیں ہوں جبکہ تیس چالیس منٹ تک بلا مبالغہ پیشاب میں لگتے ہیں۔ کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، چل کر ہر طرح قطرہ پیشاب نکالتا ہوں اور بعض دفعہ پینتالیس منٹ بھی لگ جاتے ہیں، ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ ۱۵، /۲۰/ منٹ میں فرصت مل جائے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

محض اتنی سی بات سے آپ معذور نہیں، البتہ اگر کسی نماز کا پورا وقت اس حالت میں گزر جائے کہ برابر قطرہ آتا رہے اور اتنی مہلت نہ مل سکے کہ آپ وضو کرکے نماز پڑھ لیں تو آپ معذور ہوجائیں گے، لیکن جب ایسا نہیں بلکہ تیس چالیس منٹ کے بعد آپ مطمئن ہوجاتے ہیں اور قطرہ نہیں آتا تو آپ معذور نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "صاحب عذر مَن به سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة .... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة ولو حكماً .... وحكمه الوضوء لكل فرض، ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً، فإذا خرج الوقت بطل". (الدر المختار: ۱/۳۰۵، مطلب: أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي: ۱۴۸، باب الحيض والنفاس والاستحاضه، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۴۲، المطلب الثامن: وضوء المعذور، رشيديه)

(۲) "وإن سال على ثوبه فوق الدرهم، جاز له أن لا يغسله إن كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها: أي الصلاة". (الدر المختار: ۱/۳۰۶، مطلب: أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۱۶، الفصل الثالث في الوضوء، امجد اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۵۵، مسائل الأصل الثالث، غفاريه)

(۳) "(إن استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ و يصلي فيه =

جس کی منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم

سوال[۱۹۸۹]: زید کو ہر وقت منی آتی رہتی ہے، شروع شروع میں تمام نمازں کے اوقات میں نہیں آتی تھی، لیکن اب تقریباً تمام نمازوں کے اوقات میں آتی رہتی ہے، لیکن نماز کے پورے وقت میں نہیں آتی بلکہ وقت کے کسی حصہ میں آ گئی اور کسی حصہ میں رک گئی اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی بھی چلا جاتا ہے، لیکن وہ وقت بھی مشتبہ رہتا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی گذرے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کو معذور شرعی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسا شخص اسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، کئی کئی مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے؟ جو صورت ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حالات میں یہ شخص شرعاً معذور نہیں، ہر مرتبہ خروجِ منی اس کے حق میں ناقضِ وضو ہے، بدن کو پاک صاف کر کے روئی اندر رکھ لے، اس طرح نماز پڑھ لے، جب روئی پر تری ظاہر ہوگئی تب وضو ٹوٹے گا اور حکم لگایا جائے گا ناقضِ وضو ہونے کا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا

سوال[۱۹۹۰]: ایک شخص ہیں جنہیں پیشاب کی بیماری ہے کہ استنجا کرنے کے بعد کچھ دیر تک

= خالیاً عن الحدث". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۳۰۵، مطلب فی أحکام المعذور، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریہ: ۱/۴۰، مما یتصل بذلک أحکام المعذور، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۱/۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(وکذا فی مراقی الفلاح، ص: ۱۴۹، باب الحیض والنفاس، قدیمی)

(۱) "ینقض لو حشا إحلیله بقطنة وابتل الطرف الظاهر، هذا لو القطنةُ عاليةً أو محاذيةً، وإن متسفلةً عنه لا ینقض". (الدرالمختار: ۱/۱۴۹، نواقض الوضوء، سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی: ۱/۵۶، مسائل الأصل الثالث، غفاریه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۱/۱۷، الفصل الثالث، امجد اکیڈمی، لاهور)

قطرے آتے رہتے ہیں، ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ نماز سے آدھ گھنٹہ پہلے استنجا کرلیا کیجیے، پھر لنگی کو بدل کر دوسری لنگی پہن کر نماز پڑھ لیا کیجیے۔ اگر یہ مسئلہ مولوی صاحب کا صحیح ہے تو اب جو قطرے آئے اس کی وجہ سے عضو کو دوبارہ دھوئے یا نہیں یا صرف لنگی بدل کر نماز پڑھ لے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ شخص شرعاً معذور ہے تو اس کو دوبارہ عضو دھونے کی ضرورت نہیں اور یہ لنگی بدلنا بھی واجب نہیں، بلکہ محض تقلیلِ نجاست کے لئے ہے، اگر وہ شرعاً معذور نہیں تو اس کو عضو دھونا بھی ضروری ہے اور وضو کا اعادہ بھی لازم ہے، محض لنگی بدلنا کافی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

''نظام'' جون/۱۹۶۴ء۔

پیشاب کے بعد قطرہ آنے سے وضو کا حکم

سوال [۱۹۹۱]: مجھے دو سال سے پیشاب کے بارے میں خلل ہوتا آرہا ہے، وہ یہ کہ جب پیشاب کرتا ہوں اور پانی سے صاف کرنے کے بعد دو تین بار، کبھی زیادہ قطرے پیشاب کے نکلتے ہیں لیکن وہ قطرے نکلنے کے بعد پھر دوبارہ پیشاب کو جانے تک نکلتے نہیں، کبھی کبھی پانی کے بغیر کپڑے سے صاف کرے تو قطرے نہیں نکلتے، یہ سلس البول کی طرح نکلتے نہیں بلکہ جب پیشاب کو جاتا ہوں اس کے بعد نکلتا ہے، ایک دن میں دس مرتبہ پیشاب کرنے گیا تو پھر دس مرتبہ ہی وہ قطرے نکلتے ہیں، اس کے لئے کئی علاجوں سے ناکام ہوگیا اور اس وجہ سے اطمینان سے عبادت نہیں کرسکتا ہوں۔

اب جو بات ہے کہ پیشاب کے بعد وضو کرتا ہوں، اس وقت یا وضو سے فارغ ہونے کے بعد نکلتا ہے تو یہ وضو فی المذہب شافعی ادا ہوگئی یا نہیں؟ اور ایک وضو سے کئی فرض کی نماز پڑھ سکتا ہوں اور وقت آنے سے پہلے نماز کے لئے اس حالت میں وضو کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سلس البول نہیں جس کی وجہ سے آدمی شرعی معذور ہوجاتا ہے، اس لئے وضو کے بعد جب پیشاب کا

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''معذور کی تعریف اور اس کا حکم''۔)

قطرہ نکل آئے گا تو وضو باقی نہیں رہے گا دوبارہ وضو کی ضرورت پیش آئے گی، وضو کے بعد جب قطرے نہ آئیں تو اس وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ وقت سے پہلے بھی وضو کر سکتے ہیں، قطرے سے تحفظ کے لئے ڈھیلا یا کپڑا بھی استعمال کر سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۱۹ھ۔

تقاطرِ بول کا حکم

سوال[۱۹۹۲]: بندہ کو مسلسل چھ سال سے تقاطر بول کی شکایت ہے، اکثر تو پیشاب کرنے کے فوراً بعد، یا کچھ دیر بعد، یا کبھی نماز کے اندر، یا وضو کرنے کے وقت پیشاب کے قطرے نکل آتے ہیں، اب جب نماز میں یہ حالت پیش آتی ہے تو بندہ وضو کے لئے جائے گا تو ادھر جماعت ختم ہو جاتی ہے تو اس صورت میں بندہ کیا کرے؟ کبھی پیشاب کی تعداد اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ درہم کی تعداد سے زیادہ ہے۔ بندہ کو کبھی عین درس کی حالت میں یہ بیماری پیش آتی ہے اور درس کے وقت میں وضو کا ہونا ضروری ہے، اگر بندہ وضو کے لئے جائے گا تو سبق فوت ہو جائے گا۔ بندہ اس صورت میں کیا کرے؟

بندہ فی الحال ایک کپڑا استعمال کرتا ہے اور ہر نماز سے پہلے کپڑے کو دھولیتا ہے، پیشاب کر کے وضو کرتا ہوں پیشاب کے قطرے نکلے یا نہیں۔ تو کیا میری نماز صحیح ہوئی یا نہیں، یا بندہ سب کی قضا کرے، کیا بندہ صاحبِ عذر نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ صاحب عذر (شرعی معذور) نہیں ہیں تو جو نمازیں قطرے آنے کی حالت میں یا قطرے

---

(۱) "شرط ثبوت العذر ابتداءً أن يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملاً، وهو الأظهر، كالانقطاع لايثبت مالم يستوعب الوقت كله حتى لو سال دمها في بعض وقت صلاة، فتوضأت وصلت ثم خرج الوقت ودخل وقت صلاة أخرى وانقطع دمها فيه، أعادت تلك الصلاة لعدم الاستيعاب ...... وشرط بقائه أن لا يمضي عليه وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلي به يوجد فيه الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/ ۳۰۵، أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاح، ص: ۱۵۳، ما يبطل به وضوء المعذور، حقانيه)

آنے کے بعد بغیر وضو کئے ناپاک کپڑے سے (جبکہ مقدارِ عفو سے زائد ہو) پڑھی ہوں، ان سب کا اعادہ ضروری ہے(۱)۔ قطرہ آنا آپ کے حق میں ناقضِ وضو ہے، قطرہ کے لئے مستقل کپڑا رکھیں، نماز کے وقت اس کو الگ کر دیا کرے یا نماز کے لئے مستقل لنگی رکھیں، اگر اتفاقاً وہ ناپاک ہوجائے تو پاک کرلیں۔

سبق کے لئے پاک رہنا ضروری نہیں، قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ نہ لگائیں اور ضرورت پیش آئے تو رومال سے پکڑلیں، کتاب میں گنجائش ہے، احتیاط کرنا چاہیں تو کتاب کو بھی رومال سے پکڑلیا کریں، وضو میں سبق کے وقت زحمت ہو اور بغیر وضو کتاب سمجھ میں نہ آئے تو تیمم کی گنجائش ہے، زیادہ تشویش میں نہ پڑیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قطرہ خارج ہونے کا شبہ ہو تو وضو برقرار رہے گا یا نہیں؟

سوال[۱۹۹۳]: اگر کسی کو نماز کے اندر یا نماز سے پہلے پیشاب کے قطرہ آجانیکا شبہ ہوا ہو تو ہر دو صورت میں کیا عمل کرنا چاہیے، آیا وضو ہی رہے گا یا تازہ کرنا پڑھے گا؟ قطرہ کا آنا یقینی معلوم نہیں ہوا کہ آیا یا نہیں، اور اس وقت دیکھ بھی نہیں سکتا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر یہ شخص شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے، جب قطرہ آئے فوراً نیت توڑ دے اور یہ اس وقت ہے کہ قطرہ کا آنا یقین سے معلوم ہوجائے اور محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا، نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ وضو۔ اور شبہ کا علاج یہ ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر پانی کا چھینٹا دے لیا کرے، لیکن اتنا خیال رہے کہ اگر قطرہ آیا تو نماز اور وضو ٹوٹنے کے علاوہ رومالی بھی ناپاک ہوجائے گی۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے جس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہو کہ جس سے وہ باوضو نہ رہ سکتا ہو، اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت ایسا گزر گیا کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوا بلکہ مسلسل پورے وقت میں اس کو یہ عذر

---

(۱) "ولو صلى مع هذا الثوب صلوات ثم ظهر أن النجاسة في الطرف الآخر، يجب عليه إعادة الصلوات التي صلى مع هذا الثوب الخ". (خلاصة الفتاویٰ: ۱/۴۰، الفصل السادس في غسل الثوب والدهن ونحوه، امجد اکیڈمی، لاهور)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۴۲، باب الأنجاس، إمداديه)

لاحق رہا تو وہ شرعاً معذور ہے، اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں ایک دومرتبہ اس کا پایا جانا ضروری ہے، اگر پورے وقت میں ایک دومرتبہ بھی یہ عذر نہیں پایا گیا تو وہ معذور نہیں۔ اور معذور کا حکم یہ ہے کہ اس کو ہر وقت کے لئے مستقل وضو کرنا چاہیئے، ایک وضو سے دو وقت کی نماز جائز نہیں اور اس عذر سے وضو میں نقصان نہیں آئے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

کبھی قطرے آجائیں اور کبھی نہیں تو کیا کیا جائے؟

سوال[۱۹۹۴]: مجھے عارضہ قطرہ کا ہے، کبھی دو دو ماہ برابر آتا رہتا ہے، کبھی دو دو تین تین ماہ نہیں آتا، بعض اوقات اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں، قطرہ کا گمان بھی نہیں ہوتا، لیکن نماز پڑھتے ہوئے قطرہ نکل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا صورت اختیار کرنی چاہیے، آیا نیت توڑ کر وضو کر کے جماعت میں شامل ہوں یا ویسے ہی پڑھتا رہوں اور بعد نماز کپڑے پاک کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر آپ شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی، فوراً نیت توڑ کر وضو کرنا چاہیے، اور کپڑا بھی پاک کرنا چاہیے، اگر شرعاً معذور ہیں تو نماز نہیں ٹوٹی (۲)۔ ''بہشتی زیور'' حصہ اول میں معذور کی تعریف اور احکام دیکھئے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ربیع الاول/ ۵۵ھ۔

اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے

سوال[۱۹۹۵]: ایک شخص کو نماز میں کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ ذکر سے پیشاب کا قطرہ نکل رہا

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''معذور کی تعریف اور اس کا حکم''۔)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''معذور کی تعریف اور اس کا حکم''۔)

(۳) (بهشتی زیور، ص: ۷۴، کتاب الطهارة، معذور کے احکام، مکتبه مدنیه، لاهور)

ہے، مگر یقین حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ نماز کی حالت میں معائنہ کی کوئی شکل نہیں ہے تو کیا یہ شخص محض اس خیال کی وجہ سے نماز کو چھوڑ کر دوبارہ وضو کرلے اور اگر نماز کو جاری رکھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تجربہ ہے کہ یہ صرف متخیل ہے، واقعتاً قطرہ نہیں تو نماز کو توڑنے کی ضرورت نہیں، اگر تجربہ ہے کہ واقعۃً قطرہ ہے تو نماز کو توڑ کر دوبارہ وضو کرکے نماز پڑھے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

قطرہ آنے کے بعد کیا عضو کا دھونا لازم ہے؟

سوال[۱۹۹۶]: ۱...... پیشاب اور استنجا سے فارغ ہونے کے بعد اگر پیشاب کا قطرہ نکلا تو اس کے ایک دو قطرے کی وجہ سے بھی ذکر کا دھونا ضروری ہے، یا بعینہ وضو کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲......ایک شخص کو پیشاب کے قطرے نکلنے کی ایسی شکایت ہے کہ استنجاء بالماء کے بعد وہ احتیاطاً اپنے اِحلیل (ذکر) میں روئی کا ٹکڑا رکھ دیتا ہے، آدھے گھنٹہ کے بعد پیشاب کا قطرہ آنا بند ہوجاتا ہے، مگر اس روئی پر کچھ قطرہ نظر آتا ہے، اب اس کا حال یہ ہے کہ روئی نکالنے کے بعد جب ذکر دھوتا ہے تو اس سے تری لگنے کی وجہ سے پھر قطرہ آنا شروع ہوجاتا ہے۔ تو کیا ایسے آدمی کے لئے اس کی اجازت ہے کہ روئی پر قطرہ نظر آنے کے

---

(۱)"(وینقضه خروج) کل خارج نجس (منه) من المتوضی الحی معتاداً أولا، من السبیلین أولا (إلی ما یطهر) ثم المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظهور". (الدرالمختار).

قال ابن عابدینؒ: "(قوله: مجرد الظهور): أی الظهور المجرده عن السیلان، فلو نزل البول إلی قصبة الذکر لاینقض لعدم ظهوره". (ردالمحتار: ۱/ ۱۳۴، ۱۳۵، نواقض الوضوء، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق: ۱/ ۵۱، نواقض الوضوء، إمدادیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۱/ ۴۵، نواقض الوضوء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

"ولو أیقن بالطهارة وشک بالحدث أو بالعکس، أخذ بالیقین". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/ ۱۵۰، نواقض الوضوء، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۱۳، نواقض الوضوء، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/ ۱۸، الفصل الثالث فی الوضوء، امجد اکیڈمی، لاهور)

باوجود ذکر کو دھوکر......وضو کرکے نماز پڑھ لے؟ کیونکہ جب دھوتا ہے تو پھر قطرہ آنے لگتا ہے اور اگر نہیں دھوتا ہے تو قطرہ نہیں نکلتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......پانی سے پاک کرنا اعلیٰ بات ہے جب کہ وہ قطرہ اس (کے) بدن پر نہ لگا ہو، اگر لگ گیا ہو تو پانی سے پاک کرنے کی تاکید ہے(۱)۔

۲......ایسا آدمی اب پانی سے نہ دھوئے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت

سوال[۱۹۹۷]: اگر کسی عورت کو لیکوریا کی بیماری ہو، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے سفید لیس دار پانی نکلتا رہتا ہو تو کیا اس صورت میں اس کا وضو باقی رہے گا اور کیا وہ اس سے نماز یا قرآن شریف کی تلاوت کرسکتی ہے اور یہ کہ نماز میں مادہ نکل آئے تو کیا اس کو دوبارہ لوٹانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی عورت ایک دفعہ اندازہ کرلے کہ اگر ایک نماز کا پورا وقت اس کو اس مادہ کے جاری ہونے کی حالت میں گذر جائے اور نماز ادا کرنے کی فراغت نہ ملے تو وہ شرعاً معذور ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے، پھر اس وضو سے فرض، سنت، نفل سب کچھ وقت کے اندر پڑھ سکتی ہے، اس مادہ کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، جب وقت ختم ہوکر دوسرا وقت شروع ہوجائے تو دوبارہ وضو کرے:

"تتوضأ المستحاضة ومن به عذر كسلسل البول أو استطلاق بطن وانفلات ريح ورعاف وجرح لا يرقأ لوقت كل فرض، ويصلون به ماشاؤا من الفرائض والنوافل. ويبطل وضوء

---

(۱) "يطهر بدن المصلي وثوبه من النجس الحقيقي بالماء وبكل مائع طاهر مزيل الخ". (مجمع الأنهر: ۱/۸۶، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الهداية: ۱/۷۱، باب الأنجاس وتطهيرها، مكتبه شركة علمية، ملتان)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۴۰، المبحث الثاني، شروط وجوب الطهارة، رشيديه)

المعذورين بخروج الوقت الخ". كذا في مراقي الفلاح(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سیلان الرحم کا حکم

سوال[۱۹۹۸]: اگر کسی عورت کو براہِ فرج سفیدی آتی رہتی ہے، اکثر و بیشتر چلتے پھرتے جب چاہے نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور کپڑا ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ نماز کا وقت باقی نہ رہتا ہو اور بار بار یہ صورت ہوتی ہو تو ادائیگی نماز کس طرح ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ سفیدی ناپاک ہے اس سے وضو بھی دوبارہ کرنا ہوگا اور کپڑا بھی نجس ہوجائے گا، اس لئے کپڑا اندر رکھ لیا جائے، ہاں! اگر اس کی اتنی کثرت ہو کہ ایک نماز کا پورا وقت اس طرح گذر جائے کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے، مسلسل سفیدی آتی رہے، مثلاً مغرب کا پورا وقت ڈیڑھ گھنٹا ہے اتنے وقت میں اس کو چند منٹ بھی سفیدی سے فراغت نہیں ملی کہ وہ وضو کر کے تین رکعت پڑھ سکے تو وہ ایسی حالت میں شرعاً معذور ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کر لے، اسی وضو سے وقت کے اندر فرض، سنت، نفل سب کچھ پڑھ لے، سفیدی آنے سے نہ تجدیدِ وضو کی ضرورت ہوگی نہ کپڑے پر ناپاکی کا حکم لگے گا۔ پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے تو دوبارہ وضو کر لے، پھر جب کسی ایک نماز کا پورا وقت بغیر سفیدی کے گزر جائے گا تو معذوری کا حکم بھی ختم ہوجائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (مراقي الفلاح، ص: ۱۴۸، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، قديمي)

"صاحب عذر من به سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة .... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة ولو حكماً .... وحكمه الوضوء لكل فرض، ثم يُصَلّي به فيه فرضاً ونفلاً، فإذا خرج الوقت بطل". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۳۰۵، مطلب في أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۴۲، المطلب الثامن: وضوء المعذور، رشيديه)

(۲) "ويتوضأ من به سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ لوقت =

کیا کثیرالاحتلام معذور ہے؟

سوال[۱۹۹۹]: زید احتلامِ شدید کے مرض میں مبتلا ہے، تقریباً ہر روز ہی احتلام ہوتا ہے، بدن کے اعتبار سے کمزور اور لاغر ہے، ہر روز سردی کے موسم میں غسل کرنا بہت دشوار ہے، اگر غسل نہ کرے اور نماز پڑھے تو طبعی کراہت محسوس ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں شرعی معذور کا حکم ہوگا یا نہیں؟

"کشف الحاجہ ترجمہ مالابدمنہ" میں ہے کہ:

"اگر کسی نمازی کا سارا بدن اور کپڑا ناپاک ہے اور وہ بے چارہ پانی کے استعمال پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کو اس ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ ستر ڈھانکنے کے بقدر کپڑا میسر نہ ہو"۔

ص: ۱۹ (مالابدمنه، ص: ۲۸، کتاب الطهارة، فصل در تیمم، میر محمد کتب خانه، کراچی)

"مسئله: اگر بدن مصلی یا پارچۂ او نجس باشد وبر استعمالِ آب قادر نباشد، او رانماز بانجاست جائز ست، اگر مبر پارچۂ پاک یصلی بقدر مستر عورت قادر نباشد"۔

اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مالابدمنہ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص بیمار ہے، مثلاً دستوں کا عارضہ ہے، یا اس کو کوئی زخم ہے جس سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے، وہ نہ خود اپنے کپڑوں کو پاک کرسکتا ہے نہ وضو کرسکتا ہے، صاحبِ فراش ہے تو وہ ایسی ہی حالت میں نماز ادا کرے(۱)، یا ایک لنگی مستقلاً نماز کے لئے تجویز کرلیں کہ جب ضرورت

= كل فرض، ويصلون به فرضاً و نفلاً، و يبطل بخروجه فقط، و هذا إذا لم يمض عليهم وقت فرض إلا و ذلك الحدث يوجد فيه الخ". (البحر الرائق: ۱/۳۷۴، باب الحيض، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۱/۳۰۵، مطلب في أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۰، مما يتصل بذلك أحكام المعذور، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، ص: ۱۴۹، باب الحيض، قديمي)

(۱) "ثم قال: مريض مجروح تحته ثياب نجسة، إن كان بحال لايبسط تحته شيئ إلا تنجس من ساعته، له أن يصلي على حاله، وكذا لولم يتنجس الثاني إلا أن يزاد مرضه، له أن يصلي فيه". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۲۰۲، رشيديه)

ہو اور سب کپڑے ناپاک ہوں تو اس کو استعمال کرلیا کریں، بغیر نماز کے اس کو استعمال نہ کریں، مبادا وہ ناپاک ہوجائے، پھر احتلام سے جو نجاست بدن پر لگے اس کو پاک کرلیں (۱)۔ اگر غسل سے مرض پیدا ہوجائے یا مرض میں شدت ہوجائے تو تیمّم کر کے نماز ادا کرلیا کریں (۲) طبعی کراہت کا خیال نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "یجب تطهير ما أصابته النجاسة من بدن أو ثوب أو مكان لقوله تعالى: ﴿وثيابک فطهر﴾ الخ".

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۴۰، المبحث الثاني، شروط وجوب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۲۰، تطهير النجاسات، غفاريه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۰۵، الفصل الثامن في تطهير النجاسات، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "من عجز عن استعمال الماء لبُعده أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك، أولم يجد من توضئه .... أو برد......... أو خوف عدوٍ .... أو عطش......... تيمم لهذه الأعذار كلها". (الدر المختار: ۱/۲۳۲، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۵۷۳، المرض وبطء البرء، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۸، باب التيمم، إمداديه)

باب الأنجاس

الفصل الأول فی الأنجاس وتطهیرها

(نجاست اوراس سے پاکی کابیان)

دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب

سوال[۲۰۰۰]: دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب پاک مانا گیا ہے یا ناپاک یعنی ایسے بچوں کا پیشاب لگے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ناپاک ہے، بغیر پاک کئے نماز درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دودھ پیتے بچے کی قے کا حکم

سوال[۲۰۰۱]: دودھ پیتا بچہ دودھ پینے کے بعد قے کرتا رہتا ہے، اس کی قے منہ بھر کر قے کی تعریف میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر قے جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وبول غیر مأکول و لو من صغیرٍ لم یطعم .... اهـ". (الدرالمختار). (قوله: لم یطعم) -بفتح الیاء-: أی لا یأکل، فلا بد من غسله الخ". (ردالمحتار: ۱/۳۱۸، باب الأنجاس، سعید)

"فالغلیظة کخمر .... بول ما لا یؤکل لحمه کالآدمی ولو رضیعاً". (مراقی الفلاح). قال الطحطاوی: "(قوله: و لو رضیعاً) لم یطعم، سواء کان ذکراً أو أنثی". (حاشیة الطحطاوی، ص: ۱۵۴، باب الأنجاس، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریه: ۱/۴۶، الفصل الثانی فی الأعیان النجسة، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

چھوٹا بچہ جب قے کرے تو اس کے منہ کا اعتبار ہوگا، اگر منہ بھر کر کرے تو اس کا وہی حکم ہوگا جو بڑے آدمی کی منہ بھر کر قے کا ہے، جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو وہ ناپاک ہے اس کا پاک کرنا ضروری ہے، اگر وہ مقدارِ درہم ہو تو نماز سے پہلے اس کو پاک کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دودھ میں چوہا گر کر تیرنے لگا

سوال[۲۰۰۲]: اگر پانچ کلو دودھ کے بھرے برتن میں ایک چوہا گر جائے اور تیر گیا ہو اور اس کو زندہ نکال کر پھینک دیا جائے تو وہ دودھ پاک ہوگا یا ناپاک؟ اور ایسا دودھ اگر کوئی مسلم دوکاندار مسلمانوں کو چائے میں استعمال کروادے تو اس کے لئے شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس سے وہ دودھ نجس نہیں ہوا، اس کا استعمال کرنا اور فروخت کرنا سب درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۹۳ھ۔

---

(۱) "و ینقضہ قیئٌ مَلأ فاہ بأن یضبط بتکلف من مُرّة أو علق أو طعام أو ماء إذا وصل إلی معدتہ وإن لم یستقر، وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعة ارتضاعہ، ھو الصحیح لمخالطة النجاسة". (الدرالمختار: ۱/۱۳۷، نواقض الوضوء، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۱۲۹، نواقض الوضوء، سھیل اکیڈمی، لاھور)

(۲) "إذا وقعت فی البیر .... إن کان الواقع فارة أو نحوھا کالعصفور ونحوہ، لا یخلو: إما إن أخرج حیاً أو میتاً، و بعد الموت تفسخ أو لا، إن أخرج حیاً لا یتنجس الماء أیّ حیوان وقع، إلا الکلب والخنزیر الخ". (خلاصة الفتاویٰ: ۱/۱۰، جنس آخر فی مسائل البیر، امجد اکیڈمی، لاھور)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۱۹، الثالث: ماء الآبار، رشیدیہ)

"فارة وقعت فی البئر، أو عصفورة أو دجاجة أو شاة أو سنور، و أخرجت منھا حیةً، لا ینجس الماء و لا یجب نزح شیء منھا استحساناً۔ الخ". (النھرالفائق: ۱/۸۷، فصل فی الآبار، إمدادیہ ملتان)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۱/۱۸۳، نوع آخر فی ماء الآبار، إدارة القرآن کراچی)

چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں ملی تو اس کا حکم

سوال[۲۰۰۳]: چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں نکل آئے تو چاول کھایا جائے یا پھینک دیا جائے، چوہے کی مینگنی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مینگنی سالم ہے تو اس کے پاس والے چاول (دو چار دانے) کے علاوہ سب کھانا درست ہے، احتیاطًا پاس والے چاول الگ کردئے جائیں، کذا فی رسم المفتی(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوہے کی مینگنی کھانے میں

سوال[۲۰۰۴]: چوہے کی مینگنی کھانے کے ساتھ پکی ہوئے پائی جائے تو اس سالن کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مینگنی موجود ہے، اس کو نکال کر پھینک دیں اور کھانا وغیرہ کھالیں جب کہ وہ سخت ہو، اگر نرم ہوکر گھل گئی ہو تو نہ کھائیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال العلامہ الحلبی: "لو وقع بعر الفارة فی الحنطة، فطحنت، حیث لا ینجس مالم یظهر أثره فی الدقیق؛ إذ الضرورة هناک أشد، حتی إن کثیراً ما یفرخ فیها، والاحتراز عنه متعذر ...... والاحتراز عنه ممکن فی الماء، غیر ممکن فی الطعام والثیاب، فیعفی عنه فیهما الخ". (الحلبی الکبیر، ص: ۱۵۰، فصل فی الأنجاس، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(وکذا فی ردالمحتار: ۱/۳۱۹، مبحث فی بول الفارة وبعرها، سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی: ۱/۲۱۱، الفصل السابع فی النجاسات وأحکامها، غفاریه کوئٹه)

(۲) "خبز وُجد فی خلاله خرء فارة، فإن کان الخرء صلباً، رمی به وأکل الخبز". (الدرالمختار). وقال ابن عابدین: "(قوله: إن کان الخرء صلباً): أی یابساً. زاد فی مختارات النوازل: وإن کان متفتاً مالم یتغیر طعمه یؤکل أیضاً" (ردالمحتار، کتاب الخنثی: ۶/۷۳۲، سعید) =

تیل، دودھ اور دہی میں مینگنی کا حکم

سوال[۲۰۰۵]: تیل، دودھ، دہی، میں اگر چوہے کی مینگنی پائی جائے تو کیا تیل ناپاک ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس کا رنگ یا ذائقہ اس دودھ وغیرہ میں ظاہر نہ ہو تو پاک ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چمار کا دوہا ہوا دودھ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال[۲۰۰۶]: ایک شخص چمار جو کہ کاشت کار ہے اس کے یہاں دو بھینسیں ہیں، اس کا لڑکا ہاتھ دھو کر مسلمان کے برتن میں دودھ نکالتا ہے اور ایک شخص ہندو ہاتھ دھو کر تمام گاؤں کا دودھ لیتا ہے اور باڑتا (وزن کرتا) ہے۔ چند مسلمان اور ہندو اعتراض کرتے ہیں کہ چمار کے یہاں کا دودھ لینا ٹھیک نہیں اور ہندو کے ہاتھ کا دودھ جائز ہے۔ لہٰذا تشریح کر دیجئے تا کہ اہلِ دیہہ کو فتویٰ دکھا کر تسلی کر دی جائے۔

= "وكذا بعر الفارة إذا وقع في الدهن: لا يفسده إذا كان قليلاً بحيث لا يظهر طعمه و لا ريحه فيه لعموم البلوى .... مالو وقع بعر الفارة في الحنطة، فطحنت حيث لا ينجس ما لم يظهر أثره في الدقيق؛ إذ الضرورة هناك أشد، حتى أن كثيراً ما يفرح فيها، والاحتراز عنه متعذر. الخ". (الحلبي الكبير، ص: ١٥٠، باب الأنجاس، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ٢٨٩/١، الفصل السابع في النجاسات الخ، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ٢٨/١، باب الأنجاس، رشيديه)

(١) "ولا يفسد خرء الفارة الدهن والماء والحنطة للضرورة، إلا إذا ظهر طعمه أو لونه في الدهن ونحوه، لفحشه وإمكان التحرز عنه حينئذٍ". (الدرالمختار). وقال ابن عابدينؒ: "وفي القهستاني عن المحيط: خرء الفارة لايفسد الدهن والحنطة المطحونة مالم يتغير طعمها. قال أبو الليث: وبه نأخذ".

(ردالمحتار، كتاب الخنثى: ٧٣٢/٦، سعيد)

(وكذا في غنية المستملي(الحلبي الكبير)، ص: ١٥٠، باب الأنجاس، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ٢٨٩/١، الفصل السابع في النجاسات الخ، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٢٨/١، باب الأنجاس، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اپنے سامنے کسی غیر مسلم کے ہاتھ پاک کرادے تو وہ پاک ہوں گے۔ مسلمان کا برتن بھی پاک، اس کے ہاتھ بھی پاک تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ اگر اس کے ہاتھ پاک نہ کرائے تو چونکہ چمار اکثر نجاست میں ملوث رہتے ہیں، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ بھی نجس ہوں گے، اس سے احتیاط بہتر ہے، اگر چہ قطعی حکم ناپاکی کا اس وقت بھی نہیں لگایا جاسکتا جب تک کسی معتبر طریقہ سے خواہ دیکھ کر، یا کسی معتبر شخص کے بتانے سے پختہ علم نہ ہوجائے (۱)۔ تاہم اگر مسلمان نکالنے والا ملے تو اس کو ہندو چمار وغیرہ سب پر ترجیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور م۳/۱۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی الحجہ/ ۵۵ھ۔

شیرہ سے کتے نے چاٹ لیا اس کا حکم

سوال [۲۰۰۷]: ایک برتن میں گڑ تھا جس کے اوپر شیرہ تھا، ایک کتے نے اس کے اندر منہ ڈال کر اس میں سے کچھ شیرہ کھالیا۔ پس اس گڑ کا کیا حکم ہے، اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ شیرہ منجمد ہے تو اوپر سے جس جگہ سے کتے نے کھایا ہے تھوڑا اپھینک دیا جاوے باقی سب پاک ہے اور اگر شیرہ منجمد نہیں بلکہ سائل ہے تو وہ سب ناپاک ہوگیا اور اس کے اتصال کی وجہ سے گڑ بھی ناپاک ہوگیا۔ اس کو پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کے برابر اس میں پانی ڈالا جاوے اور خوب ہلا کر جوش دے لیا جاوے حتی کہ پانی اور گڑ دونوں ممتاز ہوجائیں، پھر اس پانی کو پھینک کر اتنا ہی پانی ڈال دیا جائے، غرض اسی طرح تین

---

(۱) "من شک فی إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أم لا، فهو طاهر ما لم يستيقن، و كذا الآبار والحياض التي يستقي منها الصغار و الكبار والمسلمون و الكفار، و كذالك السمن والجبن الأطعمة التي يتخذها أهل الشرك والبطالة الخ". (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱/۱۴۲، نوع فی مسائل الشک، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/۱۵۱ نواقض الوضو، سعید)

مرتبہ جوش دینے سے پاک ہوجاوے گا، کذا فی نفع المفتی والسائل، ص: ٤٦(١)، و ردالمحتار: ١/٣٤٥(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۵/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۶/محرم/۵۴ھ۔

ناپاک شیرہ کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۰۸]: ایک مکان کے اندر شیرہ رکھا ہوا تھا، اس میں چوہا گر کر مر گیا تھا تو شیرہ نجس ہوگیا، اس کی طہارت کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شیرہ اتنا پتلا (رقیق) ہے کہ چوہا مرنے سے اس کے نجس اجزا اس میں شامل ہوگئے ہیں تو وہ نجس ہوگیا، اس کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ شیرہ کے برابر پانی ملا کر پکایا جائے تاکہ پانی جل جائے، شیرہ باقی رہ جائے، پھر اسی طرح پانی ملا کر پکایا جائے، تین دفعہ کے بعد وہ پاک ہوجائے گا۔

اگر شیرہ اتنا پتلا نہیں تھا بلکہ گاڑھا (غلیظ) تھا کہ نجس اجزا اس میں نہیں تھے تو جس جگہ گر کر مرا ہے وہاں سے کچھ شیرہ نکال کر جدا کر دیا جائے، باقی پاک ہے(٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۹ھ۔

---

(١) (نفع المفتی والسائل ص: ١٤٥، كتاب الأنجاس ومايتعلق بها، المطهر الحادی عشر، دار ابن حزم، بيروت)

(٢) "و يطهر لبن و عسل و دهن و دبس يغلى ثلاثاً". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "لو تنجس العسل، فتطهيره أن يصب فيه ماء بقدره، فيغلى حتى يعود إلى مكانه، هكذا ثلاث مرات". (ردالمحتار: ١/٣٣٤، مطلب في تطهير الدهن والعسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٤٢، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ١/٩١، باب الأنجاس، دارالكتب العلميه، بيروت)

(٣) قال العلامة الحصكفيؒ: "و يطهر لبن و عسل و دهن و دبس يغلى ثلاثاً". (الدرالمختار).

قال ابن عابدينؒ: "لو تنجس العسل، فتطهيره أن يصب فيه ماء بقدره، فيغلى حتى يعود إلى =

سوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک؟

سوال[۲۰۰۹]: سُوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوکھا کتا اگر کپڑے یا بدن سے لگ جائے تو ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا گاہتے وقت بیل کا غلہ پر پیشاب کرنے سے غلہ ناپاک ہوجائے گا؟

سوال[۲۰۱۰]: غلہ گاہنے کے وقت یعنی جب اس پر بیلوں کو چلاتے ہیں، اگر بیل غلہ پر پیشاب کردے تو غلہ ناپاک ہوجائے گا یا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ناپاک ہوجائے گا، لیکن اگر اس کو شرکاء آپس میں تقسیم کرلیں، یا اس میں سے کچھ صدقہ کردیں، یا کچھ پاک کرلیں، یا کچھ فروخت کردیں تو بقیہ پاک سمجھا جائے گا، شامی: ۲۱۸/۱ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= مكانه، هكذا ثلاث مرات". (ردالمحتار: ۳۳۴/۱، مطلب في تطهير الدهن والعسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۲/۱، باب الأنجاس، الفصل الاول في تطهير الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۹۱/۱، باب الأنجاس، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۱) "الكلب إذا أخذ عضوا إنسان أو ثيابه إن أخذ في حالة الغضب، لا يجب غسله .... لا يتنجس ما لم ير البلل سواء كان الكلب راضياً أو غضبان". (التاتارخانية: ۲۹۶/۱، معرفة النجاسات، إدارة القرآن)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۹۳، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمی، لاهور)

"إذا نام الكلب على حصير المسجد إن كان يابساً، لا يتنجس". (فتاوىٰ قاضي خان: ۲۱/۱، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب الخ" رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲۹۶/۱، الطهارة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "كما لو بال حُمرٌ على حنطةٍ تدوسها، قسّم أوغسل بعضه أو ذهب بهبة أو أكل أو بيع، حيث يطهر الباقي، وكذا الذاهب، لاحتمال وقوع النجس في كل طرف كمسألة الثوب". (رد المحتار: ۳۲۸/۱، باب الأنجاس، سعيد) =

نجس پانی سے پکی ہوئی روٹی یا دال کا حکم

سوال[۲۰۱۱]: اگر نجس پانی میں روٹی یا دال پکائی تو کیا وہ پاک ہوسکتی ہے اور کس طرح ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوہا کنویں میں پھول گیا اس سے کھانا پکایا گیا

سوال[۲۰۱۲]: ایک چوہا کنویں میں مرگیا اور پھول گیا، اس کے بعد اس پانی سے کھانا پکایا گیا۔ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چوہے کا مرنا سب کے علم میں تھا، پھر کھانا پکایا گیا۔

قطب الدین سیتاپوری، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب معلوم ہے کہ اس کنویں میں چوہا گر کر مرگیا اور پھول گیا، تو پھر بھی اس کنویں سے پانی لے کر کھانا پکایا گیا تو وہ کھانا نجس ہے اس کا کھانا جائز نہیں:

"ویحکم بنجاستها مغلظة من وقت الوقوع إن علم". (در مختار)۔

"(قوله: مغلظة) لصفة النجاسة، وقد مرّ من أن التخفيف لا يظهر أثره في الماء".

شامي: ۱/۱۷۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۹ھ۔

= (وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۹۲، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وکذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۰۵، فروع الأنجاس، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "وفي التجنيس: حنطة طبخت في خمر، لاتطهر أبداً". (ردالمحتار: ۱/۲۱۲، سعيد)

(وکذا في الحلبي الكبير، فصل في البير، ص: ۱۲۴، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وکذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۸، مسائل الآبار، قديمي)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۱۸، فصل في البئر، سعيد) .... =

کنویں کے ناپاک پانی آنے سے حمام کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۱۳]: (الف) کنواں نجس ہوگیا، اس کا پانی حمام میں گیا، لوٹوں سے بھی وضو کیا گیا، مسجد کے بوریوں پر بھی پہونچا اور وہ پانی یقیناً نجاست کے وقت کا ہے تو یہ سب اشیاء ناپاک ہوگئیں یا نہیں؟

(ب) اور کس طرح پاک ہوں، خصوصاً تطہیرِ حمام کا طریقہ ضرور تحریر کیا جائے؟

(ج) اگر کچھ روز تک پانی حمام میں ٹھہرا رہے اور برتن کے ذریعہ سے پانی نکالتے رہیں، لیکن ایسا کہیں نہیں ہوا کہ سارا پانی نکال کر خشک کیا گیا، بلکہ دو چار چلّو پانی ہمیشہ باقی رہ جاتا ہے تو لوٹے اور حمام اور نکالنے کا برتن پاک ہوگیا یا نہیں؟

(د) نیز حمام کی اینٹوں اور گتری ہوئی دیگ کی تطہیر میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

(الف، ب) اگر نجاستِ بیر کے علم ہونے کے بعد نجس پانی بھرا اور استعمال کیا گیا تو یہ سب چیزیں ناپاک ہوگئیں، ہر شی پر تین دفعہ پانی بہا دیا جائے، بس پاک ہو جائیں گی۔ جو شی نچوڑی جاسکے نچوڑ دی جائے، ورنہ خشک کردی جائے (۱)۔

حمام کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں پانی بھر کر نکال دیا جائے جو ایک دو چلو باقی رہے اس کو کسی کپڑے سے صاف کردیا جائے، اگر حمام میں صاف کرنے کا راستہ نہ ہو تو اتنا توقف کیا جائے کہ وہ خشک

= (وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۱، فصل في الآبار، مكتبه امداديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۴۲۶، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "فإن دخل الماء من جانب (حوض صغير كان قد يتنجس ماءه) و خرج من جانب، قال أبو بكر الأعمش: لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه ثلث مرات (فيكون ذلك غسلاً له) كالقصعة حيث تغسل إذا تنجست ثلث مرات. و قال غيره: لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه مرةً واحدةً الخ".

(الحلبي الكبير، ص: ۱۰۱، فصل في الحياض، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۴۳، الطهارة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۹۵، مطلب: يطهر الحوض بمجرد الجريان، سعيد)

ہوجائے، اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے حمام پاک ہوجائے گا، اگر اتنا توقف کرنے میں دشواری ہوتو اس قدر پانی بھراجائے جس سے پہلا پانی بالیقین نکل جائے، جب تین مرتبہ پانی بالکل نکل جانے کا یقین ہوجائے اور یہ چار مرتبہ پانی بھرنے سے ہوگا تو حمام پاک ہوجائے گا۔

(ج) پہلی مرتبہ کا پانی دوسری مرتبہ بھر کر نکالنے سے نکل جاتا ہے اور دوسری مرتبہ کا رہا ہوا تیسری مرتبہ نکل جاتا ہے اور تیسری مرتبہ کا چوتھی مرتبہ، اس کے بعد بالکل پاک ہوجاتا ہے (۱)۔ اس سے قبل جن لوٹوں اور برتنوں سے پانی نکالا ہے ان کو پاک کرلیا جائے، یہی احوط ہے۔

(د) دونوں کا حکم ایک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اُپلوں سے روٹی پکانا

سوال [۲۰۱۴]: دیہاتوں میں اپلوں سے روٹی پکتی ہے، روٹی اپلوں سے مس بھی ہوتی ہے، تو کیا روٹی ناپاک ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روٹی سینکتے وقت اپلے سے لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگی، اپلہ خشک ہے (۲)، اس کا اثر روٹی پر نہیں آیا، روٹی کی تری نے اس کی نجاست کو جذب نہیں کیا، آگ کی گرمی مانع رہی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۳ھ۔

---

(۱) "يطهر الكل تبعاً". (الدرالمختار). "(قوله: يطهر الكل): أي من الدلو والرشاء والبكرة و يد المستقي تبعاً؛ لأن نجاسة هذه الأشياء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها للحرج". (ردالمحتار: ۱/۲۲۴، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۱۵، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(۲) "اپلہ: گوبر، ایندھن کے لئے گوبر کے سکھاتے ہوئے لڑے۔ تھاپی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۵، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "وإذا سعرت المرأة التنور، ثم سبحته بخرقة مبتلة نجسة، ثم خبزت فيه، فإن كانت حرارة النار أكلت بلّة الماء قبل إلصاق الخبز بالتنور، لايتنجس الخبز". (التاتارخانية: ۱/۳۱۶، تطهير النجاسات، إدارة القرآن) =

راستوں کی کیچڑ کا حکم

سوال[۲۰۱۵] : راستوں کی کیچڑ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر یہ کیچڑ بارش کے پانی سے پیدا ہوا اور اس میں نجاست غلاظت محسوس نہ ہو تو یہ پاک ہے، شامی: ۲۱۶/۱(۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کافر کا جھوٹا پانی پینا

سوال[۲۰۱۶] : کیا کافر شخص کا جھوٹا پانی پینا- کراہیت یا بلا کراہیت کے ساتھ- جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس کے منہ میں شراب یا حرام گوشت وغیرہ کی نجاست نہ ہو تو اس کا جھوٹا پانی پاک ہے، ناپاک نہیں، مگر ایسے لوگوں کے ساتھ بلا ضرورت کھانا پینا اور میل ملاپ رکھنا مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

=(وكذا في المحيط البرهاني: ۲۳۱/۱، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۴/۱، الفصل السابع في النجاسة، رشيديه)

(۱) "(قوله: و طين شارع) و في الفيض: طين الشوارع عفو وإن ملأ الشرب، للضرورة، و لو مختلطاً بالعزرات، و تجوز الصلاة معه .... والعفو مقيد بما إذا لم يظهر فيه أثر النجاسة الخ". (ردالمحتار: ۳۲۴/۱، مطلب في العفو عن طين الشارع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۳/۱ الباب السابع في النجاسة وأحكامها، رشيديه)

(۲) "فسور الآدمي مطلقاً –ولو كان جنباً أو كافراً– طاهرِ الفم طاهرٌ طهورٌ بلا كراهة". (رد المحتار: ۲۲۲/۱، مطلب في السؤر، سعيد)

(وكذا في غنية المستملي شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي الكبير، ص: ۱۶۶، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲۳/۱، مما يتصل بذلك، رشيديه)

استنجے کی چھینٹ کا حکم

سوال[۲۰۱۷]: بدن کا کوئی عضو پاک کرنے میں کسی دوسرے عضو کی طرف پانی کی چھینٹیں چلے جانے سے کیا دوسرا عضو بھی پاک کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر نجاست سے مخلوط ہوکر چھینٹیں دوسرے عضو پر جائیں تو اس کو بھی پاک کرنا ہوگا، ورنہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی۔

منی وغیرہ کو ڈھیلے سے پاک کرنا

سوال[۲۰۱۸]: پیشاب میں دھات یا بعد پیشاب کے منی کے قطرہ کا خروج ہونا بسبب قبض کی بیماری کے، اس حالت میں بھی کیا استنجا مٹی کے ڈھیلے سے کافی ہوجائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب نجاست کا اثر نہیں رہا تو جس طرح پیشاب پاخانہ کے بعد ڈھیلے سے استنجا کا حکم ہے، اسی طرح اس کا بھی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "قال محمد: و هو طاهر، فإن أصاب ذلك الماء ثوباً، إن كان ماء الاستنجاء و أصابه أكثر من قدر الدرهم، لا تجوز فيه الصلوة". (فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۱۵، فصل في الاستنجاء، رشيديه)

(و كذا في التاتارخانية: ۱/۱۷۱، المياه، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) قال ابن عابدين: "(قوله: و نجس خارج الخ) و لو غير معتاد كدم أو قيح خرج من أحد السبيلين، فيطهر بالحجارة على الصحيح، زيلعي". (رد المحتار: ۱/۳۳۶، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

ناپاک انگلی کو چاٹنے سے پاکی کا حکم

سوال[۲۰۱۹]: ایک مسئلہ جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''بہشتی زیور'' میں مسائل کے بیان میں فرمایا ہے کہ: ''اگر انگلی میں کوئی نجاست لگ جائے تو اسے تین مرتبہ چاٹ لینے سے وہ پاک ہوجاتی ہے، لیکن چاٹنا منع ہے''۔

اس مسئلہ میں ایک رضا خانی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ نجاست میں سے تو پیشاب پاخانہ بھی ہے تو اگر یہ بھی انگلی میں لگ جائے تو چاٹ لینے سے پاک ہوجائے گا، تو اس میں دو خرابی پائی گئی: اولاً یہ کہ انگلی پاک کرنے کے لئے منہ کو ناپاک کیا گیا اور ثانیاً یہ کہ پاخانہ وغیرہ کو کھانے کی ترکیب بتائی جارہی ہے یعنی اس میں پاخانہ کا کھانا پایا گیا اور ان کا کہنا یہ ہے کہ مناسب ترکیب تو یہ تھی کہ لعاب کو انگلی پر گرا کر کسی چیز سے انگلی کو صاف (پونچھ) کردیا جائے تو کیا ان کا یہ اعتراض بجا ہے؟ اگر بجا ہے تو پھر صحیح تر مسئلہ کیا ہے؟

اگر ''بہشتی زیور'' میں تحریر کردہ مسئلہ اپنی جگہ پر صحیح ہے تو پھر ان معترضین کا جواب کیا دیں جب کہ معترض صاحب کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ آپ حدیث وقرآن وفقہ میں سے کسی کے اندر یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے، اگر کسی کتاب میں ہو تو اس کا حوالہ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''بہشتی زیور'' میں جب صاف لفظوں میں موجود ہے ''لیکن ایسا کرنا منع ہے'' تو پھر معترض کا یہ کہنا کہ ''پاخانہ وغیرہ کھانے کی ترکیب بتائی گئی ہے'' یہ اس کی کج دماغی اور غوایت ہے کہ منع کرنے کو بھی ''ترکیب بتانا'' کہہ رہا ہے ایسے دماغ کو دراصل مسئلہ سمجھنے میں غلطی نہیں ہوتی بلکہ ان کو صحیح بات کا بھی مطلب بتلا کر گمراہ کیا کرتا ہے، اس مسئلہ کی دلیل کتبِ فقہ میں موجود ہے: ''إذا أصاب الخمر يده، فلمسه ثلاث مرات تطهره بريقه كما يطهر فمه بريقه الخ''. منيه، ص: ٦٢(١)۔ ''والصبي إذا بال على ثدي الأم ثم، مص الثدي

---

(١) ''إذا أصابت النجاسة بعض أعضائه ولحسها بلسانه، حتى ذهب أثرها، يطهر، وكذا السكين إذا تنجس، فلحسه بلسانه أو مسحه بريقه، ولو لحس الثوب بلسانه حتى ذهب الأثر، فقد طهر''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٤٥، مما يتصل بذلك مسائل، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ١/٢٢، فصل في النجاسة الخ، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ١/٢٣٠، الفصل السابع في النجاسات، غفاريه)

مراراً، یطهر، کذا فی فتاوی قاضی خان الخ". فتاوی عالمگیری، ص: ۲۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناپاک شہد کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۲۰]: شہد کو پاک کرنے کا طریقہ بہشتی زیور میں یہ لکھا ہے کہ "شہد میں برابر کا پانی ڈال کر اس قدر پکایا جائے کہ پانی جوڈالا گیا ہے وہ جل جائے، تین مرتبہ ایسا ہی کیا جائے"۔ لیکن سوال یہ ہے کہ شہد پانی میں ملانے اور پکانے کے بعد شہد نہیں رہتا بلکہ دوا بن جاتا ہے، اس لئے عرض یہ ہے کہ شہد کو شہد باقی رکھتے ہوئے کس طرح پاک کیا جائے کہ اس کی ماہیت تبدیل نہ ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شہد سیال ہے منجمد نہیں تو اس میں اس کے برابر پانی ملا کر خوب ہلایا جائے، پھر جب شہد پانی سے ممتاز ہو جائے تو پانی گرادیا جائے، تین دفعہ اس طرح کرنے سے بھی ناپاک شہد پاک ہو جائے گا(۲)۔ اگر شہد منجمد ہو تو پہلے اسے سیال بنالیا جائے، پھر طریقہ مذکورہ پر پاک کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)(الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۵، الباب السابع فی النجاسة، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۲۳، فصل فی النجاسة الخ، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار: ۱/۳۰۹، باب الأنجاس، سعید)

(۲) قال العلامة ابن عابدینؒ: "(قوله: و یطهر لبن و عسل الخ"): لو تنجس العسل، فتطهیره أن یصب فیه ماء بقدره، فیغلی حتی یعود إلی مکانه .... هکذا ثلاث مرات الخ". (رد المحتار: ۱/۳۳۴، مطلب فی تطهیر الدهن والعسل، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریه: ۱/۴۲، الباب السابع فی النجاسة، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۱۷۳، فصل فی الآسار، سهیل اکیڈمی، لاهور)

کیا چرم دباغت کے بعد بھیگ جانے سے دوبارہ نجس ہوگی؟

سوال[۲۰۲۱]: وہ چرم جس کی دباغت شمس کے ذریعہ سے ہو حلال ہے اور بھیگ جانے پر نجاست عود کر آتی ہے، ایسی چرم کا مسلمان کے۔لئے بیع وشراء کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اصح قول یہ ہے کہ بھیگ جانے سے نجاست عود نہیں کرتی:

"لا فرق بين نوعي الدباغة في سائر الأحكام، قال في البحر: حكم واحد، وهو أنه لو أصابه الماء بعد الدباغ الحقيقي، لا يعود نجساً باتفاق الروايات، و بعد الحكمي فيه روايتان، والأصح عدم العود". شامي: ۱/۱۳۶(۱)۔

لہٰذا اس کی بیع وشراء ممنوع نہیں، اگر دباغت حکمی یعنی (تشمیس) کے بعد پانی سے پاک کرلیں تو بالاتفاق نجاست عود نہیں کریگی، کذا فی رد المحتار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۱ھ۔

صابن کو شبہ کی وجہ سے ناپاک نہیں کہا جائے گا

سوال[۲۰۲۲]: خوشبودار نہانے اور کپڑے دھونے کے لئے صابن جو کمپنیوں میں تیار کئے جاتے ہیں، ان کے بارے میں سنا ہے کہ خنزیر کی چربی سے ترکیب دی جاتی ہے اور کیمیاوی رد عمل سے نمکیات میں تبدیل کرکے صابن میں ملایا جاتا ہے تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مردار کی چربی نجس ہے اور خنزیر نجس العین ہے، جب تک قلب ماہیت ہو کر حقیقت اور خواص کی تبدیلی

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۲۰۳، مطلب في أحكام الدباغة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۷۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء، رشيديه)

نہ ہو جائے، استعمال جائز نہیں (۱) بلا تحقیق محض شبہ کی بناء پر صابن کو نجس کہنے کا بھی حق نہیں (۲)۔ اگر نجس صابن کپڑے یا بدن میں استعمال کر کے دھوڈالا اور پاک کرلیا تو نماز درست ہو جائے گی، بدن اور کپڑے کو پاک کہا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

معدہ سے نکلنے والی چیز نجس ہے

سوال [۲۰۲۳]: زینب کے معدہ میں فمِ معدہ کے پاس غدود ایسا ہوگیا تھا کہ غذا معدہ میں بالکل نہیں پہونچتی تھی، ڈاکٹروں نے آپریشن کر کے معدہ کے اندر ایک مصنوعی ربڑ کی نلکی لگا کر اوپر کو نکال دی۔ اس نلکی سے دودھ، دوائیاں اور دیگر سیال غذائیں معدہ میں پہونچائی جاتی ہیں۔

چندروز سے نلکی بالکل ڈھیلی ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے نلکی سے ڈالی ہوئی غذائیں نلکی کے شگاف میں سے ویسی کی ویسی ہی اسی وقت باہر نکل آتی ہے۔ دودھ نلکی سے معدہ میں پہونچتا ہے، پھر اسی وقت ویسے کا ویسے ہی زخم کے شگاف میں سے جسم کے باہر نکل آتا ہے۔ یہ باہر نکل آیا ہوا دودھ اور دوسری غذائیں پاک ہیں یا قے جیسی ناپاک؟ اگر یہ کپڑے پر لگ جائیں تو دھونا پڑے گا یا نہیں؟ اور اس کے نکل آنے پر وضو بھی ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

معدہ میں پہونچ کر نلکی کے شگاف سے ہو کر بہہ جانے والی اشیاء نجس ہیں، ناقضِ وضو ہیں، بدن یا

---

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله: "جعل الدهن النجس في صابون، يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، و يفتى به للبلوى اهـ". (رد المحتار: ۱/۳۱۶، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۶۵، باب الأنجاس، قديمي)

(۲) "من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه: أصابته نجاسة أم لا، فهو طاهرٌ ما لم يستيقن، و كذا الآبار والحياض التي يستقي منها الصغار و الكبار والمسلمون و الكفار، و كذالك السمن والجبن، والأطعمة التي يتخذ ها أهل الشرك والبطالة الخ". (التاتارخانية: ۱/۱۴۶، نوع في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۵۱ نواقض الوضوء، سعيد)

کپڑے پر لگ جانے سے اس کا دھونا ضروری ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۵/ ۷/ ۹۵ھ۔

سونف وغیرہ کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۲۴]: نجاست کو جذب کرنے والی اشیاء جیسے زیرہ، کلونجی، سونف وغیرہ اگر ناپاک ہوجائیں تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان کو پانی میں بھگو دیا جائے، کچھ دیر بعد جب خشک ہوجائے تو دوسرے پانی میں بھگو دیا جائے، پھر کچھ دیر بعد خشک کر کے تیسرے پانی میں بھگو دیا جائے، اس طرح تین مرتبہ کرنے سے ایسی چیزیں بھی پاک ہوجائے گی(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/ ۶/ ۸۷ھ۔

مائے مستعمل سے ازالۂ نجاست

سوال[۲۰۲۵]: بعض کتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ مائے مستعمل کے ذریعہ نجاستِ حقیقیہ کا ازالہ جائز ہے، یہ کیونکر؟ جب کہ قول مفتی بہ کی بنا پر مائے مستعمل طاہر غیر مطہر ہے، پھر تخصیص نجاستِ حقیقیہ کے ساتھ کون

---

(۱) "و ینقضه قيء ملأ فاه .... أو طعام أو ماء إذا وصل إلى معدته وإن لم يستقر، وهو نجس مغلظ".

(الدر المختار: ۱/ ۱۳۷، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۶۷، نواقض الوضوء، رشيديه)

(۲) " وإذا تنجس ما لاينعصر بالعصر كما إذا تشربت .... وانتفخت من الخمر عند أبي يوسف .... والحنطة تنقع في الماء حتى تشرب الماء كما تشرّبت الخمر، ثم تجفف، يفعل كذلك ثلاث مرات، و يحكم بطهارتها. وإن لم تنتفخ تطهر بالغسل ثلاثاً والتجفيف في كل مرة، و يشترط أن لا يوجد طعم الخمر ولا ريحها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

سی دلیل سے کی گئی ہے؟ کیا نجاستِ حقیقیہ کی دونوں قسمیں مرئیہ وغیر مرئیہ، نیز نجاستِ حکمیہ کی تطہیر مائے مستعمل سے نہیں ہوسکتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وحكمه أنه ليس بطهور لا لحدث، بل لخبث على الراجح المعتمد الخ". درمختار۔

"(قوله: ليس بطهور): أي ليس بمطهر (قوله: على الراجح) مرتبطٌ بقوله: بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد، الخ".

ردالمحتار: ۱/۱۳۴ (۱)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ قولِ راجح معتمد پر مائے مستعمل سے ازالۂ نجاستِ حقیقیہ وحکمیہ باقسامہا درست نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اشکال بر جوابِ مذکورہ

سوال [۲۰۲۶]: درمختار کی عبارت سے بظاہر جو سمجھ میں آرہا ہے اس وضاحت کا عکس معلوم ہورہا ہے جو جواب میں آنجناب نے تحریر فرمایا ہے، اس لئے احقر نے بھی بعضِ اہلِ علم کی طرف رجوع کیا تھا، نیز غاية الأوطار، ص: ۹۷ میں بھی اس کا ترجمہ دیکھا گیا، اس میں قولِ راجح کی بناء پر مائے مستعمل کے ذریعہ ازالۂ نجاستِ حقیقیہ کا جواز مصرح ہے۔ اس لئے آنجناب سے دوبارہ تکلیف دہی کی درخواست ہے کہ براہِ کرم دوبارہ اس پر نشاندہی فرمادیں کہ آنجناب نے جو لکھا ہے وہی صحیح ہے اور جو غاية الاوطار میں ہے اس میں تسامح ہے، یا اور.........کوئی بات ہو تو از راہِ شفقت مصرح فرمادیں؟

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۲۰۱، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

"أما غسالة النجاسة الحكمية: وهي الماء المستعمل، فهو في ظاهر الرواية طاهرٌ غير مطهر: أي لا يجوز التوضؤ به، لكن في الراجح يجوز إزالة النجاسة الحقيقية به". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۴۱، المبحث الرابع، وحكم الغسالة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۲، الفصل الثاني فيما لايجوز التوضوء به، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراجعت سے معلوم ہوا کہ جواب کی اصل عبارت اس طرح ہے، عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ قولِ راجح معتمد پر مائے مستعمل سے ازالۂ نجاستِ حقیقیہ باقسامہا (مرئیہ غیر مرئیہ) درست ہے، اس میں لفظ "حکمیہ" کا اضافہ اور "بأقسامها" میں ضمیر ثلثہ بجائے ضمیر واحد کے (..........) اسی طرح آخری لفظ نفی بجائے اثبات کے زلتِ حکم ہے، ازالۂ نجاستِ حکمیہ کا سوال ہی نہیں تھا، صرف حقیقیہ کا سوال تھا اس کی دو قسموں کا تذکرہ تھا۔

امید ہے کہ آپ کا اشکال رفع ہو جائے گا، آپ نے بہت اچھا کیا کہ مکرر بھیج کر تصحیح کرالی۔ جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۶/۱۴۰۱ھ۔

مٹی کا تیل، پیٹرول پاک ہے یا ناپاک؟

سوال [۲۰۲۷]: پیٹرول، مٹی کا تیل، اسپریٹ، جو کہ عموماً جلانے کے لئے مشینوں میں استعمال ہوتا ہے، وائٹ آئل جو کہ مٹی کا تیل صاف کیا ہوا ہے جس میں بو نہیں ہوتی اور صاف کی ہوئی اسپریٹ جس میں بو نہیں جو کہ خوشبوؤں اور سر میں لگانے کے تیلوں میں استعمال ہوتی ہے پاک ہے یا ناپاک؟ ایسی خوشبوؤں کا استعمال جس میں وائٹ آئل اور اسپریٹ ہو کیسا ہے؟ حکم شرعی سے مطلع فرمادیں۔

احقر الناس: محمد احسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مٹی کا تیل پاک ہے، بدبو دور ہونے کے بعد اس کا ہر جگہ جلانا اور دیگر استعمال میں لانا (جب کہ مضرنہ ہو) درست ہے۔ اسپرٹ، پیٹرول، وائٹ آئل کے بھی اگر مٹی کے تیل کی طرح زمین سے چشمے نکلتے ہیں تو یہ بھی پاک ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے اور اگر شراب حرام سے بنتے ہیں اور کسی طریق سے بدبو دور کی جاتی ہے تو ناپاک ہیں اور بلا مجبوری کے استعمال ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

(۱) "و حكم سائر المائعات كالماء في الأصح، حتى لو وقع بول في عصير عشر في عشر، لم يفسد". (الدر المختار) .... =

پیٹرول کا حکم

سوال [۲۰۲۸]: زید گھڑی سازی کا کام کرتا ہے، پُرزوں کی صفائی میں مٹی کا تیل اور پٹرول کا استعمال ہوتا ہے، صفائی کے وقت برش سے چھینٹیں کپڑوں پر آتی ہیں، اسی حالت میں نماز پڑھتے ہیں۔ تو یہ تیل پاک ہے یا نہیں، اگر اس سے نماز نہیں ہوتی ہے تو پھر پاکی کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مٹی کا تیل اور پٹرول ناپاک نہیں، کپڑے پر لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا (۱)، زیادہ مقدار میں لگ کر بدبو پیدا ہوجائے تو ایسی صورت میں نماز کیلئے دوسرا کپڑا تجویز کرلیں جس کو پہن کر نماز ادا کرلیا کریں، یا گھڑی سازی کے لئے کپڑا تجویز کرلیں اس کو پہن کر گھڑی سازی کیا کریں تاکہ بدبو اس کپڑے میں ہی رہے، نماز کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہننا نماز و مسجد کے احترام کا تقاضہ ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پیٹرول سے کپڑا پاک کرنا

سوال [۲۰۲۹]: اگر پیٹرول سے کپڑا پاک ہوسکتا ہے تو پہلے ایک مرتبہ کپڑا پٹرول سے دھویا اور

= وقال ابن عابدینؒ: "(قوله: حکم سائر المائعات) فکل ما لا یفسد غیر الماء، و هو الأصح، محیط و تحفه .... و سائر المائعات کالماء في القلة والکثرة، یعني کل مقدار لو کان ماء یتنجس الخ". (ردالمحتار: ۱/۱۸۵، مطلب: حکم سائر المائعات کالماء، سعید)

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "پٹرول پاک ہے یا ناپاک"۔)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا بني أدم خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ (سورة الأعراف: ۳۱)

"فأنزل اللہ تعالیٰ هذه الآیة، وحمل بعضهم الزینة علی لباس التجمل؛ لأنه المتبادر منه ....
وروی عن الحسن السبط رضی اللہ عنه أنه کان إذا قام إلی الصلاة لبس أجود ثیابه، فقیل له: یاابن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لِمَ تلبس أجود ثیابک؟ فقال: "إن اللہ تعالیٰ جمیل یحب الجمال، فأتجمل لربي وهو یقول: ﴿خذوازینکم عند کل مسجد﴾، فأحب أن ألبس أجمل ثیابي". ولا یخفی أن الأمر حینئذٍ لایحمل علی الوجوب لظهور أن هذا التزین مسنونٌ لا واجب". (روح المعاني: ۸/۱۰۹، دارإحیاء التراث العربي، بیروت لبنان)

خشک کرلیا، اسی طرح دو مرتبہ عمل کیا تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر نچوڑنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس طرح تین مرتبہ عمل کرنے سے پاک ہوجائے گا (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

جو کپڑا پٹرول سے دھویا گیا اس کا حکم

سوال [۲۰۳۰]: ٹیری لین، ٹیری کوٹن، ٹیری ویل، گرم اونی کپڑوں کی شیروانی (جن میں روئی کی گدی رکھی جاتی ہے) کو پانی سے دھونے کی بنا پر خراب ہوجانے کی وجہ سے پٹرول میں دھویا جاتا ہے، بڑے بڑے شہروں میں کپڑے دھونے کی لانڈریوں (۲) میں کونڈیاں ہوتی ہیں جن میں ایک مرتبہ پٹرول بھر کر پچیس پچاس کپڑے جتنے بھی اس میں سما سکتے ہوں بیک وقت ان کو ڈال کر انہیں مشین کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے، دو تین مرتبہ کے بعد جب وہ پٹرول بالکل خراب اور گدلا ہوجاتا ہے تب اسے پھینک کر دوسرا پٹرول لیا جاتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

۱...... پاک ناپاک ہر قسم کے کپڑے کونڈی میں ڈالے جانے کا امکان ہے اس بناء پر کوئی پاک کپڑا اس طرح دھلایا گیا تو کیا وہ ناپاک قرار دیا جائے گا؟

۲...... جو کپڑا یقیناً ناپاک تھا اس کو اس طرح دھلانے سے وہ پاک ہوجائے گا یا اسے پاک کرنے کے لئے پانی کا استعمال ضروری ہوگا؟

---

(۱) "فكل نجاسة تصيب النفس أو الثوب، فإزالتها تجوز بثلاثة أشياء: بالماء المطلق، وبالماء المقيد، وبالمائعات من الطعام والشراب مثل اللبن والخل والدب والدهن و أشباهها، إلا أنها مكروهة لما فيها من الإسراف، و هو قول أبي حنيفة و محمد وأبي عبد الله". (النتف في الفتاوىٰ، ص: ۲۵، أنواع من الطهارات، سعيد)

(و كذا في أحسن الفتاوىٰ: ۲/ ۹۵، باب الأنجاس، سعيد)

(۲) "لانڈری: کپڑے دھونے کا کارخانہ، دھوبی کی دکان"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۴۵، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......وہ ناپاک قرار نہیں دیا جائے گا، الا یہ کہ اس میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہوجائے (۱)۔

۲......ناپاکی کا اثر اس میں باقی نہیں رہا تو اس کو پاک کہا جائے گا کیونکہ پٹرول زیادہ قاطع (نجاست) ہے پانی سے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کپڑا پٹرول سے دھلوانا

سوال [۲۰۳۱]: ایک شخص نے پانچ سو روپے کا سوٹ بنوایا، روزہ نماز کا پابند ہے، راستہ میں آفس سے واپس ہوتے وقت ایک گائے نے راستہ میں اپنی دم سے پیشاب کی چھینٹ ماردی، یا کسی بچہ نے اس پر پیشاب کردیا۔ اب اس سوٹ کی کس طرح پر تطہیر ہوگی؟ اگر پانی سے دھلواتا ہے تو پانچ سو روپیہ کا سوٹ بیکار ہوجاتا ہے، کیونکہ اونی کپڑا ہے اور اگر ڈرائی کلینگ کرالیا ہے تو ازالۂ نجاست نہیں ہوتا کیونکہ ڈرائی کلینگ میں استعمال ہونے والی اشیاء سے ازالۂ نجاست نہیں ہوتا مثلاً پٹرول وغیرہ۔

براہ کرم کوئی ترکیب بتائیں جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو، تاکہ بندہ اس تنگی سے نکل سکے۔ نیز ڈرائی کلینگ کے سلسلہ میں اپنی رائے اور شرعی مسئلہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وقتِ ضرورت کام آئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چھینٹیں نجس اس پر گرگئی ہیں وہ پٹرول سے بھی زائل ہوسکتی ہیں، پٹرول سے دھلوالیں، پاک ہوجائے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲۴ھ۔

---

(۱) "لف طاهر في نجس مبتل بماء، إن بحيث لو عُصِرَ قَطَر، تنجّس، وإلا لا. ولو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره، تنجس، وإلا لا". (الدر المختار: ۱/۳۴۷، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۱۹۳، باب الأنجاس وتطهيرها، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۳، باب الأنجاس، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "پٹرول سے پاک کرنا")

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "پٹرول سے کپڑا پاک کرنا")

الفصل الثانی فی تطهير الثوب

(کپڑا پاک کرنے کا بیان)

کپڑے پر ہولی کا رنگ لگ جائے وہ پاک ہے یا نہیں؟

سوال[۲۰۳۲]: اہلِ ہنود جو ہولی میں رنگپاشی کرتے ہیں، اگر کسی مسلمان کے اوپر پڑ جائے اور وہ کپڑا شرائط کے ساتھ پاک کرلے، لیکن رنگ کا دھبہ نہ جائے تو کپڑا پاک ہوجائے گا اور اس سے نماز جائز ہوگی؟ عوام میں مشہور ہے کہ رنگ پڑا کپڑا پاک ہی نہیں ہوتا تو کیا اس سے نماز ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک اس رنگ میں کسی نجس چیز کا ہونا معلوم نہ ہو، ناپاک نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس کا دھولینا بہرحال بہتر ہے(۱)۔ رنگ کا نشان دھونے کے بعد ختم نہ ہوتو مضائقہ نہیں، نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) "(لف ثوب نجس رطب في ثوب طاهر يابس فظهرت رطوبته على ثوب طاهر) كذا النسخ، وعبارة الكنز على الثوب الطاهر (لكن لايسيل، لوعصر لايتنجس) .... (كما لو نشر الثوب المبلول على حبل نجس يابس)". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: لف ثوب نجس رطب): أى ابتل بماء ولم يظهر في الثوب الطاهر أثر النجاسة، بخلاف المبلول بنحو البول؛ لأن النداوة حينئذ عين النجاسة، وبخلاف ما إذا كان في الثوب الطاهر أثر النجاسة من لون أو طعم أو ريح، فإنه يتنجس كما حققه شارح المنية وجرى عليه الشارح أول الكتاب". (ردالمحتار: ۷۳۳/۶، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا في أحسن الفتاوىٰ: ۹۹/۱، سعيد)

کپڑا دھونے کے بعد بھی اگر رنگ نکلے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۰۳۳]: ایسا کچا ناپاک رنگ کا کپڑا ہو کہ کئی مرتبہ دھونے کے بعد بھی رنگ نکلتا ہی رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب رنگ کچا ہے تو خوب پیٹ کر تین دفعہ دھویا جائے پھر بھی اس کا کچھ اثر باقی رہے تو مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قبل الغسل یا بعد الغسل ناپاک چھینٹ جسم پر پڑ جائے، کیا اس کا دھونا ضروری ہے؟

سوال[۲۰۳۴]: غسل کرنے سے قبل یا بعد کپڑے پہننے کے غسل خانہ کے اندر جسم کے کسی حصے پر ناپاک پانی کی چھینٹیں پڑ جائیں تو اس حصہ کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس جگہ ناپاک چھینٹ پڑے اس کو دھونا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۴/۲۰ھ۔

---

(۱) "ولا يضر بقاء الأثر كلون وريح لازم، فلا يكلف في إزالته إلى ماءٍ حارٍّ أو صابون ونحوه، بل يطهر ما صبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء". (الدر المختار: ۱/۳۲۹، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۰، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۵، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲) "مشى في حمام ونحوه، لا ينجس مالم يعلم أنه غسالة نجس". (الدر المختار: ۱/۳۵۰، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۹۵، الفصل السابع في معرفة النجاسات، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۱۵، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفارية)

زمین پر بیٹھ کر وضو کرنے سے جو چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو وہ کپڑا پاک ہے

سوال[۲۰۳۵]: عموماً لوگ زمین پر نیچے بیٹھ کر وضو کرتے ہیں مسجد کے علاوہ، ایسی حالت میں زمین کی تمام چھینٹیں کپڑوں پر پڑتی ہیں اور انہیں کپڑوں سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کے کپڑے ایسی حالت میں ناپاک ہوتے ہیں یا پاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان چھینٹوں کی وجہ سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے (۱)، نماز درست ہوجاتی ہے مگر ایسا کرنا خلافِ نظافت واحتیاط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناپاک کپڑے کی چھینٹ

سوال[۲۰۳۶]: کوئی شخص ناپاک کپڑے دھو رہا ہے بدن یا کپڑے پر چھینٹ پڑے، بدن، کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں؟　　مبارک علی سہارنپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ناپاک کپڑے کی چھینٹ بھی ناپاک ہے، جس جگہ کپڑے یا بدن وغیرہ پر پڑے گی، اس کو ناپاک کردے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/صفر/۵۸ھ۔

---

(۱) "أما غسالة النجاسة الحكمية: وهي الماء المستعمل، فهو في ظاهر الرواية طاهر غير مطهر: أى لا يجوز التوضؤ به، لكن في الراجح يجوز إزالة النجاسة الحقيقة به". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۱/۳۴۱، المبحث الرابع: حكم الغسالة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۲۰۱، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۲، الفصل الثاني فيما لايجوز به التوضوء، رشيديه)

(۲) "إذا انتضح من البول شيء يُرى أثره، لا بد من غَسله، و لو لم يغسل وصلى كذالک، وكان إذا =

کپڑے پر ناپاک چھینٹیں پڑ گئیں

سوال[۲۰۲۷]: ایک شخص اپنے کام میں مشغول ہے اور نماز کا وقت آ گیا، اب وہ شخص نماز کے لئے چلا کہ اس کو ایسا موقعہ ہوا کہ ایک نجس شئی کے چھینٹے پڑے اور بدن پر پڑ گئے، اب اس کو اتنی فرصت نہیں کہ وہ کپڑوں کو دھو کر پاک کرے۔ تحریر فرماویں اب وہ کیا کرے، کیونکر نماز ادا کرے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر ان چھینٹوں کا مجموعہ ایک ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ ہے (اور وہ شئے نجاستِ غلیظہ ہے) تو اس کو دھونا ضروری ہے، اگر دوسرا کپڑا موجود ہو تو اس کو پہن کر نماز پڑھے، اگر دوسرا پاک کپڑا اتنا بھی موجود نہیں کہ جس سے ستر یعنی ناف سے گھٹنوں تک چھپا سکے تو پھر اس ناپاک کپڑے کو دھوئے، ناپاک کپڑے سے نماز نہ پڑھے۔

اگر وہ نجاستِ خفیفہ ہے تو کپڑے کا چوتھائی حصہ یا اس سے کم اگر نجاست سے بھرا ہو تو تنگیٔ وقت کی حالت میں اس سے نماز پڑھے۔ اگر اس سے زیادہ بھرا ہو تو اس سے نماز نہ پڑھے، بلکہ اس کو دھو کر نماز پڑھے اگرچہ وقت تنگ ہو۔ اگر چھینٹیں سوئی کے ناکے کے برابر چھوٹی ہیں تو وہ معاف ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ جمادی الثانیہ/۵۷ھ۔

= جمع كان أكثر من قدر الدرهم، أعاد الصلاة". (التاتارخانية: ۱/۳۹۵، الفصل السابع في النجاسات، إدارة القرآن، كراچي)

"وماءٌ ورد: أي جرى على نجس نجسٌ". (الدر المختار: ۱/۳۲۵، باب الأنجاس، سعيد)

(۱) قدر درہم سے کم معاف ہے، البتہ احتیاطاً دھولینا چاہئے: قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "عفي دون ربع ثوب من مخففة كبول مأكول الخ. وبول انتضح كرؤوس إبر، و كذا جانبها الآخر، وإن كثر بإصابة الماء للضرورة". (الدرالمختار: ۱/۳۲۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۵، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

قال العلامة الحصكفيؒ: "عفي دون ربع ثوب من مخففة كبول مأكول وخرء .... وبول انتضح كرؤوس إبر الخ". (الدرالمختار: ۱/۳۲۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۵، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه) .... =

وضو کی چھینٹ کا حکم

سوال[۲۰۳۸]: وضو کرتے وقت جو چھینٹیں پانی کی کپڑوں پر گرتی ہیں، ان سے کپڑا نجس ہوجاتا ہے اور اس کپڑے سے نماز پڑھنا مکروہ ہے، یا وضو کا جمع کیا ہو پانی نجس ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعضائے وضو سے جو پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر گریں ان سے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۳۹]: کپڑے میں نجاستِ مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ، کپڑے کو ایسی جگہ یا پتھر پر رکھیں کہ پانی نکلتا جائے داہنے ہاتھ میں لوٹا وغیرہ لے کر کپڑے پر پانی ڈالتے جائیں اور بائیں ہاتھ سے ملتے جائیں، جب نجاست زائل ہونے کا گمانِ غالب یا یقین ہوجائے، کپڑے کو اٹھا کر ایک دفعہ نچوڑ دیں، تین دفعہ نہ نچوڑیں تو کپڑا پاک ہوا یا نہیں؟ دونوں ہاتھ پاک ہوگئے یا نہیں، بلکہ ہاتھ کو پھر الگ سے دھونا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب پانی برابر ڈالتے اور ایک ہاتھ سے ملتے رہے حتی کہ نجاست زائل ہوجانے کا ظنِ غالب ہوگیا،

= (وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۹۵، الفصل السابع في النجاسات، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۵، باب الأنجاس، رشيديه)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: "وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها في الإناء عفوٌ" (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله: "وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه مادام في علاجه، لا ينجسه لعموم البلوى". (ردالمحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۵، سعيد)

"وردّ بأن مايصيب منديل المتوضىء و ثيابه عفوٌ اتفاقاً وإن كثر". (الدر المختار: ۱/۲۰۰، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۱۲، فصل في الماء المستعمل، رشيديه)

پھر پانی ڈال کر نچوڑ دیا تب بھی کپڑا پاک ہوگیا(۱)، ہاتھ بھی پاک ہوگیا (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پاک اور ناپاک کپڑے مخلوط کر کے دھونے کا حکم

سوال[۲۰۴۰]: عام طور پر دھوبی ایک ٹب میں پٹرول ڈال کر پاک اور نجس کپڑے ملا دیتے ہیں پھر اس کو خشک کر کے لاتے ہیں، ایسی صورت میں یہ کپڑے بھی نجس کپڑوں کے حکم میں شامل ہوں گے یا نہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر پاک کپڑوں میں نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو وہ بھی نجس کپڑوں کے حکم میں ہوں گے (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

خشک ناپاک کپڑا پہننے سے جسم ناپاک نہیں ہوتا

سوال[۲۰۴۱]: ا.....اگر کسی شخص کا جسم پاک ہے، اگر کسی وجہ سے وہ شخص ناپاک کپڑے جو بالکل

(۱) "وهذا كله إذا غسل في إجانة، أما لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير أو أجرى عليه الماء، طهر بلا شرط العصر وتجفيف وتكرار غمس، هو المختار". (الدر المختار: ۱/۳۳۳، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۳۷، الصب أو إيراد الماء على النجاسة، رشيديه)

(۲) "(يطهر الكل تبعاً): أي من الدلو والرشاء والبكرة ويد المستقي تبعاً؛ لأن نجاسة هذه الأشياء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها للحرج". (الدر المختار: ۱/۲۱۲، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۱۲، مسائل الآبار، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۹۹، مسائل الآبار، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "إذا لم يظهر في الثوب الطاهر أثر النجاسة من لون أو ريح، حتى لو كان المبلول متلوّناً بلون أو متكيّفاً بريح، فظهر ذلك في الطاهر، يجب أن يكون نجساً الخ". (الحلبي الكبير، ص: ۱۷۴، فصل في الآبار، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۵۹، باب الأنجاس، قديمي)

سوکھے اور دیکھنے میں صاف ہیں لیکن ناپاک ہیں، اگر کوئی اس کپڑے کو پہن لیتا ہے تو کیا اس شخص کا وہ کپڑا جو پاک تھا پہن لینے کے بعد ناپاک ہوگیا، اور غسل کرنے سے قبل اس کا جسم پاک نہیں ہے اور اسی دوران بغیر غسل نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

۲......اگر کوئی شخص جو کہ پاک ہے اور اپنی بیگم کے ساتھ ایک ہی بستر پر سوتے ہیں اور اس دوران کسی قسم کی نفسی خواہش کو پورا نہیں کیا جاتا ہے، لیکن ان کے پائجامہ میں کچھ جگہ چھوٹے چھوٹے داغ جو کہ نفسی جذبات کی بنا پر پڑ گئے، ان داغوں کو دیکھ کر دوسرے کپڑے پاک پہن کر اگر نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا ان لوگوں کی یہ نماز ٹھیک ہے اور کیا اس سے ان کے جسم کو غسل کرنے کی ضرورت نہیں؟۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جسم پاک ہے خشک ہے، کپڑا ناپاک ہے خشک ہے، اس کی وجہ سے جسم ناپاک نہیں ہوا، پھر بغیر جسم کو پاک کئے دوسرا کپڑا پہن لیا تو وہ کپڑا نجس نہیں ہوا، اس سے نماز درست ہوجائیگی، نہ جسم دھونے کی ضرورت ہے نہ کپڑے کو، دونوں پہلے سے پاک ہیں(۱)۔

۲......اگر وہ منی کے داغ نہیں بلکہ مذی کے داغ ہیں تو غسل واجب نہیں، البتہ جس طرح پیشاب کے بعد بدن کو پاک کیا جاتا ہے اسی طرح مذی کے بعد بھی پاک کیا جائے، پھر وضو کر کے نماز پڑھی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)"لف طاهر في نجس مبتل بماء، إن بحيث لو عُصِر قَطَر، تنَجّس، وإلا لا، ولو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره، تنجس، وإلا لا". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۳۴۷، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷، الفصل السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۳، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۳۱، فصل في النجاسة التي تصيب الخ، رشيديه)

(۲)"وليس في المذي والودي غسل، وفيهما الوضوء، وغسل الذكر، لقوله عليه السلام: "كل فحل يمذي، فيه الوضوء". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۵۱۷، الفصل الخامس في الغسل، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۱۶۵، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۱۴، الطهارة، الغسل، رشيديه)

نجس جگہ کوتحری سے پاک کیا جائے

سوال [۲۰۴۲]: جب نجاست کا مقام یاد نہ رہے تو گمان غالب کر کے غور وخوض کر کے ایک جگہ دھو ڈالنا کافی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافی ہوگا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کپڑے پر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں

سوال [۲۰۴۳]: کپڑے پر نجاست دیکھی، مگر کپڑے پر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں تو کپڑا کب سے نجس سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ نجاست منی ہے تو جس وقت سو کر بیدار ہوا اس وقت سے کپڑا نجس سمجھا جائے گا، اگر وہ اس کا پاخانہ پیشاب ہے تو پاخانہ کرنے کے وقت سے نجس ہوگا، اگر کوئی اَور نجاست ہے تو دیکھنے کے وقت سے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

---

(۱) "إذا تنجس طرف من أطراف الثوب ونسيه، فغسل طرفاً من أطراف الثوب من غير تحرٍ، حُكم بطهارة الثوب، هو المختار". (خلاصة الفتاویٰ: ۱/۴۰، الفصل السادس فی غسل الثوب والدهن، امجد اکیڈمی، لاهور)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۲۷، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۴۲، باب الأنجاس، امداديه)

(۲) "وقالا: من وقت العلم، فلا يلزمهم شيء قبله، و به يفتى. (فرع) وجد في ثوبه منياً أو بولاً أو دماً أعاد من آخر احتلام و بول و رعاف". (الدر المختار: ۱/۲۱۹، فصل في البئر، سعيد) .... =

ناپاک کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا یا نہیں؟

سوال[۲۰۴۴]: ناپاک کپڑا دھوکر بغیر نچوڑے دھوپ میں ڈال دیا پھر وہ سوکھ گیا تو اس طرح تین مرتبہ کیا تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ نیز کپڑا کتنا نچوڑا جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے بھی کپڑا پاک ہوجائے گا اور نچوڑنے میں اپنی طاقت کا اعتبار ہے، اس سے زیادہ کا آدمی مکلف نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۲۵ھ۔

ناپاک کپڑا نل کے نیچے ڈالنے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں؟

سوال[۲۰۴۵]: کسی شخص کا کوئی کپڑا نجاستِ غیر مرئیہ کی وجہ سے نجس ہے، اس نے اس پر چار پانچ لوٹے پانی ڈالا، یا نل کے نیچے کچھ منٹ چھوڑ دیا، یہاں تک کہ زوالِ نجاست کا یقین ہوگیا، پھر معمولی طریقہ سے نچوڑلیا تو پاک ہوا یا نہیں؟

= "الأصل إضافة الحادث إلی أقرب أوقاته، منها ما قدمناه فیما لو رآی فی ثوبه نجاسةً، و قد صلی فیه، و لا یدری متی أصابته، یعید ها من اخر حدث أحدثه، والمنی من اخر رقدةٍ الخ". (الأشباه والنظائر: ۱/۲۰۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱/۲۲۰، الطهارة، رشیدیه)

(۱) "و یطهر محل النجاسة غیر المرئیة بغسلها ثلاثاً وجوباً، والعصر کل مرة تقدیراً لغلبة الظن فی استخراجها فی ظاهر الروایة". (مراقی الفلاح).

وقال العلامة الطحطاوی: "(تقدیراً لغلبة الظن): أی بالغسل ثلاثاً، والعصر کذلک، لکنه لیس بتقدیر لازم عندنا". (حاشیة الطحطاوی، ص: ۱۶۱، باب الأنجاس، قدیمی)

(کذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۱۸۳، باب الأنجاس، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱/۴۱۱، باب الأنجاس، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ہوگیا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شک سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا

سوال[۲۰۴۶]: کسی شخص نے اپنے کپڑے پر کوئی چیز دیکھی، اس کی طہارت اور نجاست میں شک ہے تو کپڑے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس سے کپڑا نجس نہیں ہوگا(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناپاک کپڑا صابن سے دھونے سے پاک ہوجائے گا

سوال[۲۰۴۷]: ناپاک کپڑے کو تین مرتبہ نچوڑنے کے بعد اس میں صابن کا پانی نکلتا رہے تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وأما حكم الصب، فإنه إذا صب الماء على الثوب النجس، إن أكثر الصب بحيث يخرج ما أصاب الثوب من الماء و خلفه غير ثلاثاً، فقد طهر؛ لأن الجريان بمنزلة التكرار والعصر، والمعتبر غلبة الظن، هو الصحيح". (البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(كذا في التاتارخانية: ۱/۳۰۶، الفصل الثامن في تطهير النجاسة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۸۴، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۲۱، باب الأنجاس، قديمي)

(۲) "إن اليقين لا يزول بالشك". (الأشباه والنظائر: ۱/۱۸۳، إدارة القرآن كراچي)

"ومن شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أولا، فهو طاهرٌ ما لم يستيقن". (رد المحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۴۶، نوع آخر في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاک کپڑے کو تین دفعہ دھوکر خوب نچوڑ دیا اور نجاست کا اثر ختم ہوگیا تو کپڑا پاک ہوگیا(۱) اگرچہ صابن کا پانی اس میں سے نکلتا ہو، یعنی پھر پانی ڈالنے سے جب نچوڑا جائے تو صابن کا اثر محسوس ہوتا ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناپاک کپڑا پاک پر گر گیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال[۲۰۴۸]: رات کو کئی مرتبہ پیشاب کے لئے اٹھنا پڑتا ہے، بعض مرتبہ پیشاب اوپر ہی نکل جاتا ہے معلوم تک نہیں ہوتا۔ پیشاب کا بھیگا کپڑا سوکھ گیا اور بھیگا ہوا صاف کپڑا اس پیشاب کے سوکھے کپڑے میں گر گیا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

پاک صاف بھیگا ہوا کپڑا اگر ایسا نہیں کہ نچوڑنے سے قطرات ٹپکتے ہوں تو ناپاک سوکھے ہوئے کپڑے پر اس کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۹۱ھ۔

---

(۱) "ولا یضر بقاء أثر کلون وریح لازم، فلا یکلف فی إزالته إلی ماء حارّ أو صابون ونحوه، بل یطهر ماصبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولی غسله إلی أن یصفو الماء ...... اهـ". (الدر المختار: ۱/۳۲۹، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱/۴۱۰، باب الأنجاس، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۱/۲۰۵، باب الأنجاس، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "لف طاهر فی نجس مبتل بماء، إن بحیث لو عُصِر قَطَر، یتنجّس، وإلا لا". (الدرالمختار: ۱/۴۰۳، باب الأنجاس، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷، الفصل الثانی فی الأعیان النجسة، رشیدیه)

(وکذا فی غنیة المستملی (الحلبی الکبیر)، ص: ۱۷۴، باب الأنجاس، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(البحر الرائق: ۱/۴۰۳، باب الأنجاس، رشیدیه)

ناپاک کنویں کو پاک کرنے والے کے بدن اور کپڑوں کا حکم

سوال[۲۰۴۹]: ناپاک کنویں کو پاک کرتے وقت جو لوگ پانی کھینچتے ہیں، ان کے ساتھ اور کنویں سے جن ڈولوں سے پانی نکالا جاتا ہے وہ ڈول اور ڈولوں کی رسیاں تو ساتھ ساتھ پاک ہوجاتی ہیں مگر پانی کھینچنے والے آدمیوں کے کپڑے اور بدن کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن ہاتھوں، ڈولوں، رسی سے پانی نکالا گیا ہے، بار بار پانی نکالنے کی وجہ سے کنویں کے تابع قرار دے کر سب کو پاک کہا جائے گا(۱)، لیکن کپڑے اور بدن کے جس حصہ پر ناپاک پانی کے قطرے پڑے ہیں، اس کپڑے اور بدن کے اس حصہ کو پاک کہنے کی کوئی وجہ نہیں، وہ کنویں کے تابع نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۷/۳/۱۵ھ۔

اگر کپڑے کو نچوڑنے کی وجہ سے پھٹ جانے یا اس کی کسی خوبی پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہو

سوال[۲۰۵۰]: نجاست غیر مرئیہ اگر کپڑے پر لگی ہو تو اس کے دھونے کے بعد بجائے نچوڑنے کے ہر مرتبہ اس کو خشک کرلے تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہ؟ اس لئے کہ بعض کپڑے اگرچہ ان کا نچوڑ ناممکن ہوتا ہے، مگر نچوڑنے سے بوجہ کمزوری پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور بعض کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پھٹنے کا اندیشہ تو نہیں ہوتا مگر اس کی خوبی پر اثر پڑتا ہے۔ اس خیال سے اگر بجائے تین مرتبہ نچوڑنے کے تین مرتبہ دھو کر تین مرتبہ خشک کرلے تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر پھٹ جانیکا اندیشہ ہو تب تو تین مرتبہ خشک کرلینا بھی کافی ہے(۲)، خوبی پر اثر پڑنے کی وجہ سے نہ نچوڑنے کا مسئلہ نظر سے نہیں گزرا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۱) "(قوله: يطهر الكل). أي من الدلو والرشاء والبكرة ويد المستقي تبعاً؛ لأن نجاسة هذه الأشياء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها .... الخ". (ردالمحتار: ۲۱۲/۱، كتاب الطهارة، فصل في البئر، سعيد)

(۲) قال العلامة الحصكفي: "ولو لم يبالغ لرقته هل يطهر؟ الأظهر نعم، للضرورة". (الدر المختار: ۳۳۲/۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۱۳/۱، باب الأنجاس، رشيديه)

ناپاک کپڑے کو نچوڑنے کی حد

سوال[۲۰۵۱]: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ: "ناپاک کپڑے کو تیسری مرتبہ اس قدر مبالغہ کے ساتھ نچوڑو، پوری طاقت سے نچوڑو کہ پھر ایک دفعہ نچوڑنے سے پانی کے قطرے نہ ٹپکیں"۔

اب سوال یہ ہے کہ تھوڑی طاقت زائد کر کے نچوڑا تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے، مکرر سہ کرر طاقت بڑھاتے جائیں، پانی کے قطرے ٹپکتے جائیں گے، اگر باریک کپڑا یا پرانا ہے تو پھٹ بھی جائے گا اور دو چار دس کپڑے دھونے کی باری آئے تو ہاتھ میں درد بھی ہو جائے گا، دشوار معلوم ہوتا ہے۔ نچوڑنے کی کیا حد ہوگی؟ جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اتنے زور سے نچوڑ دیا کہ قطرات کا نکلنا بند ہو گیا تو بس کافی ہے(۱)، پھر نہ کپڑا پھاڑیں نہ ہاتھ میں درد کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

بغیر نچوڑے کپڑا پاک ہونے کی صورت

سوال[۲۰۵۲]: کپڑے کو تین مرتبہ نچوڑا نہیں بلکہ سکھا دیا، یا اخیر میں سکھا دیا، یا طاقت کے موافق نہیں نچوڑا تو پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ہو جائے گا اگر صرف اخیر میں نچوڑا، اور ہر دفعہ دھونے میں اتنا توقف کیا کہ تقاطر بند ہو گیا اور نجاست

(۱)"وعصر ثلاثاً فيما ينعصر مبالغاً بحيث لا يقطر، ولو كان لو عصره غيره، قَطر، طهر بالنسبة إليه دون ذلک الغير، ولو لم يبالغ لرقته هل يطهر؟ الأظهر نعم، للضرورة". (الدر المختار: ۱/۳۳۱، ۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ۱۶۱، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ تھی اور وہ زائل ہوگئی تب بھی کپڑا پاک ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ۹/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

جس کپڑے میں نجاست سرایت کر چکی اس کو ایک دفعہ دھو کر نچوڑنا کافی نہیں

سوال [۲۰۵۳]: کپڑے کی عینِ نجاستِ مرئیہ یا غیر مرئیہ مستعمل پانی - ایسا ناپاک پانی جس میں نجاست کا اثر بظاہر نہ ہو - عین نجاست زائل کر دیں، اس کے بعد کسی برتن میں پاک پانی لیکر کپڑا ڈال کر ایک دفعہ اٹھا کر نچوڑ ڈالیں تو پاک ہوا یا نہیں؟ زوالِ نجاست کا غلبۂ ظن بھی حاصل ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کپڑے میں ناپاک پانی پوری طرح داخل ہو چکا ہے، اب ایک دفعہ اس کو نچوڑ دینا کافی نہیں، تین دفعہ دھو کر نچوڑیں تب پاک ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا ناپاک خشک بستر پر لیٹنے اور پسینہ کی بو کپڑوں میں آنے سے کپڑے ناپاک ہو جائیں گے؟

سوال [۲۰۵۴]: پیشاب کا بستر جو کہ خشک ہو، اگر اس پر لیٹ جائے تو کیا اس لیٹ جانے سے پہنے

(۱) "ویطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها و لو بمرة على الصحيح، ولا يشترط التكرار؛ لأن النجاسة فيه باعتبار عينها، فتنزول بزوالها". (مراقي الفلاح، ص: ۱۵۹، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/ ۳۰۶، الفصل الثامن في تطهير النجاسة، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۴۱۳، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۸۴، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "وفي حال ورود النجس على الماء خلاف .... إذا غسل الثوب النجس في إجانة ماء وعصر، ثم غسل في إجانة أخرى وعصر، ثم غسل في إجانة أخرى وعصر، فقد طهر الثوب، والمياه كلها نجسة". (المحيط البرهاني: ۱/ ۲۲۳، الفصل السابع في النجاسات، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/ ۲۴۷، فصل في طريق التطهير، باب الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

ہوئے کپڑے ناپاک ہوجائیں گے؟ اور اگر ایسی حالت میں پسینہ آجائے اور اس پیشاب کی بو کپڑوں میں آنے لگے تو کیا اس سے بھی کپڑے ناپاک ہوجائیں گے، یا اگر بو نہ آئے پسینہ خوب آتا ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بستر اگر خشک ہے اور بدن کو پسینہ بھی نہیں آیا تو نہ بدن ناپاک ہوگا نہ کپڑے ناپاک ہوں گے، اگر بستر صاف ہے اور پیشاب بدن پر یا کپڑے پر لگ گیا، یا بستر تو خشک ہے لیکن پسینہ آکر تر ہوا اور پیشاب کا اثر کپڑوں میں یا بدن میں آگیا تو اس کی وجہ سے ناپاکی کا حکم ہوگا، کذا فی ردالمحتار: ۱/۲۳۱(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۲ھ۔

بھیگا ہوا ہاتھ ناپاک خشک کپڑے کو لگانے سے اس کپڑے کا کیا حکم ہے؟

سوال[۲۰۵۵]: ایک شخص نے بھیگا ہوا ہاتھ بالکل تر جس سے پانی ٹپک رہا ہے اپنے ناپاک کپڑے کو لگایا، پھر وہی ہاتھ نل کی پتی کو لگایا، اب پتی بالکل خشک ہوگئی تو ایک دوسرے شخص نے بھیگا ہوا ہاتھ اس نل کی پتی پر لگایا اور پھر بالٹی کو لگایا اور اس بالٹی سے حمام میں پانی بھرا اور اس پانی سے سب نمازیوں نے وضو کیا۔ تو نماز ان کی درست ہے یا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے؟ اس پانی سے وضو یا غسل درست ہے یا نہیں اور اس طرح بھیگا ہوا ہاتھ لگانے سے پتی نل کی پاک ہوگئی یا نہیں؟

---

(۱) "نام أو مشى على نجاسة، إن ظهر عينها، تنجس، وإلا لا". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله: نام) : أي فعرق .... (قوله : على نجاسة) : أي يابسة لما في متن الملتقى : لو وضع ثوباً رطباً على ماطُيِّن بطين نجس جاف، لاينجس .... بخلاف ما إذا كان الطين رطباً اهـ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۴۶، سعيد)

وقال العلامة الحلبي:"(و) كذا (إن نام على فراشٍ نجسٍ، فعرق وابتل الفراش من عرقه، فإنه إن لم يصب بل الفراش) بعد ابتلاله بالعرق (جسده لا يتنجس) جسده". (الحلبي الكبير، ص:۱۷۴، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۱۵۸، باب الأنجاس ، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيريه: ۱/۴۷، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھیگا ہوا ہاتھ خشک ناپاک کپڑے کو لگانے سے اگر ہاتھ پر نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہوا تو ہاتھ ناپاک نہیں ہوا(۱)، نل، بالٹی، حمام، پانی کوئی چیز بھی اس کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوئی، نہ کسی کی نماز خراب ہوئی، کسی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس پانی سے وضو وغسل سب درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خنزیر کا خشک بال ہاتھ یا کپڑے کو لگ جائے

سوال[۲۰۵۶]: کپڑے یا جوتے وغیرہ پر اس قسم کا خشک یا تر برش لگ جائے تو کپڑا وغیرہ اس کے لگنے سے کیا نجس ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خشک سے نجس نہیں ہوگا، تر لگ جائے تو پھر دھو لینا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۵ھ۔

سوکھا کپڑا سور کو لگ جائے تو ناپاک نہیں

سوال[۲۰۵۷]: سور اگر بدن سے لگ جائے تو صرف کپڑا دھونا پڑے گا یا غسل؟ یا خشک وتر خنزیر کی کوئی تفصیل ہے؟ کتا چونکہ عندالاحناف نجس العین نہیں، نیز کتے کا تھوک جب کہ وہ غصہ میں ہو کاٹ لے تو ناپاک نہیں ہے:

---

(۱) "لو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره تنجس، وإلا لا". (الدر المختار: ۱/۳۴۷، باب الأنجاس، سعيد)

(۲) "أما النجاسة الغليظة .... كالعذرة .... و لحم الخنزير و سائر أجزائه، هذه الأشياء نجاستها معلومة في الدين ضرورةً لا خلاف فيه، إلاشعر الخنزير لما أبيح الانتفاع به للخرز ضرورةً". (غنية المستملي (للحلبي الكبير)، ص: ۱۴۲، فصل في الأنجاس، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۱/۱۵۱، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۱/۳۷۱، شعر الخنزير، الطهارة، دار الكتب العلميه، بيروت)

"ولو عض كلبٌ عضو شخص ملاعباً تنجّس، والغضبان ليس يؤثر". دیباچه نور الایضاح، ص: ۱۱ ۔اب پوچھنا یہ ہے کہ مابہ الامتیاز کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

خشک خنزیر کپڑے یا بدن سے لگ جائے جس کا کوئی اثر نہ آئے تو اس سے کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوتا، جیسا کہ خشک نجس العین کا حکم ہے، البتہ تر ہو تو جس مقام پر تری لگی ہو اس کا دھونا ضروری ہے (۱)، غسل واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

کتا اگر کسی کا بدن یا کپڑا دانت سے پکڑ لے اور اس پر تری نہ لگے تو وہ نجس نہیں ہوگا، تری لگنے سے نجس ہوجائے گا، چاہے غضبان ہو چاہے راضی ہو، ایک ہی حکم ہے، یہی قول مختار ہے:

"الكلب إذا أخذ عضو إنسان أو ثوبه، لا يتنجس ما لم يظهر فيه أثر البلل راضياً كان أو غضبان، كذا في منية المصلى. قال في الصيرفية: هو المختار، كذا في شرحها لإبراهيم الحلبي الكبير اهـ". عالمگیری: ۱/ ۲٤ (۲) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

لنگی اور بدن کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۵۸]: ایسی ناپاک لنگی یا کپڑا یا تہبند پہن کر غسل کرے جس میں متفرق طور پر نجاست لگی ہو، کچھ منی، کچھ پیشاب کے قطرے وغیرہ اور اس ناپاک کپڑے پہنے ہوئے پر پاک پانی ڈالتا جائے اور ملتا جائے، جب زوالِ نجاست کا یقین ہوجائے تو لنگی کو اس طرح ایک دفعہ نچوڑ ڈالا جائے کہ پہلے آگے کے حصہ کو بعد اس کے پیچھے کے حصہ کو آگے کر کے ساتھ نچوڑ دیا جائے تو غسل اور پہنا ہوا کپڑا پاک ہوا یا نہیں، یا تین دفعہ

---

(۱) "أما النجاسة الغليظة .... كالعذرة .... و لحم الخنزير و سائر أجزائه، هذه الأشياء نجاستها معلومة في الدين ضرورةً لا خلاف فيها، إلا شعر الخنزير لما أبيح الانتفاع به للخرز ضرورةً". (الحلبي الكبير، ص: ۱۴۶، فصل في الأنجاس، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۸، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/ ۲۹۶، معرفة النجاسة وأحكامها، إدارة القرآن كراچی)

نچوڑنے کا عمل کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح غسل کرنے سے سارا بدن بھی نجس ہوگیا، پھر اگر نجاست کی جگہ کو مَل مَل کر نجاست دور کردی اور پانی بہادیا گیا حتی کہ ظنِ غالب حاصل ہوگیا کہ اب نجاست باقی نہیں رہی (۱)، پھر ایک دم تمام بدن اور لنگی پر پانی ڈال کر بہادیا اور نچوڑ دیا تو بدن بھی پاک ہوگیا اور لنگی بھی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بدن اور کپڑوں کی پاکی وناپاکی سے متعلق چند سوالات

سوال[۲۰۵۹]: ۱...... میں ناپاکی کی حالت میں ناپاک کپڑے پہنے ہوئے دوسری ناپاک چیز اور کپڑوں وغیرہ کو دھوکر پاک کرسکتا ہوں یا نہیں؟

۲...... مجھے ہمیشہ اپنی چیزوں یا اپنے کپڑوں وغیرہ کو دھونے کے درمیان یا دھونے کے بعد شک ہوا کرتا ہے کہ شاید تین بار نہیں دھویا، یا اچھی طرح کپڑوں کو نہیں نچوڑا، یا اس طرح کا کچھ اَور شک ہوتا ہے، یا پھر شک ہوجاتا ہے کہ دھونا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دھونے کے بعد شکر اللہ نہیں کہا، میں ان حالات میں کیا کروں؟

۳...... سارا جسم پاک ہے، کپڑا بدلتے وقت یا کسی وجہ سے اعضائے تناسل میں ہاتھ لگ جائے تو کیا

---

(۱)"ویطهر محل نجاسة مرئية بعد جفاف كدم بقلعها: أى بزوال عينها وأثرها ولو بمرة أو بمافوق ثلاث فى الأصح، ولم يقل: بغسلها، ليعم نحو دلك وفرك ...... ويطهر محل غيرها: أى غير مرئية بغلبة ظن غاسل لو مكلفاً، وإلا فمستعمل طهارة محلها بلا عدد، به يفتى". (الدر المختار: ۱/۳۳۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۱/۲۰۵، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۱/۹۰، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

"إن الجنب إذا اتّزَرَ فى الحمام، وصب الماء على جسده من جَنب الظهر والبطن حتى خرج عن الجنابة، ثم صب الماء على الإزار، يحكم بطهارة الإزار، وإن لم يعصر الخ". (المحيط البرهانى: ۱/۲۲۲، تطهير النجاسات، غفاريه)

اس کے بعد ہاتھ دھونا ضروری ہے؟

۴......بستر پر جو چادر بچھی ہے وہ پیشاب یا منی گرنے سے ناپاک ہے تو کیا اس پر پاک بدن میں پاک کپڑے پہنے ہوئے سونے یا لیٹنے سے بدن یا کپڑے ناپاک ہو جائیں گے اور اگر پسینہ نکلے تو کیا بدن اور کپڑے ناپاک ہو جائیں گے؟

۵......کیا مکھی مچھر کا خون ناپاک ہے؟

۶......گوریا، چمگادڑ، چھپکلی یا چوہیا بستر یا جانماز یا کتاب وغیرہ پر پیشاب کردے یا غلاظت کردے تو کیا یہ چیزیں ایسی حالت میں ناپاک ہو جائیں گی؟ اگر پیشاب سوکھ گیا ہو اور غلاظت بھی سوکھ گئی ہو تو صرف غلاظت کو جھاڑ دینے سے بستر وغیرہ پاک رہے گا یا نہیں؟

۷......میں پاک ہوں، لیکن میں ناپاک لنگی یا ناپاک پتلون یا ناپاک پائجامہ پہن لیتا ہوں تو کیا میں ناپاک ہو جاؤں گا؟

۸......میں پاک ہوں، لیکن میں نے ناپاک کپڑے پہن لئے اور پھر پانی سے استنجا کیا تو کیا میں اب ناپاک ہو جاؤں گا۔

۹......میں ناپاک ہوں، لیکن میں نے پاک کپڑے پہن لئے تو کیا وہ کپڑے اب ناپاک ہو جائیں گے؟

۱۰......میں ناپاک ہوں، لیکن پاک کپڑے پہن کر پھر پانی سے استنجا بھی کرلیا تو کیا اب وہ پاک کپڑے ناپاک ہو جائیں گے؟

۱۱......میں پاک ہوں، لیکن ناپاک چادر یا لحاف یا ناپاک کمبل وغیرہ اوڑھتا ہوں تو کیا میں ناپاک ہو جاؤں گا؟

۱۲......میں ناپاک ہوں، لیکن پاک چادر یا لحاف یا کمبل وغیرہ اوڑھتا ہوں تو کیا یہ چیزیں ناپاک ہو جائیں گی؟

۱۳......میں نے جو چاروں قسمیں کھائیں یہ شریعت کی رو سے جائز ہیں یا ناجائز؟

۱۴......(الف) میں ہردم اپنی چاروں قسموں کی خلاف ورزی کر کے اپنے گناہوں میں برابر اضافہ کرتا جارہا ہوں، میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کونسا راستہ اختیار کروں؟

(ب)اگر قسموں پر قائم رہنے کا حکم ہو تو اس کا طریقہ بتائیں کہ میں کس طرح اپنی قسموں پر آخری سانس تک قائم رہوں، آیا چاروں قسموں کو توڑ ڈالنے کا حکم ہو تو یہ بتائیں کہ ان کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور کس طرح ادا کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......پاک کرسکتے ہیں اور طریقہ شرعیہ پر پاک کرنے سے وہ چیزیں پاک ہوجائیں گی، یہ بات نہیں کہ آپ کے ناپاک ہونے سے وہ چیزیں دھونے اور پاک کرنے سے بھی پاک نہوں (۱)۔

۲......جس چیز کو پاک کرنے کے لئے تین مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے، اس کو دھونے کے درمیان اگرچہ شک ہوجائے کہ شاید دو ہی دفعہ نچوڑا ہے تیسری دفعہ نہیں نچوڑا تو ایک دفعہ اَور نچوڑیں اور دھونے کے بعد شک ہو تو اس کا اعتبار نہیں (۲) اس پر کوئی توجہ نہ کریں۔ شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بعد میں شکر اللہ اگر نہ کہا جائے تب بھی کپڑا وغیرہ پاک ہوجاتا ہے، اس میں ذرہ برابر تردد نہ کریں۔

۳......بالکل ضروری نہیں، آخر وہ حصہ بھی تو پاک ہی ہے، اگر ناپاک ہوتا تو اس کے ساتھ نماز کیسے درست ہوتی اور کپڑے کیسے پاک رہتے (۳)۔

۴......نہ بدن ناپاک ہوگا نہ کپڑے ناپاک ہوں گے، اگر پسینہ نکل کر چادر پر گرا اور اس سے منی کا اثر

---

(۱) "يجوز رفع نجاسة حقيقة عن محلها ولو إناء أو ماكولاً، علم محلها أو لا، بماء ولو مستعملاً، وبكل مائع طاهر قالع للنجاسة ينعصر بالعصر". (الدر المختار: ۱/۳۰۹، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۸۲، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۴۰، شروط وجوب الطهارة، رشيديه)

(۲) "ولو أيقن بالطهارة وشك بالحدث أو بالعكس أخذ باليقين، ولو تيقنهما وشك في السابق، فهو متطهر". (الدر المختار: ۱/۱۵۰، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۷۸، نوع آخر في الفصل الثاني في بيان مايوجب الوضوء، غفاريه)

(۳) "لاينقضه مس ذكر لكن يغسل يده ندباً". (الدر المختار: ۱/۱۴۷، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۳، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۴۷، فصل وأما بيان ما ينقض الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت)

بدن یا کپڑے پر پہونچ گیا تو جتنے بدن یا کپڑے پر وہ اثر ظاہر ہوا ہے اتنا ناپاک ہوگا (١)، اتنا حصہ پاک کرلیا جائے، نہ پورا بدن ناپاک ہوگا نہ پورا کپڑا اور نہ اس سے تمام کو دھونے کی ضرورت ہے۔

۵......ان کا خون بدن یا کپڑے پر گر جائے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آئے گا (٢)۔

٦......گوریا کی بیٹ اور پیشاب سے کپڑا وغیرہ دھونا ضروری نہیں، یہی حال چمگادڑ کا ہے (٣)، چوہیا نے اگر پیشاب کردیا تو اس کو پاک کرلیا جائے، مینگنی اس کی خشک ہوتی ہے اس سے کپڑا دھونے کی ضرورت نہیں (٤)، چھپکلی کی غلاظت اگر تر ہو تو اس سے بھی کپڑا دھولیا جائے۔

---

(١) "إذا نام الرجل على فراش، فأصابه مني ويبس، فعرق الرجل وابتل الفراش من عرقه، إن لم يظهر أثر البلل في بدنه لا يتنجس، وإن كان العرق كثيراً حتى ابتل الفراش ثم أصاب بلل الفراش جسده، فظهر أثره في جسده، يتنجس بدنه". (الفتاویٰ العالمکیریه، ٤٧/١، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ٢٦/١، فصل في النجاسة التي تصيب البدن، رشيديه)

(٢) "ولا ينجس البئر بموت حيوانٍ لادم له سائل كذُباب وصرصور وخنفساء وزنبور وبق وعقرب، أو بموت حيوان الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ٢٨٩/١، حالة موت الإنسان أو حيوان في البئر، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ١٨٣/١، باب المياه، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ٢٤/١، الفصل الثاني فيما لايجوز به التوضؤ، رشيديه)

(٣) "وخرء كل طير لا يذرق ...... أما مايذرق فيه، فإن ماكولاً كحمام وعصفور فطاهر، وإلا فمخفف". (الدر المختار: ٣٢٠/١، باب الأنجاس، سعيد)

"وبول غير ماكول ولو من صغير لم يطعم إلا بول الخفاش وخرأه". (الدر المختار). قال ابن عابدينؒ: "بول الخفافيش وخرء ها ليس بنجس لتعذر صيانة الثوب والأواني عنها الخ". (ردالمحتار: ٣١٩/١، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٤٦/١، والثاني المخففة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ٤٦٧/١، فصل وأما الطهارة الحقيقية، دار الكتب العلميه، بيروت)

(٤) "اعلم أن بول الهرة والفأرة وخرأهما نجس في أظهر الروايات يفسد الماء والثوب، ولو طحن بَعر الفأرة مع الحنطة ولم يظهر أثره، يعفى عنه للضرورة ...... قال الفقيه أبو جعفر: ينجس الإناء دون الثوب ...... والمشائخ على أنه نجس لخفةٍ للضرورة، بخلاف خرئها فإن فيه ضرورة في الحنطة". (ردالمحتار: ٣١٩/١، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ٣٦٧/١، فصل أما الطهارة الحقيقية، دار الكتب العلميه، بيروت)

۷......اس سے آپ ناپاک نہیں ہوں گے، الّا یہ کہ ناپاک کپڑوں کی ناپاکی تر ہو اور وہ جسم کو لگ جائے تو وہ حصۂ جسم ناپاک ہوگا (۱) تمام جسم پھر بھی ناپاک نہیں ہوگا۔

۸......مثل نمبر: ۷، اگر پانی سے استنجا کرنے سے کپڑے یا بدن پر نجاست لگ جائے تو اتنا حصہ ناپاک ہوجائے گا اس سے آپ ناپاک نہیں ہوں گے۔

۹......وہ کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے اور یہ کہ آپ کے بدن پر ناپاکی تر ہو اور کپڑوں پر لگ جائے تو وہ حصہ ناپاک ہوجائے گا تمام کپڑا پھر بھی ناپاک نہیں ہوگا (۲)۔

۱۰......مثل نمبر: ۹۔

۱۱......مثل نمبر: ۴۔

۱۲......مثل نمبر: ۹۔

۱۳......یہ قسمیں شرعاً منعقد ہوگئیں، ان کی پابندی لازم ہے (۳)۔

۱۴......(الف) انہیں قسموں کے مطابق عمل کیا جائے (۴)۔

(ب) اگر پوری نہ کرسکیں اور قسم ٹوٹ جائے تو کفارہ لازم ہے، کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو شکم سیر دو وقت کھانا کھلائیں یا کپڑا دیا جائے ایک ایک جوڑا، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے جائیں، ایک مرتبہ ایسا کرنے سے اس قسم کی ذمہ داری عمر بھر کے لئے ختم ہوجائے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ولو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره تنجس، وإلا لا". (الدرالمختار: ۱/ ۳۴۷، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الخلاصة: ۱/ ۴۶، الفصل الثامن في النجاسة، امجد اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۷، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

(۲) (دیکھئے حاشیہ نمبر: ۱)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان .... واحفظوا أيمانكم﴾. (سورة المائدة: ۸۹)

(۴) سوال میں چار قسموں کا تذکرہ ہے اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا ہے، لیکن سوال میں اصل نسخہ کے مطابق ان قسموں کی کوئی وضاحت نہیں، ہوسکتا ہے مستفتی نے زبانی پوچھی ہوں یا کسی اور باب میں ذکر کی گئی ہوں۔ =

دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا ناپاک؟

سوال[۲۰۶۰]: دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہوتے ہیں یا ناپاک؟ کیونکہ دھوبی کپڑے کو تین بار نہیں دھوتے، دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پر اگر کوئی دھبہ بڑا، یا چھوٹا موجود ہو تو اس کو پاک کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دھوبی (اگر) بڑے تالاب یا نہر یا دریا میں کپڑے دھوتے ہیں تو وہ کپڑے پاک ہیں، بہتے پانی یا کثیر پانی میں کپڑے کا پڑا رہنا بھی تین بار دھونے کے حکم میں ہے(۱)۔ پکا نشان (دھبہ) باقی رہ جائے اور نجاست کا جسم دھل جائے تب بھی کپڑا پاک ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال[۲۰۶۱]: جو ہندو دھوبی کپڑے دھوتے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

= قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة،فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام، ذلك كفارة أيمانكم﴾. (سورة المائدة: ۸۹)

(وكذا في الدر المختار على ردالمحتار: ۶۰/۳، كتاب الأيمان، سعيد)

(۱) قال العلامة الحصكفي: "وهذا كله إذا غسل في إجانة، أما لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير، أو جرى عليه الماء طهر بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس، هو المختار". (الدر المختار: ۳۳۳/۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۱۲/۱، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۳۳۷/۱، الصب أو إيراد الماء على النجاسة، رشيديه)

(۲) "لايضرّ بقاء أثر كلَونٍ وريح لازم، فلا يكلف بإزالته إلى ماء جار أو صابون ونحوه، بل يطهر ماصبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء". (الدر المختار: ۳۲۹/۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۱۰/۱، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۰۵/۱، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ناپاک کپڑا ہندو کے پاک کرنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے، پس جب تک کسی نجاست کا علم نہ ہو، ہندو دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے، البتہ مسلمان دھوبی سے دھلانا بہتر ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۶/ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ جمادی الاولیٰ/ ۵۶ھ۔

بے علم دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا

سوال[۲۰۶۲]: دھوبی جو کپڑے دھوتے ہیں، عموماً طہارت ونجاست سے واقف نہیں ہوتے ہیں، نیز بعض شہر کے اندر نالیوں کے پانی سے یا مائے راکد متعفن سے دھوتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ پانی کثیر ہے اور محض مکث کی وجہ سے متعفن ہوگیا، یا وہ پانی جاری ہے اور اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہیں تو اس میں کپڑوں کا دھونا درست ہے(۲)۔ کپڑوں پر اگر پہلے سے نجاست نہیں تھی تب تو ان کی پاکی میں کوئی اشکال نہیں، اگر نجاست تھی اور وہ مرئیہ تھی تو اس کے زوال اور بقاء کو خود دیکھ لیا جائے، اگر غیر مرئیہ تھی تب بھی چونکہ ہر دھوبی کم از کم تین مرتبہ تو ضرور ہی ہر کپڑے کو دھوتا ہے اور نچوڑتا ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے، اس لئے وہ کپڑا پاک ہوجاتا ہے اگرچہ وہ باقاعدہ مسائلِ شرعیہ سے واقف نہیں۔ اگر وہ دھوبی قلیل پانی میں جو کہ نجس ہے

---

(۱) "وإزالتها إن كانت مرئيةً بإزالة عينها وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثره .... وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۴۰۹، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۸۲، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "إذا تغير لون الماء أو طعمه أو ريحه بل لو تغير الأوصاف الثلثة بطول المكث أو بوقوع الأوراق فيه، يجوز الوضوء به .... و كذا إذا ألقي في الماء الجاري شيء نجس كالجيفة والخمر لا يتنجس الماء مالم يتغير لونه أو ريحه أو طعمه". (الحلبي الكبير، ص: ۹۱، باب المياه، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الدر المختار: ۱/ ۱۸۶، باب المياه، سعيد)

کپڑے دھوتے ہیں یا نالیوں کے گندے پانی میں جس پرنجاست کا اثر ظاہر ہے کپڑے دھوئے تو وہ پاک نہیں ہوتے (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

غیر مسلم سے مٹھائی لینا اور کپڑے دھلوانا

سوال[۲۰۶۳]: ہندو دھوبی کے یہاں کے دھلے ہوئے کپڑوں سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور ہندو کے یہاں کی مٹھائی وغیرہ کھانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر کسی جگہ نجاست کا یقین یا ظنِ غالب نہ ہو تو مٹھائی اور کپڑا پاک ہے(۲) اور نماز درست ہو جائے گی، تاہم مسلمان سے کپڑے دھلانا اور مٹھائی لینا بہتر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۵ھ۔

چھوٹے بچے کے پیشاب کا حکم اور اس سے بچنے کا طریقہ

سوال[۲۰۶۴]: چھوٹے چھوٹے بچے ماؤں کی گود میں پیشاب کر دیتے ہیں جس سے بار بار

---

(۱) "وإزالتها إن كانت مرئيةً بإزالة عينها وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثره .... وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي شرح منية المصلي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۸۲، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۴۰۹، باب الأنجاس، رشيديه)

(۲) "من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه: أصابته نجاسة أم لا، فهو طاهر ما لم يستيقن، و كذا الآبار والحياض التي يستقي منها الصغار و الكبار والمسلمون و الكفار، و كذالك السمن والجبن والأطعمة التي يتخذ ها أهل الشرك والبطالة، وكذالك الثياب التي ينسجها أهل الشرك والجهلة من أهل الإسلام الخ". (التاتارخانية: ۱/ ۱۴۶، نوع في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۱۵۱ نواقض الوضوء، سعيد)

دھونے کی پریشانی کی بات ہے، اس میں کچھ آسان اور سہل طریقہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیشاب تو بہر حال ناپاک ہے، کپڑے پر لگے گا تو کپڑا ناپاک ہوگا، بدن پر لگے گا تو بدن ناپاک ہوگا اور بغیر پاک کئے نماز درست نہ ہوگی (۱)۔ بچہ کو ایسا کپڑا پہنایا جائے کہ پیشاب اسی کے اندر رہے، ماں کے کپڑے وبدن کو نہ لگے، آج کل اس کا رواج بھی ہوگیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جس جگہ پر پیشاب یا خون کا دھبہ آیا ہے اس کا دھولینا کافی ہے

سوال [۲۰۶۵]: ۱...... اگر پیشاب پاخانہ یا بواسیر کے خون کے دھبے کپڑے پر آجائیں تو کیا ایسی صورت میں ان دھبوں پر پانی چھڑک کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا دھونا ضروری ہے یا نہانا ضروری ہے؟

۲...... نماز کی حالت میں بعض اوقات ذراسی ہوا خارج ہوجاتی ہے...... تو اس کے لئے تیمم کس وقت کرنا چاہئے، کیونکہ وضو بار بار نہیں کرسکتی، میں ستر برس کی ضعیفہ ہوں، علاوہ ازیں اگر نماز میں وضو یا تیمم ٹوٹ جائے تو کیا پوری نماز ادا کرنی چاہئے یا جہاں سے ٹوٹی ہو وہاں سے اس کو پورا کرلینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جتنے حصے پر ناپاکی لگی ہو اس کو دھولینا چاہئے، نہانا ضروری نہیں (۲)۔

---

(۱) "إذا انتضح من البول بشيء يرى أثره، لابد من غسله، ولو لم يغسل، وصلى كذلك، فكان إذا جمع كان أكثر من قدر الدرهم أعاد الصلاة". (المحيط البرهاني: ۲۱۶/۱، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

(وكذا في التاتارخانيه: ۲۹۵/۱، معرفة النجاسات وأحكامها، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "يجب تطهير ما أصابته النجاسة من بدن أو ثوب أو مكان لقوله تعالىٰ: ﴿وثيابك فطهر﴾ الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲۴۰/۱، المبحث الثاني: شروط وجوب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲۲۰/۱، في تطهير النجاسات، غفاريه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳۰۵/۱، الفصل الثامن في تطهير النجاسات، إدارة القرآن، كراچی)

۲...... جب ہوا خارج ہو فوراً نماز ختم کر کے طہارت حاصل کرے (وضو یا تیمم) پھر از سرِ نو نماز پڑھنا بہتر ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کتے کا کپڑوں سے رگڑ جانا

سوال [۲۰۶۶]: کتا کپڑوں سے رگڑتا ہوا چلا جائے تو غسل کرنے اور کپڑا تبدیل کرنے کی حاجت ہے یا نہیں؟

فتح میر کانپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

کتے کا لعاب نجس ہے (۲)، اگر لعاب نہیں لگا، بلکہ خشک جسم کپڑے کو لگا ہے تو اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا (۳)۔ نماز کے لئے اس کپڑے کو تبدیل کرنا یا دھونا یا خود غسل کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ناپاک کپڑے پہن کر سونا

سوال [۲۰۶۷]: رات کو ناپاک کپڑے پہن کر سونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رات کو ناپاک کپڑے پہن کر سونا درست ہے، مگر بلاضرورت مناسب نہیں، اس میں ایک قسم کی کراہت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "واستئنافه أفضل: أي بأن يعمل عملاً يقطع الصلاة، ثم يشرع بعد الوضوء .... اهـ".

(ردالمحتار: ۱/۶۰۳، باب الاستخلاف، سعيد)

(۲) "الكلب إذا أخذ عضوا إنسان أو ثيابه إن أخذ في حالة الغضب، لا يجب غسله .... لا يتنجس ما لم ير البلل سواء كان الكلب راضياً أو غضبان". (التاتارخانية: ۱/۲۹۶، معرفة النجاسات، إدارة القرآن)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص:۱۹۳، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۳) "إذا نام الكلب على حصير المسجد إن كان يابساً، لا يتنجس". (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۲۱، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب الخ، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۹۶، الطهارة، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الثالث فی نجاسة الأوانی وتطهیرها
(برتنوں کو پاک کرنے کا بیان)

چمار کا استعمال کیا ہوا برتن کس طرح پاک ہوگا؟

سوال[۲۰۶۸]: کھانا پکانے کی دیگ گاؤں کی شاملات کی ہے، اس کو چماروں کو دیدی گئی، ان چماروں نے اس میں کھانا پکایا، استعمال کیا۔ اب اس کے متعلق کیا حکم ہے، آیا اس پر قلعی کرا کر استعمال کیا جائے یا ویسے ہی اس کو آگ پر رکھ کر دھوکر، مانج کر استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

دوبارہ قلعی کرانیکی ضرورت نہیں، ویسے ہی دھو، مانج کر پاک کر لینا کافی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ربیع الاول/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مفتی مظاہر علوم۔

چینی وغیرہ کے برتن کو پاک کرنے کا حکم

سوال[۲۰۶۹]: کپڑا، جسم، تانبے، پیتل، المونیم کے برتن پلاسٹک کے برتن، چینی کے برتن وغیرہ پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

---

(۱) "قال محمد رحمه الله تعالیٰ: و يكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، و مع هذا لو أكل و شرب فيها قبل الغسل، جاز الخ". (الفتاوی العالمكيری: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

ہر چیز کو تین دفعہ دھولیں، کپڑے کو ہر دفعہ نچوڑ دیں، اس طرح کرنے سے پاک ہوجائے گا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اسٹیل کے برتنوں کو پاک کرنے کا حکم

سوال[۲۰۷۰]: آج کل اسٹیل کے برتن استعمال ہوتے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسٹیل ناپاک ہوجائے تو پاک بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اسٹیل اگر دھات ہے تو ناپاک نہیں اور اگر ناپاک بھی ہو تو پاک کرنے سے پاک ہوجاتی ہے(۲)، لہٰذا اس کے برتن استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ جس طرح اہلِ ہنود پیتل کے برتن استعمال کرتے ہیں ایسے نہ ہوں تاکہ تشبہ نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "إن المتنجس إما أن يتشرب فيه أجزاء النجاسة أصلاً كالأواني المتخذه من الحجر والنحاس والخزف والعتيق، أو يتشرب فيه قليلاً كالبدن والخف والنعل، أويتشرب فيه كثيراً، ففي الأول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد، وفي الثاني كذلك؛ لأن الماء يستخرج ذلك القليل، فيحكم بطهارته، وأما في الثالث، فإن كان مما يمكن عصره كالثياب فطهارته بالغسل والعصر إلى زوال المرئية، في غيرها بتثليثها .... إن علم أنه لم يتشرب فيه، بل أصاب ظاهره، يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر". (ردالمحتار: ۱/۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۴۵۱، فصل فيما يقع به التطهير، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۲) "وكذا يطهر محل نجاسة مرئية بقلعها ولا يضرّ بقاء أثر لازم وغيرها بغلبة ظن غاسل لو مكلف طهارة محلها". "الأواني ثلاثة أنواع: خزف وخشب وحديد ونحوها، وتطهيرها على أربعة أوجه: حرق ونحت ومسح وغسل، فإن كان الإناء من خزف أو حجر و كان جديداً، ودخلت النجاسة في أجزائه يحرق، وإن كان عتيقاً يغسل، وإن كان من خشب جديد ينحت، ومن قديم يغسل، وإن من حديد أو =

لوہے کی چیز پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۱]: لوہے کی چیزیں خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوہے کی چیز اگر ناپاک ہوجائے تو اس کا دھوکر یا مٹی وغیرہ سے رگڑ کر پاک کرنا ضروری ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

المونیم پلاسٹک کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۲]: جسم اور وہ چیزیں جس میں پانی وغیرہ جذب نہیں ہوتا ہے المونیم پلاسٹک وغیرہ جب نجس ہوں خواہ مرئیہ یا غیرہ مرئیہ، اوپر سے پانی ایک ہی دفعہ مسلسل اس قدر چھوڑیں اور ملتے جائیں کہ طہارت کا یقین حاصل ہوجائے پاک ہوا یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح پاک ہوجائے گا(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= صفر أو رصاص أو زجاج وكان صقيلاً، يمسح، وإن كان خشناً يغسل". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۱/۱۶۳، باب الأنجاس، دار المعرفة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(۱) "ويطهر محل نجاسة، أما عينها فلا تقبل الطهارة مرئية بعد جفاف كدم بقلعها: أي بزوال عينها وأثرها ولو بمرة، أو بما فوق ثلاث في الأصح، ولم يقل بغسلها، ليعم نحو دلک وفرک". (الدر المختار: ۱/۳۲۸، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۹۰، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۳، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، رشيديه)

(۲) "أجرى عليه الماء، طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس، هو المختار". .... =

جن چیزوں میں پانی جذب نہیں ہوتا، ان کے پاک کرنے کا حکم

سوال[۲۰۷۳]: آج کل پلاسٹک کا جوتہ چپل پالش کیا ہوا- چمڑے کا، یا باٹا کا- دکانوں میں ملتے ہیں، اگر نجاستِ غیر مرئیہ سے ناپاک ہوجائیں، تین دفعہ دھوڈالیں، یا ایک دفعہ اوپر سے پانی ڈال کر اس قدر دھوڈالیں کہ نجاست زائل ہونے کا یقین ہوجائے تو پاک ہوا یا نہیں؟ پانی ٹپکانا ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح لکڑی کا کھڑاواں جو کہ پالش کیا ہوا ہے پاک ہوگا یا نہیں؟ جو عمل طریقہ اوپر لکھا ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس میں پانی جذب نہیں ہوتا اس پر تین دفعہ مسلسل پانی ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (الدرلمختار: ۱/۳۳۳، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۲۵، الفصل السابع في النجاسات، غفاريه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۳۷، الصب أو إيراد الماء على النجاسة، رشيديه)

(۱) "أن المتنجس إما أن لا يتشرب فيه أجزاء النجاسة أصلاً كالأواني المتخذة من الحجر والنحاس والخزف العتيق، أو يتشرب فيه قليلاً كالبدن والخف والنعل، أو يتشرب كثيراً، ففي الأول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد، وفي الثاني كذلك؛ لأن الماء يستخرج ذلك القليل، فيحكم بطهارته، وأما في الثالث، فإن كان مما يمكن عصره كالثياب، فطهارته بالغسل والعصر إلى زوال المرئية، وفي غيرها بتثليثها .... إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره، يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر". (ردالمحتار: ۱/۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۵۱، فصل فيما يقع به التطهير، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۳۵، العصر فيما يمكن عصره، رشيديه)

حوض اور ڈرم پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۴]: حوض یا بڑے ڈرم کا پانی نجس ہوجائے تو ناپاک پانی بہادینے کے بعد پاک ہوگیا یانہیں؟ یا دھونا پڑے گا، اگر دھونے کا حکم ہوتو کتنی دفعہ دھونا ہوگا؟ حوض اگر خشک ہوکر زوالِ نجاست ہوجائے تو بغیر دھوئے حوض میں پانی ڈال سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈرم کو دھویا جائے، ناپاک پانی گرادینے پر کفایت نہ کی جائے (۱)۔ حوض کو اتنا بھرا جائے کہ سب طرف سے پانی ابل کر جاری ہوجائے (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بالٹی گلاس وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۵]: بالٹی، گلاس لوٹا وغیرہ نجس ہوں اور اندر باہر دونوں طرف نجس ہوں تو پانی لوٹا بالٹی وغیرہ لیکر تین دفعہ دھوئیں یعنی جو برتن ناپاک ہے اس میں تھوڑا پانی پاک لے لیں اور اس پانی سے جو برتن کے اندر دھویا ہے برتن کے باہر بھی ہاتھ لیکر دھوڈالیں، تمام طرف سے دھوکر پانی پہلا پھینک دیں پھر دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ اسی طرح عمل کریں تو بالٹی، لوٹا، برتن وغیرہ پاک ہوا یانہیں؟ اور ہر دفعہ پانی کو ٹپکانا ہوگا یانہیں؟

---

(۱) "وقُدّر بتثليث جفاف: أي انقطاع تقاطر في غيره: أي غير منعصر مما يتشرب النجاسة". (الدرالمختار).

(قوله: أي غير منعصر): أي بأن تعذر عصره كالخزف". (ردالمحتار: ۱/۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۵۱، فصل شرائط التطهير بالماء، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۶، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲) "حوضٌ صغيرٌ تنجس ماؤه، فدخل الماء فيه من جانب، وسال ماء الحوض من جانب آخر، كان الفقيه أبو جعفر رحمه الله يقول: كما سال ماء الحوض من جانب الآخر يحكم بطهارة الحوض، وهو اختيار الصدر الشهيد رحمه الله". (المحيط البرهاني: ۱/۱۰۶، الفصل الرابع في المياه، غفاريه)

(وكذا في ردالمحتار: ۱/۱۹۵، باب في المياه، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷، الباب الثالث في المياه، رشيديه)

مسلسل دھونے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں جب کہ جذب ہونے کی چیز نہیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاک ہوجائے گا، جس میں پانی جذب نہیں ہوتا، اس پر تین دفعہ مسلسل پانی ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جس استرہ سے کافر کی حجامت بنائی گئی کیا وہ ناپاک ہوگیا؟

سوال[۲۰۷۶]: ایک حجام جس کی دوکان میں مسلم غیر مسلم سبھی حجامت بنواتے ہیں، ایک ہی استرا مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو مسلمان اگر وہاں حجامت اور خط بنوائے تو کیا اس کو اپنا سر اور چہرہ وغیرہ ناپاک تصور کر کے تین مرتبہ دھونا ضروری ہوگا یا بہتر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اتنی بات سے تو سر اور چہرہ ناپاک نہیں ہوتا، البتہ اگر استرہ پر خون لگا ہوا ہے اور وہ چہرہ یا سر پر لگ جائے تو ضرور ناپاک ہوجائے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "فيما لا ينعصر يطهر بالغسل ثلاث مرات والتجفيف في كل مرة؛ لأن للتجفيف أثراً في استخراج النجاسة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۱/۳۳۲، ۳۳۳، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۶، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲) "وقال أبو يوسف في المحتجم: لا يجزئه أن يمسح الدم عن موضع الحجامة حتى يغسله". "قال الحاكم: رأيت عن أبي حفص عن محمد بن الحسن رحمهم الله أنه إذا مسحه بثلاث خرق رطاب نظاف، أجزأه". (المحيط البرهاني: ۱/۲۳۲، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۳، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۱۸، تطهير النجاسات، إدارة القرآن، كراچي)

ناپاک کنویں کے پاک کر لینے پر ڈول رسی وغیرہ کا حکم

سوال[۲۰۷۷]: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر اہلِ محلّہ پانی بھرلیں تو کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ لوگ کنویں کی مَن (۱) پر کھڑے ہو کر پانی بھرتے ہیں اور گذشتہ پانی جو گھر لے گئے ہیں، اسی کے ہاتھوں سے پھرا کر بھرتے ہیں تو کیا یہ عفو ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

فی الحال گھڑا، ڈول ہاتھ وغیرہ وغیرہ سب ناپاک اور مقدار واجب النزح نکلنے کے بعد طہارت کا حکم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا لوٹا قدمچہ پر رکھنے سے ناپاک ہو جاتا ہے؟

سوال[۲۰۷۸]: کیا روزانہ استعمال میں لایا جانے والا لوٹا جس کی تلی قدمچہ پر بھی رکھی جاتی ہے غسل میں مستعمل کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

کر سکتے ہیں جب کہ اس میں کوئی ناپاکی نہ ہو، اگر ناپاکی ہو تو اس کو پاک کر لیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "مَن: کنویں کی مینڈھ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۸۷، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "يطهر الكل تبعاً (الدرالمختار). "(قوله: يطهر الكل): أى من الدلو والرشاد والبكرة و يد المستقى تبعاً؛ لأن نجاسة هذه الأشياء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها للحرج كدن الخمر يطهر تبعاً إذا صار خلاً، و كَيَد المستنجي يطهر بطهارة المحل، و كعروة الإبريق إذا كان فى يد المستنجي الخ". (ردالمحتار: ۱/ ۲۲۲، باب الأنجاس، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق: ۱/ ۲۱۵، باب الأنجاس، رشيديه)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۲، الباب السابع فى النجاسة، رشيديه)

(۳) "و يطهر متنجس سواء كان بدناً أو ثوباً أو آنيةً بنجاسة و لو غليظةً مرئيةً كدم بزوال عينها، و لو كان=

بیت الخلاء کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا

سوال[۲۰۷۹]: جامع مسجد میں پانی گرم کرنے کے لئے ایک ڈرم رکھا ہوا ہے، اکثر لوگ اس میں غسل خانہ اور بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ڈالتے ہیں، تو ڈرم کا پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ لوٹے پر بظاہر کوئی نجاست نہیں لگی ہوئی ہے، لیکن یہ لوٹا غسل خانہ اور بیت الخلاء میں رکھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غسل خانہ یا بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ناپاک نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی زمین پر رکھنے سے ناپاک ہوتا ہے(۱)، البتہ اگر غسل خانہ کا پانی غسل خانہ میں جمع ہوتا ہے کسی جگہ، اور پانی جمع ہونے پر لوٹا رکھا جاتا ہے تو لوٹے کی تلی ناپاک ہوجائے گی۔ عموماً بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ طاقچہ وغیرہ بنا ہوتا ہے اس جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، لیکن اگر بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ لوٹا نیچے وہاں رکھا جاتا ہے جہاں استنجے کا پانی وغیرہ پڑتا ہے، یا بھنگی نے بیت الخلاء دھویا یا وہاں بھیگی ہوئی جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، ان دونوں صورتوں میں بھی لوٹے کی تلی ناپاک ہوجاتی ہے۔

لوٹے پر نجاست لگی ہوئی نظر آئے یا نہ آئے، ناپاک پانی یا ناپاک مٹی لگنے سے بھی تلی نجس ہوجاتی ہے، اس لئے ایسے لوٹے کو ڈرم کے اندر ڈالنے سے احتیاط کرنا چاہئے، شبہ ہو تو نہ ڈالنا چاہئے جب تک کہ پاک نہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۲۸ھ۔

= بمرة: أي غسلة واحدة على الصحيح، ولا يشترط التكرار الخ" (مراقي الفلاح، ص: ۱۵۹، قديمي)

(۱) "مشى في حمام ونحوه، لا ينجس مالم يعلم أنه غسالة نجس". (الدر المختار: ۳۵۰/۱، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲۱۵/۱، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

الفصل الرابع فی تطهير الأرض

(زمین پاک ہونے کا بیان)

کیا ناپاک زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے؟

سوال[۲۰۸۰]: ایک ایسی زمین پر جو چونے سے بنائی گئی ہو اور بچے اس پر پیشاب پاخانہ بھی کردیتے ہیں اور اسے صاف بھی کردیا جاتا ہے، لیکن پاک نہیں کیا جاتا، کیا ایسی زمین سوکھ جانے کے بعد پاک ہوجاتی ہے؟ اور اگر اس پر شہد گر جائے تو وہ شہد پاک ہوگا یا ناپاک ہوجائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو زمین پختہ ہو، چونے سے بنائی گئی ہو، اس پر بچہ نے پیشاب کردیا ہو وہ ناپاک ہوگئی، پھر جب اس کو صاف کردیا گیا اور وہ خشک ہوگئی، پیشاب پاخانہ کا اس پر اثر موجود نہیں رہا تو وہ پاک ہوگئی (۱) اس پر نماز پڑھنا درست ہے۔ اس پر جو شہد گر گیا اور اس میں کوئی اثر نجاست کا ظاہر نہیں ہوا تو وہ بھی پاک ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

نجس زمین پر خشک ہونے کے بعد پانی گرنے سے کیا وہ پھر ناپاک ہوجائے گی؟

سوال[۲۰۸۱]: زمین نجس دھوپ سے پاک ہوگئی، مگر اس پر پانی پڑا تو نجاست عود کر آئے گی یا نہیں؟

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: "و تطهر أرض بيبسها: أى جفافها و لو بريح و ذهاب أثرها كلون و ريح لأجل صلاة عليها الخ". (الدر المختار: ۱/۳۱۱، باب الأنجاس، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيديه)

(و كذا في التاتارخانية: ۱/۳۰۹، الفصل الثامن في تطهير النجاسات، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وإذا ذهب أثر النجاسة عن الأرض و قد جفت و لو بغير الشمس على الصحيح، طهرت و جازت الصلاة عليها، لقوله عليه السلام: "أيما أرض جفت فقد زكت الخ". (مراقي الفلاح، ص: ۱۶۴، باب الأنجاس، قديمي)

کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ زمین سوکھ جائے گی اس پر نماز پڑھنا درست ہوجائے گا (۱)، اس پر بوریہ بچھا کر نماز پڑھ لیا جائے تو شبہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

گوبر سے لیپی ہوئی زمین کا حکم

سوال [۲۰۸۴]: مکانوں میں گوبری لیپتے ہیں اور اس میں گوبر ملاتے ہیں تو اس غیر خشک زمین پر مصلی یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ایسی گوبری کی ہوئی زمین خشک وتر کا حکم ایک ہے یا الگ الگ؟ گوبری شدہ خشک زمین پر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

خشک زمین میں کپڑا یا مصلی بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے، اگر چہ وہ ناپاک چیز سے لیپی گئی ہو، گوبر یا لید اگر تر ہے اور کپڑے یا مصلی پر اس کا اثر دوسری جانب نہ آئے تب بھی نماز درست ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۶/۹۲ھ۔

---

(۱) "وتطهر الأرض بخلاف نحو بساط بيبسها: أي جفافها ولو بريح وذهاب أثرها كلون وريح لأجل صلاة عليها، لا لتيمم بها". (الدر المختار: ۱/۳۱۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۴۴، باب الأنجاس، امداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۱۹۸، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۱۹۸، باب الأنجاس، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "و لا ينجس ثوب رطب بنشره على أرض نجسة ببول أو سرقين، لكنها يابسة، فتنذت الأرض من الثوب الرطب، و لم يظهر أثرها فيه". (مراقي الفلاح، ص: ۱۶۴، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۴، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب .... والأرض، رشيديه) =

الجواب حامداً و مصلياً:

نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۷ھ۔

زمین پر نجاست نہ ہو تو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا

سوال [۲۰۸۲]: وضو کرنے کے بعد گیلے پیر سے جہاں پر جوتے رکھے ہوئے ہوں، سوکھی جگہ کو جانا کیسا ہے؟ پھر پیر دھونا ضروری ہے کہ نہیں، پیر ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر وہاں نجاست ظاہراً موجود نہ ہو تو پھر پیر ناپاک نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

مٹی کے مکانوں کو پیشاب سے پاک کرنے کا طریقہ

سوال [۲۰۸۳]: بچے مٹی کے گھر میں بار بار پیشاب کرتے ہیں، اس مکان کو پاک کرنے کا

---

(۱) "وكذا الأرض إذا أصابها نجس، و جفت، وحكم بطهارتها، ثم أصابها الماء، في رواية: تعود نجسةً، و في رواية: لا، و المختار الثاني لما قلنا. و كذا قال قاضي خان: الصحيح أنها لا تعود نجسةً".
(الحلبي الكبير، ص: ۱۵۶، باب الأنجاس، سهيل اكيڈمي، لاهور)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيديه)
(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۴، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب .... والأرض، رشيديه)

(۲) "إذا وضع رِجله على أرض نجسة، أو على لبد نجس، إن كانت الرجل رطبةً والأرض أو اللبد يابساً، وهو لم يقف عليه بل مشى، لا تتنجس رِجله، ولو كانت الرجل يابسةً والأرض رطبةً وظهرت الرطوبة في الرجل، تتنجس رجله. وفي بعض المواضع: لايشترط ظهور الرطوبة في الرجل؛ لأنه يظهر أثر الرطوبة في الرجل لامحالة". (المحيط البرهاني: ۱/۲۱۳، الفصل السابع في النجاسة، غفاريه)
(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۰۶، باب الأنجاس، سهيل اكيڈمي، لاهور)
(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۲۶، فصل: النجاسة، رشيديه)

بارش سے تر ہوکر زمین ناپاک نہیں ہوتی

سوال[۲۰۸۵]: کسی جنگل کی زمین بارش کی وجہ سے تر ہوگئی، لہٰذا وہ جگہ پاک رہی یا ناپاک؟ ہم اس جگہ بغیر کپڑا بچھائے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب وہاں کوئی نجاست نہیں ہے تو محض بارش سے تر ہو جانے سے اس کو نجس نہیں کہا جائے گا، بغیر کپڑا بچھائے بھی وہاں نماز درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/۴۶، الفصل الثامن فی النجاسة، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۱) "الأرض أو الشجر إذا أصابته النجاسة، فأصابه المطر ولم یبق لها أثر، یصیر طاهراً .... فأصابه المطر، کان ذلک بمنزلة الغسل". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۳، کتاب الطهارة، الفصل الأول فی تطهیر النجاسة، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۳، فصل فی النجاسة التی تصیب الثوب .... والأرض، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۱/۳۱۱، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۱/۳۰۹، الفصل الثامن فی تطهیر النجاسات، إدارة القرآن کراچی)

باب الاستنجاء

(استنجا کا بیان)

بیت الخلاء میں دخول کے وقت تعوذ کا حکم

سوال[۲۰۸۶]: ''تجویدِ مبتدی'' میں لکھا ہے کہ: ''تعوذ قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ومنع ہے''۔ اور علامہ تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے وضو کرتے وقت تعوذ اور بسم اللہ کو جمع کر کے پڑھنے کو افضل لکھا ہے۔ تو کیا وضو کرتے وقت ''بسم اللہ'' کے ساتھ تعوذ کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے؟ علامہ تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جواب تجوید مبتدی کی عبارت کے خلاف پڑتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن پاک کے علاوہ کسی اَور کتاب کو شروع کرتے وقت "أعـوذ" نہ پڑھا جائے، پڑھنے کے علاوہ دوسرے بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے شروع میں "أعـوذ" پڑھا جاتا ہے جیسے وضو کرتے وقت اور بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے: "اَللّٰهم إنی أعوذ بك من الخبث والخبائث" وغیرہ(۱)۔ دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "و يـدخل الخلاء .... و يستعيذ بالله من الشيطان الرجيم قبل دخوله، و قبل كشف عورته، ويقدم تسمية الله تعالىٰ على الاستعاذة الخ". (مراقي الفلاح، ص: ۵۱، فصل فيما لا يجوز به الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۴۵، فصل في الاستنجاء، سعيد)

"وقيل: الأفضل "بسم الله الخ" بعد التعوذ. و في المجتبى: يجمع بينهما اهـ، عن الفتح. و في شرح الهداية للعيني: المروي عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بسم الله والحمد لله". رواه الطبراني في الصغير عن أبي هريرة رضي الله عنه، بإسناد حسن اهـ". (رد المحتار: ۱/۱۰۹، سنن الوضوء، سعيد)

بیت الخلاء جاتے وقت دعاء کس وقت پڑھی جائے؟

سوال[۲۰۸۷]: پائخانہ جاتے وقت جو دعاء پڑھی جاتی ہے وہ کس وقت پڑھنی چاہئے، پائخانہ کے اندر جاکر، یا بایاں پاؤں پائخانہ میں رکھ کر یا پائخانہ کے باہر ہی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

پائخانہ کے اندر پیر رکھنے سے پہلے پڑھی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

سوال[۲۰۸۸]: وضو کے پانی سے استنجا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ پانی جو وضو کے بعد لوٹے میں بچ گیا ہے ناپاک نہیں، اس کو ضائع کرنے کی ضرورت نہیں، اس سے وضو یا استنجا سب درست ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ڈھیلے سے استنجا کرنا

سوال[۲۰۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عمرو بکر وغیرہ

---

(۱) "ويستحب له عند الدخول في الخلاء أن يقول: اللهم إني أعوذبک من الخبث والخبائث، و يقدم رجله اليسرىٰ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۵۰، الفصل الثاني في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في معارف السنن: ۱/ ۷۶، باب ما يقول إذا دخل الخلاء، سعيد)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۳۴۵، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(۲) ﴿وينزل عليكم من السماء ماء﴾ المياه المطلقة مثله مطهرة مالم يعرض لها عارض يزيل ذلك الحكم عنها". (الحلبي الكبير، ص: ۸۸، فصل في بيان أحكام المياه، سهيل)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند ۱/ ۱۷۱، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، امداديه ملتان)

بیت الخلاء میں بلا ڈھیلے کے پانی سے استنجا کرتے ہیں، آیا ان کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز اور اس میں کسی شخص کی تخصیص ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ صاف صاف تحریر فرمائیں گے۔ فقط۔ والسلام۔

محمد احمد سہارنپوری، ۷/ رجب/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے سے استنجا کیا جائے، اس کے بعد پانی سے، لیکن اگر کوئی شخص بڑا استنجا ڈھیلے سے نہ کرے بلکہ پانی ہی سے کرے اور صفائی کامل ہوجائے، یہ بھی جائز ہے(۱)۔

آج کل اہلِ تجربہ کی رائے ہے کہ پیشاب کے بعد قطرہ اکثر آدمیوں کو آتا ہے اور شاذ و نادر ہی کوئی شخص اس سے مستثنیٰ ہوگا، اس لئے چھوٹا استنجا پانی سے کرنے سے پہلے ڈھیلے سے کرنے کی تاکید کرتے ہیں، کیونکہ اگر بعد میں قطرہ آیا تو اس سے کپڑا بھی ناپاک ہوگا اور پہلا استنجا بھی بیکار ہوجائے گا اور جو وضو کے بعد آیا تو ناقض ہوگا، اس لئے پہلے ڈھیلے سے اطمینان کرلینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ ۷/ ۵۷ھ۔

ڈھیلے سے استنجا کرنا

سوال[۲۰۹۰]: ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ: ”استنجا چھوٹا ہو یا بڑا ہر مرد عورت کو کرنا چاہئے، پہلے مٹی یا دوسری چیز سے اس کے بعد کچھ پانی سے“۔ لہٰذا آپ تشریح کے ساتھ حکم شرع سے مطلع فرمادیں، کیا عورتوں کو بھی پہلے مٹی وغیرہ استعمال کرنا چاہئے؟ کتاب والا لکھتا ہے کہ: ”مٹی کے بغیر خالی پانی سے پاک صاف

---

(۱) ”الأفضل فی کل زمان الجمع بین استعمال الماء والحجر مرتباً، فیمسح الخارج، ثم یغسل المخرج؛ لأن اللہ –تبارک وتعالیٰ– أثنی علی أھل القباء باتباعھم الأحجار الماء، فکان الجمع سنةً علی الإطلاق فی کل زمان، و ھو الصحیح، و علیه الفتوی، و یجوز: أی یصح أن یقتصر علی الماء فقط .... أو المائع الخ“. (مراقی الفلاح، ص: ۴۵، فصل فی الاستنجاء، قدیمی)

(و کذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۲۸، سھیل اکیڈمی، لاھور)

(و کذا فی التاتارخانیة: ۱/ ۹۹، الاستنجاء، باب الوضوء، إدارة القرآن، کراچی)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۵۰، الفصل الثالث فی الاستنجاء، رشیدیه)

نہیں ہوگا"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈھیلے سے مردوں عورتوں سب کو استنجا کرنا چاہئے اس کے بعد پانی سے استنجا کریں، یہی سنت طریقہ ہے(۱)، لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ اگر ڈھیلے سے استنجاوغیرہ نہ کیا تو صرف پانی سے پاکی حاصل نہیں ہوگی، البتہ اگر اولاً مٹی اور ڈھیلے سے صفائی کرلی جائے اس کے بعد پانی سے پاک کیا جائے تو صفائی خوب حاصل ہوجاتی ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۸۵ھ۔

ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال

سوال[۲۰۹۱]: استنجاڈھیلے سے کرنے کے بعد پانی سے کرے تب ہوتا ہے یا محض پانی سے چھوٹا بڑا استنجا کرلے تو ہوجاتا ہے یا نہیں یا دونوں طرح کرے تب ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اول ڈھیلے سے کرے پھر پانی سے، کیونکہ قطرہ کا مرض اس زمانہ میں عام ہے اگرچہ بعض صورت میں

---

(۱)"قلت: بل صرح في الغزنوية: بأنها تفعل كما يفعل الرجل، إلا في الاستبراء، فإنها لا استبراء عليها، بل كما فرغت من البول والغائط تصبر ساعةً لطيفةً، ثم تمسح قُبلها ودبرها بالأحجار، ثم تستنجي بالماء". (الدرالمختار: ۱/۳۳۷، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۳۰، فصل في الاستنجاء، في آداب الوضوء، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۴۵، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(۲)"والأفضل الجمع بين الجامد والماء، فيقدم الورق ونحوه، ثم يتبعه بالماء؛ لأن عين النجاسة تزول بالورق والحجر، والأثر يزول بالماء". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۴۸، مسائل الاستنجاء وصفاته وكيفيته، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيريه: ۱/۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۱۰، باب الأنجاس، دار الكتب العلميه، بيروت)

صرف ڈھیلے سے یا صرف پانی سے بھی کافی ہوجاتا ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۳/ربیع الثانی/۵۵ھ۔

ڈھیلے سے استنجا کے بعد پانی سے دھونا

سوال[۲۰۹۲]: اگر کوئی امام ڈھیلے سے استنجا کرتا ہو، پانی ہوتے ہوئے بھی پانی استعمال نہیں کرتا، باوجود کہنے کے نہیں مانتا تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر کے پھیل کر مقدار درہم تک پہونچ جائے تو بدن کو پانی سے پاک کرنا ضروری ہوتا ہے(۲)، ایسی حالت میں جو امام پانی سے استنجانہ کرے اس کو امام نہ بنایا جائے۔اگر اس سے کم نجاست ہو تو بھی پانی سے استنجا کرنا چاہئے، ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الأفضل في كل زمان الجمع بين استعمال الماء والحجر مرتباً، فيمسح الخارج، ثم يغسل المخرج؛ لأن الله -تبارك وتعالىٰ- أثنى على أهل القباء باتباعهم الأحجار الماء، فكان الجمع سنة على الإطلاق في كل زمان، و هو الصحيح، و عليه الفتوى، ويجوز: أي يصح أن يقتصر على الماء فقط .... أو المائع الخ". (مراقي الفلاح، ص:۴۵، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(و كذا في الحلبي الكبير، ص:۲۸، ۲۹، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(و كذا في التاتارخانية: ۱/۹۹، الاستنجاء، باب الوضوء، إدارة القرآن، كراچي)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۱/۹۷، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "يخرج من السبيلين مالم يتجاوز المخرج، وإن تجاوز المخرج وكان المتجاوز قدر الدرهم، وجب إزالته بالماء أو المائع، فلا يكفي الحجر بمسحه. وإن زاد المتجاوز على قدر الدرهم، افترض غسله بالماء أو المائع ..... وإن كان مافي المخرج قليلاً، يسن أن يستنجي بحجر منق بأن لا يكون خشناً ونحوه من كل طاهر مزيل بلا ضرر. والغسل بالماء أحب والأفضل في كل زمان، والجمع بين =

عورتوں کے لئے ڈھیلے سے استنجا

سوال[۲۰۹۳]: بوقتِ استنجا کلوخ استعمال کردن برائے زنان ضروری است یانے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بعد بول برائے استبراء زنان محتاجِ استعمالِ کلوخ مثلِ مرداں نیستند: "و لا تحتاج المرأة إلى ذلك: أي الاستبراء المذكور في الرجل". مراقی الفلاح: ، ص: ۲۶(۱)۔

و دیگر احکامِ استنجا میانِ مرد ان و زنان مشترک است: "المرأة كالرجل إلا في الاستبراء، فإنه لا استبراء عليها الخ". شامی، فصل استنجاء: ۱/۳۵۶(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ربیع الاول/۵۶ھ۔

ایک ڈھیلہ دو دفعہ استعمال کرنا

سوال[۲۰۹۴]: ایک ڈھیلہ کو دوبارہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

= استعمال الماء والحجر مرتباً، فيمسح الخارج ثم يغسل المخرج الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۴۳-۴۵، فصل في الاستنجاء، قديمي)

وكذا في الدرالمختار: ۱/۳۳۶، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۱۰، ۲۱۱، فصل في الاستنجاء، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۴۳، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(ترجمۂ سوال و جواب)

سوال[۰۰۰۰]: استنجا کے وقت ڈھیلے استعمال کرنا عورتوں کے لئے ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: پیشاب کے بعد استنجا کے لئے عورتوں کو مردوں کے مثل ڈھیلے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں، استنجا کے دوسرے احکام مرد و عورت کے درمیان مشترک ہیں۔ فقط

(۲) (رد المحتار: ۱/۳۳۷، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس ڈھیلے سے ایک مرتبہ استنجا کرلیا ہے وہ ناپاک ہوگیا، اس کو دوبارہ استعمال کرنا منع ہے، البتہ اگراس کی دوسری جانب استعمال نہ کی ہوتو اس کواستعمال کرنا درست ہے، اسی طرح اس کوگھس کرکہ نجس حصہ گھس دیا جائے استعمال کرنادرست ہے:

"و کرہ تحریماً بعظم و طعام و روث یابس کعذرۃ یابسۃ و حجر استنجیٰ بہ إلا بحرف اخر". در مختار۔ قال ابن عابدینؒ: "(قولہ: إلا بحرف أخر): أی لم تصبہ النجاسۃ". شامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ربیع الاول/۵۵ھ۔

استنجا کے لئے ڈھیلہ کو دومرتبہ استعمال کرنا

سوال[۲۰۹۵]: ایک استنجے کا ڈھیلہ کتنے دن کام دے سکتا ہے، پتھر کے ڈھیلے سے استنجا کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

استنجا ڈھیلے سے کرنے کے بعد اس کا وہ حصہ گرادیا جائے جس پر نجاست لگی تھی تاکہ وہ مٹی گر جائے، اس طرح کرنے کے بعد دوبارہ استعمال کرنا درست ہوگا، نجس ڈھیلا استعمال نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۳۴۰، فصل فی الاستنجاء، سعید)

"و کذا لا یستنجی بحجر استنجی بہ مرۃً ھو أو غیرہ، إلا إذا کان حجراً لہ أحرف، لہ أن یستنجی کل مرۃ بطرفٍ لم یستنج بہ، فیجوز من غیر کراھۃ. کذا فی المحیط". (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۵۰، الفصل الثالث فی الاستنجاء، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۲۴، باب الاستنجاء، امجد اکیڈمی، لاھور)

(و کذا فی فتح القدیر: ۱/۲۱۶، فصل فی الاستنجاء، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(۲) "و کرہ تحریماً بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ یابسۃ وحجر استنجی بہ، إلا بحرف آخر: أی لم تصبہ النجاسۃ". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۳۳۹، فصل فی الاستنجاء، سعید) .... =

بغیر پانی کے استنجا کئے نماز کا حکم

سوال[۲۰۹۶]: ۱......اگر جماعت نہ ملنے کا اندیشہ ہو اور استنجا چھوٹا یا بڑا نہ کیا ہو تو آیا بغیر استنجا کے نماز میں شریک ہو جائے یا نہیں؟

۲......اگر بڑا استنجا کرنے کے لئے پردہ کی جگہ نہ ہو تو استنجا کئے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......اگر ڈھیلے سے استنجا کر چکا ہے اور بقدرِ درہم یا اس سے زائد اس کے بدن پر نجاست نہیں لگی تو ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہو جائے، ورنہ استنجا کر کے نماز پڑھے، کذا فی الطحطاوی، ص: ۹۰(۱)۔

۲......اگر استنجا کرنے کے لئے پردہ کی جگہ موجود نہیں اور بلا کشفِ عورت استنجا نہیں کرسکتا تو بلا استنجا کئے نماز پڑھ سکتا ہے: "من لا یجد سترةً، ترکه: یعنی الاستنجاء و لو علی شطّ نهرٍ". کبیری، ص: ۳۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ذی قعدہ/۵۴ھ۔

= (و کذا فی النهر الفائق: ۱/ ۱۵۴، باب الأنجاس، إمدادیه)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۱/ ۲۴، الاستنجاء، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۱) "وإن تجاوز المخرج و کان المتجاوز قدر درهم، وجب إزالته بالماء أو المائع؛ لأنه من باب إزالة النجاسة، فلا یکفي الحجر بمسح، وإن زاد المتجاوز علی قدر درهم المثقالي، افترض غسله". (مراقي الفلاح، ص: ۴۴، فصل فی الاستنجاء، قدیمی)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۴۸، الفصل الثالث فی الاستنجاء، رشیدیه)

(و کذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۲۹، فی آداب الوضو، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(۲) (غنیة المصلي لإبراهیم الحلبي الکبیر، ص: ۳۹. مطلب استقبال القبلة، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(و کذا فی الدر المختار: ۱/ ۳۳۸، فصل فی الاستنجاء، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فیما یجوز به الاستنجاء، ص: ۴۹، قدیمی)

چھوٹے ڈھیلوں سے استنجا

سوال[۲۰۹۷]: ایک شخص جو کہ استنجا کی پاکی پانی سے حاصل کرنے سے معذور ہے اور وہ مٹی کے ڈھیلوں سے کرتا ہے، بعض اوقات ڈھیلے چھوٹے ہوتے ہیں یعنی ہر طرف تو خشک ہو جاتا ہے، لیکن کنارے پر نمی رہ جاتی ہے اور دوسرا ڈھیلا چھوٹا ہوتا ہے تو وہ اس چھوٹے ڈھیلے سے کنارے کی نمی کو خشک کر لیتا ہے، آیا یہ درست ہے، یعنی دو چھوٹے ڈھیلوں سے ایک استنجا کی پاکی حاصل کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر عضو پر جو نمی ہے وہ ایک ڈھیلے سے پوری خشک نہ ہو بلکہ کنارے پر کچھ باقی رہے اور دوسرے ڈھیلے سے اس باقی کو خشک کر لیا جائے تو یہ درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

کاغذ اور کپڑے سے استنجا

سوال[۲۰۹۸]: اگر ڈھیلا ایک ہے تو کیا پہلے کاغذ یا کپڑے سے خشک کر کے پھر ڈھیلے سے خشک کر لیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ بھی درست ہے، مگر کاغذ پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو اور سادہ کاغذ بھی نہ ہو، بلکہ وہ کاغذ ایسا ہو جو مخصوص طور پر استنجا کرنے کے ہی کام آتا ہے، لکھنے کے کام میں نہیں آتا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "لأن الإنقاء هو المقصود من الاستنجاء كما في الهداية، و ليس العدد ثلاثاً بمسنون فيه، بل مستحب". (رد المحتار: ۱/۳۳۷، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۹، فصل في الاستنجاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في الاستنجاء، ص: ۴۵، قديمي)

(۲) "و كذا ورق الكتابة لصقالته و تقوّمه، و له احترام أيضاً لكونه آلة لكتابة العلم، و لذا علّله في التاتارخانية: بأن تعظيمه من آداب الدين. و مفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً. وإذا كانت العلة في =

استنجا کرنے کا حکم

سوال[۲۰۹۹]: اگر جماعت نہ ملنے کا اندیشہ ہو اور چھوٹا، بڑا استنجا نہ کیا ہو تو کیا بغیر استنجا کے نماز میں شریک ہو جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر ڈھیلے سے استنجا کر چکا تھا اور بقدر درہم اس سے زائد نجاست بدن پر موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہو جائے، ورنہ استنجا کر کے نماز پڑھے، طحطاوی، ص: ۹۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

استنجے کے بعد ہاتھ کہاں تک دھوئے جائیں؟

سوال[۲۱۰۰]: استنجا کرنے کے بعد کہاں تک ہاتھ دھونا سنت ہے نیز چھوٹے بڑے استنجا کا ایک حکم ہے یا الگ الگ؟ مشہور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء کے بعد مٹی سے ہاتھ صاف کیا کرتے تھے (۲) کیا پیشاب کے بعد بھی یہی معمول تھا یا صرف پانی پر اکتفاء فرماتے تھے؟

= الأبيض كونه آلةً للكتابة كما ذكرنا، و يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعاً للنجاسة غير متقوم كما قدمناه". (رد المحتار، فصل في الاستنجاء: ۱/۳۴۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثالث في الاستنجاء: ۱/۵۰، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۰۳، باب الوضوء، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "وإن كان درهماً دونه، لا يفترض غسلها بالماء في قول أبي حنيفة وأبي يوسف، فإن لم يغسل النجاسة وصلى، جاز". (التاتارخانية: ۱/۹۹، العضو، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص:۲۸، في آداب الوضو، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح، فصل في الاستنجاء، ص: ۴۴، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا أتى الخلاء أتيته بماء في تور أو ركوة، فاستنجىٰ، ثم مسح يده على الأرض، ثم أتيته بإناء اخر، فتوضأ". رواه ابوداؤد وروى الدارمي والنسائي معناه". (ومشكوة المصابيح، كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الثاني: ۱/۴۳، قديمي)

(وأبو داؤد، كتاب الطهارة، باب الرجل يدلك يده بالأرض إذا استنجى: ۱/۸، إمداديه، ملتان)

(ومرقاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الثاني: ۲/۷۶، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

استنجا کر کے چھوٹا ہو یا بڑا گٹوں تک ہاتھ دھوئیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

پیشاب کے بعد استنجا کرنا

سوال [۲۱۰۱]: پیشاب کے بعد اگر کوئی شخص استنجا پاک نہیں کرتا اور نماز پڑھنے کو کہو تو یہ عذر کرتا ہے کہ میں ناپاک ہوں، کیا یہ ناپاکی ہے؟ پیشاب کر کے استنجا کرنا بھول گیا تو کیا ایسے شخص کو اگر نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے کہ تم اسی حالت میں نماز پڑھو درست ہے اور بغیر استنجا کے وہ روز پیشاب کرے اور اس کو روز نماز پڑھنے کو کہا جائے اور پڑھائی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص نجس (جنب) نہیں، نماز کے وقت وضو سے پہلے استنجا پاک کر لے، بس کافی ہے۔ البتہ اگر کپڑا ناپاک ہو تو نماز کے لئے دوسرا کپڑا پہن لے، یا اسی کو پاک کر لے، جس قدر ناپاک ہوا سی کو پاک کر لینا کافی ہے، تمام کا دھونا ضروری نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ماہنامہ نظام کانپور، بابت ماہ: مارچ/ ۱۹۶۵ھ۔

---

(۱) "وسننه ...... البداية بغسل اليدين الطاهرتين ثلاثاً قبل الاستنجاء وبعده الخ". (الدر المختار: ۱/۱۱۰، سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۴۵، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۹، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في البدائع: ۱/۲۰۶، سنن الوضوء، دار الكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۵۴، مندوبات الاستنجاء، رشيديه)

(۲) "ومن آدابه أن يغسل مخرج النجاسة بعد الأحجار إذا لم يتجاوز النجاسة مخرجها، أما إذا جاوزت مخرجها والحال أنها لم تكن قدر الدرهم، فغسله سنة. وإن كان قدر الدرهم، فغسله واجب". (الحلبي الكبير، ص۲۸، آداب الوضو، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۳۹، فصل في الاستنجاء، سعيد) ....=

دوسرے سے استنجا کرانا

سوال[۲۱۰۲]: اگر کوئی بیمار ایسا لاغر ہوجاوے کہ اپنے ہاتھ سے استنجا، وضو وغیرہ نہیں کرسکتا تو نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر کسی دوسرے ذریعہ سے طہارت حاصل کرسکتا ہے تو طہارت یعنی استنجا و وضو سے نماز پڑھے، ورنہ ویسے ہی پڑھے، لیکن استنجا بیوی کے علاوہ کوئی اَور کرائے تو اس (موضع استنجا) کو ہاتھ لگانا اور دیکھنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۵ھ۔

استنجا پاک کرنے میں بہت دیر لگے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۱۰۳]: دماغی ڈاکٹر نے مجھ کو کہا کہ میں دماغی مریض ہوں، پانی سے استنجا کرنے میں دوسروں کے مقابلے میں وقت بہت زیادہ لگتا ہے تو ایسا آدمی کیا کرے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایک کپڑا موٹا سا رکھ لیا جائے تا کہ پیشاب کے قطرات اگر آئیں تو اس میں ہی رہیں، پھر نماز کے وقت

=(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریہ، الفصل الثالث فی الاستنجاء: ۱/۵۰، رشیدیہ)

(۱) "لو شلّت یده الیسری فلا یقدر أن یستنجی بها، إن لم یجد من یصبّ علیه الماء، لا یستنجی بالماء، إلا أن یقدر علی الماء الجاری. وإن شلّت کلتا الیدین، یمسح ذراعیه علی الأرض و وجهه علی الحائط، و لا یدع الصلوة. و کذا المریض إذا کان له ابن أو أخ، و لیس له امرأة أو جاریة و عجز عن الوضوء، یوضّئه الابن أو الأخ، إلا أنه لا یمسّ فرجه إلا مَن یحل له وطئها، و یسقط عنه الاستنجاء الخ". (الحلبی الکبیر، ص: ۴۰، مطلب: الطهارة الکبری، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۹، الفصل الثالث فی الاستنجاء، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۳۳، فی صفة الوضوء، رشیدیه)

اس کوالگ کردیا جائے (۱)۔خدائے پاک آپ کو شفا دے اور آپ کی حفاظت فرمائے۔آمین!فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۴ھ۔

پیشاب خانہ مشرق رُخ بن گیا ہے اس کو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۱۰۴]: ایک مسجد میں پیشاب خانے مشرق رویہ بن گئے ہیں، پیشاب اور استنجا کرتے ہوئے مغرب کو پشت ہوتی ہے، انجینئر وغیرہ ایک اَور مسجد کی نظیر دیتے ہیں کہ وہاں جاننے والے نہیں تھے، ایک عالم صاحب نے اس طرح بول و براز کو حدیث وفقہ کی رو سے مکروہ تحریمی بتلایا۔کیا یہ صحیح ہے؟ اور دوسری مسجد کی نظیر کے پیشِ نظر کیا وہ پیشاب خانے باقی رکھے جائیں یا توڑ کر جنوباً وشمالاً بنایا جائے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیثِ پاک میں قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرکے بول و براز کی ممانعت آئی ہے، پھر کسی مسجد میں اگر غلط طریقہ ناواقفیت یا بے توجہی کی بنا پر اختیار کرلیا گیا تو اس کو نظیر میں پیش کرنا غلط ہے اور اس کو بھی حدیث پاک کے تحت کیا جائے اس غلط صورت کی وجہ سے حکم شرعی کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے توڑ کر شمالاً وجنوباً رخ بنایا جائے:"لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها". الحديث (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وإذا كان الرجل يخاف خروج بقية البول بعد الوضوء، و يبطىء عنه انقطاع البلة، ينبغي إذا فرغ من الاستنجاء أن يربط على ذكره خرقةً طاهرةً في حالة يكون ذكره ساكناً فاتراً ، فإن فعل ذلك لا يخرج منه شيء، و يكون وضوءه كاملاً ، و هذا خير من أن يحشو إحليله بقطنة؛ لأن القطنة ربما سقطت الخ". (التاتارخانية، باب الوضوء: ۱/۱۰۲ ، إدارة القرآن ، كراچي)

(وكذا في الدر المختار، نواقض الوضوء : ۱/۱۵۰ ، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في نواقض الوضوء : ۱/۱۰ ، رشيديه)

(۲) الحديث بتمامه: "عن أبي أيوب الأنصاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أتيتم الغائط، فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها، ولكن شرقوا أو غربوا" متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ۱/۴۲، باب آداب الخلاء، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۵۷، الاستنجاء، رشيديه) ....=

بیت الخلاء قبلہ کے رخ پر

سوال[۲۱۰۵]: ایک صاحبِ خیر نے اپنی مشترکہ آمدنی سے امامِ مسجد کے لئے بیت الخلاء تعمیر کرایا جس کا استعمال ہر ایک شخص کرے گا، وہ بھی صرف رات میں، ورنہ ہمہ وقت مقفل رہے گا۔ عمارت کی مناسبت سے طہارت وصفائی کے لحاظ سے جس رُخ پر قدمچے بن گئے ہیں، اب خیال ہوا کہ ان پر ارتکابِ استقبالِ قبلہ (جو بین الائمہ مختلف فیہ ہے) ہوگا۔ کیا اس سے بچنے کے لئے قدرے انحرافِ صدر کافی ہوسکتا ہے؟ بصورتِ دیگر اگر قدمچے توڑ دیئے جائیں تو اضاعتِ مالِ مسلم نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف انحرافِ صدر تو حنفیہ کے نزدیک کافی نہیں، اگر بیٹھنے کی ہیئت ایسی ہوجائے کہ شمال یا جنوب کا رخ ہوجائے اور استقبال نہ رہے تو درست ہے(۱)، مگر اس بیت الخلاء کی یہ تخصیص وتقیید ہمیشہ تو رہے گی نہیں، بلکہ ختم ہوکر دوسرے لوگ بھی کسی وقت استعمال کریں گے اور موجودہ حال میں بھی کسی اَور وقتی مہمان وغیرہ کا

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۱۰۰، باب الأنجاس، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۱) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولكن شرقوا أو غربوا" متفق عليه". (مشكوٰة المصابيح: ۱/۴۲، باب آداب الخلاء، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۵۷، الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۱۰۰، باب الأنجاس، دارالكتب العلميه، بيروت)

قال ابن عابدينؒ: "(قوله: استقبال القبلة بالفرج) يعم قبل الرجل والمرأة، والظاهر أن المراد بالقبلة جهتها كما في الصلاة، وهو ظاهر الحديث المارّ، وأن التقييد بالفرج يقيد ما صرح به الشافعية أنه لو استقبلها بصدره وحوّل ذَكره عنها، لم يكره، بخلاف عكسه، كما قدمناه في باب الاستنجاء ...... وإن أمكنه الانحراف ينحرف، فإنه عُدّ ذلك من موجبات الرحمة، فإن لم يفعل فلا بأس، وكأنه سقط الوجوب عند الإمكان لسقوطه ابتداء بالنسيان ولخشية التلوث". (ردالمحتار: ۱/۶۵۵، مطلب في أحكام المسجد، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۲۲، باب الأنجاس، رشيديه)

استعمال کرنا بھی بعید نہیں۔ اس کی موجودہ ہیئت کے غیر مشروع ہونے کا سب کو علم ہونا ضروری نہیں، بلکہ بنانے والوں کے واقف، سائل ہونے کی بناء پر موجودہ بناوٹ کو مشروع تجویز کر کے بغیر انحراف کے ہی استعمال کیا جائے گا، لہٰذا اسکی بناوٹ میں ہی تغیر کردی جائے تاکہ اس کا رخ صحیح ہوجائے۔ غلطی کی اصلاح کے لئے خرچ کرنا اضاعت نہیں، ہاں! غلط کام کے لئے خرچ کرنا اضاعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۲/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۵/ ۸۸ھ۔

قبلہ رخ پیشاب اور تھوک

سوال[۲۱۰۶]: کعبۃ اللہ کی سمت رخ کر کے یا مسجد کے زیر سایہ پیشاب کرنا اور تھوکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبلہ رخ تھوکنا نہیں چاہیے (۱) اور پیشاب کرنا تو زیادہ مکروہ ہے (۲) اس سے بچ کر مسجد کے زیر سایہ اس طرح کہ بدبو مسجد میں نہ آئے گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۲ھ۔

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی نخامةً فی القبلة، فشق ذلک علیہ، حتی رُئی فی وجهه، فقام، فحکّه بیده، فقال: "إن أحدکم إذا أقام فی صلاته، فإنه یناجی ربه" أو "إن ربه بینه وبین القبلة، فلایبزقن أحدکم قِبَل القبلة، ولکن عن یساره أو تحت قدمه".

(صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب حکّ البزاق بالید من المسجد: ۱/۵۸، قدیمی)

قال الحافظ: "وهذ التعلیل یدل علی أن البزاق فی القبلة حرام، سواء کان فی المسجد أم لا".

(فتح الباری: ۲/۶۲۹، قدیمی)

(۲) "کره تحریماً استقبال قبلة واستدبارها لبول أوغائط". (الدر المختار، کتاب الطهارة، فصل فی الاستنجاء: ۱/۳۴۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، قبیل کتاب الصلاة: ۱/۴۲۲، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ السراجیه، کتاب الصلاة، فصل فی الاستنجاء، ص: ۶، سعید)

کتاب الصلوۃ

نمازِ پنجگانہ کی ابتداء

سوال[۲۱۰۷]: کونسی نماز کس پیغمبر پر فرض تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح، أول کتاب الصلاۃ: "أخرج الطحاوی عن عبید اللّٰہ بن محمد عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا أن ادم علیہ السلام لما تِیب [مجہولُ تَابَ] علیہ عند الفجر صلی رکعتین، فصارت صلوۃ الصبح. وفدی إسحق علیہ السلام عند الظہر فصلی أربع رکعات، فصارت الظہر. و بُعث عزیر علیہ السلام فقیل لہ: کم لبثت؟ قال: لبثت یوماً، فرای الشمس فقال: أو بعض یوم، فقیل لہ: إنک لبثت مائۃ عام میتاً، ثم بعثتَ، فصلی أربع رکعات، فصارت العصر. و غفر لداؤد علیہ السلام عند المغرب، فقام فصلی أربع رکعات، فجہد فی الثالثۃ: أی تعب فیہا عن الإتیان بالرابعۃ لشدۃ ما حصل لہ من البکاء، واقترفہ مما ہو خلافُ الأولیٰ، فصارت المغرب ثلاثاً. وأول من صلی العشاء الأخیرۃ نبینا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم"(۱)۔

قال فی شرح المشکوۃ:" و معناہ أن نبینا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسم أول من صلی العشاء مع أمتہ، فلا ینافی أن الأنبیاء علیہم الصلوۃ والسلام صلوہا دون أممہم، و یؤیدہ قول جبریل علیہ السلام فی حدیث الإمامۃ: ہذا وقت الأنبیاء من قبلک اھ". (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۵/۶۸ھ۔

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، ص: ۱۷۴، قدیمی)

(وأخرجہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ الوسطی، ص: ۱۲۰، سعید)

(۲) (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، الفصل الثانی: ۲/۲۸۹، ۲۹۰، رشیدیہ)

نماز کی ہیئتِ ترکیبیہ کیوں ہے؟

سوال[۲۱۰۸]: جس وقت نماز ادا کی جاتی ہے تو نماز کا یہی طریقہ کیوں لیا ہے کہ رکوع میں جاؤ، سجدہ میں جاؤ۔ اگر عبادت ہی کرنی ہے تو ایک جگہ بیٹھ کر کیوں نہیں کر سکتے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھو اسی طرح نماز پڑھا کرو''(۱)۔ نماز کے ارکان، قیام، رکوع، سجود، قرأت سب ہی قرآن پاک میں مذکور ہیں اور ان کا تفصیلی طریقہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمل کر کے سکھا دیا ہے(۲)۔ قرآن پاک پر ایمان لے آنے اور اطاعتِ

---

(۱) ''حدثنا مالک قال: أتينا النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال: ''إرجعوا إلی أهليكم، فأقيموا فيهم، و علّموهم ......وصلو كما رأيتموني أصلي الخ''. (صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة: ۱/۸۸، قديمی)

(۲) ''عن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه، أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم دخل المسجد، فدخل رجل فصلی، ثم جاء فسلم علی النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، فردّ علیه النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، فقال: ''إرجع، فصل فإنك لم تصل''......... فقال: والذي بعثك بالحق ما أحسنُ غيره، فعلّمني فقال: ''إذا قمت إلی الصلاة فكبر، ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن، ثم اركع حتی تطمئنّ راكعاً، ثم ارفع حتی تعدل قائماً، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً، ثم ارفع حتی تطمئن جالساً، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً، ثم افعل ذلك في صلاتك كلها''. (صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب أمر النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الذي لا يتم ركوعه بالإعادة: ۱/۱۰۹، قديمی)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء في وصف الصلاة: ۱/۶۲، سعيد)

''عن أبي حميد الساعدي رضی اللہ تعالیٰ عنه قال- في عشرة من أصحاب النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم- : أنا أعلمكم بصلوة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم . قالوا: فاعرض، قال: كان النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم إذا قام إلی الصلوة، رفع يديه حتی يحاذي بهما منكبيه، ثم يكبر، ثم يقرء، ثم يكبر و يرفع يديه حتی يحاذي بهما منكبيه، ثم يركع و يضع راحتيه علی ركبتيه، ثم يعتدل فلا يصبي رأسه و لا يقنع، ثم يرفع رأسه فيقول: ''سمع اللہ لمن حمده''، ثم يرفع يديه حتی يحاذي بهما منكبيه معتدلاً، ثم يقول: '' اللہ أكبر'' ثم يهوي إلی الأرض ساجداً، فيجافي يديه عن جنبيه و يفتح أصابع رجليه، =

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبول کر لینے کے بعد ''کیوں'' کا سوال ہی ختم ہوجاتا ہے۔ ویسے ہر ہر چیز میں حکمتیں بہت ہیں مگر ایمان کو قوی کرنے کے لئے ہیں، تعمیلِ ارشاد اُن پر موقوف نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

نماز و جہاد میں افضل کون ہے؟

سوال [۲۱۰۹]: جہاد افضل ہے یا دو رکعت نمازِ فجر باجماعت؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جہاد مستقلاً مقصود نہیں بلکہ یہ اعلائے دین کا ذریعہ ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت ﴿الذين إن مكنّاهم في الأرض أقاموا الصلوٰة﴾ الخ (۲) سے مستفاد ہوتا ہے کہ ''اگر ہم اقتدار اور تسلط اپنے بندوں کو عطا فرمائیں تو اس تسلط کے نتیجے میں (کیا کام کریں گے) اقامت صلوٰۃ کا فریضہ ادا کریں گے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقامتِ صلوٰۃ تو اصل مقصود ہے اور اقتدار و تسلط اس کیلئے ذریعہ ہے (۳)۔ جو شخص اصل مقصود کو ترک

= ثم يرفع رأسه و يثني رجله اليسرى فيقعد عليها، ثم يعتدل حتى يرجع كل عظم في موضعه معتدلاً، ثم يسجد ثم يقول : "الله أكبر". و يرفع و يثني رجله اليسرى فيقعد عليها، ثم يعتدل حتى يرجع كل عظم إلى موضعه، ثم ينهض، ثم يضع في الركعة الثانية مثل ذلك .... اهـ". (مشكوة المصابيح، ص: ٧٦، باب صفة الصلوة، قديمي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿و ما كان لمؤمن و لا مؤمنة إذا قضى الله و رسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم﴾ (سورة الأحزاب: ٣٦)

وقال الله تعالىٰ: ﴿إن الله لا يستحيي أن يضرب مثلاً ما بعوضةً، فمافوقها، فأما الذين آمنوا، فيعلمون أنه الحق من ربهم﴾ الاية (سورة البقرة: ٢٦)

"ونحن نعلم أن الشيء قد لا يكون مراداً و يؤمر به، و قد يكون مراداً و ينهى عنه لحِكَم ومصالح يحيط بهاعلمُ الله تعالىٰ، أو لأنه لا يُسئل عما يفعل". (شرح العقائد، ص: ٦۴، دهلي)

(۲) (سورة الحج: ۴۱)

(۳) "ان المواظبة على أداء فرائض الصلاة في أوقاتها أفضل من الجهاد؛ لأنها فرض عين وتتكرر؛ ولأن الجهاد =

کرتا ہے اور آلات میں مشغول ہوتا ہے وہ قلبِ موضوع کرتا ہے۔ یہ بھی سوچئے کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے کہ کچھ لوگ اس میں شرکت کریں کچھ شرکت نہ کریں اور مقصود حاصل ہو جائے تو یہ کافی ہے (۱) اور اقامتِ صلوٰۃ فرض عین ہے جو ہر مکلّف کو کرنا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۹/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

ترکِ نماز کا دوسروں پر اثر

سوال [۲۱۱۰]: کیا یہ مسئلہ صحیح ہے کہ جس محلّہ میں ایک شخص بے نمازی ہو اس محلّہ پر ستر مرتبہ خدا کی لعنت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

لعنت کا تو علم نہیں، البتہ اگر محلّہ والوں کو اس کو نماز پڑھوانے کی قدرت ہو اور وہ نہ پڑھوائیں گے تو سب وبال میں گرفتار ہوں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= ليس إلا للإيمان وإقامة الصلاة، فكان حسناً لغيره، والصلاة حسنة لعينها، وهي المقصود منه اهـ".
(ردالمحتار، كتاب الجهاد، مطلب فيه فضل الجهاد: ۱۲۰/۴، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب السير: ۱۸۸/۵، رشيديه)

"ان المواظبة على أداء فرائض الصلاة، وأخذ النفس بها في أوقاتها على ما هو المراد من قوله: "الصلاة على ميقاتها أفضل من الجهاد". ولأن هذه فرض عين وتتكرر، والجهاد ليس كذلك، ولأن افتراض الجهاد ليس إلا للإيمان وإقامة الصلاة، فكان مقصودًا وحسنًا لغيره، بخلاف الصلاة حسنة لعينها، وهي المقصود منه ...... الخ". (فتح القدير، كتاب السير: ۱۸۸/۵، رشيديه)

(۱) "هو فرض كفاية ابتداءً، إن قام به البعض سقط عن الكل، وإلا أثموا بتركه". (الدرالمختار، كتاب الجهاد: ۱۲۲/۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير: ۱۱۹/۵، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب السير: ۱۸۹/۵، رشيديه)

(۲) "هي فرض عين على كل مكلف". (الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۳۵۱/۱، سعيد)

(۳) "عن جرير قال: سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي، يقدرون على أن يغيّروا عليه، و لا يغيرون، إلا أصابهم الله منهم بعقاب قبل أن يموتوا". =

تارکِ نماز کا حکم

سوال[۲۱۱۱]: جو بلا عذرِ شرعی نماز کو ترک کرے شرعاً اس کا کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ اختلاط اور ساتھ کھانا پینا اور بولنا کیسا ہے؟ اور اگر زوجین میں ایک ایسا ہو تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور صحبت حرام ہوگی یا حلال اور اولاد کیسی ہوگی اور اگر بعد مرنے اس شخص کے زجراً اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرض عین ہے، ہر مکلّف کو اس کا ادا کرنا ضروری ہے، جو شخص اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے مگر بلا عذرِ شرعی سستی وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک کرتا ہے، ساتھ ہی اس کو عقاب کا خوف بھی ہے وہ شخص شرعاً فاسق ہے، کافر نہیں ہے(۱)۔ اول اس کو سمجھایا جائے اور نماز کی اس کو تاکید کی جائے، اگر مان جائے بہتر، ورنہ اس سے تعلقات ترک کردیئے جائیں حتی کہ تنگ آکر ترکِ نماز سے توبہ کرلے اور آئندہ مداومت کے ساتھ نماز پڑھے۔

اگر وہ نماز کو فرض نہیں سمجھتا بلکہ وہ فرضیت کا منکر ہے اور استخفافاً اس کو ترک کرتا ہے اور آئندہ قضاء کی نیت نہیں رکھتا، نہ اس کو خوفِ عقاب ہے تو ایسا شخص شرعاً کافر ہے(۲)، ایسے شخص کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، زوجہ کو

= (سنن أبي داود، كتاب الخاتم، باب الأمر والنهي: ۲/۵۹۲، دار الحديث، ملتان)

"عن عبيد الله بن جرير عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي هم أعز منهم وأمنع، لا يغيرون، إلا عمّهم الله بعقاب". (سنن ابن ماجة، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص:۲۹۸، مير محمد كتب خانه، كراچي)

(وجمع الفوائد، كتاب الآداب، الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والنصح والمشورة، (رقم الحديث: ۷۹۰۰): ۳/۳۶۹، إدارة القرآن كراچي)

"عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: " والذي نفسي بيده! لتأمرن بالمعروف و لتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عذاباً منه عقاباً، فتدعونه فلا يستجيب لكم". (جامع الترمذي، أبواب الفتن عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر : ۲/۴۰، سعيد)

(۱) "هي فرض عين على كل مكلف ...... و يكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي، و تاركها عمداً مجانةً: أي تكاسلاً فاسقٌ". (الدر المختار ، كتاب الصلوة : ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

(۲) "هي فرض عين على كل مكلف ...... و يكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي، و تاركها عمداً مجانةً: أي تكاسلاً فاسق، يحبس حتى يصلي؛ لأنه لِحقّ العبد فحق الحق أحق". (الدر المختار ، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

اس سے علیحدہ رہنا ضروری ہے، جب تک تجدید نکاح وتجدید ایمان نہ کرے، صحبت حرام ہوگی (۱) اور اس کے جنازہ کی نماز ناجائز ہے (۲)۔

"و یکفر بترک الصلوۃ متعمداً غیر ناوٍ للقضاء، وغیر خائف من العقاب"۔ بحر: ۱۲۲/۵ (۳)۔

اور نماز کو فرض سمجھتے ہوئے نہ پڑھنے والے شخص کے جنازہ پر صلوۃ جنازہ پڑھی جائے گی (۴)، اگر کوئی بڑا شخص دوسروں کی تنبیہ اور زجر وعبرت کے لئے اس پر نماز نہ پڑھے تو مضائقہ نہیں (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۴ھ۔

---

(۱) "و فی شرح الوهبانية للشرنبلالی: ما يكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح، و أولاده أولاد زنا، و ما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة و تجديد النكاح". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين: "(قوله: و أولاده أولاد زنا) كذا في فصول العمادى، لكن ذكر في نور العين: ويجدد بينهما النكاح إن رضيت زوجته بالعود إليه، و إلا فلا تجبر". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۴۶/۴، ۲۴۷، سعيد)

(۲) "و هي فرض على كل مسلم مات خلا أربعة: (بغاة) اهـ". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد)

"و شرطها: إسلام الميت و طهارته اهـ ...... و يصلى على كل مسلم مات بعد الولادة صغيراً كان أو كبيراً، ذكراً كان أو أنثى حراً كان أو عبداً، إلا البغاة و قطاع الطريق و من بمثل حالهم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الجنائز، الفصل الخامس في الصلوة على الميت: ۱۶۲/۱، ۱۶۳، رشيديه)

(۳) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۶/۵، رشيديه)

(۴) "و هي فرض على كل مسلم مات خلا أربعة". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز: ۲۱۰/۲، سعيد)

(۵) "ورجح الكمال قول الثاني بما في مسلم: "أنه عليه السلام أتِيَ برجل قتل نفسه، فلم يصل عليه".

"أقول: لا دلالة في الحديث على ذلك؛ لأنه ليس فيه سوى أنه عليه السلام لم يصل عليه، فالظاهر أنه امتنع زجراً لغيره عن مثل هذا الفعل، كما امتنع عن الصلاة على المديون، و لا يلزم من ذلك عدم صلاة أحد عليه من الصحابة، إذ لا مساواة بين صلاته و صلاة غيره. قال تعالىٰ: ﴿إن صلاتك سكن لهم﴾ ثم رأيت في شرح المنية بحثاً كذلك". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲۱۱/۲، سعيد)

ایضاً

سوال[۲۱۱۲]: جومسلمان نماز نہ پڑھتا ہووہ حدیث:" من ترك الصلوة متعمداً، فقد کفر "(۱) کے ماتحت مسلمان کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا دوستی رکھنا یا میل جول پیدا کرنا اور اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو شخص نماز کی فرضیت کا منکر ہے، یا نماز کو استخفاف واہانت کی نیت سے ترک کرتا ہے، یا بلا عذر نماز ترک کرتا ہے اور قضا کی نیت نہیں رکھتا اور خدا کے عذاب سے نہیں ڈرتا وہ شخص شرعاً کافر ہے۔اور جو شخص خدا کے عذاب سے ڈرتا ہے، قضا کی نیت رکھتا ہے، فرضیت کا منکر نہیں بلکہ معتقد ہے، نماز کی تحقیر واہانت نہیں کرتا، البتہ سستی یا غفلت کی وجہ سے کبھی وقت سے ٹلا دیتا ہے تو ایسا شخص شرعاً کافر نہیں اگر چہ وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے:

"هي فرض عين على كل مكلف .... و يكفر جاحدها بدليل قطعي، و تاركها عمداً مجانةً: أي تكاسلاً فاسقاً" ـ در مختار(۲) "ويكفر بترك الصلوة متعمداً غير ناوٍ للقضاء و غير خائف من العقاب، اهـ". بحر: ۱۲۲/۵ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الاولی/ ۵۸ھ۔

---

(۱) والحديث بتمامه :" من ترك الصلوة متعمداً، فقد كفر جهاراً". طبراني في الأوسط ". (فيض القدير :(رقم الحديث: ۸۵۸۷): ۵۷۳۸/۱۱، نزار مصطفى الباز رياض)

قال الإمام أحمد برواية أم أيمن بهذه الألفاظ: "عن أم أيمن رضي الله تعالىٰ عنها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تتركي الصلوة متعمداً، فإنه من ترك الصلوة متعمداً، فقد برئت منه ذمة الله و رسوله ". (مسند الإمام أحمد: ۵۷۲/۷، (رقم الحديث: ۲۶۸۱۸)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه مع تغيير الألفاظ كما في سنن ابن ماجة، أبواب الفتن، باب الصبر على البلاء، ص: ۲۹۲، قديمي)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة : ۳۵۱/۱، ۳۵۲، سعيد)

(۳) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۲۰۶/۵، رشيديه)

ترکِ نماز کی سزا

سوال[۲۱۱۳]: نماز ہر مرد وعورت، عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہے، جو حضرات نماز نہیں پڑھتے ہیں ایسے مسلمانوں کے لئے دینِ محمدی نے کیا سزا تجویز فرمائی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نہایت خطرناک حالت ہے، ایسے لوگوں کی سزا تو بہت سخت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (۱)، مگر یہاں سزا دینے کا حق ہر ایک کو نہیں (۲)، اس کو نرمی اور شفقت سے سمجھا دیا جائے (۳)، کتاب فضائل نماز ان کو سنائی جائے، پنچایت بنا کر سب کو نماز کی تاکید کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۸۸/۹/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۸۸/۹/۱۹ھ۔

اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ظہر کی نماز کا چھوٹنا

سوال[۲۱۱۴]: جدید تعلیم کے حصول میں ظہر کی نماز تو اکثر چھوٹتی ہے، اس تعلیم کا حاصل کرنا کیسا ہے؟ اور اپنے کسی عزیز کی ایسی تعلیم دلانے میں پیسے سے اعانت کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "وعن بريدة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "العهد الذي بيننا و بينهم الصلوة، فمن تركها فقد كفر". رواه أحمد والترمذي والنسائي وابن ماجه".

"وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه ذكر الصلوة يوماً فقال: "من حافظ عليها، كانت له نوراً و برهاناً و نجاةً يوم القيامة، و من لم يحافظ عليها، لم تكن له نوراً و لا برهاناً و لا نجاةً، و كان يوم القيمة مع قارون و فرعون و هامان و أبيّ بن خلف". رواه أحمد والدارمي". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة: ۱/۵۸، ۵۹، قديمي)

(۲) "و لا يحدّه سيدُه بغير إذن الإمام، و لو فعله هل يكفي؟ الظاهر لا، لقولهم: ركنه إقامة الإمام، نهر". (الدر المختار، كتاب الحدود: ۴/۱۳، سعيد)

(۳) تقدم تخريجه تحت عنوان: "نماز کے لئے زبردستی کرنا"

الجواب حامداً و مصلیاً:

ظہر کی جماعت میں اگر مسجد میں جا کر شرکت نہیں کر سکتے تو طلباء خود اپنی جماعت کر سکتے ہیں، اگر اس کی اجازت نہیں اور چند ماہ ظہر کی نماز ہی کو قضا کرنا ضروری ہوتا ہے، تو ایسی تعلیم کی شرعاً اجازت نہیں، جس میں اسلام کا اتنا بڑا رکن قضا کرنا پڑے(۱)۔ پھر اس تعلیم کے ثمرات اکثر و بیشتر تو اسلام کے خلاف ہی مشاہدہ کرنے میں آئے ہیں، مثلاً: قرآن کے کلام الٰہی اور وحی ہونے میں تردد، ملائکہ کے نزول میں تردد، نبوت میں تردد، سوال و جوابِ قبر میں تردد، حشر اور وزنِ اعمال میں تردد، جنت دوزخ میں تردد، پل صراط میں تردد غرض عامۂ عقائد متزلزل ہوجاتے ہیں حتی کہ خدا کے وجود ہی میں تردد پیدا ہوجاتا ہے، پھر اسلامی اعمال واخلاق کی کیا توقع ہوسکتی ہے، الا ماشاء اللہ بہت کم ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جو بسلامت رہ جائیں، ایسی تعلیم کی تحصیل اور اس کی اعانت کا حال ظاہر ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

کیا قرآن پاک سے صرف تین وقت کی نماز ثابت ہے؟

سوال[۲۱۱۵]: میرے ایک عزیز دوست آج کل کچھ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں، وہ کہتے ہیں

---

(۱) "عن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب، و كره ما لم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع و لا طاعة". (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصيةً: ۲/۱۰۵۷، قديمي)

"وعن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ۲/۳۱۹، قديمي)

(۲) و قوله تعالىٰ: ﴿و تعاونوا على البر و التقوى، و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"يأمر الله تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات و هو البر، و ترك المنكرات، وهو التقوىٰ، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم". (تفسير ابن كثير: ۲/۶، سهيل اكيڈمي لاهور)

"و كل ما أدى إلى ما يجوز، لا يجوز، و تمامه في شرح الوهبانية". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

کہ قرآن کریم سے پانچ وقت کی نماز ثابت نہیں ہے، صرف تین وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث وہی معتبر ہے جو قرآن حکیم سے مطابقت رکھتی ہو۔ نیز یہ بھی خیال ہے کہ خطۂ ارض پر دن رات چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، کہیں دن میں بس ۴/ ،۵/ گھنٹے سورج چمکتا ہے اور ۱۹/ ۲۰/ گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔ ان صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز کی فرضیت منجانب اللہ نہیں ہے، صرف سنتِ مؤکدہ ہے۔ معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ ان کو ضعیف اور ناقابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ آنجناب ہمارے دوست کی راہنمائی فرمائیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن کریم میں ہے: ﴿و ماآتاکم الرسول فخذوه﴾ الخ(۱) ، نیز ارشاد ہے: ﴿و ما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله﴾ الخ (۲)، نیز فرمایا ہے: ﴿من يطع الرسول فقد أطاع الله﴾ الخ(۳) ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث واجب القبول ہے۔ اپنے ان دوست سے معلوم کیجئے کہ کس کس وقت کی نماز قرآن کریم سے ثابت ہے، نیز کتنی رکعتیں ثابت ہیں، نیز ان کے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے اور ان کا انتہائی وقت اور ابتدائی وقت کیا ہے؟ یہ سب قرآن کریم ہی سے ثابت کریں۔ جس بات سے قرآن کریم ساکت ہو اور حدیث پاک میں وہ موجود ہو اس کو وہ قرآن کے موافق قرار دیں گے یا خلاف، یا حدیث کا ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہونا کس بنا پر ہے، قوی اور قابلِ اعتبار ہونا کس بنا پر ہے، اس میں سند کو کچھ دخل ہے کہ نہیں؟ اس سلسلہ میں ان کے اصول معلوم ہوں تو بات آگے چلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۹۵ھ۔

کیا قبل از معراج پچاس نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض تھا؟

سوال[۲۱۱۶]: کیا قبل از معراج شریف ۵۰/ نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض کیا گیا تھا، جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے؟

---

(۱) (سورة الحشر: ۷)

(۲) (سورة النساء: ۶۴)

(۳) (سورة النساء: ۸۰)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابوداؤد شریف کی وہ عبارت نقل کیجئے جس سے آپ نے یہ سمجھا ہے کہ قبل از معراج پچاس نمازیں اور سات مرتبہ دن میں غسل فرض کیا گیا تھا، یہ بھی لکھئے کہ یہ کس باب میں ہے؟ تب اس کے متعلق جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

کیا مجذوب مکلّف ہے؟

سوال [۲۱۱۷]: زید کہتا ہے کہ مجذوب پر نماز روزہ معاف ہے اور عمر کہتا ہے کہ نہیں، کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ روزہ، نماز کی فرضیت کو سمجھتا ہے اور اس کے ادا کرنے کا ہوش رکھتا ہے تو اس سے معاف نہیں، اور اگر نہ فرضیت کو سمجھتا ہے اور نہ ہوش رکھتا ہے تو وہ مکلّف نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۹۰ھ۔

نماز پڑھنا کسی کے کہنے پر موقوف ہے یا نہیں؟

سوال [۲۱۱۸]: کسی عالم صاحب نے کہا کہ تم کو نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہوگا، اس پر اس نے جواب دیا کہ میرا جی چاہے تو کرلوں گا تمہاری بات پر کیوں کرنا ہوگا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

---

(۱) "هي فرض عين على كل مكلف". (الدرالمختار). "ثم المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو أنثى أو عبداً". (ردالمحتار، كتاب الصلوة : ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

"وفي أصول البستي: أنه لا يكلف بأدائها كالصبي العاقل، إلا أنه إن زال العته، توجه عليه الخطاب بالأداء حالاً، وبقضاء مامضى بلا حرج، فقد حرج بأن يقضي القليل دون الكثير وإن لم يكن مخاطباً فيما قبل كالنائم والمغمى عليه دون الصبي إذا بلغ، وهو أقرب إلى التحقيق، كذا في شرح المغني للهندي إسمعيل ملخصاً". (رد المحتار، كتاب الزكوة : ۲/۲۵۸، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، ص: ۱۷۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا کا حکم سب کو ماننا لازم ہے، کسی کے جی چاہنے پر موقوف نہیں ہے، ایسا جواب نہیں دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۹/۹۰ھ۔

نماز اور جنازہ کی تعلیم بصورتِ مکالمہ

سوال[۲۱۱۹]: ۱......لوگوں کے سدھار کے لئے مکالمے پیش کر کے اسے عملی شکل دی جائے تاکہ ذہنوں پر زیادہ اثر انداز ہو، تو کیا یہ جائز ہے۔ ایک مکالمہ میں نماز میں امامت کو پیش کیا، ایک شخص امامت کے لئے آگے بڑھا، نماز شروع کی، وہ تحریمہ چھوڑ گیا، پچھلے نے کہا چل کیا نماز پڑھاتا ہے میں پڑھاتا ہوں۔ پھر دوسرا صاحب بھی قرأت میں صریح غلطی کر گیا جس کو عوام بھی سمجھتے ہیں۔ تیسرے نے اس کو پیچھے کھینچ کر کہا کہ تمہارے باپ نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ یہ امام صاحب سجدہ میں اتنی دیر پڑے رہے کہ لوگ سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ایک نے دھکے دے کر کہا ارے! اُٹھ، تو ہمیں سکھلائے گا، پھر تنہا تنہا پڑھ کر چلے گئے۔ اس میں زیادتی یہ کی گئی کہ چوتھے امام نے آکر نماز درست پڑھائی پھر لوگوں نے پوچھا کہ تم نے کہاں تعلیم پائی۔ اس نے بتایا پھر اس نے تعلیم دی اور اسے سب نے قبول کیا۔ اسی طرح مسجد چلانے کا مکالمہ یا جنازہ کی نماز کے لئے سوائے چند حضرات کے بقیہ لوگوں کے بُت کی طرح کھڑے رہنے پر۔

۲......بے پردگی کی انتہائی اس بناء پر ذمہ دار حضرات نے اس کے مکالمے پر توجہ دلائی، کیونکہ عورتیں بالترتیب آگے پیچھے بس، ٹرک، بیل گاڑی وغیرہ چلنے والی سڑک پر ایک دوسرے کے جوں (کپڑے، سروں میں ہوتی ہیں) نکالتی رہتی ہیں۔ اس حالت میں کبھی چھاتی کبھی ران بے حیائی کی نذر ہو جاتی ہے۔ یہ مسلم قوم کی مفلسی ہے کہ ایک جنگلی اور ان میں فرق نہیں، حالانکہ غیر قوم کی عورتیں بازاروں میں جس طرح ہوں مگر گھروں پر ان کی طرح اپنی تہذیب کے خلاف سمجھتی ہیں۔ تو کیا ان کی حالت پر ان کے سامنے عملی طور پر ان کی بُرائی مکالمے کے طور پر لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح بوڑھے سے لے کر بچوں تک کو گالیاں بکنے پر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس طرح مکالمہ اور عملی طور پر اختیار کرنا نماز کی توہین، استخفاف ہے اس کی اجازت نہیں۔ صحیح صحیح مسائل جیسے تعلیم الاسلام میں چھپے ہوئے ہیں ان کا مکالمہ بصورتِ سوال وجواب کرایا جائے جس سے مسائل پختہ ہو جائیں تو درست ہے۔

۲......اس کی بھی عملی نقل نہ کی جائے کہ یہ تماشا بن جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹۱ھ۔

نماز کے لئے زبردستی کرنا

سوال [۲۱۲۰]: کسی کا زبردستی ہاتھ پکڑتا ہے اور کہتا ہے نماز کا وقت ہوگیا ہے نماز پڑھو، وہ جواب دیتا ہے کہ میں مسلمان ہوں میں نمازی ہوں، لیکن اس وقت مجھے سخت ضروری کام ہے اس لئے کہ میں نوکر ہوں، دوسری مسجد میں پڑھ لوں گا۔ یہ کہتے ہی اس کو مارتے ہیں وہ بھی اس کو مارنے لگتا ہے، اپنی جان بچانے کے واسطے آخر باہم تنازع ہوا، اس تنازع کے بعد بھی نماز نہیں پڑھی۔ کیا اس طرح جبراً نماز پڑھانا اور کوشش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امر بالمعروف اور نماز وغیرہ احکامِ شرعیہ کی تبلیغ بہت اچھی چیز ہے، لیکن جہاں تک ہوسکے نرمی اور شفقت سے تبلیغ کرنی چاہئے۔ ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ کہے جس سے سننے والے کو طیش آئے اور اشتعال ہوکر سخت کلامی یا لڑائی تک نوبت پہونچے، کیونکہ اس سے بسا اوقات دوسرا آدمی نماز سے یا اس کی فرضیت سے بالکل انکار کر دیتا ہے اور کبھی مقدمہ بازی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ چیز آدابِ تبلیغ کے خلاف ہے، بلکہ سوچ سمجھ کر اس طرح کہنا چاہئے کہ اس کا دل نرم ہو جائے اور انکار کرنے اور بہانہ کرنے کا بھی اس کو موقعہ نہ ملے (۱) اور سختی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ادع إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی أحسن، إن ربک هو أعلم بمن ضل عن سبیله، و هو أعلم بالمهتدین﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

"یقول الله تعالیٰ آمراً رسوله محمداً صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: أی أن یدعوالخلق إلی الله =

کرنے اور طریق مذکور اختیار کرنے سے لوگوں کو وحشت اور نفرت ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿و لو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولك﴾ الایة (۱)۔

اور پھر جب ایک شخص کے متعلق علم ہو کہ وہ نمازی ہے، نیز وہ خود اقرار کرتا ہے کہ مجھے عجلت ہے، میں نمازی ہوں اور دوسری مسجد میں نماز پڑھوں گا تو اس پر جبراً تشدد کرنا کہ مار پیٹ اور تنازع ہو ہرگز نہیں چاہئے۔ البتہ اپنی اولاد وغیرہ جس پر ان کا کچھ اثر ہو تو اس کو مناسب طریقہ سے سمجھانے اور سعی کرنے کے بعد شریعت نے کسی قدر سختی کرنے اور مار کر نماز پڑھانے کو بھی کہا ہے (۲) بشرطیکہ وہ سختی اور مار بھی تحمل سے زیادہ نہ ہو نیز اس سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو (۳)۔

= بالحكمة .... قال ابن جرير: هو ما أنزله عليه من الكتاب والسنة والموعظة الحسنة: أى بما فيه من الزواجر و الوقائع بالناس ذكّرهم بها ليحذروا بأس الله تعالىٰ.

قوله: ﴿وجادلهم بالتى هى أحسن﴾: أى من احتاج منهم إلى مناظرة و جدال، فليكن بالوجه الحسن برفق و لين و حسن خطاب كقوله تعالىٰ: ﴿ولا تجادلوا أهل الكتاب إلا بالتى هى أحسن، إلا الذين ظلموا منهم﴾ الآية، فأمره تعالىٰ بلين الجانب كما أمره به موسى و هارون عليهما السلام حين بعثهما إلى فرعون فى قوله: ﴿فقولا له قولاً ليناً لعله يتذكر أو يخشى﴾ و قوله: ﴿إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله﴾ الآية: أى قدم علم الشقى منهم والسعيد وكتب ذلك عنده و فرغ منه، فادْعُهم إلى الله، ولا تذهب نفسك على من ضل منهم حسرات، فإنه ليس عليك هداهم، إنما أنت نذير، عليك البلاغ، وعلينا الحساب: ﴿إنك لاتهدى من أحببت﴾، ﴿ليس عليك هداهم، ولكن الله يهديهم من يشاء﴾ (تفسير ابن كثير: ۲/ ۵۹۱، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۱) (سورة آل عمران: ۱۵۹)

(۲) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مروا أولادكم و هم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها و هم أبناء عشر، و فرّقوا بينهم فى المضاجع". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب متى يؤمر الغلام بالصلوة: ۱/ ۷۱، دار الحديث ملتان)

(۳) "(قوله: ضرباً فاحشاً) قيد به؛ لأنه ليس له أن يضربها فى التأديب ضرباً فاحشاً: و هو الذى يكسر العظم أو يخرق الجلد أو يسوده، كما فى التاتارخانية". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/ ۷۹، سعيد)

"هي فرض عين على كل مكلف، وإن وجب ضرب ابن عشر عليها بيدلا بخشبة اهـ". درمختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۴/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۵۷ھ۔

ایضاً

سوال [۲۱۲۱]: دورِ حاضر میں جب مسلمانوں نے فرائضِ مذہبی کو قطعی پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور ان کو فرائضِ مذہبی کو انجام دینے کی تنبیہ کی جاوے تو بُرا مانتے ہیں، اگر کسی محلہ میں سمجھوتہ ہو جائے اور اتفاق ہو جائے کہ جو شخص نماز روزہ ادا نہیں کرے گا اس کو اول تو سمجھانے کی کوشش کی جاوے، اس پر بھی نہ مانے تو زدو کوب کر کے ادا کرایا جائے اور زبردستی نماز پڑھائی جائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زبردستی نماز پڑھوانے والوں پر شرعاً گناہ تو صادر نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

نماز فرض عین ہے، اس کا منکر کافر ہے اور تارک فاسق ہے (۲)، یہی حکم روزہ کا ہے (۳)۔ اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ بھی ضروری ہے (۴)، پس بے نمازی کو اولاً مسئلہ بتا کر نرمی سے سمجھانا ضروری ہے، اگر وہ مان

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۵۲، سعيد)

(۲) "هي فرض عين على كل مكلف .... و يكفر جاحدها بدليل قطعي، و تاركها عمداً مجانة: أي تكاسلاً فاسق". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

"الصلاة فريضة محكمة، لا يسع تركها، و يكفر جاحدها، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة: ۱/ ۵۰، رشيديه)

(۳) "اعلم أن صوم رمضان فريضة، لقوله تعالىٰ: ﴿كتب عليكم الصيام﴾ و على فرضيته انعقد الإجماع" (الهدايه، كتاب الصوم: ۱/ ۲۱۱، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۴) قال أبو بكر: "أكّد الله تعالىٰ فرض الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر في مواضع من كتابه، و بينه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في أخباره متواترة عنه فيه، و أجمع السلف و فقهاء الأمصار على وجوبه، و إن كان قد تعرض أحوال من التقية يسع معها السكوت، فمما ذكره الله تعالىٰ حاكياً =

جائے اور نماز پڑھنے لگے تو اس پر سختی کی حاجت ہی نہیں اور جو شخص نہ مانے اور اس پر اپنا اثر اور قدرت بھی ہو تو حسبِ استطاعت شریعت نے اس پر سختی کا بھی حکم فرمایا ہے بشرطیکہ کوئی فتنہ نہ ہو، اگر کوئی اور فتنہ ہو مثلاً وہ نماز کی فرضیت کا انکار کردے اور اہلِ محلّہ کو اتنی قدرت نہ ہو کہ زبردستی نماز پڑھا سکیں، یا اس سختی کی بنا پر وہ مقدمہ کرے اور اس میں ناقابلِ برداشت مضرت پہونچے جس سے آئندہ تبلیغ کا سلسلہ ہی بند ہو جائے، یا اس کشاکش کو دیکھ کر دوسرے لوگ تبلیغ کرنا چھوڑ دیں اور آپس میں منافرت وکشیدگی پیدا ہو جائے کہ ایک دوسرے سے حسد کرے اور درپئے آزار ہو جائے تو پھر سختی نہیں چاہئے، نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے کام کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک﴾ الآیۃ (۱)۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اولاد کو جب وہ دس برس کی ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو مار کر نماز پڑھاؤ"۔ نیز یہ بھی آیا ہے کہ "تم میں سے جب کوئی معصیت کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو مجبوراً دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔

= عن لقمان: ﴿یا بُنیّ اقم الصلوۃ، وأمر بالمعروف، و انہ عن المنکر، و اصبر علی ما أصابک، إن ذلک من عزم الأمور﴾ .... و إنما حکی اللہ تعالیٰ لنا ذلک عن عبدہ لنقتدی بہ و ننتھی إلیہ، و قال تعالیٰ فیما مدح بہ سلف الصالحین من الصحابۃ: ﴿التائبون العابدون﴾ إلی قولہ: ﴿الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ﴾ و قال تعالیٰ: ﴿کانوا لا یتناھون عن منکرٍ فعلوہ، لبئس ما کانوا یفعلون﴾.

"عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "من رأی منکراً فاستطاع أن یغیرہ بیدہ، فلیغیرہ، بیدہ فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، و ذاک أضعف الإیمان".

"عن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "ما من رجل فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی أن یغیروا علیہ، فلا یغیروا، إلا أصابھم اللہ بعذاب من قبل أن یموتوا". فاحکم اللہ تعالیٰ فرض الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر فی کتابہ و علی لسان رسولہ". (أحکام القرآن للجصاص: ۲/ ۲۸۲، ۲۸۳، قدیمی)

(۱) (آل عمران: ۱۵۹)

"قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "مروا أولادکم بالصلوۃ وهم أبناء سبع سنین، واضربوهم علیها وهم أبنا عشر سنین، و فرّقوا بینهم فی المضاجع". رواہ ابوداؤد(۱)۔

"عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال:" من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإیمان". رواہ مسلم(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۴/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ: ۱/۷۱، دار الحدیث ملتان)

"عن عبد الملك بن الربیع بن سبرة عن أبیه عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "علّموا الصبی الصلاة ابن سبع سنین، و اضربوہ علیها ابن عشرۃ". (جامع الترمذی، أبواب الصلوۃ، باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلوۃ: ۱/۹۳، سعید)

(۲) (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان: ۱/۵۱، قدیمی)

باب المواقیت

الفصل الأول فی أوقات الصلوة

(اوقاتِ نماز کا بیان)

اوقاتِ صلوٰۃ

سوال[۲۱۲۲]: نمازِ پنجگانہ کی ابتداء اور انتہاء ظاہر فرما کر اس کے اندر یہ بھی ظاہر فرمادیجئے کہ مکروہ وقت محض ادائے فرض نماز کے لئے کب سے شروع ہوتا ہے اور پھر حرام وقت کی کب سے نوبت آجاتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وقتِ فجر صبح صادق سے شروع ہوکر طلوعِ آفتاب سے کچھ پہلے تک رہتا ہے، جب کنارہ طلوع ہوگیا وقتِ فجر ختم ہوگیا، یہ تمام وقت کامل ہے(۱)۔ وقتِ ظہر زوالِ آفتاب سے شروع ہوکر مثلین تک رہتا ہے یعنی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿أقم الصلوة طرفی النهار و زلفاً من اللیل﴾ (سورة هود: ۱۱۴)

"روی عمرو عن الحسن فی قوله تعالیٰ: طرفی النهار قال: صلاة الفجر، والعشاء". "ر روی لیث عن الحکم عن أبی عیاض قال: قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: جمعتُ هذه الأیة مواقیت الصلوة: ﴿فسبحان الله حین تمسون﴾ المغرب والعشاء ﴿وحین تصبحون﴾ الفجر ﴿وعشیاً﴾ العصر ﴿وحین تظهرون﴾ الظهر، و عن الحسن مثله". (أحکام القرآن للجصاص: ۳۷۵/۲، ۳۷۶، قدیمی)

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن للصلوة أولاً و آخراً .... وإن أول وقت الفجر حین یطلع الفجر، وإن آخر وقتها حین تطلع الشمس".

(جامع الترمذی: ۳۹/۱، أبواب الصلوة، سعید)

(ورواه الطحاوی فی معانی الآثار: ۱۰۸/۱، باب مواقیت الصلوة، سعید) .... =

استواء کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کے علاوہ ہر شی کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے، یہی تمام وقت کامل ہے(۱)۔ اس کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور غروب تک باقی رہتا ہے، لیکن آفتاب کے زرد ہونے

= "عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال .... "ووقت الفجر ما لم تطلع الشمس". (الصحیح لمسلم: ۱/۲۲۳، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، قدیمی)

"وقت صلاة الفجر .... من أول طلوع الفجر الثانی، و هو البیاض المنتشر المستطیر المستطیل إلی قبیل طلوع ذُکاء -بالضم، غیر منصرف، اسم الشمس- اهـ". (الدر المختار: ۱/۳۵۷، ۳۵۹، کتاب الصلوة، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأرکان، دار الکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۲۴، رشیدیه)

(و کذا فی الهدایه، کتاب الصلوة، باب مواقیت الصلوة: ۱/۸۰، شرکة علمیه ملتان)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و عشیاً و حین تظهرون﴾ (سورة الروم: ۱۸)

و قال الله تعالیٰ: ﴿أقم الصلوة لدلوک الشمس﴾ (سورة الإسراء: ۷۸)

"و قد بیّنا أن دلوک الشمس تحتمل الزوال والغروب جمیعاً، و هو علیهما، فتنتظم الآیة الأمر بصلاة الظهر والمغرب و بیان أول وقتیهما". (أحکام القرآن للجصاص: ۲/۳۷۸، قدیمی)

"وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن للصلوة أولاً و آخراً، وإن أول وقت صلوة الظهر حین تزول الشمس، وآخر وقتها حین یدخل وقت العصر". (جامع الترمذی، أبواب الصلوة: ۱/۳۹، سعید)

"ووقت الظهر من زواله: أی میل ذکاء عن کبد السماء إلی بلوغ الظل مثلیه و عنه مثله .... سوی فیء الزوال". (الدر المختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأرکان: ۱/۵۶۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۲۵، رشیدیه)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الأول فی المواقیت و ما یتصل بها: ۱/۵۱، رشیدیه)

سے پہلے وقت مستحب ہے اور اس کے بعد مکروہ ہوجاتا ہے، غروب ہونے تک (۱)۔ غروب ہوجانے پر مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے، تاروں کے خوب پھیلنے سے پہلے پہلے وقت مباح رہتا ہے، جب تارے خوب پھیل جاویں تو وقت مکروہ ہوجاتا ہے (۲) اور شفقِ ابیض کے غائب ہونے پر مغرب کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے، صبح صادق طلوع ہونے پر ختم ہوجاتا ہے اور اس میں

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن للصلوة أولاً وآخراً .... وإن أول وقت العصر حين يدخل وقتها، وإن آخر وقتها حين تصفر الشمس". (جامع الترمذي، أبواب الصلوة: ۱/۳۹، ۴۰، سعيد)

"و وقت العصر من صيرورة الظل غير فيء الزوال إلى غروب الشمس، هكذا في شرح المجمع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الأول في أوقات الصلوة: ۱/۵۱، رشيديه)

"و يستحب تأخير العصر في كل زمان ما لم تتغير الشمس والعبرة لتغير القرص لا لتغير الضوء، فمتى صار القرص بحيث لا تحار فيه العين، فقد تغيرت، و إلا لا، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۲۹، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿و زلفاً من الليل﴾ (سورة هود: ۱۱۴) "و هو ما قرب منه من النهار، و هو أول أوقاته والله اعلم".

و قال الله تعالى: ﴿فسبحان الله حين تمسون﴾. (سورة الروم: ۱۷) "قيل فيه: إنه وقت مغرب". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۸۴، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن للصلوة أولاً وآخراً .... وإن أول وقت المغرب حين تغرب الشمس، وإن آخر وقتها حين يغيب الشفق". (جامع الترمذي، أبواب الصلوة: ۱/۳۹، سعيد)

"والمغرب: أي و ندب تعجيلها لحديث الصحيحين: "كان يصلي المغرب إذا غربت الشمس و توارت بالحجاب. و يكره تأخيرها إلى اشتباك النجوم لرواية أحمد: "لا تزال أمتي بخير ما لم يؤخروا المغرب حتى تشتبك النجوم". (البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۱، رشيديه)

سے ایک ثلث رات تک وقت مستحب رہتا ہے اور نصفِ رات تک مباح اور اس کے بعد مکروہ ہوجاتا ہے(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

اوقاتِ صلوۃ

سوال [۲۱۲۳]: نماز پنجگانہ کے لئے جماعت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ مثلاً بنگال میں ظہر کا وقت ۱۲/ بجے سے پہلے شروع ہوجاتا ہے اور ۴/ بجے کے بعد تک رہتا ہے، مگر جماعت کسی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے، کسی مسجد میں ایک بجے، کسی مسجد میں ڈیڑھ بجے ہوتی ہے، مگر وقت مقرر ہر جماعت کا ہونا واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں، اگر امام وقت مقررہ کی پابندی نہ کرے تو ہٹا دیا جاتا ہے۔

زید کہتا ہے ساڑھے ۱۲/ بجے یا ایک ڈیڑھ بجے کی قید لگانا، اس کو ضروری سمجھنا ناجائز وحرام ہے اور ایسی قید والی جماعت میں شریک ہونا بھی ناجائز وحرام ہے۔ جب ۱۲/ بجے سے لے کر ۴/ بجے تک وقت رہتا ہے تو اس درمیان میں جس وقت بھی جماعت کریں ہوسکتی ہے۔ یہ قید لگانے کا حکم کب نازل ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو اس پورے وقت میں جب بھی کوئی پڑھے گا ادا ہوجائے گی مگر سب نمازیوں کی جماعت کی

---

(۱) "ووقت العشاء والوتر منه إلى الصبح". (الدر المختار: ۱/۳۶۱، كتاب الصلوة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۲۷، رشيديه)

"و أول وقت العشاء إذا غاب الشفق، و آخر وقتها ما لم يطلع الفجر الثاني، لقوله عليه الصلاة والسلام: "و آخر وقت العشاء حين يطلع الفجر". (الهداية، كتاب الصلوة، باب المواقيت: ۱/۸۲، شركت علمية ملتان)

"فالمستحب فيها التأخير إلى ثلث الليل في الشتاء، و يجوز التأخير إلى نصف الليل، و يكره التأخير عن النصف، و أما في الصيف، فالتعجيل أفضل". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۰، رشيديه)

سہولت کے لئے وقت مقرر کرلینا حرام نہیں ہے، بعض آدمی شروع وقت میں آجائیں گے ان کو دیر تک انتظار کرنا پڑے گا، بعض آدمی اخیرِ وقت میں آویں گے، کبھی ایسا ہوگا کہ ان کو جماعت نہیں ملے گی۔ یہی حالت شروع میں تھی تب اذان کا حکم ہوا کہ اس کو سن کر سب آجائیں اور کوئی جماعت سے نہ رہ جائے، اس وقت گھڑی نہیں تھی، اذان کی آواز سن کر آجاتے تھے، یہی حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ "اذان اور جماعت میں اتنا فصل رکھا جاوے کہ آدمی استنجا طہارت وغیرہ سہولت سے کرلے تاکہ جماعت فوت نہ ہو" (۱)۔

اس طرح تخمینی طور پر اوقات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک وقت میں بھی مقرر تھے، بعض نمازوں کو اول وقت میں پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے، بعض میں کچھ تاخیر کی ترغیب ہے، موسم کی بھی رعایت کی گئی ہے، لہٰذا اوقاتِ نماز کی ایسی تعیین کو بے اصل کہنا بے اصل اور غلط ہے۔ جماعت کے انتظام واہتمام کی خاطر یہ تعیین کی جاتی ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس تعیین کے خلاف کرنے سے نماز نہیں ہوتی (۲)، امام کو وقت کی پابندی کرنا

---

(۱) "عن جابر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: لبلال: "یا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک، وإذا أقمت فاحدر، واجعل بین أذانک و إقامتک قدر ما یفرغ الآکل من أکله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته، و لا تقوموا حتی تَرَوْنی". (جامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی الترسل فی الأذان: ۱/۴۸، سعید)

"و یجلس بینهما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب إلا فی المغرب". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

"ینبغی أن یؤذن فی أول الوقت و یقیم فی وسطه حتی یفرغ المتوضیء من وضوئه، والمصلی من صلاته، والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشیدیه)

(۲) "عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: أذن مؤذن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الظهر فقال: "أبرِدْ أبرد". أو قال: "انتظر انتظر" وقال: "شدة الحر من فیح جهنم، فإذا اشتد الحر فأبردوا عن الصلوة" حتی رأینا فیء التلول". (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب الإبراد بالظهر فی شدة الحر: ۱/۷۶، قدیمی) .... =

بھی اس انتظام کی سہولت کے لئے ہے، اگر اتفاقیہ کبھی کچھ تاخیر ہو جائے تو چشم پوشی کی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۹ھ۔

رمضان میں نمازِ فجر اولِ وقت میں پڑھنا

سوال [۲۱۲۴]: ۱..... کیا صرف رمضان المبارک میں بعد اذان فوری جماعت بہتر ہے یا بعد اذان گیارہ ماہ کی طرح، وقتِ حنفی پر جماعت کے درمیان وقت کے انتظار میں حسبِ عادت ذکر اللہ کرنا بہتر ہے جب کہ بارہ ماہ ظہر عشاء فجر کی اذان اور جماعت میں نصف گھنٹہ اور ایک گھنٹہ تک درمیانی وقت ہوتا ہے؟

۲..... کیا حضور مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مستقل تمام ماہِ رمضان المبارک میں یہی معمول رہا کہ اذان کے فوری بعد نماز با جماعت ادا کی ہو، یا کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک میں اس بات کی اجازت دی ہے کہ ایسا کرلیا جائے؟

۳..... جو متولی جماعت کا پابند نہ ہو، بارہ ماہ نمازِ ظہر، عشاء و مغرب گھر پر پڑھتا ہو اور عشاء اور فجر صرف مسجد میں، یا کوئی متولی مسجد میں بالکل کسی وقت نہ جائے، اس کو متولی ہونے کی حیثیت سے یہ حکم صادر کرنا کہ جماعتِ فجر رمضان میں فوری بعد اذانِ فجر کی جائے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

۴..... جس مسجد میں اکثریت ۲۵/ یا ۳۰/ نمازیوں کی ماہِ رمضان میں حسب معمول گیارہ ماہ کی طرح جماعت کے لئے رضامند ہوں اور ۸/ یا ۱۰/ آدمی متولی مسجد کے حکم سے بعد اذان فجر فوراً جماعت کریں، دوسری

= "عن هشام عن أبيه أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي العصر والشمس لم تخرج من حجرتها". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت العصر: ۱/۷۷، قديمي)

"وعن سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كنا نصلي مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم المغرب إذا توارت الحجاب". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت المغرب: ۱/۷۹، قديمي)

(۱) "و يجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الأذان ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الأذان، الباب الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيديه)

جماعت پھر اکثریت کی تعداد کے ساتھ کی جائے تو اس میں کونسی جماعت کے افراد حق پر ہیں؟

۵.....متولی امام کو مسجد وقف سے بارہ روپے ماہانہ دیتا ہے، نیز روپیہ محلّہ کے نمازی بصورتِ چندہ دیتے ہیں، ایسی صورت میں متولی امام کو حکم دے کہ تم کو ہماری جماعت کی نماز پڑھانی ہے۔ کیا یہ حکم متولی کا دینا اور امام کے لئے اس کی تعمیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیا:

۱.....حدیث پاک میں فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کے بجائے روشنی پھیل جانے پر پڑھنے کا حکم ہے: "أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر" الحديث(۱)۔ فقہائے احناف نے بھی ایسا ہی لکھا ہے(۲)، گو صبح

(۱)(جامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی الإسفار بالفجر: ۱/۴۰، سعید)

(وسنن ابن ماجه، كتاب الصلوة، باب وقت صلوة الفجر، ص: ۴۹ قديمی)

(وسنن أبی داؤد، كتاب الصلوة، باب وقت الصبح: ۱/۶۱، دار الحديث، ملتان)

(وسنن النسائی، كتاب المواقيت، باب الإسفار: ۱/۹۴، قديمی)

(۲) "يستحب تأخير الفجر، و لا يؤخرها بحيث يقع الشك فی طلوع الشمس، بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته، يمكنه أن يعيد ها فی الوقت بقرأة مستحبة، كذا فی التبيين، و هذا فی الأزمنة كلها، إلا صبيحة يوم النحر للحاج بالمزدلفة، فإن هناك التغليس أفضل، هكذا فی المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثانی فی بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا فی المبسوط، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۹۴، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فی بيان شرائط الأركان: ۱/۵۷۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۶، سعيد)

"عن ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم: "أمّني جبريل و صلی بی الفجر حين حرم الطعام و الشراب علی الصائم". (سنن أبی داؤد، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۶۲، امداديه ملتان)

"عن قتادة عن أنس رضی الله تعالىٰ عنه أن زيد بن ثابت رضی الله تعالىٰ عنه حدثه أنهم تسحروا مع النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم، ثم قاموا إلی الصلوة. قلت: كم بينهما؟ قال: قدر خمسين =

صادق ہوتے ہی پڑھ لینے سے بھی نماز بلا کراہت ادا ہوجائے گی (۱)، مگر عامۂ نمازی اس وقت پر حاضر نہیں ہو پاتے، جماعت کی شرکت سے محروم ہوجاتے ہیں (۲)۔ ویسے ہی اذان و جماعت میں اتنے فصل کا حکم ہے کہ نماز کی تیاری کر سکے (مغرب میں یہ بات نہیں) (۳)۔

= أو ستين يعني آيةً". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۱/۸۱، قديمي)

"قال الشعراني في الميزان: و في رواية أخرى لأحمد رحمه الله تعالىٰ: "الاعتبار بحال المصلين، فإن شق عليهم التغليس كان الإسفار أفضل، وإن اجتمعوا كان التغليس أفضل. وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ في رد المحتار: نعم! ذكر شراح الهداية وغيرهم في باب التيمم أن أداء الصلوة في أول الوقت أفضل إلا إذا تضمن التأخير فضيلة لا تحصل بدونه كتكثير الجماعة". (فتح الملهم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها و هو التغليس و بيان قدر القرأة فيها: ۲/۲۱۲، المكتبه الرشيديه، كراچي)

(۱) "ولأن في الإسفار تكثير الجماعة، و في التغليس تقليلها، ومايؤدي إلى تكثير الجماعة، فهو أفضل". (المبسوط، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۹۵، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۲) "ينبغي أن يؤذن في أول الوقت، و يقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضي من وضوئه، والمصلي من صلاته، والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(۳) "والذي يظهر أن العمل في عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مع أن الزمان إذ ذاك كان زمان الشدة في العمل، والناس كانوا يتقيّدون بصلاة الليل، فلم تكن الجماعة تختل بالتغليس، ثم إذا نشأ الإسلام و كثر المسلمون و علم أن فيهم ضعفاً، عمل بالإسفار في زمن الصحابة رضي الله عنهم لئلا يفضي إلى تقليل الجماعة. و قد علمتَ فيما سبق أن بطأ الناس و تعجيلهم مما قد راعاه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أيضاً، فلو اجتمع الناس اليوم أيضاً، في التغليس لقلنا به أيضاً كما في مبسوط السرخسي، في باب التيمم: أنه يستحبّ التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس .... ثم قال رحمه الله تعالىٰ بعد أسطرٍ .... و لعل هذا التغليس في رمضان خاصةً، و هكذا ينبغي عندنا إذا اجتمع الناس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهدالأكابر". (فيض الباري على صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۲/۱۳۵، ۱۳۶، خضر راه بک ڈپو ديوبند الهند)

فیض الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں سحری کے بعد عامۃً لوگ سو جاتے ہیں، دیر میں اٹھتے ہیں، نماز قضاء ہو جاتی ہے اس لئے صبح صادق کے بعد اولِ وقت میں فجر کی نماز پڑھ لی جائے تو سب کو جماعت مل جاتی ہے، نمازیوں کے جمع ہونے کی سہولت کی خاطر اوران کی نماز کو فوت ہونے سے بچانے کے لئے اس پر عمل کرلیا جائے، لیکن اگر نمازی گیارہ ماہ کے وقت پر حاضر ہوکر شرکتِ جماعت کریں اوراسی کو پسند کریں تو یہ بھی درست ہے بلکہ اصل مذہب ہے۔اب نمازیوں کوایک دوسرے پر طعن کرنا اور جائز وناجائز کی بحث کرنا اس مسئلہ میں ٹھیک نہیں (۱)۔

جب نماز دونوں طرح بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے تو نزاع ختم کیا جائے پابند نمازیوں کی اکثریت کو ترجیح دی جائے (۲)۔امام اگر چہ تنخواہ دار ہو مگر اس کے ساتھ معاملہ ماتحت نوکر اور خادم جیسا نہ کیا جائے اس کا منصب قابلِ احترام ہے۔تنخواہ دینے والوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم خادم ہیں امام مخدوم (۳)، امام کو بھی مقتدیوں کی

---

(۱) "عن علي بن الحسين رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "إن من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه". (جامع الترمذي، أبواب الزهد، باب: ۲/۵۸، سعيد)

(۲) "أوالخيار إلى القوم، فإن اختلفوا، اعتبر أكثرهم". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، سعيد)

"وإن اختار بعض القوم لهذا والبعض لهذا، فالعبرة لاجتماع الأكثر". (فتاویٰ قاضي خان، باب افتتاح الصلوة، فصل فيمن يصح الاقتداء به و فيمن لا يصح: ۱/۵۲، رشيديه)

(۳) و قوله تعالیٰ: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقره: ۱۲۴)

" فإن الإمام من يؤتم به في أمور الدين من طريق النبوة ، و كذلك سائر الأنبياء أئمة –عليهم السلام– لما ألزم الله تعالیٰ الناس من اتباعهم والائتمام بهم في أمور دينهم، فالخلفاء أئمة؛ لأنهم رتبوا في المحل الذي يلزم الناس اتباعهم و قبول قولهم و أحكامهم، والقضاة والفقهاء أئمة أيضاً، و لهذا المعنى الذي يصلي بالناس يسمى إماماً؛ لأن من دخل في صلاته لزمه الاتباع له و الائتمام به".

"وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكر، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون من بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول و من ألزم الله تعالیٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة و نحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمي)

رعایت لازم ہے(۱)۔احکامِ شرع کی رعایت رکھتے ہوئے مقتدیوں کا لحاظ کیا جائے ،متولی کو بھی سب نمازیوں کا لحاظ لازم ہے،ضد سے سب کو باز آنا چاہیے(۲)۔فقط واللہ الموفق۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،۹/۹/۸۸ھ۔

رمضان میں فجر کی نماز ابتدائے وقت میں ادا کرنا

سوال[۲۱۲۵]: رمضان المبارک میں کثرت سے یہ معمول ہوگیا ہے کہ وقتِ سحر ختم ہوتے ہی فوراً اذان کہی جاتی ہے اور دو سنتیں پڑھ کر فوراً نمازِ فجر ادا کر لی جاتی ہے،مغرب کے علاوہ دیگر نمازوں میں نماز اور اذان میں کس قدر وقفہ ہونا چاہیے؟"أسفروا بالفجر". والی حدیث سے رمضان مستثنیٰ ہے؟معمولِ مذکور غلط ہے یا صحیح؟غلس میں نماز پڑھنا بہتر ہے یا اسفار میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کا اصل مسلک تو یہی ہے "أسفروا بالفجر" (۳) لیکن اس کی وجہ تکثیرِ جماعت ہے(۴)،

---

(۱) "ينبغي أن يؤذن في أول الوقت و يقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضي من وضوئه، والمصلي من صلاته، والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل في بيان كلمات الأذان والإقامة : ۱/۵۷، رشيديه)

(۲) "وان اختار بعض القوم لهذا و البعض لهذا، فالعبرة لاجتماع الأكثر". (فتاوىٰ قاضي خان، باب افتتاح الصلوة، فصل فيمن يصح الاقتداء و فيمن لا يصح : ۱/۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، باب الإمامة : ۱/۵۵۸، سعيد)

(۳) "أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر". (جامع الترمذي، باب ما جاء في الإسفار بالفجر : ۱/۴۰، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب وقت الصبح : ۱/۶۱، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب المواقيت، باب الإسفار : ۱/۹۴، قديمي)

"يستحب تأخير الفجر و لا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس، بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته، يمكنه أن يعيدها في الوقت بقرأة مستحبة، كذا في التبيين. و هذا في الأزمنة كلها إلا صبيحة يوم النحر للحاج بالمزدلفة، فإن هناك التغليس أفضل، هكذا في المحيط". (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات : ۱/۵۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، باب مواقيت الصلوة : ۱/۲۹۴، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۴) "و لأن في الإسفار تكثير الجماعة و في التغليس تقليلها، و ما يؤدي إلى تكثير الجماعة، فهو أفضل". (المبسوط، باب مواقيت الصلوة : ۱/۲۹۵، المكتبة الغفارية كوئٹه)

رمضان المبارک میں اگر غلس میں جماعت میں حاضرین حاضر ہوں تو اسفار میں تقلیل ہوجائے ، لوگ سوجائیں، باجماعت نماز فوت ہوجائے تو پھر غلس کواختیار کیا جائے گا، جیسا کہ فیض الباری میں بحوالۂ مبسوط نقل کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

رمضان میں نمازِ فجر غلس میں

سوال [۲۱۲۶]: رمضان شریف کے دنوں میں سحری کھانے کے بعد اگر احتمال ہو کہ فجر کے وقت آنکھ نہ کھلے گی تو اولِ وقت نماز پڑھ لینا کیسا ہے اور اسی وقت اذان کہہ کر جماعت کرلینا، اس وجہ سے کہ لوگوں کی اکثر وبیشتر نماز چھوٹ جاتی ہے اور بسا اوقات نماز قضا ہوجاتی ہے بہتر ہے، یا ہر حال میں مسنون وقت میں نماز پڑھی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رمضان المبارک میں سحری کے بعد اولِ وقت فجر کی نماز کے لئے اگر نمازی جمع ہوجائیں اور روزانہ کے وقتِ معمول تک تاخیر ہونے سے جماعت چھوٹنے یا قضا ہوجانے کا اندیشہ ہے تو اول وقت جماعت کرلینا بہتر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "فلو اجتمع الناس اليوم أيضاً في التغليس لقلنا به أيضاً، كما في مبسوط السرخسي في باب التيمم: أنه يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس. قال رحمه الله تعالىٰ بعد أسطرٍ ...... ولعل هذا التغليس في رمضان خاصةً، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمع الناس، و عليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر". (فيض الباري على صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۱۳۵/۲، ۱۳۶ خضر راه بک ڈپو ديوبند الهند)

(۲) "عن قتادة عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه حدثه أنهم تسحروا مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ثم قاموا إلى الصلوة. قلت: كم بينهما؟ قال: قدر خمسين أو ستين يعني آيةً". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۸۱/۱، قديمي)

"قال الشعراني في الميزان: و في رواية أخرى لأحمد رحمه الله تعالىٰ: "الاعتبار بحال ...... =

چاند کی روشنی کا ختم ہونا وقتِ فجر کے ختم ہونے کی علامت نہیں

سوال[۲۱۲۷]: چاند کی روشنی کا ختم ہوجانا فجر کا وقت ختم ہوجانے کی علامت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وقتِ فجر ختم ہونے کی علامت نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۱/۲/۲۲ھ۔

= المصلين، فإن شق عليهم التغليس كان الإسفار أفضل، وإن اجتمعوا كان التغليس أفضل". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ في رد المحتار: نعم ذكر شراح الهداية وغيرهم في باب التيمم أن أداء الصلوة في أول الوقت أفضل إلا إذا تضمن التأخير فضيلةً لاتحصل بدونه كتكثير الجماعة". (فتح الملهم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها و هو التغليس و بيان قدر القراة فيها: ۲/۲۱۲، المكتبه الرشيديه المنزل القارى محله باكستان كراچى)

" فلو اجتمع الناس اليوم أيضاً في التغليس لقلنا به أيضاً، كما في مبسوط السرخسي في باب التيمم: أنه يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس. قال رحمه الله تعالىٰ بعد أسطر .... و لعل هذا التغليس في رمضان خاصةً، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمع الناس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر". (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۲/۱۳۵، ۱۳۶، خضر راه بک ڈپو ديوبند الهند)

(۱)"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن للصلوة أولاً و آخراً .... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر. وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (جامع الترمذى: ۱/۳۹، أبواب الصلوة، سعيد)

(والطحاوى في معاني الآثار: ۱/۱۰۸، باب مواقيت الصلوة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۵۷، ۳۵۹، كتاب الصلوة، سعيد)

"والدليل على أن آخر الوقت حين تطلع الشمس قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أدرك =

فجر کی نماز کب پڑھی جائے

سوال[۲۱۲۸]: ۱.....فجر کا وقت ختم ہونے سے کتنی دیر پہلے نماز جماعت ہوجانا چاہئے؟

۲.....نماز فجر کے لئے اس وقت کھڑا ہونا کیسا ہے؟ جب کہ ایک رکعت کے بعد یا سلام پھیرنے سے پہلے وقت قضا ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....اتنی دیر پہلے کہ اگر نماز ختم ہوجانے پر معلوم ہو کہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے کسی وجہ سے نماز خراب ہوگئی ہے تو سنت کے موافق دوبارہ سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاسکے(۱)۔

۲.....اس سے نماز فاسد ہوجائے گی(۲) اتنی دیر تک مؤخر کرنا جائز نہیں گناہ ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= ركعة من الفجر قبل طلوع الشمس فقد أدرك"، و في حديث جرير بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إنكم سترون ربكم يوم القيامة كما ترون القمر ليلة البدر، لا تضامّون في رؤيته، فإن استطعتم أن لا تغلبوا على صلاة قبل طلوع الشمس و قبل غروبها، فافعلوا، ثم تلا قوله تعالىٰ: ﴿فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل الغروب﴾ [سورة ق: ۳۹]. (المبسوط، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۸۹، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

(۱) "يستحب تأخير الفجر، و لا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس، بل يُسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته، يمكنه أن يعيدها في الوقت بقرأة مستحبة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الأول في المواقيت ومايتصل بها: ۱/۵۱، ۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۶، سعيد)

(۲) "بخلاف الفجر الخ: أي فإنه لا يؤدى فجر يومه وقت الطلوع؛ لأن وقت الفجر كله كامل فوجبت كاملةً، فتبطل بطروّ الطلوع الذي هو وقت الفساد". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۳، سعيد)

"و لو طلعت الشمس و هو في خلال الفجر، فسدت صلاته عندنا". (المبسوط، باب مواقيت الصلوة: ۱/۳۰۴، المكتبة الغفاريه، كوئٹه)

(۳) "و قال عطاء بن دينار: الحمد لله الذي قال: ﴿عن صلاتهم ساهون﴾ ولم يقل: في صلاتهم ساهون، =

وقتِ فجر کا اختتام کب ہوتا ہے

سوال[۲۱۲۹]: چاند کی روشنی ختم ہوجانے کے بعد سورج نکلنے تک جو وقت تقریباً ۱۰،۱۵/ منٹ کا رہ جاتا ہے، کیا وہ وقت بھی فجر کا وقت شمار کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورج کا کنارہ ظاہر ہونے پر وقتِ فجر ختم ہوتا ہے اس سے پہلے باقی رہتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= إما عن وقتها الأول فيؤخرونها إلى آخره دائماً أو غالباً .... و من اتصف بجميع ذلک فقد تم له نصيبه منها، وكمل له النفاق العملي، كما ثبت في الصحيحين: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "تلک صلوة المنافق، تلک صلوة المنافق، تلک صلوة المنافق، يجلس يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرني الشيطان، قام فنقر أربعاً لا يذكر الله فيها إلا قليلاً". (تفسير ابن كثير: ۴/۷۱۸، مكتبه دارالفيحاء دمشق)

قال الله تعالىٰ: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾...... و قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما وجماعة تأخيرها عن وقتها". (روح المعاني: ۳۰/۲۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن عبد الله بن عمر، رضي الله تعالىٰ عنهما عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال ...... "ووقت الفجر ما لم تطلع الشمس". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۲۳، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، قديمي)

"وقت صلاة الفجر .... من أول طلوع الفجر الثاني، و هو البياض المنتشر المستطير لاالمستطيل، إلى قبيل طلوع ذكاء -بالضم، غير منصرف، اسم الشمس- اهـ". (الدر المختار: ۱/۳۵۷، ۳۵۹، كتاب الصلوة، سعيد)

(وكذا في مبسوط السرخسي، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۸۸، المكتبة الغفاريه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان، دار الكتب العلمية بيروت)

سورج طلوع ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے اور وقتِ اشراق

سوال[۲۱۳۰]: جب سورج نکلنا شروع ہوتا ہے تو کتنے منٹ میں پورا نکل آتا ہے اور اشراق کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورج جب نکلنا شروع ہوتا ہے تو دو منٹ چوبیس سکنڈ میں پورا نکل آتا ہے، پھر جب اس کی طرف نظر نہ کی جاسکے اور بالکل سفید ہوجائے تب اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے، عامۃً بیس منٹ کے بعد بالکل سفید ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

دھوپ سے عصر کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ

سوال[۲۱۳۱]: ہمارے یہاں راجستھان میں آج کل طلوع وغروب کے اوقات میں اور یہاں کے اوقات میں بارہ منٹ کا فرق ہے، حسینی دوامی جنتری میں یہاں کا طلوع آفتاب کا وقت ۶:۳۳ اور نصف النہار کا وقت ۱۲:۳۰، اور غروبِ آفتاب کا وقت ۶:۳۹ لکھا ہے اور ہمارے یہاں ۱۲/ منٹ بعد یہ اوقات ہوتے ہیں، یعنی ۶:۴۵ پر، طلوع آفتاب اور ۱۲:۴۲، پر نصف النہار اور ۶:۵۱، پر غروب آفتاب، اس لحاظ سے ہمارے یہاں اگر عصر کی نماز ساڑھے چار بجے ہو تو کیا صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس کا شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت سورج بالکل سر پر ہو، کسی سیدھی چیز مثلاً لکڑی زمین میں گاڑ کر

---

(۱)" وکرہ تحریماً مع شروق". "قولہ: مع شروق، و ما دامت العین لا تحار فیھا، فھی فی حکم الشروق، کما تقدم فی الغروب أن الأصح کما فی البحر:

أقول: ینبغی تصحیح ما نقلوہ عن الأصل للإمام محمد من أنہ ما لم ترتفع الشمس قدر رمح، فھی فی حکم الطلوع؛ لأن أصحاب المتون مشوا علیہ فی صلاۃ العید حیث جعلوا أول وقتھا من الارتفاع، و لذا جزم بہ ھنا فی الفیض و نور الإیضاح". (رد المحتار، کتاب الصلوۃ: ۱/۳۷۱، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ، کتاب الصلوۃ: ۱/۷۴، ۷۵، رشیدیہ)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، بحث فروع فی شرح الطحاوی: ۲۴۶، سہیل اکیڈمی لاہور)

دیکھ لیا جائے کہ اس کا کتنا سایہ ہے، اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں، پھر جب اس لکڑی کا سایہ دو مثل ہو جائے سایۂ اصلی کے علاوہ تب عصر کا وقت شمار کیا جائے گا، مثلاً لکڑی ایک گز کی ہے اور سورج سر پر ہونے کے وقت اس کا سایہ ایک بالشت ہے تو جب اس کا سایہ دو گز اور ایک بالشت ہو جائے گا تو سمجھئے کہ عصر کا وقت ہو گیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

عصر کا وقت

سوال [۲۱۳۲]: حنفیہ کے نزدیک نمازِ عصر کا ابتدائی وقت انگریزی مہینوں کے حساب سے یعنی جنوری میں جو وقت ہے کب تک رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وقت بلکہ کوئی وقت ایسا نہیں جو گھڑی کے اعتبار سے یکساں ہو بلکہ طلوع، غروب کے اعتبار سے مختلف شہروں کا وقت متفاوت ہے (۲)، اس لئے آپ اپنے شہر کے طلوع غروب کا سالانہ نقشہ کسی کتب خانہ سے لے کر رکھ لیں، عامۂ تاجر لوگ دیگر کتب کی طرح یہ نقشہ بھی برائے فروخت رکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه سوى فیء الزوال، و وقت العصر منه إلى الغروب. ولو لم يجد ما يغرز أشار إلى أنه إن وجد خشبةً، يغرزها في الأرض قبل الزوال، و ينتظر الظل مادام متراجعاً إلى الخشبة، فإذا أخذ في الزيادة حفظ الظل الذي قبلها، فهو ظل الزوال". (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۱/ ۳۵۹، ۳۶۰، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة: ۱/ ۸۰، امدادیه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت: ۱/ ۵۱، رشیدیه)

(۲) "[تنبيه] قال في الفيض: و من كان على مكان مرتفع كمنارة إسكندرية، لا يفطر مالم تغرب الشمس عنده، و لأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله، و كذا العبرة في الطلوع في حق صلاة الفجر أو السحور". (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده: ۲/ ۴۲۰، سعید)

ایک مثل پر عصر کی نماز

سوال[۲۱۳۳]: زید نے سایۂ اصلی کے علاوہ ایک مثل ہونے پر عصر کی نماز پڑھی، زید امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد ہے، اس کی نماز ہوگئی یا اعادہ واجب ہے؟ اگر نماز ہوگئی تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ عصر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت نکل گیا، اب اگر عمر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر میں آج کی ظہر کی ادا پڑھوں تو تین طلاق ہے، اور ایک مثل کے بعد دو مثل پورے ہونے سے پہلے ظہر پڑھی تو عمر کی بیوی کا کیا حکم ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کو صاحبین کے قول کے موافق اس نماز کا اعادہ لازم نہیں، نماز صحیح ہوگئی، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: "و بقولهما نأخذ"(۱)۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر کا وقت سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل ہونے تک رہتا ہے، اس لحاظ سے شخصِ مذکور کی ظہر کی نماز ادا ہوئی (۲)۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مثل تک رہتا ہے اس اعتبار سے اس کی یہ ظہر کی نماز قضا ہوئی (۳)۔ دونوں قولوں کو مختلف حضرات فقہاء نے اختیار کیا ہے (۴)۔

---

(۱) قال العلامة الطحطاوی: "وقول الطحاوی: و بقولهما نأخذ، یدل علی أنه المذهب". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، ص: ۱۷۶، قدیمی)

(و کذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعید)

(۲) "ووقت الظهر من زواله: أی میل ذُکاء عن کبد السماء إلی بلوغ الظل مثلیه و عنه مثله .... سوی فیء الزوال". (الدرالمختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة: ۱/۵۱، رشیدیه)

(۳) "وروی الحسن عن أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ أن آخر وقتها إذا صار ظل کل شیء مثله سوی فیء الزوال، و هو قول أبی یوسف، و محمد، و زفر، والحسن، والشافعی". (بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان شرائط الأرکان: ۱/۵۲۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعید)

(۴) "ووقت الظهر من زواله: أی میل ذُکاء عن کبد السماء إلی بلوغ الظل مثلیه، و عنه مثله، و هو قولهما و زفر والأئمة الثلاثة، قال الإمام الطحاوی: و به نأخذ، و فی غرر الأذکار: و هو المأخوذ به، =

عمر کو ملکِ بضع بذریعۂ نکاح متعین طریق پر حاصل ہے اس کے خروج کے لئے بھی غیر مشکوک متعین درجہ درکار ہے:"إذا لقاء منة الأثار لا ينقض الوقت بالشك" بحر (۱)۔ وقت کے اندر پڑھنا ادا ہے۔ یہاں تعارضِ آثار کی وجہ سے وقت کے منقضی ہوجانے میں شک ہے اور شک سے وقت پر خارج ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا (۲)، اسی شک پر طلاق کے وقوع کا بھی حکم نہیں ہوگا:" علم أنه حلف و لم يدر الطلاق أو غيره، لغا كما لوشك أطلّق أم لا". درمختار (۳)۔

طلاق أبغض المباحات بھی ہے اس لئے اس سے بھی ممکن اجتناب چاہئے (۴)۔ وقت مذکور میں عصر کو غیر صحیح قرار دینے سے فریضہ ذمہ میں باقی رہتا ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو گناہ سے بچانے کے لئے اس کی

= و في البرهان: و هو الأظهر، لبيان جبريل ، و هو نص في الباب. وفي الفيض: و عليه عمل الناس اليوم، و به يفتى". (الدرالمختار).

قال ابن عابدينؒ: " (قوله: إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام، نهاية ، وهو الصحيح، بدائع، و محيط ، و ينابيع. وهو المختار، غياثيه. واختاره الإمام المحبوبي .... و في رواية عنه أيضاً أنه بالمثل يخرج وقت الظهر، ولا يدخل وقت العصر إلا بالمثلين، ذكرها الزيلعي وغيره". (ردالمحتار، كتاب الصلوة : ۱/۳۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۲۵ ، رشيديه)

(۱) "إذا تعارضت الآثار لا ينقض الوقت بالشك". (البحر الرائق، كتاب الصلوة : ۱/۴۲۵ ، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان : ۱/۵۶۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة : ۱/۲۹۰، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

(۲) (راجع رقمها الحاشية : ۱)

(۳) (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح : ۱/۲۸۳ ، سعيد)

(۴) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عزو جل الطلاق". (سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في كراهية الطلاق : ۱/۲۹۶ ، دار الحديث ملتان)

نماز کو صحیح کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۳ھ۔

مثلِ اول پر عصر کی نماز

سوال[۲۱۴۴]: زید مسجد اہلِ حدیث میں امام ہے حالانکہ زید حنفی ہے، مگر مسجدِ اہل حدیث میں امام ہونے کی وجہ سے نمازِ عصر وقتِ عصر شافعی میں پڑھاتا ہے جو وقتِ حنفی سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اب اگر زید نماز پڑھا دینے کے بعد وہ وقت حنفی میں نمازِ عصر کا پھر تنہا اعادہ کرے تو زید کی نماز اور اہلِ حدیث حضرات کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟ زید نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟ دیگر اوقات گو کہ اولِ وقت میں پڑھاتا ہے مگر یہ اوقات حنفیہ کے نزدیک بھی مسلّم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قولِ مختار اور مفتی بہ تو یہی ہے کہ وقتِ عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے (۲)، مگر دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مثلِ واحد کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ لازم نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ صحیح نہیں کہ اہلِ حدیث کو نماز پڑھا دے اور پھر اپنی نماز کا اعادہ کر لیا کرے، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو نماز ان کو پڑھائی ہے وہ زید کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۲ھ۔

---

(۱) "فعندهما إذا صار ظل كل شيء مثله، خرج وقت الظهر ودخل وقت العصر، و هو رواية محمد عن أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه، وإن لم يذكره في الكتاب نصاً في خروج وقت الظهر". (المبسوط، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۹۰، المتكبة الغفاريه كوئٹه)

(۲) "(قوله: إلى بلوغ الظل مثليه)، هذا ظاهر الرواية عن الإمام، نهاية. وهو الصحيح بدائع، ومحيط، وينابيع. و هو المختار غياثيه، واختاره الإمام المحبوبي". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(۳) "ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه و عنه مثله، و هو قولهما و زفر والأئمة الثلاثة. قال الإمام الطحاوي: و به نأخذ". (الدر المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

مثلِ اول پر عصر پڑھنے کی تفصیل

سوال [۲۱۳۵]: اس ادارہ میں کوکن کے اور کچھ دوسرے علاقہ کے حنفی طلباء بھی تعلیم پاتے ہیں اور چند مدرسین بھی حنفی المسلک ہیں۔ سوال درپیش یہ ہے کہ چونکہ ہم شوافع کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل کے بعد ہوتا ہے اور احناف کا مسلک دو مثل کا ہے۔ لہٰذا یہ طلباء و مدرسین شوافع کے ساتھ عصر کی نماز ادا کریں تو درست ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں چند امور ضرور ملحوظ خاطر رہیں:

ا: صاحبین ایک مثل کے قائل ہیں۔ ۲: علاقہ شافعی ہے۔

لہٰذا یہاں ایک مثل پر نماز ہوتی ہے، اگر دو مثل پر پڑھیں تو انتشار بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہے، یہ معاملہ گاہے گاہے کا نہ ہوگا، بلکہ روزانہ کا ہوگا۔ اگر ایک مثل پر روزانہ نماز ادا کرنا درست نہ ہو تو کیا حنفی المسلک طلباء و اساتذہ کے لئے دوبارہ اذان دینا ہوگی، یا ایک مثل کی اذان کافی ہوگی؟ نیز یہ دوسری جماعت مسجد میں قائم کی جاسکتی ہے، یا جماعتِ ثانیہ میں شمار ہو کر مسجد کے علاوہ کہیں قائم کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستقلاً ہمیشہ مثلِ واحد پر نمازِ عصر ادا کرنا گویا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو ترک کرنا ہے(۱) اس لئے ایسا نہ کیا جائے، کبھی اتفاقیہ ایسی نوبت آجائے تو امرِ آخر ہے، اگر مثلین پر نماز ادا کی جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وامام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کے نزدیک بالاتفاق نماز ہوجائے گی(۲)۔ اگر

---

(۱) "إعلم أن الروايات عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ اختلفت في آخر وقت الظهر، روى محمد عنه: إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال، خرج وقت الظهر ودخل وقت العصر، وهو الذي عليه أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، باب المواقيت: ۲۱۹/۱، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۳۵۹/۱، سعيد)

(۲) "والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام: أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتهما بالإجماع". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۳۵۹/۱، سعيد)

مصالح سمجھ کر یہ صورت اختیار کرلی جائے کہ مثلین پر سب آمادہ ہوجائیں تو اعلیٰ بات ہے(۱) لیکن اس کی خاطر مجبور نہ کیا جائے نہ خلفشار۔ اگر یہ صورت نہ ہوسکے تو حنفی حضرات دوسری مسجد میں جاکر مثلین پر جماعت کرلیا کریں، یہ بھی نہ ہوسکے تو مدرسہ کے ایک کمرہ میں مثلین پر جماعت کرلیا کریں، اذان زیادہ بلند آواز سے کہنے کی ضرورت نہیں اتنی آواز کافی ہے کہ مدرسہ کے مدرسین وطلباء سن لیں جن کو نماز مثلین پر پڑھنی ہے۔

جہاں تک ہوسکے خلفشار اور فتنہ سے پورا پرہیز کیا جائے۔ حق تعالیٰ مدرسہ کو ترقی دے اور علم وعمل کی صحیح اشاعت کا ذریعہ بنائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۸ھ۔

مثلین سے پہلے عصر کی نماز

سوال [۲۱۳۶]: ۱...... آج کل ہمارے یہاں ساڑھے چھ بجے غروب آفتاب ہے، اب اگر مسجد میں ساڑھے چار بجے اذانِ عصر اور جماعت پونے پانچ بجے ہو تو فقہِ حنفی کی رو سے یہ اذان اور جماعت عصر دونوں قبل از وقت سمجھی جائیں گی اور دونوں واجب الاعادہ ہوں گی، یا صرف اذان قبل از وقت سمجھی جائیں گی؟

---

(۱) "قال المشايخ: ينبغي أن لا يصلى العصر حتى يبلغ المثلين، و لا يؤخر الظهر إلى أن يبلغ المثل ليخرج من الخلاف فيها". (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، بحث: فروع في شرح الطحاوي، ص: ۲۲۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "والفقير أقول مثل قوله فيما يتعلق باقتداء الحنفي بالشافعي، الفقيه المصنف يسلم ذلك:

و أنا رملي فقه الحنفي لامرابعد اتفاق العالمين ملخصاً

أي لاجدال بعد اتفاق عالمي المذهبين: وهما رملي الحنفية يعني به نفسه و رملي الشافعية رحمهما الله تعالى، فتحصل أن الاقتداء بالمخالف المراعي في الفرائض أفضل من الانفراد إذا لم يجد غيره، وإلا فالاقتداء بالموافق أفضل .... اهـ.

والذي يميل إليه القلب عدمُ كراهة الاقتداء بالمخالف ما لم يكن غير مراع في الفرائض؛ لأن كثيراً من الصحابة والتابعين كانوا أئمةً مجتهدين و هم يصلون خلف إمام واحد تباين مذاهبهم. وإنه لو انتظر إمامَ مذهبه بعيداً عن الصفوف، لم يكن إعراضاً عن الجماعة للعلم بأنه يريد جماعةً أكمل من هذه الجماعة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۳، ۵۶۴، سعيد)

اورعصر کی نماز صحیح ہوگی یانہیں؟

عصر اور مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟

سوال[۲۱۳۷]: ۲......سایۂ اصلی چھوڑ کر ابتدائے مثلین سے غروبِ آفتاب تک دو گھنٹہ کا فاصلہ ہوتا ہے یا پونے دو گھنٹہ کا، اور کس موسم میں یہ فاصلہ دو گھنٹہ کا ہوتا ہے؟

۳......ابتدائے مثلین سے غروب آفتاب تک کا درمیانی فاصلہ گرمی سردی وغیرہ اختلافِ موسم کی بناء پر بدلتا رہتا ہے یا ہمیشہ یکساں ہی رہتا ہے؟ اگر درمیانی فاصلہ بدلتا ہے تو کس موسم میں کس جگہ، تقریباً کتنے منٹ کا فرق رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر مثلین پر جماعتِ عصر ہوئی تو بالاتفاق اس کا اعادہ نہیں (۱)، اذان کچھ پہلے ہوئی ہو تو اس کی وجہ سے جماعت کا اعادہ لازم نہیں ہوتا۔ مثلین سے کچھ پہلے مثلِ واحد کے بعد جو جماعت ہو جائے اس کا بھی ایک قول پر اعادہ نہیں (۲)۔ علمائے احناف حرمین شریفین میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں کرتے جو کہ بالیقین مثلین سے پہلے ہوتی ہے(۳)۔

---

(۱) "اعلم أن الروايات عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ اختلفت في آخر وقت الظهر، روى محمد عنه: إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال، خرج وقت الظهر ودخل وقت العصر، وهو الذي عليه أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، باب المواقيت: ۱/۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(۲) "وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن آخر وقتها إذ صار ظل كل شيء مثله سوى فيء الزوال، وهو قول أبي يوسف، ومحمد، وزفر، والحسن، والشافعي". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(۳) "وانظر هل إذالزم من تأخيره العصر إلى المثلين فوتُ الجماعة يكون الأولىٰ التأخير أم لا؟ والظاهر الأول، بل يلزم لمن اعتقد رجحان قول الإمام، تأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

۲...... یہ سب جگہ اور ہمیشہ یکساں نہیں (۱)۔

۳...... بدلتا رہتا ہے، سردی میں کم ہوتا ہے، مقامات کے لحاظ سے تفاوت بھی مختلف ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۴/۱/۹۵ھ۔

عصر کی نماز کی ابتداء کامل وقت میں اور اختتام ناقص وقت میں

سوال [۲۱۳۸]: سببِ وجوبِ نماز جزء متصل الادا ہوتا ہے، اس بنا پر علمائے احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز وقتِ مکروہ میں شروع کرے اور پھر اثنائے صلوۃ میں آفتاب غروب ہوگیا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی، کیونکہ "أداه كما وجب" پایا گیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز وقتِ کامل میں شروع کرے اور نیت باندھنے کے بعد وقتِ ناقص شروع ہوگیا، لیکن ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے تو اس کی یہ نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ شبہ کی وجہ یہ پیش آئی کہ "أداه كما وجب" نہیں پایا گیا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کی یہ نماز صحیح ہوگی، آپ کا شبہ اور اس کا جواب شرح منیۃ المصلی، ص: ۲۴۷ میں مذکور ہے: "فقد

---

(۱) "و يختلف باختلاف الزمان والمكان". (الدرالمختار). وقال ابن عابدينؒ: "(قوله: و يختلف باختلاف الزمان): والمكان أى طولاً و قصراً أو انعداماً بالكلية، كما أو ضحه ح". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۰، سعيد)

(وكذا المبسوط، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۸۹، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

(وكذا فى مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة: ۱/۶۹، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۲) "ولكنا نستدل بقول الله تعالىٰ: ﴿لدلوك الشمس﴾ [سورة الإسراء: ۷۸]: أى لزوالها والمراد من الفيء مثل الشراك الفيء الأصلي الذي يكون للأشياء وقت الزوال، و ذلك يختلف باختلاف الأمكنة والأوقات، فاتفق ذلك القدر فى ذلك الوقت". (المبسوط، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۸۹، المتكبة الغفاريه كوئٹه)

(وكذا فى الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۰، سعيد)

(وكذا فى مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة: ۱/۶۹، دار إحياء التراث العربى بيروت)

یقال: فینبغی أنه لو شرع فیها أول الوقت قبل الاصفرار، ثم اصفرت، و هو فی خلالها أن تفسد لعروض النقصان علی ما وجب بالسبب الکامل، والجواب أن الشرع لما جعل للمکلف شغل کل الوقت بالعبادة، و هو العزیمة، فقد اغتفر فی حقه مالا یمکن ذلك إلا به لکونه من جملة أجزاء الوقت به"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۴ھ۔

اذانِ مغرب کے بعد نماز کتنی تاخیر سے ہونی چاہیے؟

سوال[۲۱۳۹]: مغرب کی اذان کے بعد نماز میں کس قدر تاخیر مناسب ہے؟ بعض جگہ بہت ہی جلدی کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنا وقفہ کرلینا چاہیے کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوکر صف میں پہنچ جائے اور اذان کے بعد دعاء بھی پوری ہوجائے (۲) جب مؤذن موجود ہوتو بہتر ہے کہ وہی تکبیر کہے یا دوسرے کو اجازت دیدے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۵/۳ھ۔

---

(۱) (الحلبی الکبیر، بحث: فروع فی شرح الطحاوی، ص: ۲۴۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۳۰، رشیدیه)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات: ۱/۵۲، رشیدیه)

(۲) "و یجلس بینهما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب، إلا فی المغرب فیسکت قائماً ثلاث آیات قصار، و یکره الوصل إجماعاً". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة و کیفیتهما: ۱/۵۷، رشیدیه)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۴، رشیدیه)

(۳) "و منها: أن من أذن فهو الذی یقیم، و إن أقام غیره فإن کان یتأذی بذلک یکره؛ لأن اکتساب أذی المسلم مکروه، وإن کان لا یتأذی به لا یکره". (بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فیما یرجع إلی صفات المؤذن: ۱/۳۶۸، دارالکتب العلمیه بیروت) =

کیا مغرب اور فجر کا وقت برابر ہے؟

سوال[۲۱۴۰]: نقشہ دائمی (جو سید طاہر حسین صاحب کا تیار کردہ اور مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب، مولوی حاجی کرامت اللہ صاحب، مفتی نور الدین صاحب کا تصدیق شدہ ہے) میں تحریر ہے کہ مغرب کا وقت بھی فجر کے برابر ہے، یعنی ایک گھنٹہ بیس منٹ ہے، مگر ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مغرب کا وقت تارے چمکنے پر ختم ہوجاتا ہے، صرف آدھ گھنٹہ ہے۔ کون سا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کا وقت اور مغرب کا وقت تقریباً برابر ہیں، محض تارے چمکنے پر مفتی بہ قول کے موافق ختم نہیں ہوتا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۹۰ھ۔

وقتِ مغرب کی توضیح

سوال[۲۱۴۱]: مغرب کی نماز کا وقت سورج کے غروب ہونے کے بعد فوراً شروع ہوجاتا ہے یا کچھ دیر بعد شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے؟ غفلت کرکے نماز کے وقت کو باطل کردیا تو اب نماز ادا ہوگی یا قضاء؟

= (وكذا في الفتاوى العالمكيريه، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته واحوال المؤذن: ۱/ ۵۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۴۴۷، رشيديه)

(۱) "وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها مالم يغب الشفق .... ثم الشفق هو البياض الذي في الافق بعد الحمرة عند أبي حنيفة، وعندهما هو الحمرة". (الهدايه، كتاب الصلوة، باب المواقيت: ۱/ ۸۱، ۸۲، شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/ ۴۲۶، ۴۲۷، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/ ۲۹۲، ۲۹۳، مكتبه الغفاريه كوئٹه)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلاۃ، الباب الأول فی المواقیت، جوابِ سوال نمبر: ۴۱، ۴۲، سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مغرب اور فجر کے وقت برابر ہیں۔ (۲/ ۴۷، امدادیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورج غروب ہوتے ہی فوراً مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے، جب بادل ہوتو کسی قدر احتیاط کرلی جائے تاکہ غروب کا یقین ہوجائے (۱)۔غروب کے بعد مغرب کی جانب کچھ دیر تک آسمان پر سرخی رہتی ہے، پھر کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے، مغرب کی نماز کا وقت سفیدی ختم ہونے پر ختم ہوجاتا ہے، احتیاط یہ ہے کہ سرخی ختم ہونے سے پہلے ہی نماز مغرب سے فراغت کرلی جائے (۲)، دیر کرنے سے نماز مکروہ ہوگی قضاء ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے (۳)، نماز کو قضاء کرنا وقت پر ادانہ کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس پر سخت وعید آئی ہے، کذا فی الزواجر عن اقتراف الکبائر (٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مغروب کا کل وقت کتنا ہے؟

سوال [۲۱۴۲]: مغرب کا وقت اذان مغرب کے بعد کتنے گھنٹے رہتا ہے؟

---

(۱) "و في يوم الغيم المستحب تأخير الفجر والظهر والمغرب و يؤخر المغرب لكيلا يقع قبل غروب الشمس". (المبسوط ،باب مواقيت الصلوة : ۱/۳۰۰ ، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۲) "ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق و هو الحمرة عندهما، و به يفتي، هكذا في شرح الوقاية. وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة، هكذا في القدوري. و قولهما أوسع للناس، و قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أحوط". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الأول في أوقات الصلوة: ۱/۵۱، رشيديه)

(۳) "و يكره تأخيرها إلى اشتباك النجوم لرواية أحمد: "لا تزال أمتي بخير مالم يؤخَرُوا المغرب حتى تشتبك النجوم". (البحر الرائق، كتاب الصلوة : ۱/۴۳۱ ، رشيديه)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿فخلف من بعدهم خلفٌ أضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات، فسوف يلقون غيًّا، إلا من تاب﴾ قال ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه :ليس معنى "أضاعوها" تركوها بالكلية ، و لكن أخروها من أوقاتها.

[تنبيهات] منها : عدما ذكر من أن كلاً مِن تركِ الصلوة و تقديمها على وقتها و تأخيرها عنه بلا عذر كبيرة". (الزوجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر المكي الهيثمي : ۱/۱۳۳، ۱۳۷. بحث الكبيرة السابعة و السبعون: تعمد تأخير الصلوة عن وقتها، دار المعرفة بيروت)

الجواب حامداً و مصلیاً :

مغرب کا وقت عامۃً ہمارے اطراف میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کچھ کم رہتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، یکم/ رجب/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند،۲/ ۷/ ۸۸ھ۔

وقتِ عشاء اور تراویح

سوال[۲۱۴۳]: ۱.....شبینۂ متعارفہ جوایک رات میں ہوتا ہے عندالشرع اس کا کیا حکم ہے؟اس میں اکثر کوتاہیاں قارئین وسامعین سے واقع ہوتی ہیں۔

۲.....نقشۂ سحر وافطار کے حساب سے ۲۰/ رمضان المبارک کوافطار ریواڑی کا ۶/ بجکر ۲۹/ منٹ پر تھا، شبینہ کی وجہ سے عشاء کی اذان ۷/ بجکر ۳۰/ منٹ پر دی گئی اور ۵/ منٹ بعد یعنی ۳۵/ پر جماعت کردی گئی۔لہٰذا اذان و جماعت ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرض ادا ہوا یا نہیں اور تراویح ہوئیں یا نہیں اوراس میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....ممنوع ہے(مفاسد کثیرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے): "و یجتنب المنکرات هذرمة القرأة وترك تعوذ وتسمية وطمانينة و تسبيح واستراحة". در مختار مع رد المحتار ۱/ ۴۷۵(۲)۔

۲.....عشاء کا وقت مغرب کے وقت کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب کا وقت غروبِ شفق تک رہتا ہے۔شفق کی تفسیر میں دوقول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد حُمرت ہے، اسی کو مراقی الفلاح ،ص:۵۹، میں مفتی بہ کہا

---

(۱) "وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس، و آخر وقتها مالم يَغبِ الشفق .... ثم الشفق هو البياض الذى فى الأفق بعد الحمرة عند أبى حنيفة، و عندهما هو الحمرة". (الهداية، كتاب الصلوة: ۱/ ۸۱، ۸۲، باب المواقيت ، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الصلوة : ۱/ ۴۲۶، ۴۲۷، رشيديه)

(وكذا فى المبسوط، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/ ۲۹۲، ۲۹۳، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

(وكذا فى فتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب الصلوة، الباب الأول فى المواقيت : ۲/ ۴۷، امداديه ملتان)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۴۷ ، سعيد)

گیا ہے، یہی صاحبین کا قول ہے(۱)۔

دوم یہ کہ اس سے مراد بیاض ہے جو کہ حمرت کے بعد ہوتی ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقویت کی ہے، بحر میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے(۲)۔ لہٰذا اگر اس روز ۷/ بجکر ۳۰/ منٹ پر شفقِ احمر غائب ہوچکی تھی مگر شفقِ ابیض غائب نہیں ہوئی تھی تو قولِ اول پر نماز واذان درست ہوگی اور قولِ ثانی پر نہیں درست ہوئی، احتیاطاً فرضِ عشاء کا اعادہ کرلیا جائے اور بس(۳)۔

اور اگر شفقِ ابیض بھی غائب ہوچکی تھی تو دونوں قول پر نماز صحیح ہوگئی۔ اگر شفقِ احمر بھی غائب نہیں ہوئی تھی تو کسی کے قول پر بھی صحیح نہیں ہوئی، فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے(۴)، سنن وتراویح کا اعادہ نہیں، نماز وتر تو

---

(۱) "وأول وقت المغرب منه: أی غروب الشمس إلی قبیل غروب الشفق الأحمر علی المفتی به، و هو روایة عن الإمام، و علیها الفتوی، و بها قالا، لقول ابن عمر: "الشفق الحمرة". و هو مروی عن أکابر الصحابة، وعلیه إطباق أهل اللسان، ونُقِل رجوع الإمام إلیه". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة: ۱۷۷، ۱۷۸، قدیمی)

(۲) "(قوله: و هو البیاض): أی الشفق هو البیاض عند الإمام و هو مذهب أبی بکر الصدیق، وعمر و معاذ وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم .... وقال فی آخره: فثبت أن قول الإمام هو الأصح الخ، و بهذا ظهر أنه لا یفتی و یعمل إلا بقول الإمام الأعظم". (البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۲۷، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب المواقیت: ۱/۲۲۲، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۳) "وأول وقت العشاء حین یغیب الشفق. واختلفوا فی تفسیر الشفق: فعند أبی حنیفة: هو البیاض، وهو قول أبی بکر الصدیق، وعمر و معاذ وعائشة –رضی الله تعالیٰ عنهم– وعند أبی یوسف و محمد وزفر و الشافعی رحمهم الله تعالیٰ: هو الحمرة، و هو قول عبد الله بن عباس و عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم". (بدائع الصنائع، فصل فی بیان شرائط الأرکان: ۱/۵۲۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الصلوة کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً﴾ (سورة النساء: ۱۰۳) أی: فرضاً مؤقتاً، حتی لا یجوز أداء الفرض قبل وقته إلا صلاة العصر یوم عرفة علی ما یذکر". (بدائع الصنائع، فصل فی بیان شرائط الأرکان: ۱/۵۵۸، دارالکتب العلمیة بیروت)

"ومن الشروط الوقت للفرائض الخمس بالکتاب والسنة والإجماع علی اشتراط فی عدة من المعتمدات ...... و یشترط اعتقاد دخوله لتکون عبادةً بینةً جازمةً؛ لأن الشک لیس بجازم، حتی لو صلی و عنده أن الوقت لم یدخل فظهر أنه کان قد دخل، لا تجزیه؛ لأنه لما حکم بفساد صلاته بناه علی دلیل شرعی و هو تحرّیه لا ینقلب جائزاً إذا ظهر خلافه، و یخاف علیه فی دینه". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأرکانها، ص: ۲۱۵، قدیمی)

بعد تراویح جب پڑھی تب تو وقت میں کوئی تردد نہیں رہا ہوگا (۱) اس کا بھی اعادہ نہیں (۲)۔

تنبیہ: غروبِ شفق کا وقت اختلافاتِ زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عشاء کی نماز رات تین بجے

سوال [۲۱۴۴]: عشاء کی نماز اگر ایک یا دو یا تین بجے رات میں پڑھی جائے تو یہ ادا ہوگی یا قضاء؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت پڑھنے سے بھی نماز ادا ہی ہوگی قضاء نہیں ہوگی، مگر اتنی دیر تک مؤخر نہ کریں، جماعت کے ساتھ وقت مقررہ پر ادا کریں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۹/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۹/۱۵ھ۔

---

(۱) "ووقت العشاء والوتر منه إلى الصبح، و لكن لا يصح أن يقدم عليها الوتر إلا ناسياً لوجوب الترتيب". (الدرالمختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۱، سعيد)

(۲) "وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة –لف ونشر مرتب– اهـ". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۶۶، سعيد)

(۳) "[تنبيه] قال في الفيض: و من كان على مكان مرتفع كمنارة إسكندرية، لا يفطر مالم تغرب الشمس عنده، و لأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله، و كذا العبرة في الطلوع في حق صلاة الفجر أو السحور". (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده: ۲/۴۲۰، سعيد)

(۴) "وتأخير عشاء إلى ثلث الليل، قيده في الخانية بالشتاء، أما الصيف فيندب تعجيلها، فإن أخرها إلى مازاد على النصف، كره لتقليل الجماعة، أما إليه فمباح". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۸، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۷۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۰، رشيديه)

بارہ بجے کے بعد نماز عشاء

سوال[۲۱۴۵]: کیا بارہ بجے کے بعد عشاء کی نماز مکروہ ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نصفِ شب کے بعد تک نماز عشاء کو مؤخر کرنا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عشاء، سحری، تہجد وغیرہ کے اوقات

سوال[۲۱۴۶]: کیا نماز عشاء اور نماز تہجد اور سحری کھانے کے وقت کی انتہا ایک ہے، یعنی صبح صادق کے اندر تک ان تینوں کی انتہا ہے؟ اور تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان سب کا انتہائی وقت ایک ہے۔ طلوع صبح صادق سے کچھ دیر پہلے سحری کھانا افضل ہے، سحری میں دیر چاہئے، مگر نہ اس قدر کہ صبح صادق ہوجانے کا شک ہوجائے بلکہ اس سے پہلے پہلے ختم ہونی چاہئے (۲)۔ اور تہجد

(۱) "(فإن أخرها إلى ما زاد على النصف)، كره لتقليل الجماعة، أما إليه فمباح". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۸، سعيد)

(وكذا بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۷۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۹۷، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

(۲) "وأول وقت العشاء إذا غاب الشفق على القولين، وآخره ما لم يطلع الشمس: أى الجزء الذى قبيل طلوع الفجر من الزمان". (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، بحث: فروع في شرح الطحاوى، ص: ۲۲۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

"التسحر مستحب، و وقته آخر الليل. قال الفقيه أبو الليث: و هو السدس الأخير، هكذا في السراج الوهاج. ثم تأخير السحور مستحب، كذا في النهاية. و يكره تأخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك، هكذا في السراج الوهاج". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث فيما يكره للصائم و ما لا يكره: ۱/۲۰۰، رشيديه)

کا وقت بھی عشاء کے بعد تمام رات ہے، لیکن سو کر اٹھ کر پڑھنا زیادہ موجب ثواب ہے اور سب سے آخر میں پڑھنا افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۲/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، 　جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

تہجد اور وتر کا آخری وقت

سوال[۲۱۴۷]: غلبۂ نیند کی وجہ سے نماز تہجد کی پابندی نہیں ہوتی، سو تہجد اور وتر کی نمازوں کا آخری وقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صبح صادق پر تہجد اور وتر کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اگر ابھی آخر شب میں اٹھنے کی عادت پختہ نہیں تو وتر

---

(۱) "وصلاة الليل وأقلها –علی ما في الجوهرة– ثمان، و لو جعله أثلاثاً، فالأوسط أفضل، و لو أنصافاً فالأخير أفضل". (الدر المختار). "وقد ذكر القاضي حسين من الشافعية أنه في الاصطلاح التطوع بعد النوم، وأيد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمر رضي الله تعالیٰ عنه قال: "يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد، إنما التهجد: المرء يصلي الصلاة بعد رقدة". غير أنه في سنده ابن لهيعة، وفيه مقال .... أقول: الظاهر أن حديث الطبراني الأول بيان لكون وقته بعد صلوة العشاء، حتى لو نام، ثم تطوع قبلها، لا يحصل السنة، فيكون حديث الطبراني الثاني مفسراً للأول، وهو أولى من إثبات التعارض والترجيح". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲۴/۲، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۴۹/۷، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی)

"ولو أراد أن يقوم نصفه و ينام نصفه، فقيام نصفه الأخير أفضل لقلة المعاصي فيه غالباً، وللحديث الصحيح: "ينزل ربنا إلى السماء الدنيا في كل ليلة حين يبقى ثلث الليل الأخير، فيقول: "من يدعوني فأستجيب له؟ و من يسألني فأعطيه؟ من يستغفرني فأغفر له"". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲۵/۲، سعيد)

سونے سے پہلے ہی پڑھ لیا کریں (۱) قضاء کرنا گناہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۸۹ھ۔

تہجد کا وقت

سوال [۲۱۴۸]: تہجد کی نماز کب لاگو ہوتی ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی انسان رات بھر نہ سوئے اس پر تہجد کی نماز لاگو نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ ایک نیند نکالنے کے بعد ہی نماز تہجد لاگو ہوتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عامۃً بعد عشاء لوگ سوجاتے ہیں پھر اٹھ کر نماز پڑھی جاتی ہے تو وہ تہجد کہلاتی ہے (۳)، لیکن اس کا

---

(۱) "والوتر إلى آخر الليل لمن يثق بالانتباه: أى ندب تأخير الوتر إلى آخر الليل إذا كان يثق من نفسه أنه ينتبه ليصلي، ليكون الوتر حتماً لقيام الليل كله، لقوله عليه السلام: "اجعلوا آخر صلاتكم من الليل وتراً". رواه البخاري و مسلم وغيرهما. فإن لم يثق بالانتباه، أوتر قبل النوم لحديث جابر رضى الله تعالىٰ عنه أنه عليه الصلاة والسلام قال: "أيكم خاف أن لا يقوم من آخر الليل، فليوتر ثم ليرقد، و من وثق بقيام من آخر الليل فليوتر من آخره، فإن قرأة آخر الليل محضورة و ذلك أفضل". رواه مسلم وغيره".

(تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۲۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾ و قال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما و جماعة: تأخير ها عن وقتها". (روح المعاني: ۳۰/۲۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/۷۱۸، مكتبه دارالفيحاء دمشق)

(۳) "وقد ذكر القاضي حسين من الشافعية أنه في الاصطلاح التطوع بعد النوم، وأيّد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمر رضى الله تعالىٰ عنه قال: "يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد إنما التهجد، المرء يصلي الصلاة بعد رقدة". غير أنه في سنده ابن لهيعة، وفيه مقال .... أقول: الظاهر أن حديث الطبراني الأول بيانٌ لكون وقته بعد صلوة العشاء، حتى لو نام ثم تطوع قبلها، لا يحصل السنة، فيكون حديث الطبراني الثاني مفسراً للأول، و هو أولى من إثبات التعارض والترجيح". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، الوتر والنوافل: ۲/۲۴، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۷/۴۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی)

مطلب یہ نہیں کہ جو شخص تمام رات بیداری اور نماز میں مشغول رہے تو اس کا اجر عام تہجد سے کم ہے بلکہ اجر زیادہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جمعہ کی نماز اول وقت میں

سوال[۲۱۴۹]: تقریباً چالیس برس سے ہماری مسجد میں اذان جمعہ کا وقت ایک بجے اور خطبہ پونے دو بجے ہے، یہ مسجد شہر کے وسط میں ہے، حنفیہ مذہب کی مرکزی جامع مسجد تصور ہوتی ہے، کیونکہ پرانی جامع مسجد اہلِ حدیث حضرات کے انتظام میں ہے۔ اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ ڈیڑھ بجے ہو، اور بعض کہتے ہیں کہ پونے دو بجے ہو، دو فریق بن گئے ہیں۔ وقت کی تبدیلی ہمیشہ سے امام صاحب کے ذمہ تھی، اب وہ کس کی بات مانیں اور کس کی نہ مانیں۔ سوال یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کا افضل وقت کیا ہے؟ تاخیر مناسب ہے یا عجلت بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ کی نماز کو اولِ وقت میں پڑھنا افضل ہے، نمازیوں کی سہولت کے لئے اگر کچھ تاخیر ہوجائے تب بھی مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۰ھ۔

---

(۱) (راجع أحسن الفتاوی: ۳/۴۹۳، سعید)

(۲) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس". (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس: ۱/۱۲۳، قدیمی)

(وإعلاء السنن، أبواب الجمعة، باب أن وقت الجمعة بعد الزوال: ۸/۴۵، إدارة القرآن کراچی)

"و جمعة کظهر أصلاً واستحباباً فی الزمانین؛ لأنها خلفه". (الدر المختار). وقال ابن عابدینؒ: "(واستحباباً فی الزمانین): أی الشتاء والصیف، لکن جزم فی الأشباه من فن الأحکام أنه لایسن لها الإبراد......... وقال الجمهور: لیس بمشروع؛ لأنها تقام بجمع عظیم، فتأخیر ها مفض إلی الحرج و لا کذلک الظهر، موافقة الخلف لأصله من وجه لیس بشرط". (ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۱/۳۶۷، سعید)

نمازِ عید کا وقت

سوال[۲۱۵۰]: ۱.....نماز عید الفطر، عید الاضحیٰ میں اگر صبح سے بارش شروع ہوگئی اور دو بجے دن تک بہت زوروں کی بارش ہوتی رہی، سرِ دست شامیانہ وغیرہ کا انتظام نہ ہوسکا، مسجد میں برساتی نہیں ہے جس سے کہ بارش کا بچاؤ ہوسکے۔ تو کیا بعد دو بجے دن کے نماز عید الفطر یا نماز عید الاضحیٰ پڑھی جاسکتی ہے؟

۲.....اگر نہیں پڑھی جاسکتی تو کیا کیا کرنا چاہئے، کیسے نماز ادا ہو؟ کوئی عمارت نہیں ہے جس میں نمازی آسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....زوالِ آفتاب کے بعد نمازِ عیدین درست نہیں، مجبوری کی حالت میں عید الفطر کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے اور عید الاضحیٰ کی نماز دوسرے دن بھی نہ ہوسکے تو تیسرے دن پڑھی جائے:

"وابتداء وقت صلوة العيدين من ارتفاع الشمس إلى قبل زوالها، وتؤخر صلوة عيد الفطر لعذر كالمطر ونحوه إلى الغد فقط، وتؤخر صلوة عيدالأضحى لعذر إلى ثلاثة أيام، اه". طحطاوی ومراقی الفلاح (۱)۔

۲.....نمبر ایک میں جواب آگیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال/ ۶۷ھ۔

قطبِ جنوبی وشمالی میں نماز روزہ کس طرح ہے؟

سوال[۲۱۵۱]: قطبِ شمالی وقطبِ جنوبی کے مسلمان جہاں چھ مہینہ رات اور چھ مہینہ دن رہتا ہے، وہاں کے لوگ روزہ نماز کس طرح پورا کرتے ہیں؟ گھڑی گھنٹہ کے اعتبار سے یا دن رات کے اعتبار سے؟

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۵۳۲، ۵۳۸، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب العيدين: ۲/۱۷۱، ۱۷۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة العيدين: ۲/۲۷۸، ۲۸۴، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريج المسئلة تحت عنوان: "جمعہ کی نماز اول وقت میں"۔)

الجواب حامداً و مصلیاً :

قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی میں کیا ہوتا ہے، وہ لوگ کس طرح روزہ نماز ادا کرتے ہیں، اس کا جواب ان سے ہی حاصل کیجئے، پھر میرے پاس بھی بھیج دیجئے، اس کے بعد دیکھ لیا جائے گا کہ ان کا عمل موافق شرع ہے یا نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۹۵ھ۔

چھ مہینہ دن، چھ مہینہ رات والے مقام پر نماز کی کیفیت

سوال[۲۱۵۲]: ۱..... جس ملک میں چھ ماہ رات اور چھ ماہ دن رہتا ہے وہاں دن والی نمازیں اور

(۱) ایسے مقامات میں نمازیں اندازہ سے ادا کی جائیں گی: "روی مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: ذکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الدجال ولُبثَه فی الأرض أربعین یوماً، یومٌ کسنة ، و یومٌ کشهر ، و یومٌ کجمعة، و سائر أیامه کأیامکم، قلنا: فذلک الیوم الذی کسنة یکفینا فیه صلاة یوم؟ قال: "لا، قدِّروا له قدره اهـ". قال الأسنوی : و یقاس علیه الیومان التالیان ،والشهر الکمال وجوب القضاء استدلالاً بحدیث الدجال ، و تبعه ابن الشحنة فصحح فی ألغازه ، و ذکر فی المنح أنه المذهب ،ولاینوی القضاء لفقد وقت الأداء" (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الصلاة، ص: ۱۷۸، قدیمی)

"و فاقد وقتهما کبلغار ، فإن فیها بهما، فیقدر لهما، و لا ینوی القضاء لفقد وقت الأداء".
(الدرالمختار، کتاب الصلاة: ۱/ ۳۶۲، سعید)

"وهو ما تواطأت علیه أخبار الإسراء من فرض اللہ تعالیٰ الصلوات خمساً بعد ما أمر أولاً بخمسین ، ثم استقر الأمر علی الخمس شرعاً عاماً لأهل الآفاق، لا تفصیل بین قطر و قطر".
(ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۱/ ۳۶۳، سعید)

"قال الرملی فی شرح المنهاج : و یجری ذلک فیما لو مکث الشمس عند قوم مدةً اهـ. قال فی إمداد الفتاح: قلت: وکذلک یقدّر لجمیع الآجال کالصوم والزکاة والحج والعدة وآجال البیع والسلم والإجارة ، و ینظر ابتداء الیوم، فیقدّر کل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما یکون کل یوم من الزیادة والنقص، کذا فی کتب الشافعیة، و نحن نقول بمثله؛ إذ أصل التقدیر معقول به إجماعاً فی الصلوات اهـ". (رد المحتار، کتاب الصلوة: ۱/ ۳۶۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/ ۴۲۸، رشیدیه)

رات والی نمازیں دن میں ادا کرسکیں گے یا نہیں؟ اور اگر ادا کریں گے تو کس طرح ادا کرینگے، آیا گھنٹوں کے اعتبار سے یا کسی اَور اعتبار سے؟ جواب مدلل اور واضح تحریر فرمائیں۔

۲...... نیز جس جگہ ادھر سورج غروب ہوا اور ادھر طلوع ہوا، اس کا کیا حکم ہے اور ہر دو ملک کس جگہ واقع ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱...... گھنٹوں کے اعتبار سے ادا کریں گے، مگر محققینِ فنِ جغرافیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ مقامات غیر آباد ہیں، کسی حیوان کی زندگی وہاں دشوار ہے، ایسے مقامات کو ارضِ تسعین کہتے ہیں، منتہائے آبادی جزیرۂ لولیٰ ہے، جس کا عرض خطِ استوا سے تریسٹھ درجہ ہے اور بعض ساڑھے چونسٹھ درجہ تک آبادی کے قائل ہیں۔ ''ناظورۃ الحق'' وغیرہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ازمنۂ متاخرہ میں عرض ٦٦/ درجہ تک آبادی کے نشانات موجود تھے۔ گھنٹوں کی تعیین وتفصیل آفتاب کی گردش کے ماتحت ہوگی۔ پوری وضاحت مطلوب ہو تو مسٹر فریجر کے سوالات کے جوابات تحریر فرمودہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی دیکھئے، مجموعۃ الفتاویٰ میں بھی اس کا ذکر ہے(۱)۔

۲...... اس مقام کا نام بلغار ہے، یہاں بعض ایام میں عشاء کا وقت نہیں ملتا، بلکہ غروب کے بعد جلد ہی آفتاب طلوع ہوجاتا ہے۔ مورخ مغربی ابن بطوطہ نے بھی "تحفة النظار في غرائب الأمصار" میں اپنا اس مقام پر پہونچنا درج کیا ہے(۲)۔ اس مقام والوں کے لئے نماز عشاء کے متعلق کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ فرض

(۱، ۲) "مخفی نماند نصوصِ احکام مثلِ صوم و صلوة وغیره عامه اند جمیعِ مکلفین جمیعِ بلاد در جمیعِ ازمان، بآنها مکلف اند باختلافِ اقالیم و طولِ نهار وغیره در فرضیتِ صومِ رمضان تخللے نخواهد شد. وآنچه بخیال میگزرد که درآن بود که طولِ نهار بغایت رسیده صومِ رمضان بر در همچو ایام موجبِ هلاک است؟ دفعش اینکه مدبرِ دو جهان و خلاقِ کون و مکان همچنانکه احکامِ خود را عام کرده همچنان بلاد را که درآن ادائے صوم خارج از طاقتِ بشریه معلوم می شود، ومسکنِ بنی آدم نه گردانید. محققانِ فنِ جغرافیه تصریح کرده اند که آخر عمارت جزیرهٔ لُولیٰ است که عرضش از خطِ استواء شصت وسه درجه [۶۳] است، و بعضی در عرض شصت و چهارو نیم درجه هم قائل وجودِ عمارت شده اند. و در ازمنهٔ متأخره چنانکه در ناظورة الحق وغیره مصرح است تا عرض شصت وشش نشان عمارت یافته شد. .... =

ہی نہیں (۱) اسی پر علامہ شامی نے فتویٰ دیا ہے (۲) اور اسی کے موافقت حلوانی اور مرغینانی نے کی ہے، اسی کو شرنبلالی اور حلبی نے راجح کہا ہے (۳)۔

تنویر الابصار میں لکھا ہے کہ فرض ہے، اندازہ سے پڑھیں، قضاء کی نیت نہ کریں "برہان کبیر" نے اسی

= علاوہ ازیں تحملِ مشاق باختلافِ تاثیراتِ آب و ہوائے اقالیم و بلاد اختلافِ قوی وامزِجۂ انسانیہ مختلف می شودہ نمی بینی کہ بلغار کہ در اقلیمِ سابع واقع است، و در وسطِ آن اقلیم نہار طول شانزدہ ساعت میشود، و در بلغار در ایامِ صیف شب آنقدر قصیر میشود کہ در بعضِ او وارد شمسیہ ہمیں کہ شفق غروب معیار و صبح صادق طلوع میشود۔

در آنجا اہلِ اسلام بماہِ رمضان —خواہ در صیف واقع شود خواہ درشتا— روزہ میدارند، وآفاقیان کہ در آنجا وارد میشوند ہم روزہ دار میشوند، وکسی ہلاک نمی رسد۔

مؤرخ مغربی ابن بطوطہ کہ از رجالِ مأۃ ثامنہ است در رحلتِ خود کہ مسمی بہ "تحفة الأنظار في غرائب الأمصار" است می نویسد:

"وكنت سمعت بمدينة بلغار فأردت التوجه إليه لأرى ما ذُكر عنها من انتهار قصر الليلة، فرحلتُها في رمضان، فلما صلينا المغرب أفطرنا وأُذن بالعشاء في أثناء إفطارنا، فصليناها وصلينا التراويح والشفع والوتر، وطلع الفجر إثر ذلك۔ والله أعلم"۔ (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة: ۱/۵۲، ۵۳، رشيديه)

(۱) "و من لم يجد وقتيهما، لم يجبا". (كنز الدقائق، كتاب الصلوة: ۱/۱۷، رشيديه)

(۲) حضرت مفتی صاحبؒ نے علامہ شامی کی طرف عدمِ وجوبِ صلاۃ کی نسبت ہے، حالانکہ علامہ شامی کی عبارات سے وجوبِ صلوۃ مترشح ہوتی ہے، چنانچہ علامہ شامی کی عبارت یہ ہے:

"بقي الكلام في معنى التقدير، والذي يظهر من عبارة الفيض أن المراد أنه يجب قضاء العشاء، بأن يقدر أن الوقت أعني سبب الوجوب قد وُجد .... كما يقدر وجوده في أيام الدجال .... و يحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو ما قاله الشافعية من أنه يكون وقت العشاء في حقهم بقدر ما يغيب فيه الشفق في أقرب البلاد إليهم، والمعنى الأول أظهر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۲، سعيد) وغير ذلک مما ذكره.

(۳) "ووافقه الحلواني والمرغيناني، و رجحه الشرنبلالي والحلبي". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۳، سعيد)

پرفتوی دیا ہے، کمال نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، ابن شحنہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے(۱)۔ زیادہ بسط وتفصیل درکار ہوتو ردالمحتار اور بحر کا مطالعہ کیجئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۶/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

حالتِ سفر میں جمع بین الصلاتین

سوال[۲۱۵۳]: جمع بین الصلوتین بحالتِ سفر کرسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلوتین سفر میں بھی جائز نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

حنفی کا غیر حنفی کے پیچھے جمع بین الصلاتین کرنا

سوال[۲۱۵۴]: یومِ عرفہ نویں ذی الحجہ کو مسجدِ نمرہ میں ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں جماعت سے

---

(۱) "و فاقد وقتهما كبلغار ، فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينة الشتاء مكلف بهما، فيقدر لهما، و لا ينوي القضاء لفقد وقت الأداء، به أفتى البرهان الكبير، واختاره الكمال ، و تبعه ابن الشحنة في ألغازه، فصححه، فزعم المصنف أنه المذهب". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۶۲،سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۶۲، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة : ۱/۴۲۸، رشيديه)

(۳)" ولا جمع بين فرضين في وقتٍ بعذر سفر و مطر خلافاً للشافعي، و ما رواه محمولٌ على الجمع فعلاً لا وقتاً". (الدر المختار، كتاب الصلوة : ۱/۳۸۱ ، سعيد)

"ولا يجمع بين الصلاتين في وقتٍ واحدٍ، لا في السفر ولا في الحضر بعذرٍ مّا، ما عدا عرفة والمزدلفة، كذا في المحيط". (الفتاى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲ ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة : ۱/۴۳۸ ، رشيديه)

ایک ساتھ پڑھنے کا حکم ہے، اس مسجد میں حنبلی امام نے اگر امامت کی تو ایسی حالت میں حنفی فقہ کی رو سے مصلی کو کیا قصر کرنا درست ہے جب کہ امام یہ دونوں نمازیں قصر ہی ادا کرتا ہے؟ حنبلی فقہ کی رو سے کیا چار پانچ میل پر قصر واجب ہوجاتا ہے، اس حالت میں حنفی مصلی جماعت سے عصر کی نماز ادا کرے یا الگ نماز پڑھ لے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں حنفی اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے، دونوں نمازیں الگ الگ اپنے وقت میں پڑھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۹۱ھ۔

اذان سے قبل نماز پڑھنے کا حکم

سوال [۲۱۵۵]: اگر ہم صبح صادق یا اذانِ فجر سے پہلے فجر کی دو رکعت پڑھ لیں تو کیا ادا ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صبح صادق کے بعد اذانِ فجر سے پہلے اگر دو سنت پڑھیں تو ادا ہوجائیں گی (۲)، اگر صبح سے پہلے

---

(۱) "وأطلق الإمام فشمل المقيم والمسافر، لكن لو كان مقيماً كإمام مكة، صلى بهم صلاة المقيمين، و لا يجوز له القصر و لا للحجاج الاقتداء به: أي في حال قصره، (أما إذا صلى صلاة المقيمين فيقتدون به). قال الإمام الحلواني: كان الإمام النسفي يقول: العجب من أهل الموقف يتابعون إمام مكة في القصر، فأنىٰ يستجاب لهم أو يرجى لهم الخير و صلاتهم غير جائزة؟

قال شمس الأئمة: كنت مع أهل الموقف، فاعتزلت و صليت كل صلاة في وقتها و أوصيت بذلك أصحابي". (رد المحتار، كتاب الحج، فصل في الإحرام: ۲/۵۰۵، سعيد)

(و كذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج، فصل في الإحرام: ۲/۵۹۱، رشيديه)

(۲) "عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما أن حفصة أم المؤمنين رضي الله عنهما أخبرته أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: كان إذا سكت المؤذن من الأذان لصلوة الصبح و بدأ الصبح، ركع ركعتين خفيفتين قبل أن تقام الصلوة". (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب =

پڑھی تو ادا نہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

جنتریوں سے اوقاتِ نماز کی تعیین

سوال [۲۱۵۶]: ہر شہر میں مقامی ریلوے وقت، پوسٹ کا وقت نماز کے لئے مقامی وقت میں آدھا گھنٹہ سے زیادہ فرق پڑ جاتا ہے، اس لئے شریعت کے مسئلہ سے واقف کرائیں تاکہ مقامی لوگوں کو وقتِ نماز صحیح معلوم ہو جائے، چند لوگوں نے ریڈیو کے وقت پر زور دیا ہے۔ مشاہدہ ہے کہ بجلی کی کڑک اور چمک سے دو تین سیکنڈ اور زیادہ بھی فرق پڑ جاتا ہے، گو ایک ہی میل کے اندر ہی واقع ہوتے ہیں۔ بجلی سے چلائی جانے والی ریڈیو رسدگاہ مدارس سے ہم تک ۱۰۰/کلومیٹر سے زائد ہے، چار پانچ منٹ کا فرق ہو جاتا ہے۔

اکثر مسجدوں میں صحیح وقت بتانے والی گھڑی مستعمل ہے جو بہت ہی قیمتی ہے، اس کے پُرزے گرمی اور جاڑے میں صحیح وقت بتاتے ہیں، ایسی گھڑی کا استعمال کرنا لازم ہے، یا اندازہ سے نماز ادا کر لینی چاہیے؟ مقامی وقت (جس مسجد میں) دریافت کر لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اوقات الصلوۃ کے مطابق غروبِ آفتاب میں دس منٹ زیادہ کر لیتے ہیں۔ ایک مقام پر طلوع اور غروب میں کتنے منٹ کا اضافہ کر لینا چاہیے؟ شہر میں کئی مسجدیں ہوں ایک ساتھ اذان دینا ناممکن ہے۔ اگر آگے پیچھے ہو جائیں تو کیا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اوقاتِ نماز کی تعیین اصالۃً علاماتِ سماویہ سے کی جاتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم، حدیث شریف اور

= رکعتی سنة الفجر اھ: ۱/۲۵۰، قدیمی)

"ووقت صلاة الفجر من أول طلوع الفجر الثاني: أی قبیل طلوع ذُکاء". (الدرالمختار).

"(قوله: هو البیاض الخ) فالمعتبر الفجر الصادق و هو الفجر المستطیر فی الأفق الذی ینتشر ضوءه فی أطراف السماء، لا الکاذب". (ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعید)

(۱) "و لا یجوز أداؤهما قبل طلوع الفجر". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۲، رشیدیه)

کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے(۱)، انہیں علامات سے جنتریاں بنائی جاتی ہیں۔ اگر ان علامات سے واقفیت نہ ہو، ابر وباراں وغیرہ کی وجہ سے علامات کا ظہور نہ ہو تو واقفینِ فن کی بنائی جنتریوں پر مجبوراً اعتماد کرنا پڑتا ہے، جس جنتری اور جس گھڑی پر صحت کا ظنِ غالب ہو اور تجربہ سے اس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا ہو، اس کے مطابق عمل کرلینا براءتِ ذمہ کے لئے ان شاء اللہ کافی ہے(۲)۔ طلوع، غروب، زوال، صبح صادق کا وقت ہر علاقہ میں

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ (سورة النساء: ۱۰۳)

"معناه أنه مفروض في أوقات معلومة معينة، فأجمل ذكر الأوقات في هذه الآية و بيّنها في مواضع أخرى من الكتاب من غير ذكر تحديد أوائلها و أواخرها، وبيّن على لسان الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تحديدها و مقاديرها". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۳۷۴، قديمى)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن للصلوة أولاً و آخراً، وإن أول وقت صلوة الظهر حين تزول الشمس، وآخر وقتها حين يدخل وقت العصر. وإن أول وقت العصر حين يدخل وقتها، وإن آخر وقتها حين تصفر الشمس. وإن أول وقت المغرب حين تغرب الشمس، وإن آخر وقتها حين يغيب الشفق. وإن أول وقت العشاء الآخرة حين يغيب الأفق، وإن آخر وقتها حين ينتصف الليل. وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر، وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (جامع الترمذي: ۱/۳۹، أبواب الصلوة، سعيد)

(ورواه الطحاوي في معاني الآثار، باب مواقيت الصلوة: ۱/۱۰۸، سعيد)

"و وقت الفجر من طلوع الفجر الثاني إلى طلوع ذُكاء، و وقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه سوى فيء الزوال، و وقت العصر منه إلى قبيل الغروب، ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة، و وقت العشاء والوتر منه إلى الصبح". (الدر المختار: ۱/۳۵۷، ۳۶۱، سعيد)

(۲) "فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوة و في القبلة، على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب، فإنها وإن لم تُفدِ اليقين، تفد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۱، سعيد)

"فإن لم يكن لوجود غيم أو لعدم معرفته بها، فبالسوال من العالم بها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۱، سعيد)

"أقول: و ينبغي أن يكون طبل المسحِّر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام، =

یکساں نہیں اس لئے اوقاتِ نماز میں بھی تفاوت ہوجاتا ہے۔ایک ہی شہر کی متعدد مساجد میں اگر اذانیں قدرے تفاوت سے ہوں تب بھی درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۴ھ۔

پاکستان سے شائع شدہ جنتریوں کا حال

سوال[۲۱۵۷]: پاکستان سے ایک تحقیق بسلسلۂ وقتِ فجر وعشاء شائع ہوئی ہے کہ صبح صادق کا وقت جو کہ جنتریوں میں چھپتا ہے وہ صحیح نہیں ہے، رمضان شریف میں اس وقت کے لحاظ سے نمازِ فجر قبل طلوع صبح صادق ہوجاتی ہے جب کہ متصل ختمِ وقت سحر پڑھی جاوے۔دریافت طلب یہ ہے کہ یہ تحقیق آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نمازِ فجر متصلِ وقتِ سحر پڑھے تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے فلکیات میں درک نہیں ہے، ایک دفعہ مدرسہ کی جانب سے افطار وسحر سے متعلق جنتری کا مرتب کرنا میرے سپرد کردیا گیا تھا، اس لئے صبح صادق، طلوع یا زوال، مثلین یا غروبِ شمس، غروبِ شفق کی تحقیق وتفتیش کے لئے متعدد جنتریوں کو سامنے رکھا، دوربین سے دیکھا، دھوپ گھڑی سے کام لیا، قطب نما وقبلہ نما سے مدد لی، ایک ہی مقام سے متعلق ایک سے لے کر ۱۸/ منٹ تک فرق نکلا۔تقریباً دو ہفتے تک کوشش کرکے معذرت کردی تھی کہ یہ کام میری بس کا نہیں۔

ایک ضلع کے ایک قصبہ میں ایک وقت سحری کھائی جارہی ہے اور اسی وقت دوسرے قصبہ میں نمازِ فجر ادا کی جارہی ہے، اب یا تو ایک قصبہ والوں کے روزے غلط یا دوسرے قصبہ والوں کی نمازِ فجر غلط، جنتری اور نقشہ دونوں کے پاس موجود، گھڑی دونوں تار سے ملاتے ہیں اور بعض نصف النہار سے بھی ملاتے ہیں اور جنتری کو

= تأمل". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة :۶/۳۵۰، سعيد)

(۱) "[تنبيه]: قال في الفيض: و من كان على مكان مرتفع كمنارة إسكندرية، لا يفطر مالم تغرب الشمس عنده، و لأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله، و كذا العبرة في الطلوع في حق صلاة الفجر أو السحور". (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده : ۲/۴۲۰، سعيد)

"سوى فيء الزوال و يختلف باختلاف الزمان والمكان". (الدر المختار). "(قوله : و يختلف باختلاف الزمان والمكان): أى طولاً و قصراً و انعداماً بالكلية كما أوضحه اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۰، سعيد)

تصدیقِ علماء کا شرف بھی حاصل ہے۔ اگر سحری صبح کے وقتِ مشتہر سے قبل ختم کردی جائے (۱) اور نمازِ فجر اسفار میں ادا کی جائے جو کہ اصل مذہب ہے تو کوئی خدشہ نہ رہے (۲)، یا اسفار میں نہ ہو تو کم از کم اتنا تو لحاظ کرلیا جائے کہ یہ خدشہ دفع ہو کر نماز بالتعین صحیح وقت پر ادا ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "التسحر مستحب، و وقته آخر الليل. قال الفقيه أبو الليث: و هو السدس الأخير" (هكذا في السراج الوهاج)......... "ثم تأخير السحور مستحب، كذا في النهاية. ويكره تأخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك، هكذا في السراج الوهاج". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثالث فيما يكره للصائم و ما لا يكره: ۱/۲۰۰، رشيديه)

(۲) "أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر". (جامع الترمذي، باب ما جاء في الإسفار بالفجر: ۱/۴۰، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب وقت الصبح: ۱/۶۱، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب المواقيت، باب الإسفار: ۱/۹۴، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلوة، باب وقت صلوة الفجر، ص: ۴۹، قديمي)

"يستحب تأخير الفجر، و لا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس، بل يُسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته، يمكنه أن يعيدها في الوقت بقرأة مستحبة". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۹۴، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن للصلوة أولاً و آخراً......... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر، وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (جامع الترمذي: ۱/۳۹، أبواب الصلوة، سعيد)

(ورواه الطحاوي في معاني الآثار: ۱/۱۰۸، باب مواقيت الصلوة، سعيد)

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال...... "ووقت الفجر ما لم تطلع الشمس". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۲۳، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، قديمي)

"وقت صلاة الفجر......... من أول طلوع الفجر الثاني، و هو البياض المنتشر المستطير، لا المستطيل إلى قبيل طلوع ذُكاء –بالضم غير منصرف، اسم الشمس– اهـ". (الدرالمختار: ۱/۳۵۷، ۳۵۹، كتاب الصلوة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل الثاني في الأوقات المكروهة

(اوقاتِ مکروہہ کا بیان)

اوقاتِ مکروہہ

سوال[۲۱۵۸]: ۱..... نکلتے ہوئے سورج اور ڈوبتے ہوئے سورج اور ٹھیک دوپہر کے وقت کوئی نماز جائز نہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ان تینوں وقت نماز پڑھنا حرام ہے یا مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہے؟

۲..... تینوں اوقات مندرجہ بالا کی ابتدا اور انتہا وقت (کسی پہچان اور علامت کے ذریعہ) سے آگاہی بخشی جائے، ان تینوں وقتوں میں مکروہ وقت کب سے کب تک رہتا ہے اور پھر حرام کا درجہ کب سے شروع ہوتا ہے، مثلاً صبح کو سورج پورا نکل آیا اور ابھی روشنی ذرا بھی نہیں آئی اور بے تکلف دکھائی دیتا ہے، یا شام کو عصر کے وقت دھوپ میں زردی آگئی اور روشنی پھیکی پڑ گئی۔ تو کیا یہ اوقات بھی نکلتے ہوئے اور ڈوبتے ہوئے سورج کے حکم میں ہیں، یا یہ وقت مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہیں یعنی دونوں کا ایک حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... مکروہ تحریمی ہے(۱)۔

(۱) "عن عقبه بن عامر الجهني رضي الله تعالىٰ عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغةً حتى ترتفع، و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل، و حين تضيف للغروب حتى تغرب". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الصلوة على الجنازة عند طلوع الشمس و عند غروبها: ۱/ ۲۰۰، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب الدفن عند طلوع الشمس و غروبها: ۲/ ۴۵۴، دار الحديث ملتان)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الجنائز، باب ما جاء في الأوقات التي لايصلى فيها على الميت و لايدفن، ص: ۱۰۹، قديمي) .... =

۲......جس وقت سے آفتاب کا کنارہ طلوع ہوا ایک نیزہ بلند ہونے تک اور جس وقت سے آفتاب سرخ ہوجائے غروب ہونے تک نماز کروہ تحریمی ہے(۱)،صبح کی نماز میں اگر آفتاب طلوع ہوجائے تو نماز بالکل فاسد ہوجاتی ہے(۲) اور اسی روز کی عصر کی نماز میں اگر آفتاب غروب ہوجائے تو نماز ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے(۳)۔ استواء کے وقت نماز مکروہ تحریمی ہے،اس وقت کی مقدار اس قدر نہیں ہوتی کہ اس میں نماز ادا کی جاسکے بلکہ بہت قلیل ہوتی ہے،گھڑی رائج الوقت کے اعتبار سے ایک منٹ بھی نہیں ہوتی اور وقت، موسم اور بلاد

= "وكره تحريماً صلاة و لو قضاءً أو واجبةً أو نفلاً .... مع شروق واستواء ، و غروب إلا عصر يومه". (الدرالمختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۲۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "و كره تحريماً صلاة مع شروق واستواء وغروب ، إلا عصر يومه". (الدرالمختار).

"(قوله: مع شروق) أقول: ينبغي ما نقلوه عن الأصل للإمام محمد من أنه ما لم ترتفع الشمس قدر رمح، فهي في حكم الطلوع". (قوله : و غروب) أراد به التغير كماصرح به في الخانية حيث قال: عند إحمرار الشمس إلى أن تغيب". (ردالمحتار، كتاب الصلوة : ۱/۳۷۰، ۳۷۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة : ۱/۴۳۴، رشيديه)

(۲) "(قوله: بخلاف الفجر): أي فإنه لا يؤدى يومه وقت الطلوع؛ لأن وقت الفجر كله كامل، فوجبت كاملةً، فتبطل بطروّ الطلوع الذى هو وقت فساد". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۳، سعيد)

"و كذا لا يتصور أداء الفجر مع طلوع الشمس عندنا، حتى لو طلعت الشمس و هوفي خلال الصلاة، تفسد صلاته عندنا". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۸۳، مطبع دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "لكن يجوز أداؤها مع الكراهة حتى يسقط الفرض عن ذمته". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۸۳ ، دارالكتب العلمية)

"و كره تحريماً صلاة .... مع غروب ، إلا عصر يومه، فلا يكره فعله لأدائه كما وجب".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة و تكره فيها : ۱/۵۲، رشيديه)

کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ۷/ ۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔

کیا دن کی طرح آدھی رات کو بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال [۲۱۵۹]: نصف النہار یعنی زوال کے وقت نماز منع ہے، کیا ایسا رات کو بھی ہے کہ ٹھیک آدھی رات کو زوال کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت بھی نماز منع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین وقت ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے: اول جب سورج نکلتا ہے، دوسرے جب سورج بالکل سر پر ہو، تیسرے جب سورج غروب ہوتا ہے۔ رات کے کسی بھی حصہ میں نماز ممنوع نہیں، بارہ بجے ہوں یا کم وبیش (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۳ھ۔

---

(۱) "و کره تحريماً صلاة مع شروق واستواء و غروب". (الدر المختار). "(قوله: واستواء) و لا يخفى أن زوال الشمس إنما يعقب انتصاف النهار بلا فصل، و في هذا القدر من الزمان لايمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي: و هو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلى هذا يكون نصف النهارقبل الزوال بزمان يُعتدّ به".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۷۱، سعيد)

(۲) "عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالىٰ عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغةً حتى ترتفع، و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل، و حين تضيف للغروب حتى تغرب". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الصلوة على الجنازة عند طلوع الشمس و عند غروبها: ۱/ ۲۰۰، سعيد)

(و سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب الدفن عند طلوع الشمس و غروبها: ۲/ ۴۵۴، دارالحديث ملتان)

"وكره تحريماً صلاة و لو قضاءً أو واجبةً أو نفلاً .... مع شروق واستواء، و غروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۷۰، سعيد) .... =

وقتِ استواء

سوال[۲۱۲۰]: زوال کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟ شروع اور آخر کی مقدار گھڑی رائج کے وقت سے کیا ہے، یعنی موسم گرما میں کب سے کب تک وقت زوال کا انتظار کر کے کوئی نفل نماز مثل تحیۃ المسجد وغیرہ شروع کی جاوے اور موسمِ سرما میں موسمِ گرما سے کس قدر اور کتنا فرق رکھا جاوے؟ سورج کے قائم ہونے سے زوال تک صحیح وقت اور احتیاط کا درجہ دونوں کی مقدار کی وقت کی ابتداء اور انتہاء سے الگ الگ مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف النہار یعنی استوائے شمس کے وقت نماز مکروہ تحریمی ہے(۱)، اور اس وقت کی مقدار اس قدر نہیں ہوتی کہ اس میں نماز ادا کی جاسکے بلکہ بہت قلیل ہوتی ہے، گھڑی رائج الوقت کے اعتبار سے ایک منٹ بھی نہیں ہوتی اور وقت موسم اور بلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے، ہمارے اطراف میں ایک زمانہ میں ۱۲/ بجکر آٹھ منٹ پر ہوتا ہے اور ایک زمانہ میں ۱۲/ بجکر اڑتیس منٹ پر ہوتا ہے۔ بس اسی کے درمیان درمیان رہتا ہے جیسا کہ اسلامی جنتری میں ہے جس زمانہ میں جس وقت استواء ہو، اس وقت سے کچھ منٹ پہلے اور کچھ منٹ بعد نماز نہ پڑھنا احتیاط ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ۷/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، سعید احمد غفرلہ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وكره تحريماً صلاة و لو على جنازة و سجدة تلاوة و سهو مع شروق واستواء و غروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۲، رشيديه)

(۲) "و لا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل، و في هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلوة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي و هو من اول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، و على هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتدبه اهـ. إسماعيل و نوح و حموى". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۱، سعيد)

"و وقت الظهر من زواله: أي ميل ذكاء عن كبد السماء. (قوله: عن كبد السماء): أي وسطها بحسب ما يظهر لنا، ط". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

سایۂ اصلی کا خیال نہ رکھنے والوں کی نماز

سوال[۲۱۶۱]: لکڑی کا سایہ دوگنا ہونے پر اہلِ حدیث لوگ عصر کی نماز پڑھتے ہیں، وہ سایۂ اصلی کا خیال نہیں رکھتے ہیں، ان کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلِ حدیث کے نزدیک ایک مثل سایہ پر سوائے سایۂ اصلی کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب ہرشئی کا سایہ دومثل ہوجائے سوائے سایۂ اصلی کے تب عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ حنفی کو اہلِ حدیث کے پیچھے ایسی نماز ان کے مذہب کے مطابق نہیں پڑھنی چاہیئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز پڑھنا کس وقت میں مکروہ ہے؟

سوال[۲۱۶۲]: ہم یہاں ہیں، اکثر طبقہ مزدور کی حیثیت رکھتے ہیں، چونکہ برطانوی وقت کے مطابق دو بجے دن میں کام شروع کرتا ہوں، یہاں صبح وشام دوشفٹ ہیں، لہٰذا جو حضرات صبح کام کرتے ہیں وہ نمازِ جمعہ اطمینان سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہاں پر دو مسجد ہیں، دوسری مسجد میں تین بجے جمعہ ہوتا ہے، ایک مسجد

---

(۱) "وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي، فيجوز مالم يعلم منه مايفسد الصلوة على اعتقاد المقتدى، عليه الإجماع .... ذهب عامة مشائخنا إلى الجواز إذا كان يحتاط في موضع الخلاف، وإلافلا .... فتحصل أن الاقتداء بالمخالف المراعي في الفرائض أفضل من الانفراد إذا لم يجد غيره، وإلا فالاقتداء بالموافق أفضل". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الاقتداء بشافعي ونحوه هل يكره أم لا؟: ۱/۵۶۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۴، رشيديه)

"ولاخصوصية للشافعية، بل الصلاة خلف كل مخالف للمذهب كذلك لايصح". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۳، رشيديه)

میں ایک دو بجے ہوتی ہے نماز جمعہ، کیونکہ یہاں پر گرمی اور سردی میں گھڑی کے وقت میں ایک گھنٹہ کا فرق ہے، مثلاً برطانوی وقت جیسے گرینچ میں ٹائم (جو بین الاقوامی وقت ہے یہی ہے) کہتے ہیں، بھارت میں ساڑھے پانچ گھنٹہ سردی اور گرمی ساڑھے چار گھنٹہ کا فرق رہتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں زوال ایک بجکر ۱۵ منٹ پر یا اٹھارہ منٹ پر ہوتا ہے، پہلی اذان ہر حالت میں ایک بجکر تیس منٹ پر ہوتی ہے، جماعت یا تو ڈیڑھ بجکر ۳۵/ منٹ پر ہوتی ہے، لیکن اصل حضرات تقریباً دوسو یا تین سو ہوجاتے ہیں جو اکثر و بیشتر زوال کے وقت نوافل یا قضائے فائتہ پڑھتے ہیں۔ تو کیا یہ استواء کے وقت نوافل یا قضائے فائتہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہ وقت مکروہ ہے، لیکن اس وقت میرے سامنے دو فتاویٰ ہیں، دونوں کو تحریر کرتا ہوں، پہلے فتاویٰ دار العلوم جلد پنج، مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب، ص: ۱۱۲ سوال نمبر ۲۲۵۹۔

الجواب:

”صحیح یہ ہے کہ زوال کے وقت کوئی نماز درست نہیں ہے، الی آخرہ ”وکرہ تحریماً الخ (۱)۔

ملاحظہ ہو۔

اب یہاں پر فتاویٰ اشرفیہ موجود ہے، جو گجراتی زبان میں جس کا ترجمہ ہے سوال وجواب تحریر کرتا ہوں:

کتاب الصلوة أوقات صلوة، ص: ٤٢۔

”**سوال**: جن اوقات میں نماز مکروہ ہے ان میں قضاء نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان میں قضا نماز بلاحرج پڑھ سکتے ہیں، جس قدر ممکن ہو قضاء نماز جلد از جلد پڑھ لے“۔ باب الجمعہ، ص: ۵۷، سوال نمبر: ۲۶۴ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

”**سوال**: جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز پڑھنا جائز ہے، زوال کے وقت نہیں پڑھنا چاہئے، حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت تحیۃ الوضو پڑھنا جائز ہے، حدیث دال ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے وقت دوزخ شروع کی جاتی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ منع کرتے ہیں لیکن فتویٰ امام

---

(۱) (فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الصلوة، فصلِ ثانی اوقات مکروہہ: ۲/ ۲۸، امدادیہ ملتان)

(۲) لم أظفر عليه

ابو یوسف کے قول پر ہے۔ جمعہ کے علاوہ دیگر دنوں میں زوال کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے''۔

دونوں مسئلوں میں حوالہ جات کا اندراج نہیں ہے۔ فتویٰ دارالعلوم اور قرآن میں تطبیق کی کیا شکل ہے، یہاں پر بعض حضرات منع بھی کرتے ہیں اور بعض جواز کے قائل ہیں لہٰذا یہ چند سطریں تحریر ہیں امید ہے کہ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

دونوں قول کتب فقہ ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہیں، ایک کو امداد الفتاویٰ میں لیا گیا ہے، دوسرے کو فتاویٰ دارالعلوم میں لیا گیا ہے۔ امداد الفتاوی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اوسع ہے اور فتاویٰ دارالعلوم کا قول احوط ہے، دونوں باتوں کی گنجائش ہے۔ جواب صحیح ہے اور مزید تفصیل وتطبیق یہ ہے کہ طلوع آفتاب، غروبِ آفتاب اور زوال شمس یہ تین وقت کراہت کے ایسے ہیں کہ ان وقتوں میں نفل غیر نفل کوئی نماز پڑھنی درست نہیں، بجز اس کے کہ عصر کی نماز باقی رہ گئی ہو اور پڑھتے پڑھتے آفتاب ڈوب جائے، اور دوسرے یہ کہ جمعہ کے دن زوال شمس کے وقت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تحیۃ الوضو پڑھ سکتے ہیں اور کراہت کے تین وقتوں کے علاوہ عصر کی فرض پڑھ لینے کے بعد غروبِ شمس سے پہلے اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے یہ دو وقت ایسے ہیں کہ ان میں صرف قضاء تو پڑھ سکتے ہیں، مگر نفل وغیرہ واجب نہیں پڑھ سکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

اوقاتِ مکروہہ میں نماز کا حکم

سوال[۲۱۶۳]: قضاء نماز اور سجدہ تلاوت کے لئے بجز ان اوقاتِ مذکورہ کے اَور کوئی وقت دوسرا مکروہ تحریمی تو نہیں ہے یعنی ان تمام اوقات مذکورہ کے علاوہ ہر وقت قضاء نمازیں پڑھ سکتا ہے، مثلاً صبح صادق اور فجر کی سنت کے درمیان یا سنت فجر اور فجر کے فرض کے درمیان یا فرض کے بعد سے سورج نکلنے کے وقت تک یا عصر کی نماز کے بعد سے دھوپ کی زردی سے قبل تک قضاء نمازیں بلا کراہت ادا کر سکتے ہیں اور ان تین اوقات مذکورہ میں قضاء نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا حرام؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اوقاتِ ثلثہ: طلوع، استواء، غروب میں قضاء نماز اور سجدۂ تلاوت اور ادا نماز کا ایک ہی حکم ہے(۱) البتہ آفتاب سرخ ہونے سے غروب ہونے تک اسی روز کی عصر کی نماز مکروہ نہیں (۲)، کوئی دوسری قضاء اس وقت بھی مکروہ تحریمی ہے (۳)۔ اوقاتِ ثلثہ کے علاوہ کسی دوسرے وقت قضاء نماز منع نہیں بلکہ درست ہے، اسی طرح سجدہ تلاوت بھی درست ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ۷/ ۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "وكره تحريماً ...... صلاة مطلقاً ولو قضاءً أو واجبةً أو نفلاً أو جنازةً وسجدة تلاوة و سهو .... مع شروق واستواء، و غروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۷۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/ ۲۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"ثلاثة ساعات لا تجوز فيها المكتوبة، ولا صلاة الجنازة، و لا سجدة التلاوة: إذا طلعت الشمس حتى ترتفع، وعند الانتصاف إلى أن تزول، و عند احمرارها إلى أن تغيب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة و تكره فيها: ۱/ ۵۲، رشيديه)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) "و لا يجوز فيها قضاء الفرائض والواجبات الفائتة عن أوقاتها كالوتر، هكذا في المستصفى والكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة و تكره فيها: ۱/ ۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۷۰، سعيد)

(۴) "و جميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلاثة المنهية كما مر". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۲، سعيد)

"وكره تحريماً .... صلوة ولو على جنازة، وسجدة تلاوة وسهوٍ مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۷۰، سعيد) .... =

طلوعِ شمس کے وقت نماز

سوال[۲۱۶۴]: اکثر اوقات مکروہ میں جماعت اولیٰ ہوتی ہے، مثلاً: ۵/بجکر۱۵/منٹ پر فجر کی نماز ۵/بجکر۱۰/منٹ پر آفتاب ہی طلوع ہوتا ہے، ایسی صورت میں نماز ادا ہوجائے گی یا قضاء پڑھی جائے گی، یا ایسے وقت میں نمازی اپنی تنہا نماز پڑھ لے جب کہ دیر ہورہی ہو اور آفتاب طلوع ہونے کا خیال ہو یا جماعت کا انتظار کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلوعِ آفتاب کے وقت نماز ناجائز ہے(۱)، اگر عینِ نماز میں آفتاب طلوع ہوجائے تو اس کو وہیں ختم کردیں اور آفتاب طلوع ہونے پر قضاء پڑھیں اور جب وقت تنگ ہوجائے تو اپنی تنہا نماز پڑھے جماعت کا انتظار نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاء اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۴/۶/۶۱ھ۔

= "و یجوز قضاء الفوائت فی ای وقت شاء إلا فی ثلاث ساعات، لا یجوز التطوع و لا تجوز المکتوبة". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصلوة، باب الاذان: ۱/۷۴، رشیدیه)

(۱) "عن عقبه بن عامر الجهنی رضی الله تعالیٰ عنه قال: ثلث ساعات کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ینهانا أن نصلی فیهن أو نقبر فیهن موتانا: حین تطلع الشمس بازغةً حتی ترتفع الخ". (جامع الترمذی، أبواب الجنائز، باب ما جاء فی کراهية الصلوة علی الجنازة عند طلوع الشمس و عند غروبها: ۱/۲۰۰، سعید)

"و کره تحریماً صلاة.......... مع شروق واستواء وغروب، إلا عصر یومه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعید)

(۲) "عن عبد الله بن الصامت عن أبی ذر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یا أبا ذر! کیف أنت إذا کانت علیک أُمَرَآء یمیتون الصلوة" أو قال: "یؤخرون الصلوة"؟ قلت: یا رسول الله! فما تأمرنی؟ قال: "صلِّ الصلوة لوقتها، فإن أدرکتها معهم فصله، فإنها لک نافلة". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب إذا أخر الإمام الصلوة عن الوقت: ۱/۶۲، دار الحدیث ملتان)

"یستحب تأخیر الفجر و لا یؤخر هابحیث یقع الشک فی طلوع الشمس". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات: ۱/۵۱، رشیدیه) .... =

غروب کے وقت سجودِ شمس

سوال[۲۱۶۵]: اختلافِ مطالع کی بنیاد پر سورج طلوع وغروب ہوتا رہتا ہے اور عندالطلوع نکلنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور عندالغروب زیرِ عرش سجدہ بھی کرتا ہے، تفسیر معارف القرآن میں سجدہ بمعنیٰ اطاعت کے تحریر فرمایا ہے(۱)۔ اطاعت تو ہر وقت ہی کرتا رہتا ہے، اس اطاعت کی بناء پر مسافت کرتا ہے تو احادیث میں عندالغروب سجدہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟ عندالغروب کی قید کس وجہ سے ہے؟ دل میں خلجان آتا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر مخلوق ہر آن طاعتِ خالق میں قہراً یا اختیاراً مشغول ہے تکوینیاً ہو یا تشریعاً، آفتاب غروب ہوتے وقت اس کی ماہیت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ سجدہ کررہا ہے اسی کو سجدۂ تحت العرش فرمایا، یہ ذکر کردہ روایت کے اعتبار سے ہے(۲) اور ہر آن کسی نہ کسی جگہ وہ سجدہ میں ہے، وہاں کے دیکھنے والوں کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ رات طویل ہوگی اور سورج کو مشرق سے طلوع ہونے کی اجازت نہیں ہوگی بلکہ مغرب سے طلوع ہوگا جس کو دیکھ کر دنیا چلا اٹھے گی اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا، پھر کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا، چونکہ عدمِ اجازت بھی حدیث پاک میں مذکور ہے اس لئے اس ہیئت کو ’’سجدہ‘‘ اور اجازت کو ’’طلوع‘‘ سے بیان کیا گیا جو کہ اقرب الی الفہوم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= ’’لکن لا یؤخرها بحیث یقع الشک فی طلوع الشمس‘‘. (البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۲۹، رشیدیه)

(۱) (معارف القرآن، (سورة الحج: ۸) : ۶/۲۴۷، إدارة المعارف کراچی)

(۲) ’’عن أبی ذر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ’’أتدری این تذهب هذه الشمس‘‘؟ قلت: الله ورسوله أعلم. قال: ’’فإنها تذهب فتسجد تحت العرش، ثم تستأمر فیوشک أن یقال لها: ارجعی من حیث جئت‘‘. (تفسیر ابن کثیر، (الحج: ۱۸) : ۳/۲۸۴، دار الفیحاء، دمشق)

طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنے کی مخالفت کی وجہ

سوال[۲۱۶۶]: حدیث شریف میں طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے اور ممانعت کی وجہ: "طلوع شمس بین قرني الشیطان"(۱) ہے جس کی وجہ سے شیطان کی عبادت کا شبہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر یہ حکم عام کیوں ہے؟ اس وجہ سے کہ جو لوگ خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب رہتے ہیں تو ان کے لئے غروب آفتاب کے وقت ممانعت سمجھ میں آتی ہے، اس لئے کہ سورج مصلی کے سامنے ہوتا ہے، مگر طلوع کے وقت یہ بات سمجھ میں نہیں آتی جو کہ سورج وقرنِ شیطان اور شیطان مصلی کے پیچھے ہوتے ہیں تو اس صورت میں بجائے شیطان کی تعظیم کے توہین وتذلیل ہوتی ہے۔

جس طرح اگر تصویر مصلی کے سامنے ہو تو نماز پڑھنے کے لئے ممانعت آئی ہے اس لئے کہ تصویر کی تعظیم ہوتی ہے اور عبادت کا بھی شبہ ہوتا ہے مگر جب تصویر مصلی کے پیچھے یا قدموں کے نیچے ہو تو یہ شبہ جاتا رہتا ہے اور بجائے تعظیم کے تذلیل ہوتی ہے تو اس صورت میں نماز کی اجازت ہے۔ پھر ایک حدیث ہے: "إذا أتیتم الغائط، فلا تستقبلوا القبلة و لا تستدبروها، و لکن شرقوا أو غربوا". أو کما قال علیه السلام"(۲)۔ جس طرح حدیث مذکورہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ارشاد فرمائی

---

(۱) والحدیث بتمامه: "عن عبد الله الصنابحي رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "الشمس تطلع و معها قرن الشیطان، فإذا ارتفعت فارقها، فإذا استوت قارنها، فإذا زالت فارقها، فإذا دنت للغروب قارنها، فإذا غربت فارقها". و نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن الصلوة في تلک الساعات". (سنن النسائي، کتاب المواقیت، الساعات التي نهی عن الصلوة فیها: ۱/۹۵، قدیمي)

(۲) "عن أبي أیوب الأنصاري رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذا أتیتم الغائط، فلا تستقبلوا القبلة بغائط و لا بول، و لا تستدبروها، و لکن شرقوا أو غربوا". قال: أبو أیوب: فقدمنا الشام، فوجدنا مراحیض قد بُنیت مستقبل القبلة، فننحرف عنها، و نستغفر الله". (جامع الترمذي، أبواب الطهارة، باب في النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول: ۱/۸، سعید)

(وکذا أخرجه البخاري مع تغییر الألفاظ في کتاب الوضوء، باب لا تستقبل القبلة لغائط أو بول إلا عند البناء جدار أو نحوه: ۱/۲۶، قدیمي)

(وکذا في مؤطا الإمام مالک، کتاب القبلة، النهي عن استقبال القبلة والإنسان یرید حاجته، ص: ۱۸۰ میر محمد کتب خانه)

اور جولوگ خانہ کعبہ سے مشرق یا مغرب کی جانب رہتے ہیں ان کے لئے "شرقوا أو غربوا" کا حکم نہیں ہے، اسی طرح اوپر کا مسئلہ ہونا چاہئے تھا کہ جولوگ خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب رہتے ہیں ان کے لئے غروب آفتاب کے وقت ممانعت ہونی چاہئے تھی، اور جولوگ خانہ کعبہ سے مغرب کی جانب رہتے ہیں توان کے لئے غروب کے بجائے طلوع کے وقت ممانعت ہونی چاہئے تھی پھر اس حکم کو عموم پر محمول کرنے کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

طلوع، استوا، غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ اوقات عَبَدۃ الشمس کے عبادت کے اوقات ہیں، تشبہ فی الوقت کی بنا پر منع کیا گیا ہے، یہ مقصود نہیں ہے کہ سورج کو سجدہ کرنا لازم آتا ہے یا سورج کے قریب شیطان یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ مجھے سجدہ کیا جارہا ہے، ورنہ جو اشکال آپ نے مشرق اور مغرب کے رہنے والوں پر ایک ایک شق لیکر تقسیم کردیا ہے (شمال وجنوب والوں کو اشکال سے حصہ نہیں ملا) وہ اشکال استواء کے وقت کسی جگہ رہنے والوں پر بھی نہیں ہوئے۔

پس اس کا محمل کسی خطۂ ارض کے باشندے بھی نہیں ہوں گے، حالانکہ نہی کے مخاطب ضرور ہیں ورنہ بلا مخاطب کے نہی لازم آئے گی۔ لہذا مناطِ حکم صرف تشبہ فی الوقت ہے نہ کہ جہتِ متعینہ، تاکہ دوسری جہات کو خارج کرنے کا واہمہ پیدا ہو۔ بعض وقت نفسِ وقت میں کراہت ہوتی ہے جس کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے، جیسے تسجیرِ جہنم کا وقت (۱) بعض دفعہ وقت میں کسی مجاور کی وجہ سے کراہت آجاتی ہے (۲)۔ غرض اسبابِ کراہت

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه و نافع مولىٰ عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما عن عبد الله بن عمر أنهما حدّثاه عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "إذا اشتد الحر، فأبردوا بالصلوة، فإنّ شدة الحرّ من فيح جهنم". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر: ۱/۷۶، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب المواقيت، الإبراد بالظهر إذا اشتد الحر: ۱/۸۷، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب وقت صلوة الظهر: ۱/۵۸، دار الحديث ملتان)

(والصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر الخ: ۱/۲۲۴، قديمي)

(۲) "والبيع وقت النداء، مثالٌ لما قبح لغيره مجاوراً، فإن البيع في ذاته أمر مشروع مفيد للملك، =

مختلف ہوتے ہیں۔

"منع عن الصلوة، وسجدة التلاوة، و صلوة الجنازة عند طلوع الشمس و الاستواء والغروب إلا عصر يومه اهـ" (كنز)۔

"لما روى الجماعة إلا البخارى من حديث عن عقبة بن عامر الجهنى رضى الله تعالىٰ عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينهانا أن نصلى فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغةً حتى ترتفع، و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل، وحين تضيف للغروب حتى تغرب"۔

"والمراد بقوله: "وأن نقبر" صلوة الجنازة .... عن عقبة رضى الله تعالىٰ عنه قال: "نهانا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن نصلى على موتانا". أطلق الصلوة فشمل فرضها و نفلها؛ لأن الكل ممنوع، فإن كانت الصلوة فرضاً أو واجبةً فهى غير صحيحة؛ لأنها نقصان فى الوقت بسبب الأداء فيه تشبيهاً بعبادة الكفار المستفاد من قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الشمس تطلع بين قرنى الشيطان، إذا ارتفعت فارقها، ثم استوت قارنها، فإذا زالت فارقها، فإذا دنت للغروب قارنها، و إذا غربت فارقها". و نهى عن الصلوة فى تلك الساعات".

= وإنما يحرم وقت النداء؛ لأن فيه ترك السعى إلى الجمعة الواجب بقوله تعالى: ﴿ فاسعوا إلىٰ ذكر الله و ذروا البيع ﴾ و هذا المعنى مما يجاور البيع فى بعض الأحيان فيما إذا باع و ترك السعى، و ينفك عنه فى بعض الأحيان فيما إذا سعى إلى الجمعة، و باع فى الطريق بأن يكون البائع والمشترى راكبين فى سفينة تذهب إلى الجامع". (نور الأنوار، مبحث النهى، بحث كون القبيح لعينيه نوعين، ص: ۶۲، سعيد)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ فاسعوا إلىٰ ذكر الله و ذروا البيع ﴾ (سورة الجمعة، ص: ۹)

"و أيضا لما لم يتعلق النهى بمعنى في نفس العقد وإنما تعلق بمعنىً فى غيره و هو الاشتغال عن الصلاة، وجب أن لا يمنع وقوعه و صحته، كالبيع في آخر وقت صلاة يخاف فوتها إن اشتغل به، و هو منهيٌّ عنه، و لا يمنع ذلك صحته؛ لأن النهي تعلق باشتغاله عن الصلاة". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۴۷۰، قديمى)

رواہ مالك فی المؤطا اھـ". البحر الرائق: ۲٤۹/۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۲۵ھ۔

صلوٰۃِ جنازہ بوقتِ استواء

سوال[۲۱٦۷]: اگر ظہر کے وقت جنازہ حاضر کیا جائے تو اسی وقت صلوۃ جنازہ جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عینِ استواء کے وقت اگر جنازہ حاضر ہو تو اسی وقت صلوٰۃ جنازہ مکروہ نہیں، لیکن اگر استواء سے قبل حاضر ہو تو عینِ استواء کے وقت مکروہ تحریمی ہے:

"و کرہ تحریماً صلوۃٌ و لو علیٰ جنازۃ و سجدۃ تلاوۃ و سہو مع شروق واستواء وغروب إلا عصر یومه، و ینعقد نفل بشروع فیها بکراھة التحریم لا الفرض، وسجدۃ تلاوۃ و صلاۃ جنازۃ تلیت الأیة فی کامل، و حضرت الجنازۃ قبل لوجوبه کاملاً، فلایتأدی ناقصاً، فلو وجبتا فیها، لم یکرہ فعلهما، اھـ". در مختار مختصراً. قال الشامی: "(قوله: و جبتا فیها) بأن تلیت الأیة فی تلك الأوقات أوحضرت فیها الجنازۃ، اھـ". رد المحتار، ص:۳۸۸(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵٦/۲/۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (البحرالرائق، شرح کنز الدقائق، کتاب الصلوۃ: ۴۳۳/۱، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲۲۹/۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فروع: فی شرح الطحاوی، ص:۲۳٦، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ: ۳۷۰/۱، ۳۷۴، سعید)

"الأوقات التی یکرہ فیها الصلاۃ خمسة، ثلاثة یکرہ فیها التطوع والفرض: و ذلک عند طلوع الشمس ووقت الزوال و عند غروب الشمس، إلا عصر یومه، فإنها لا یکرہ عند غروب الشمس.............. و فی التحفة: أن الأفضل فی صلاۃ الجنازۃ فی هذہ الأوقات أن یؤدیها و لا یؤخرها، و کذا سجدۃ التلاوۃ، فإنه إنما یکرہ فی هذہ الأوقات فیما إذا کانت التلاوۃ فی غیر هذہ =

اوقاتِ مکروہہ میں صلوٰۃ جنازہ

سوال[۲۱۲۸] : زید کہتا ہے کہ جن وقتوں میں نفل نماز مکروہ ہے ان میں نماز جنازہ بھی مکروہ ہے اور بکر کہتا ہے کہ ان وقتوں میں جنازہ کی نماز مکروہ نہیں۔ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جن وقتوں میں مطلقاً نماز ممنوع ہے ان وقتوں میں نماز جنازہ بھی ممنوع ہے (نفل کی قید صحیح نہیں) اوقاتِ ممانعت تین ہیں: طلوع، استواء، غروب، جب کہ جنازہ پہلے سے تیار ہو، اگر ان اوقات میں آئے تو ممنوع نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

نمازِ جنازہ کس وقت مکروہ ہے؟

سوال[۲۱۲۹] : نمازِ جنازہ کے لئے بھی کیا کوئی وقت حرام یا مکروہ تحریمی کا ہے؟ اگر ہے تو اس کے

= الأوقات ، أما لو تلا في وقت مكروه و سجدها فيه، جاز من غير كراهة".

"و لا يجوز في هذه الأوقات صلاة الجنازة ، و لا سجدة التلاوة ، و لا سجدة السهو، و لا قضاء فرض .... و في الينابيع : و لو صلى التطوع في هذه الأوقات الثلاثة، يجوز و يكره ، و الأولى أن يقطعها و يقضيها في وقت مباح". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في بيان الأوقات التي يكره فيها الصلوة: ۱/۴۰۷، ۴۰۸ ، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلوة و تكره فيها: ۱/۵۲ ، رشيديه)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "صلوٰۃ جنازہ بوقتِ استواء"۔)

(وأيضا راجع الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في بيان الأوقات التي يكره فيها الصلوة: ۱/۴۰۷، ۴۰۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

(وأيضا الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلوة و تكره فيها: ۱/۵۲ ، رشيديه)

(والدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، ۳۷۳، سعيد)

درجہ سے آ گاہی بخشیں۔اس کے علاوہ کیا دن رات میں ہر وقت نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ سنت مؤکدہ وغیرہ، مکروہ تحریمی، تنزیہی مستحب ہر ایک کا درجہ کیا ہے؟ اردو کی کتابوں میں ممنوع، ناجائز لکھا رہتا ہے جس سے کوئی درجہ ظاہر نہیں ہوتا۔فقط۔

حضرت والا کا خادم مہجور حقیر ناچیز عبدالصبور، ۳۶ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن اوقاتِ ثلاثہ میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ان میں نماز جنازہ بھی مکروہ تحریمی ہے، باقی سب اوقات میں درست ہے(۱)۔

چونکہ عوام مؤکدوغیر مؤکد، مکروہ تحریمی وتنزیہی، فرض وواجب وغیرہ کے درمیان فرق کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، کیونکہ یہ درجات نص، ظاہر، مفسر، محکم، قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ، قطعی الثبوت، ظنی الدلالۃ غیر دلائل پر متفرع ہیں اور عوام کی فہم سے یہ اصطلاحات بالاتر ہیں، اس لئے اردو کی کتابوں میں ہر جگہ ان سب کی تصریحات نہیں کرتے بلکہ ممنوع اور ناجائز وغیرہ الفاظ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اہلِ علم درجات کو سمجھتے ہیں وہ کتب عربیہ سے ان درجات کو معلوم کرتے ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۲/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، جواب صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔

بوقتِ غروب سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ

سوال[۲۱۷۰]: جنازہ کی نماز یا سجدہ کی آیت اگر عصر کے بعد وقتِ ناقص میں ادا کی جائے اور ادا

---

(۱)"و كره تحريماً صلاة و لو على جنازة و سجدة تلاوة و سهو مع شروق واستواء و غروب، إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۷۰، سعيد)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في بيان الأوقات التي يكره فيها الصلوة: ۱/ ۴۰۷، ۴۰۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلوة و تكره فيها: ۱/ ۵۲، رشيديه)

کرتے وقت سورج غروب ہوجائے تو وہ بھی عصر یوم کی طرح ناقص ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر آیت سجدہ بھی اسی وقت پڑھی اور جب ہی سجدہ کرلیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ناقص ادا ہوگیا اور اگر وقت کامل میں آیت پڑھی اور سجدہ وقتِ غروب کیا تو یہ عصر یومہ کی طرح نہیں بلکہ یہ ادا ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر جنازہ وقتِ ناقص میں آیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ہے، اگر وقتِ کامل میں آیا تو نماز جنازہ وقت ناقص میں ادا ہی نہیں ہوئی:

"و منع عن الصلوة، و سجدة التلاوة المتلوة في غير هذه الأوقات، و صلوة الجنازة حضرت قبلها؛ لأن ما وجب كاملاً لا يتأدى بالناقص، وأما المتلوة أوالحاضرة فيها لا يكره: أي تحريماً؛ لأنها وجبت ناقصةً، أديت فيها كما وجبت اهـ". سكب الأنهر: ۱/۷۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

وقتِ مکروہ میں سجدۂ دعاء اور سجدۂ شکر

سوال [۲۱۷۱]: بعد نماز عصر و بعد نماز فجر سجدہ دعاء یا سجدۂ شکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(صلاح الدین شملہ)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلوة: ۱/۱۰۰، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

(و كذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة ۱/۳۷۰، ۳۷۴، سعيد)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في بيان الأوقات التي يكره فيها الصلوة: ۱/۴۰۷، ۴۰۸، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية كراچی)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلوة و تكره فيها: ۱/۵۲، رشيديه)

(۲) "و في النهر: إن سجدة الشكر لنعمة سابقة ينبغي أن تصح أخذاً من قولهم؛ لأنها وجبت كاملةً =

اوقاتِ منہیہ میں تلاوت کا حکم

سوال[۲۱۷۲]: طلوع وغروب اورزوال میں تلاوت کی سخت ممانعت ہے یا معمولی؟

الجواب حامداً مصلیاً:

"ثلثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات الذى لزمت فى الذمة قبل دخولها: أوّلها: عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أو رمحين، والثانى: عند استوائها فى بطن السماء إلى أن تزول: أى تميل إلى المغرب، والثالث: عند اصفرارها إلى أن تغرب، اهـ". مراقى الفلاح، ص: ١٠٠(١)۔

ان اوقات میں نماز پڑھنے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مذکور ہے (۲)۔ خارجِ نماز تلاوت قرآن پاک ان اوقات میں منع نہیں، البتہ ان اوقات میں ذکر وتسبیح میں مشغول رہنا اولیٰ ہے:

"الصلوة فيها على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم أفضل من قرأة القران اهـ: أى فى الأوقات الثلثة، و كان الصلوة الدعاء والتسبيح، الخ". ١/٣٤٧(٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= وهذه لم تجب اهـ. فحصل من كلام النهر مع كلام القنية أنها تصح مع الكراهة: أى لأنها مع حكم النافلة". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ١/٣٧١، سعيد)

"وفى المحيط: و لهذا لو أطلق المصنف السجدة واستثنى سجدة الشكر لكان أحسن".

(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة: ١/٧٣، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتا ب الصلوة: ١/١٦٥، مكتبه امداديه ملتان)

(١) (مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في الأوقات المكروهة، ص: ١٨٥، قديمى)

(٢) "عن عقبة بن عامر الجهنى رضى الله تعالىٰ عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينهانا أن نصلى فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغةً حتى ترتفع، و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل، و حين تضيف للغروب حتى تغرب". (الصحيح لمسلم، كتاب فضائل القرآن و ما يتعلق به، باب الأوقات التى نهى عن الصلوة فيها: ١/٢٧٦، قديمى)

(٣) (الدر المختار، كتاب الصلوة: ١/٣٧٤، سعيد) .... =

اوقاتِ مکروہہ میں قضاء نماز کا حکم

سوال[۲۱۷۳]: کیا قضاے عمری نمازیں فجر کی نماز سے پہلے یا بعد میں یا عصر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قضاء نماز ان اوقات میں بھی پڑھی جاسکتی ہے(۱)، مگر قضاء نمازیں تنہائی میں پڑھنی چاہئے، کسی کو علم نہ ہو کہ یہ قضاء نماز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "ذكر الله من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس أولى من قرأة القرآن". (الدرالمختار).

"واقتصر عليه في القنية حيث قال: الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والدعاء والتسبيح افضل من قراة القرآن في الأوقات التي نهى عن الصلوة فيها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۳، سعيد)

(۱) "قال رضي الله تعالىٰ عنه: وعن التنفل بعد صلوة الفجر والعصر، لا عن قضاء فائتة و سجدة تلاوة وصلاة جنازة". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۵، سعيد)

"و لا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت، و يسجد للتلاوة، و يصلي على الجنازة". (الهداية: ۱/۲۳۸، كتاب الصلوة، فصل في الأوقات التي تكره فيها الصلاة، ۱/۸۶، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(۲) "و يكره قضاؤها فيه؛ لأن التأخير معصية فلايظهرها". (الدر المختار).

"و يظهر من التعليل أن المكروه قضاؤها مع الاطلاع عليها و لو في غير المسجد، كما أفاد في المنح في باب قضاء الفوائت". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعيد)

"و لايقضي الفوائت في المسجد وإنما يقضيها في بيته، كذا في الوجيز للكردري". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۰، رشيديه)

عصر کے بعد قضاء نماز

سوال[۲۱۷۴]: عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے جب تک آفتاب غروب کے قریب نہ ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

صبح صادق کے بعد نفل نماز مکروہ ہے

سوال[۲۱۷۵]: صبح صادق کے وقت جو وضو کیا جائے فجر کی نماز کے لئے، اس وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد سنت فجر سے قبل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھ سکتے ہیں تو افضل کیا ہے، پڑھنا یا نہ پڑھنا؟

محمد عبدالمنان، بہار شریف، خریدار نمبر:۱۲۹۲۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت سنت فجر پڑھیں، اس سے تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کا بھی ثواب مل جائے گا، مستقلاً تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد یا کوئی اَور نفل نماز اس وقت پڑھنا مکروہ ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "و بعد صلاة فجر و صلاةعصر .... لا يكره قضاء فائتة و لو وتراً أو سجدة تلاوة أو صلاة جنازة". (الدر المختار). "(قوله: بعد صلاة فجر و عصر) .... و لذا قال الزيلعي هنا: المراد بما بعد العصر قبل تغير الشمس، و أما بعد، فلا يجوز فيه القضاء أيضاً، وإن كان قبل أن يصلي العصر".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۳۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۷ رشيديه)

(۲)"ويكره التنفل بعد طلوع الفجر بأكثر من سنته قبل أداء الفرض اهـ". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في الأوقات المكروهة، ص:۱۸۸، قديمى)

"قال رضي الله تعالىٰ عنه: و بعد طلوع الفجر بأكثر من سنة الفجر: أى يكره أن يتطوع بعد ما طلع =

صبح صادق کے بعد دو رکعت نفل

سوال[۲۱۷۶]. صبح کی اذان کے بعد سنت سے قبل تحیۃ الوضوادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تہجد سے قبل تحیۃ الوضو پڑھنا کتابوں سے ثابت ہے کہ وتر پڑھ کر راحت فرمایا کرتے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سونا ناقضِ وضو نہیں تھا، اس لئے اسی وضو سے ادا فرماتے تھے، اسی طرح صبح کی اذان کے بعد اگر کوئی بعد الوضو تحیۃ الوضوء ادا کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے بعد نفل یا دیگر سنت یا قضا ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صبح صادق کے بعد تحیۃ الوضوء کی اجازت نہیں سنت فجر سے تحیۃ الوضوء کا بھی اجر مل جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

زوال سے اِدھر اُدھر کتنا مکروہ وقت ہے؟

سوال[۲۱۷۷]: دوپہر کو کتنی دیر نصف النہار سے ادہر ادہر مکروہ وقت ہے؟

= الفجر قبل الفرض بأكثر من سنة الفجر لقوله عليه الصلوة والسلام : "ليبلغ شاهدكم غائبكم، ألا! لا صلاة بعد الصبح إلا ركعتين". (رواه أحمد وأبو داؤد). وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :" إذا اطلع الفجر، لا صلوة إلا ركعتين". (رواه الطبراني)". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة : ۱/۲۳۴ ، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة : ۱/۴۳۸، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة : ۱/۳۰۱ ، المكتبه الغفاريه كوئٹه)

(۱) "قوله: و هي ركعتان، في القهستاني: و ركعتان أو أربع ، و هي أفضل لتحية المسجد إلا إذا دخل فيه بعد الفجر أو العصر ، فإنه يسبح و يهلل و يصلي على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، فإنه حينئذ يؤدي حق المسجد ، كما إذ دخل للمكتوبة، فإنه غير مأمور بها حينئذ، كما في التمرتاشي، اهـ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۸ ، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف النہار سے ادھر ادھر کتنی دیر بھی مکروہ نہیں لیکن عینِ نصف النہار کا صحیح علم بھی کچھ آسان نہیں، اس لئے نصف النہار کا اندازہ کرنے میں جس قدر غلطی کا احتمال ہو تو اس قدر مقدم ومؤخر وقت میں نماز پڑھنے سے احتیاط کرے، اگر کہیں دس منٹ کا احتمال ہو تو دس منٹ، پندرہ منٹ کا احتمال ہو تو پندرہ منٹ، پانچ منٹ کا احتمال ہو تو پانچ منٹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

☆......☆......☆......☆......☆
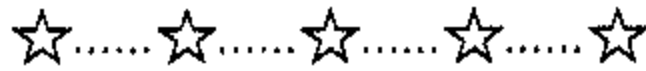
(۱) "وكره تحريماً صلاة مع شروق واستواء وغروب، إلا عصر يومه". (الدر المختار).

" ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلافصل، و في هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي: و هو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۱، سعيد)

"ووقت الظهر من زوال: أي ميل ذُكاء عن كبد السماء إلى بلوغ الظل مثليه سواء فيء الزوال، ويختلف باختلاف الزمان والمكان". (الدر المختار).

"(قوله: عن كبد السماء)أي: وسطها بحسب ما يظهر لنا". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

باب الأذان

الفصل الأول فی الأذان

(اذان کا بیان)

مکبر الصوت سے مسجد میں اذان دینا

سوال[۲۱۷۸] : ایک مقامی مسجد میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) مسجد کے اندر صفِ اول داہنی جانب الماری میں نصب کردیا گیا ہے اور اس کے متعلقہ برقی تار پن وغیرہ دیوار میں مستقل طور پر لگادی گئی ہیں اور یہ محض اس کی حفاظت کے پیشِ نظر مسجد کے اندر رکھا گیا ہے، دوسری جگہ مسجد کے باہر کے حصہ میں رکھتے ہیں۔ چوری ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے موجودہ صورت میں اذان مسجد کے اندر پہلی صف کی جگہ پر کھڑے ہو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اس پر بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ براہ کرم تحریر فرمائیں کہ موجودہ حالت کے پیشِ نظر بصورت مذکورہ مسجد کے اندر اذان پڑھنا از روئے فقہ حنفی کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سے آواز دور تک نہیں پہنچتی جس سے اذان کا مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا، اس لئے بلند جگہ پر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور تک آواز پہنچے۔ فی نفسہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہو(۱)۔ صورتِ مسئولہ میں اذان کی آواز مکبر الصوت سے

---

(۱) "و ینبغی أن یؤذن علی المِئذَنَة أو خارج المسجد، و لا یؤذن فی المسجد". (الفتاوی العالمکیریہ، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة و کیفیتھما : ۱/۵۵، رشیدیہ)

"منھا: أن یجھر بالأذان ، فیرفع به صوته؛ لأن المقصود و ھو الإعلام یحصل به. ألا تری أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال لعبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنه: "علّمه بلالاً، فإنه أندیٰ و أمد صوتاً =

دورتک پہنچے گی اور مقصد پوری طرح حاصل ہوجائے گا، البتہ مکبر الصوت کبھی خراب ہوکر اس کی آواز بند ہوجاتی ہے یا خراب آواز وحشت ناک نکلتی ہے۔ اس لئے اس کا انتظام باہر ہی رہے تو اچھا ہے، قفل وغیرہ سے حفاظت کی جائے مسجد کے علاوہ حجرہ وغیرہ ہو اس میں رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا اذان کے لئے کوئی سمت متعین ہے؟

سوال[۲۱۷۹]: کیا اذان دینے کی کوئی سمت متعین ہے یا کوئی سمت افضل ہے؟ اگر مسجد کی چھت سے اذان دی جائے تو کیسا ہے، کیا بے حرمتی نہیں ہوگی؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے لئے اتنا خیال رکھا جائے کہ قبلہ رُو ہو(۱) اور بلند جگہ پر ہو تاکہ دور تک آواز پہنچ سکے(۲)،

= منک". و لهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة و نحوها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۲۴۲، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر في بيان ما يفعل فيه: ۱/۵۱۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۴، رشيديه)

(۱) "و يستقبل القبلة بهما، و يكره تركه تنزيهاً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۹، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۷۲، المكتبة الغفاريه)

(۲) "و هو سنة للرجال في مكان عال". (الدر المختار).

"(قوله: في مكان عال)، في القنية: و يسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض. و في السراج: و ينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران، و يرفع صوته، و لا يجهد نفسه؛ لأنه يتضرر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، سعيد) .... =

منار پر ہو یا مسجد کی دیوار پر ہو، سب درست ہے، خواہ داہنے مینار ہو یا بائیں پر، غرض اذان کا معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان ہوتی ہے اور بائیں میں تکبیر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/ ۸۷ھ۔

اذان بائیں جانب، اقامت دائیں جانب کا التزام

سوال [۲۱۸۰]: صلوٰۃ خمسہ کے لئے اذان بائیں جانب سے کہنا اور اقامت دائیں جانب سے کہنا کیسا ہے؟ اس کی سنیت کا خیال کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس التزام کا کہیں ثبوت نہیں، بالکل بے اصل ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۵، رشيديه)

(۱) "فمنها عند ولادة المولود، فإنهم صرحوا بسنية الأذان، فالأذان في أذن الولد اليمنى والإقامة في الأذن اليسرى". (السعاية: ۲/۴۴، باب الأذان، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه، ويرفع صوته، ولا يجهد نفسه، كذا في البحر الرائق ...... ويقيم على الأرض، هكذا في القنية، وفي المسجد، هكذا في البحر الرائق".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۵، ۵۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ دارالعلوم ديوبند، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان: ۲/۸۸، مكتبه امداديه، ملتان)

(وكذا في أحسن الفتاوىٰ، كتاب الصلوة، باب الأذان والإقامة: ۲/۲۸۲، سعيد)

اذان بائیں جانب

سوال[۲۱۸۱]: کیا مسجد میں اذان کے لئے کوئی جگہ مخصوص ہے جیسا کہ بعض لوگ بائیں جانب ہی کھڑے ہوکر اذان کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اغلاط العوام میں سے ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ رمضان/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ رمضان/ ۶۷ھ۔

اذان میں حیعلتین پر گردن نہ پھیرنا

سوال[۲۱۸۲]: اذان میں اگر "حی علی الصلوة" اور "حی علی الفلاح" پر مؤذن قصداً یا بھول سے گردن نہیں گھماتا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نے خلافِ سنت کیا، اذان ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (راجع فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان: ۸۸/۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

(وکذا أحسن الفتاویٰ، کتاب الصلوة، باب الأذان والإقامة: ۲۸۲/۲، سعید)

(۲) "ویلتفت فیہ (أی فی الأذان) وکذا فیھا (أی فی الإقامة) یمیناً ویساراً فقط .... ؛ لأنہ سنة الأذان مطلقاً". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۸۷/۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۴۴۹/۱، رشیدیہ)

(وکذ فی الحلبی الکبیر، فصل فی السنن، ص: ۳۷۴، سھیل اکیڈمی لاھور)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۹۱/۱، ۹۲، امدادیہ، ملتان)

مسجد میں اذان

سوال[۲۱۸۳]: نماز کے لئے اذان خارجِ مسجد پڑھنا درست ہے یا مسجد کے کسی حصہ میں کھڑے ہوکر پڑھ سکتے ہیں؟ مثلاً مسجد کی چھت پر پڑھنا یا باہر کے دالان میں داخل مسجد پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان پنجگانہ بلند جگہ (منار چھت وغیرہ) پر کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے جہاں سے آواز دور تک پہونچ سکے، کبھی ایسی جگہ پر اذان پڑھنے سے اذان کا مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہوتا جہاں سے آواز دور تک نہ جاتی ہو(۱)۔

تنبیہ: جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر پڑھی جاتی ہے کیونکہ اس کا مقصود حاضرینِ مسجد کو مطلع کرنا ہے کہ وہ نوافل وتلاوت وغیرہ سے فارغ ہوکر خطبہ سننے کے لئے متوجہ ہوجائیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) "و هو سنة للرجال في مكان عالٍ". (الدر المختار).

"(قوله: في مكان عال)، في القنية: و يسن الأذان في موضع عال و الإقامة على الأرض. و في السراج: و ينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران، و يرفع صوته، و لا يجهد نفسه؛ لأنه يتضرر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، سعيد)

"منها: أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته؛ لأن المقصود و هو الإعلام يحصل به. ألا ترى أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لعبد الله بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه: "علّمه بلالاً، فإنه أندىٰ و أمدّ صوتاً منك". و لهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة، و نحوها".
(بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۲۴۲، دارالكتب العلمية، بيروت)
و كذا في الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۵، رشيديه)

"قال ابن سعد بالسند إلى أم زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنهما: كان بيتي أطول بيت حول المسجد، فكان بلال يؤذن فوقه من أول ما أذن إلى أن بَنَى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مسجده، فكان يؤذن بعدُ على ظهر المسجد، و قد رفع له شيء فوق ظهره". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۷. سعيد)

(۲) "و يؤذن ثانياً بين يديه: أي الخطيب". (الدر المختار). .... =

برآمدۂ مسجد میں اذان

سوال[۲۱۸۴] : مسجد کے برآمدہ میں اذان دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں، جب کہ آواز پہنچنے میں کوئی کمی نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان بلندآواز سے بلند جگہ پر کہی جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ دور تک آواز پہنچ جائے، کیوں کہ جہاں تک آواز جائے گی وہاں تک کے حجر و مدر سب گواہی دیں گے(۱)۔ اذان کا مقصود اعلام غائبین ہے(۲) اس

= "(قوله: و يؤذن ثانياً بين يديه): أي على سبيل السنية كما يظهره من كلامهم رملي". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲/۱۶۱، سعيد)

(و كذا في البحرا لرائق، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة: ۲/۲۷۴، رشيديه)

"أيّ أذانٍ لايستحب رفع الصوت فيه؟ قل: هو الأذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدي الخطيب؛ لأنه كالإقامة لإعلام الحاضرين، صرح به جماعة من الفقهاء". (السعاية: ۲/۳۸، باب الأذان، المقام الثاني في ذكر أحوال المؤذن، سهيل اكيڈمي ،لاهور)

(۱) "عن عبد الرحمن بن أبي صعصعة الأنصاري ثم المازني عن أبيه أنه أخبره أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال له: إني أراك تُحبّ الغنم والبادية، فإذا كنتَ في غنمك أو باديتك، فأذّنتَ للصلوة، فارفع صوتك بالنداء، فإنه لا يسمع مُدىٰ صوت المؤذن جن و لا إنس و لا شيء، إلا شهد له يوم القيامة". قال أبو سعيد: سمعته من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۱/۸۵، قديمي)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الأذان والسنة فيها، باب فضل الأذان و ثواب المؤذن، ص:۵۳، مير محمد كتب خانه)

(۲) "الأذان هو لغةً الإعلام، وشرعاً إعلام مخصوص". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۳، سعيد)

"منها: أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته؛ لأن المقصود و هو الإعلام يحصل به". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن المؤذن: ۱/۶۴۲، دارالكتب العلمية)

"والأذان إعلام الغائبين". (السعاية: ۲/۳۳، باب الأذان، سهيل اكيڈمي، لاهور)

لئے اس میں ایسی طرح اذان کہنا جس سے آواز وہیں گھٹ کر رہ جائے دور تک نہ پہنچ سکے، مکروہ ہے(۱)، اذان کوئی ایسا کام نہیں جو شانِ مسجد کے خلاف ہو اگر برآمدہ میں اذان کہنے سے بھی یہ مقصود حاصل ہو جائے تو وہاں بھی اذان درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "وكره أذان .... القاعد". (كنز الدقائق).

"وأما القاعد .... أطلقه، وهو مقيد بما إذا لم يؤذن لنفسه، فإن أذن لنفسه قاعداً، فإنه لايكره لعدم الحاجة إلى الإعلام، ويفهم منه كراهته مضطجعاً بالأولى". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني، الفصل الأول: ۱/۵۴، رشيديه)

(وفتاوىٰ قاضي خان: ۱/۷۷، مسائل الأذان، رشيديه)

(۲) "و هو سنة للرجال في مكان عال". (الدر المختار).

و في رد المحتار: و في السراج: و ينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران،الخ". (كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، سعيد)

"قال ابن سعد بالسند إلى أم زيد بن ثابت: كان بيتي أطول بيت حول المسجد، فكان بلال رضي الله تعالىٰ عنه يؤذن فوقه من أول ما أذن إلى أن بنىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مسجده، فكان يؤذن بعدُ على ظهر المسجد، و قد رفع له شيء فوق ظهره". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۷. سعيد)

(والحديث راوه أبو داؤد في سننه في كتاب الصلوة، باب الأذان فوق المنارة: ۱/۷۷، دار الحديث ملتان)

"ويكره أن يؤذن في المسجد كما في القهستاني عن النظم، فإن لم يكن ثمة مكان مرتفع للأذان، يؤذن في فناء المسجد، كما في الفتح". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۷، قديمي)

مدرسہ میں اذان وجماعت

سوال[۲۱۸۵]: ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا نام سراج العلوم ہے، ککرولی میں اہل سنت و الجماعت کی تین مساجد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان و جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، طلبا ومدرس نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں کہ مساجدِ شہر سے کچھ فاصلے پر ہیں۔ آپ سے استفتاء یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان وجماعت ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ یہاں آکر اہل محلہ بھی نماز ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان وجماعت کے لئے مسجد شرط نہیں ہے، مسجد کے علاوہ جنگل میں، مکان میں، اسٹیشن میں، مدرسہ میں سب جگہ میں درست ہے (۱)، لیکن مسجد کی فضیلت مسجد ہی میں پڑھنے سے حاصل ہوگی (۲)، مسجدوں کو

---

(۱) "عن عبد الرحمن بن أبي صعصعة الأنصاري ثم المازني عن أبيه أنه أخبره أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالیٰ عنه قال له: إني أراک تُحبّ الغنم والبادية، فإذا كنتَ في غنمک أو باديتک فأذنتَ للصلوة، فارفع صوتک بالنداء، فإنه لا يسمع مُدیٰ صوت المؤذن جن و لا إنس و لا شيء، إلا شهد له يوم القيامة. قال أبو سعيد: سمعته من رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۱/۸۵، قديمي)

"ويسن أن يؤذن ويقيم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة أوصحراء، لا بيته منفرداً". (الدرالمختار). "(قوله: و لو بجماعة الخ): أي في غير المسجد بقرينة ما يذكره قريباً من أنه لا يؤذن فيه للفائتة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعيد)

"والضابطة عندنا: أن كل فرض أداءً كان أو قضاءً يؤذن له و يقام سواء أداه منفرداً أو بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة في المصر، فإن أداء ه بأذان و إقامة مكروه، كذا في التبيين". (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۵، رشيديه)

(۲) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "أحب البلاد إلی الله مساجدها، وأبغض البلاد إلی الله أسواقها". رواه مسلم".

"وعن أنس بن مالک رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "صلوة الرجل في بيته بصلوة، و صلوته في مسجد القبائل بخمس و عشرين صلوة، و صلوته في =

بالکلیہ چھوڑ کر مستقلاً مدرسہ میں اذان وجماعت کرنا درست نہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ آدمی مسجد میں چلے جائیں، کچھ مدرسہ میں پڑھیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

سوال [۲۱۸۲]: اگر کسی شخص کے مسجد میں ہوتے ہوئے اذان پڑھی جائے، اب اگر اذان کے بعد وہ شخص دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا چاہے شرعاً کیا حکم ہے؟ اذان کے بعد بلاضرورت دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس شخص پر دوسری مسجد کی جماعت کا توقف ہے کہ اگر یہ نہ جائے تو وہاں جماعت نہ ہو تب اس کو دوسری جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں، وہیں جا کر نماز پڑھے، اگر اس پر توقف نہیں تو ایسی حالت میں مسجد سے نکلنا بلا ضرورت مکروہ ہے:

''کره خروجه من مسجدٍ أذن فيه أو في غيره حتى يصلي لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " لا يخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق، أو رجل يخرج لحاجة يريد الرجوع، إلا إذا كان مقيم جماعة أخرى كإمام و مؤذن لمسجد اخر". لأنه تكميل معنى". مراقي الفلاح۔

= المسجد الذي يجمع فيه بخمس مائة صلوة، وصلوته في المسجد الأقصى بخمسين ألف صلوة، وصلوته في مسجد ى بخمسين ألف صلوة، و صلوته في المسجد الحرام بمائة ألف صلوة " رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح ،كتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلوة : ۱/۷۲، قديمى)

(۱) "قال رحمه الله تعالىٰ : الجماعة سنة مؤكدة .... تشبه الواجب في القوة حتى استدل بملازمتها على وجود الإيمان .... ثم منهم من يقول: إنها فرض كفاية .... واستدل بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوة الرجل في جماعة تزيد على صلاته في بيته، و صلاته في سوقه بسبع و عشرين درجةً". وهذا يفيد الجواز، و لو كانت فرض عين، لَما جازت صلاته". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۳۴۰، ۳۴۱، دارالكتب العلميه بيروت)

قال الطحطاوی: "(کإمام) قیّده فی الکبیر و شرح السیر وغیرهما بإمام تتفرق الناس بغیبته، فیفید أنه لو لم یکن بهذا المَثابة لایخرج، والظاهر أن المؤذن إذا کان من یقوم مقامه عند غیبته، یکره له الخروج أیضاً". طحطاوی، ص: ۲٦.٥ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گھر پر نماز کے لئے اذان واقامت

سوال[۲۱۸۷]: ۱......ایک ایسی بستی کے محلے میں زید رہتا ہے اس محلہ میں کوئی مسجد نہیں، دوسرا محلہ اتنی دور ہے کہ کبھی اذان کی آواز آتی ہے کبھی نہیں، یہ شخص اگر گھر پر تنہا نماز پڑھے تو اذان واقامت ضروری ہے یا نہیں؟

اگر اذان سے جھگڑے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے؟

۲......ایک شخص ایسے محلّہ میں ہے کہ وہاں آوازِ اذان آتی ہی نہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر اذان دینے سے اہلِ ہنود سے نزاع کا اندیشہ ہو (لکثرتهم و غلبتهم) تو ایسا شخص کیا کرے؟

۳......ہر دو صورِ بالا میں اگر چند اشخاص بوقت نماز جمع ہو گئے تو اس وقت اذان کا کیا حکم ہے؟ اگر فتنہ وفساد کے خیال سے آہستہ اذان دی جائے کہ اہلِ خانہ سن لیں (کیونکہ آس پاس گھر مسلمانوں کے نہیں) تو سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمایا جائے۔

ابرار الحق۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب إدراک الفریضة، ص: ۴۵۷، قدیمی)

"وکره تحریماً للنهی خروج من لم یصل من مسجدٍ أذن فیه إلا لمن ینتظم به أمر جماعة أخری، أو کان الخروج لمسجدحیة ولم یصلوا فیه، أو لأستاذه لدرسه، أو لسماع الوعظ أو لحاجة و من عزمه أن یعود، نهر". (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب إدراک الفریصة: ۲/۵۴. سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب إدراک الفریضة: ۱/۴۵۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب إدراک الفریضه: ۱/۳۰۹، مکتبه امدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... "و کره ترکهما للمسافر لا لمصل فی بیته فی المصر، و ندبا لهما، اهـ". کنز علی هامش البحر: ۱/۲٦۵(۱)۔

"(قوله: فی بیته): أی فیما یتعلق بالبلد من الدار والکرم وغیرهما، قهستانی. فی التفاریق وإن کان فی کرم أو ضیعة یکتفی بأذان القریة أو البلدة إن کان قریباً، وإلافلا، وحدّ القرب أن یبلغ الأذان إلیه منها اهـ، إسماعیل، والظاهر أنه لا یشترط سماعه بالفعل، تأمل، اهـ". ردالمحتار: ۱/۴۰۹(۲)۔

ضروری بمعنی "فرض" کا تو احتمال ہی نہیں، البتہ صورتِ مسئولہ میں اذان و اقامت مستحب ہے، کمافی الکنز، سنتِ موکدہ نہیں۔

۲......ایسے شخص کو خود اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنا چاہیے کیونکہ اذان کی آواز آتی ہی نہیں تو وہ اس کے حق میں بمنزلۂ عدم کے ہے، کذافی العبارة المذکورة من ردالمحتار (۳)، جب نزاع کا ظنِ غالب ہے اور اس کا نتیجہ اس کے حق میں نقصان اور مغلوبیت ہے تو اذان زیادہ بلند آواز سے نہ کہے بلکہ معمولی طریقہ سے کہہ دے (۴)۔

---

(۱) (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴٦۰، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۵۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۸۰، مکتبه إمدادیه ملتان)

(۲) (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۵، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریه، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفة وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشیدیه)

(۳) (راجع الحاشیة رقمها: ۲)

(۴) "والمؤذن فی بیته یرفع دون ذلک فوق ما یسمع نفسه، وعلیه یحمل مافی القهستانی، فلیتأمل". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعید)

"درء المفاسد أولی من جلب المصالح". (شرح الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر یزال: ۱/۲۲۴، إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه)

۳……ہوجائیگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۱/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲۶/۱۱/۵۸ھ۔

متعدد آدمیوں کا اذان دینا

سوال [۲۱۸۸]: تین آدمی ایک ساتھ ہوکر رمضان المبارک میں مغرب اور عشاء کی اذان دیتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ بہت سے روزہ دار افطار کے وقت اذان کے منتظر رہتے ہیں، اس لئے تین آدمی مل کر ایک ساتھ اذان دیتے ہیں۔ اس پر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت کے وقت چند آدمیوں کا ایک ساتھ ایک مسجد میں اذان دینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۰ھ۔

غیر مسلموں کی بستی میں اذان کا حکم

سوال [۲۱۸۹]: جس گاؤں میں مسجد نہ ہو اور اذان کی آواز نہ آتی ہو، نیز ہندوؤں کی زیادتی ہو تو کیا اذان کہے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز وہاں رہنا کیسا ہے؟

---

(۱) (راجع، ص: ۳۹۶، رقم الحاشية رقمها: ۴)

(۲) "(قوله: وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع) ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجاً للكلام مخرج العادة، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع اهـ، ففيه دليل على أنه غير مكروه؛ لأن المتوارث لايكون مكروهاً، وكذالك نقول في الأذان بين يدي الخطيب، فيكون بدعةً حسنةً؛ إذ ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن اهـ، ملخصاً.

أقول: وقد ذكر سيدي عبدالغني المسألة كذلك أخذاً من كلام النهاية المذكور، ثم قال: ولا خصوصية للجمعة؛ إذ الفروض الخمسة تحتاج للإعلام". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۱/۳۹۰، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زیادہ بلند آواز سے اذان پر قدرت نہ ہو تو پست آواز سے اذان کہے(۱)، اذان سنت ہے، نماز بغیر اذان بھی درست ہو جاتی ہے، البتہ سنت ترک ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۴/ رجب/ ۶۷ھ۔

اذان کے بعد جماعت کے واسطے انتظار، مقتدی کا امام پر حکم کرنا

سوال[۲۱۹۰]: ۱......اذان کے بعد جماعت کے واسطے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی دیر انتظار کرنا چاہئے؟

۲......امام پر مقتدی کو حکم کرنا اور ذلیل سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اتنی دیر کہ وقت مکروہ داخل نہ ہو اور جماعت کے پابند لوگ آجائیں نیز جو شروع میں آچکے ہیں ان کو گرانی نہ ہو(۳)۔

---

(۱) "والمؤذن في بيته يرفع دون ذلك فوق ما يسمع نفسه، وعليه يحمل مافي القهستاني، فليتأمل". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان ۱/ ۳۹۰، سعيد)

"ما أبيح للضرورية يتقدر بقدرها". (شرح الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ۱/ ۲۵۲، إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه)

(۲) "وهو سنة مؤكدة (هي كالواجب في لحوق الإثم) للفرائض الخ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۳۸۴، سعيد)

"قوله : سن للفرائض: أي سن الأذان للصلوات الخمس والجمعة سنة مؤكدة قوية قريبة من الواجب، حتى أطلق بعضهم عليه الوجوب .... و في غاية البيان والمحيط ...... لأن السنة المؤكدة في معنى الواجب في حق لحوق الإثم لتاركهما". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/ ۴۴۴، ۴۴۵، رشيديه)

(۳) "و يجلس ما بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب". (الدر المختار، كتاب لصلوة، =

۲......امام پر حکومت کرنا اوران کو ذلیل سمجھنا ناجائز ہے(۱)، اگر امام میں کوئی بات خلافِ شرع ہو تو اس کو تنہائی میں نرمی سے سمجھا دیا جائے تاکہ امام اپنی اصلاح کر لے اور امام کے ذمہ بھی ضروری ہے کہ حد شرع میں رہتے ہوئے مقتدیوں کی رعایت کرے اور جو بات اس میں خلاف شرع ہو اس سے تائب ہو جائے اور اپنی بات پر بلاوجہ ضد اور اصرار نہ کرے اور کسی کو وہ خود بھی ذلیل نہ سمجھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۶/۵۸ھ۔

جوابات صحیح ہیں: عبد الرحمٰن غفرلہ، ۲۹/۶/۵۸ھ۔

= باب الأذان : ۱/۳۸۹، سعید)

"ينبغي أن يؤذن في أول الوقت ويقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضىء من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة، : ۱/۵۷،رشيديه)

"و في فتاوى الحجة: ولو أخر المؤذن الإقامة ليحضر أهل المسجد جاز، فالحاصل أن التأخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه، فلا بأس بأن ينتظر الإمام انتظاراً أوسطاً". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الأذان، في أذان المحدث والجنب وبيان مايكره أذانه ومن لايكره: ۱/۵۲۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

(۱) و قوله تعالىٰ : ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة : ۱۲۴)

"فإن الإمام من يؤتم به في أمور الدين من طريق النبوة، وكذلك سائر الأنبياء أئمة –عليهم السلام– لما ألزم الله تعالىٰ الناس من اتباعهم والائتمام بهم في أمور دينهم، فالخلفاء أئمة؛ لأنهم رتبوا في المحل الذي يلزم الناس اتباعهم وقبول قولهم وأحكامهم، والقضاة والفقهاء أئمة أيضاً، و لهذا المعنى الذي يصلي بالناس يسمى إماماً؛ لأن من دخل في صلاته لزمه الإتباع له والائتمام به ....اهـ".

"وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول، و من ألزم الله تعالىٰ الإقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة و نحوها". (أحكام القرآن للجصاص : ۱/۲۸، ۲۹، دارالكتب العلميه، بيروت)

قریب قریب دو مسجدوں میں اذان کہنا

سوال[۲۱۹۱]: دو مسجدیں قریب قریب ہیں، ایک مسجد کی اذان دوسری تک سنائی دیتی ہے تو کیا ایک ہی مسجد میں پڑھنا کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں تو دوسری مسجد والے کہ جس میں اذان نہیں ہوتی تھی گناہگار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں مسجدوں میں علیحدہ علیحدہ اذان مسنون ہے، صرف ایک پر اکتفا کرنا خلافِ سنت ہے، جو لوگ ایسا کریں گے وہ تارکِ سنت ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک مسجد کی اذان دوسری متصل مسجد کے لئے کافی نہیں

سوال[۲۱۹۲]: سوال یہ ہے کہ دو مسجدیں بالکل متصل ہیں ایک چھوٹی ہے ایک بڑی، دونوں میں

---

(۱) ""الأذان سنة لأداء المكتوبات بالجماعة، كذا في فتاوی قاضي خان. و قيل: إنه واجب، والصحيح أنه سنة مؤكدة، كذا في الكافي، و عليه عامة المشايخ، هكذا في المحيط". (الفتاوی العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۳، رشيديه)

" الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة دون ما سواهما". (الهداية). (قوله : الأذان سنة هو قول عامة الفقهاء، و كذا الإقامة. وقال بعض مشايخنا: واجب لقول محمد". (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۲۴۰، مصطفی البابي الحلبي مصر)

"و يؤذن له .....الصلوات المكتوبة التي تؤدى بجماعة مستحبة في حال الإقامة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان محل وجوب الأذان : ۱/۲۵۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۱۷۸، مكتبه امداديه ملتان)

"وإذا قسم أهل المحلة المسجد وضربوا فيه حائطاً، ولكل منهم إمام على حدة ومؤذنهم واحدٌ، لابأس به، والأولى أن يكون لكل طائفة مؤذن". (البحر الرائق، باب مايفسد الصلوة: ۲/۲۲، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، باب الأذان، قبيل باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۸۷، غفاريه، كوئٹه)

الگ الگ جماعتیں ہوتی ہیں، تو کیا ایک مسجد کی اذان کافی نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب دو مسجدیں مستقل ہیں اور دونوں میں جداگانہ جماعت ہوتی ہے ہر مسجد میں اذان بھی جماعت کے لئے مستقل کہی جائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۹ھ۔

ایک مسجد میں اذان کے بعد دوسری مسجد میں مائک پر اذان

سوال[۲۱۹۳]: میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ ''ایک مسجد کے امام کا دوسری مسجد میں اذان پڑھنا مکروہ ہے''۔ کیا ایسا ہی ہے؟ وجہِ استفسار یہ ہے کہ عمر ایک مسجد میں مستقل امام ہے، دوسری مسجد میں چونکہ مائک ہے، عمر کی آواز بھی اچھی ہے تو اپنی مسجد کے علاوہ دوسری مسجد میں مائک سے اذان پڑھ کر اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھاتا ہے۔ تو کیا بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس میں اذان دے اس مسجد کا حق ہو جاتا ہے کہ نماز بھی وہیں پڑھے، بلکہ جو شخص اذان دے حدیث میں ہے کہ وہی اقامت کہے: "من أذن فهو يقيم" (۲)۔ اس لئے صورتِ مسئولہ غلط ہے، اس کی اصلاح کی جائے کہ مؤذن کوئی دوسرا مقرر کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: ''قریب قریب دو مسجدوں میں اذان کہنا''۔)

(۲) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الرجل يؤذن ويقيم آخر: ۱/ ۸۳، إمداديه ملتان)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ماجاء من أذن فهو يقيم: ۱/ ۵۰، سعيد)

"يكره له أن يؤذن في مسجدين". (الدر المختار) "لأنه إذا صلى في المسجد الأول، يكون متنفلاً بالأذان في المسجد الثاني، والتنفل بالأذان غير مشروع، ولأن الأذان للمكتوبة، وهو في المسجد الثاني يصلي النافلة، فلا ينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة، وهو لايساعدهم فيها اهـ".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۴۰۰، سعيد) ....

نمازِ جمعہ کے لئے مدرسہ کے اسپیکر سے اذان دینا

سوال[۲۱۹۴]: ہمارے یہاں مدرسہ میں اسپیکر ہے، اس میں پنج وقتہ اذانیں دی جاتی ہیں اور اذانِ جمعہ بھی مدرسہ میں اسپیکر میں دی جاتی ہے اور مسجد میں بغیر اسپیکر کے اذان دی جاتی ہے، مدرسہ کے اسپیکر کی آواز سن کر لوگ اپنے کھیتوں سے نمازِ جمعہ صحیح وقت پر ادا کر لیتے ہیں۔ مدرسہ میں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی، مدرسہ گاؤں کے کنارہ پر ہے، مسجد اور مدرسہ کا فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ ہے۔ براہِ کرم فرمائیں کہ مدرسہ میں اذان جمعہ دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب مدرسہ میں جمعہ کی نماز ادا نہیں کی جاتی تو وہاں اذانِ جمعہ کی ضرورت نہیں، مسجد کے آس پاس ہی اسپیکر سے اذان دی جائے تو مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اذان مائک سے ایک جگہ پر، جماعت دوسری جگہ پر

سوال[۲۱۹۵]: مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر ہے اور جامع مسجد میں نہیں ہے، اعلان کے لئے جمعہ کی اذان پہلے مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر سے دے دی جاتی ہے اور پھر جامع مسجد میں بھی اذان بغیر اسپیکر کے ہوتی ہے، لیکن نمازِ جمعہ پابندی سے جامع مسجد میں ہوتی ہے، مدرسہ میں جماعتِ جمعہ نہیں ہوتی، تو یہ بات درست ہے کہ نہیں؟

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۲۶۸، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۱) "وقال ابن سعد بالسند إلى أم زيد بن ثابت كان بيتي أطول بيت حول المسجد، فكان بلال يؤذن فوقه من أول ما أذن إلى أن بنىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مسجده، فكان يؤذن بعد على ظهر المسجد، وقد رُفع له شيء فوق ظهره". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ کی اذان اگر لاؤڈ اسپیکر سے مدرسہ میں دی جائے اور نماز جامع مسجد میں ہو اور جامع مسجد میں بھی جمعہ کی اذان بغیر لاؤڈ اسپیکر کے کسی منارہ وغیرہ پر ہو تو بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ضعیف آواز کے باوجود شوقِ اذان ہو تو کیا صورت ہوگی؟

سوال[۲۱۹۶]: ایک بوڑھا شخص ہے وہ مسجد میں پہلے چلا آتا ہے اور وہ اپنے گھر سے بے فکر ہے، اذان پڑھنے کا شوق ہے، لیکن اس کی آواز جاتی رہی، اگر کوئی اور اذان پڑھتا ہے تو اس کو بُرا محسوس کرتا ہے اور منع کرتا ہے کہ تم اذان مت پڑھو، میں اس کی خدمت کرتا ہوں، میں ہی اذان پڑھونگا، لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اس کو اس حالت میں اذان، تکبیر کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کا ثواب تو اس کو بھی ملتا ہے(۲) اگر اس کی آواز اہلِ محلّہ تک نہیں پہونچتی تو دوسرے آدمی کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے(۳)، اس ضعیف آدمی کو اذان سے منع نہیں کیا جاسکتا اور منع کرنے سے باز نہیں آتا تو اس

---

(۱) "ویعاد أذان جنب ندباً، وقیل: وجوباً، لا إقامته لمشروعیة تکراره فی الجمعة دون تکرارها". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۹۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتار خانیه، کتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر فی أذان المحدث والجنب، وبیان من یکره أذانه ومن لایکره: ۱/۵۱۹، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا یُسمع مدیٰ صوت المؤذن جن و لا إنس ولا شیء إلا شهد له یوم القیامة". رواه البخاری".

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أذّن سبع سنین محتسباً، کتب له براْة من النار". رواه الترمذی وأبو داؤد وابن ماجة". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب فضل الأذان و إجابة المؤذن: ۱/۶۴، ۶۵، قدیمی)

(۳) "عن عبد الله بن زید بن عبد ربه رضی الله تعالیٰ عنه .... فقال: "إنها لرؤیا حق إن شاء الله =

کی اذان کے بعد دوسرا شخص پڑھ دیا کرے، اس سے آواز بھی باہر تک پہنچ جائے گی اور اس ضعیف کا شوق بھی پورا ہوجائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

اذان پست آواز سے کہنا

سوال[۲۱۹۷]: جو شخص کسی مخالفت کی وجہ سے پروپیگنڈہ بناتا ہے، خود بھی دوسروں کو بھی تبلیغ کرے کہ اذان آہستہ دینی چاہئے جہاں سے بعض نہ سن سکیں اور ایسا کرتا بھی ہے مثلاً اذان کی جگہ مسجد کے آگے ہے وہ کہتا ہے کہ یہ مسجد کے پیچھے دینی چاہئے تاکہ دوسرے نہ سنیں اور ہم پہلے ہی نماز پڑھ لیں، وہ یوں ہی علیحدہ ہوکر پڑھیں گے۔ مقصدِ سوال یہ ہے کہ شرعاً ایسے شخص کا کیا درجہ ہے؟ کیا ایسا شخص بھی امامت کا مستحق ہے اور

= فقم مع بلال ، فالق عليه ما رأيت فليؤذن به، فإنه أندى صوتاً منک".

قال الملا علی القاری : "و قال الإمام النووی : من هذا الحديث يؤخذ استحباب كون المؤذن رفيع الصوت". (مرقاة المفاتيح ، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۲/۳۴۲، ۳۴۳، (رقم الحديث): ۶۵۰، رشيديه)

"منها أن يجهر بالأذان، فيرفع به صوته ؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترىٰ أن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قال: لعبد الله بن بن زيد رضی الله تعالىٰ عنه : "وعلّمه بلالاً، فإنه أندى وأمدّ صوتاً منک". و لهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمِئذنة، و نحوها".
(بدائع الصنائع ، كتاب الصلوة، فصل فی بيان سنن الأذان : ۱/۶۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "(قوله: و إذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترک الناس البيع) ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجاً للكلام مخرج العادة، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبليغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع اهـ ، ففيه دليل علی أنه غير مكروه؛ لأن المتوارث لا يكون مكروهاً، و كذالک نقول فی الأذان بين يدی الخطيب، فيكون بدعةً حسنةً؛ إذ ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن اهـ ملخصاً. أقول: و قد ذكر سيدی عبد الغنی المسألة كذلک أخذاً من كلام النهاية المذكور ، ثم قال: و لا خصوصية للجمعة؛ إذ الفروض الخمسة تحتاج للإعلام". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان ، مطلب فی أذان الجوق: ۱/۳۹۰، سعيد)

مقتدیوں کو ایسے شخص کی اقتدا کرنا چاہئے؟ نیز ایسے شخص کو اذان دینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اذان بلند آواز سے بلند جگہ پر دی جائے کہ زیادہ دور تک آواز پہونچے، جہاں تک مؤذن کی آواز پہونچے گی وہاں تک کی ہر چیز مؤذن کے حق میں گواہی دے گی، اذان آہستہ کہنا تا کہ دوسروں تک آواز نہ پہونچے مقصد اذان کو فوت کرنا ہے اور ایسا کرنا مکروہ ہے، پھر اس نیت سے آہستہ اذان کہنا کہ کچھ لوگ جماعت سے محروم رہ جائیں نہایت غلط اور پست قسم کا قابلِ ملامت جذبہ ہے جو روحِ اذان اور اخوتِ اسلام کے خلاف ہے، جس میں یہ جذبہ ہو اس کو اپنی اصلاح لازم ہے(۱)، امام کے صفات واخلاق بہت اعلیٰ قسم کے ہوتے ہیں، نہ کہ ایسے گرے ہوئے، اگر چہ فریضۂ نماز اس کے پیچھے بھی ادا ہو جائے گا: "صلّوا خلف كل برّ وفاجر". رواه أبو داؤد(۲)۔ ردالمحتار میں امامت کے شرائط وصفات درج ہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال له: إني أراك تُحبّ الغنم والبادية، فإذا كنتَ في غنمك أو باديتك، فأذّنتَ للصلوة، فارفع صوتك بالنداء، فإنه لا يسمع مُدىٰ صوت المؤذن جن و لا إنس و لا شيء إلاشهد له يوم القيامة". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۸۵/۱، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالأذان: ۱۰۲/۱، قديمي)

(و موطا الإمام مالك، كتاب الصلوة، باب ما جاء في النداء للصلوة، ص: ۵۴ مير محمد كراچي)

"أن يجهر بالأذان، فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترىٰ أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لعبد الله بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه: "وعلّمه بلالاً، فإنه أندى وأمدّ صوتاً منك". و لهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمِئذنة ونحوها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۶۴۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۰/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۴۴۵/۱، رشيديه)

(۲) (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۴۳/۱، سعيد)

(۳) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه لفواحش الظاهرة، ثم =

امام اور موذن نہ ہونے کی صورت میں اذان واقامت کا حکم

سوال[۲۱۹۸]: اگر گھر سے مسجد تقریباً دو فرلانگ ہو اور وہاں کی نماز کا کوئی وقت امام موذن کچھ نہ ہو، ایسی حالت میں اگر گھر میں اذان کہے اور گھر میں جماعت کرے جس میں بیوی ماں بچے ہوں تو ظاہر ہے کہ اقامت ماں بیوی کہیں گی کیا یہ مکروہ ہے، جماعت افضل ہوگی یا انفراد؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی حالت میں مسجد جاکر اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنا افضل ہے اگر چہ وہاں تنہا ہی نماز پڑھنے کا موقع ملے کہ اس میں مسجد کی آبادی ہے، مکان پر تنہا یا جماعت سے پڑھنے میں وہ فضیلت نہیں ہوگی (۱)، مکان پر جماعت کرتے وقت مرد جبکہ امام بنتا ہے تو خود ہی اقامت بھی کہہ لے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= الأحسن تلاوةً و تجويداً لقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً اهـ".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۱، ۱۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن، فإنه يذهب إليه و يؤذن فيه و يصلي وإن كان واحداً؛ لأن لمسجد منزله حقاً عليه، فيؤدي حق مؤذن مسجد لا يحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن و يقيم ويصلي وحده، و ذاك أحب من أن يصلي في مسجد آخر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۵، سعيد)

(۲) "والضابط عندنا: أن كل فرض كان أداء أو قضاءً يؤذن له ويقام، سواء أداه منفرداً أو بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة، فإن أداءه بأذان وإقامة مكروه". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۲، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۷۸، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشيديه)

آندھی کے دن اذان

سوال [۲۱۹۹]: آندھی کے دن اذان پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

علامہ شامیؒ نے مواقعِ اذان میں اس کو ذکر نہیں کیا ہے(۱)۔ فقط۔

رفع وباء کے لئے اذان

سوال [۲۲۰۰]: وبائے بیماری اور وبائے بارش کے موقعوں پر گاؤں کے چاروں طرف صحیح اذان کہنے والے دس پانچ آدمی مل کر اگر ایک مرتبہ اذان دیں تو اس کی اجازت ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو سنن میں سے ہے یا بدعتِ حسنہ میں سے ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں، لہذا ایسے وقت اذان کہنا سنت نہیں (۲) اور غیر سنت کو سنت سمجھنا ناجائز ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) "و لا يسن لغيرها: أی من الصلوات، وإلا فيندب للمولود. و فی حاشية البحر للخير الرملی: رأيت فی كتب الشافعية: أنه قد يسن الأذان لغير الصلوة كما فی أذُن المولود والمهموم، والمصروع، والغضبان، و من ساء خلقه من إنسان أو بهيمة، و عند مزدهم الجيش، و عند الحريق. و قيل: عند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن الحجر فی شرح العباب الخ".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعيد)

(و كذا فی منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيديه)

(۲) "و لا يسن لغيرها: أی من الصلوات الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعيد)

(و كذا فی منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيديه)

(۳) "عن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۲۷، قديمی)

دفع وبا و بلا کے لئے اذان

سوال[۲۲۰۱] : ۱...... یہاں پر بخار، ملیریا وغیرہ کی عام شکایت ہے، مسجد یا غیر مسجد میں کسی بَلایا، بیماری کے دفع کرنے کے لئے چند آدمی مل کر یا علیحدہ علیحدہ اذانیں دیں تو شرعاً جائز ہے؟

۲......اس قسم کی اذان کیا وقت نماز یا غیر وقت میں کہی جائے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱،۲...... بَلا کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت بلکہ مستحب ہے(۱) اور بخار کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت نہیں ہے، شرعاً دفع بلا کے لئے اذان اس طرح کہی جائے کہ اذانِ نماز کا اشتباہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۶۱/۱۰/۲۵ھ۔

مؤذن کے ساتھ ظلم وزیادتی

سوال[۲۲۰۲] : اگر کوئی مؤذن کسی وقت کی اذان مقررہ وقت گذر جانے اور نماز کا وقت قریب آجانے پر بے وضو......... کہہ دے اور باز پرس پر یہ جواب دے کہ آج کی فلاں اذان وقت کی تنگی کی وجہ سے بے وضو دیا ہوں جب کہ میری عادت بلا وضو کہنے کی نہیں ہے، بلکہ وضو کر کے ہی اذان دیتا ہوں۔ اس جواب پر مسجد کے منتظم حضرات سخت کلامی اور سخت گفتگو کرتے ہوئے گریبان کشی اور ہاتھا پائی کا سلوک مؤذن کے ساتھ کریں تو کیا ان لوگوں کا یہ فعل ازروئے شرع جائز ہے، اگر جائز نہیں ہے تو ایسے شخص کا خدا کے یہاں کیا حشر ہوگا جس نے بہانہ بنا کر مؤذن کو مارا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مؤذن کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہے اس سے معافی مانگ کر اس کو راضی کیا جائے، ورنہ آخرت کا وبال سر پر رہے گا، دنیا میں بھی بدلہ ملنے کا اندیشہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دیوبند، ۹۶/۲/۲۹ھ۔

---

(۱) "قد يسن الأذان لغير الصلاة .... قالوا : يسن للمهموم أن يأمر غيره أن يؤذن في إذنه ؛ فإنه يزيل الهمّ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان : ۱/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيديه)

الفصل الثاني في مايتعلق بكلمات الأذان

(کلماتِ اذان کا بیان)

کلمہ میں "محمدٌ" اوراذان میں "محمداً" کیوں ہے؟

سوال[۲۲۰۳]: کلمہ میں "محمدٌ رسول اللّٰہ" اوراذان میں "محمداًرسول اللّٰہ" یہ کیوں؟ اوراگراذان میں پیش کہےاورکلمہ میں زبر کہےتوغلط ہے، کیوں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عربی زبان کےقواعدکاتقاضایہی ہےاس کےخلاف پڑھناغلط ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان میں "اللّٰہ اکبر" کہنےکی بجائے "اللّٰہ أکبار" کہنا

سوال[۲۲۰۴]: اذان میں مؤذن "اللّٰہ أکبر" کےبجائے "اللّٰہ أکبار" کہتاہے،اذان اداہو گئی یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح کہناغلط ہےمگراذان اداہوگئی(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

---

(۱) الأسماء المنصوبة اثنا عشر قسماً المفعول المطلق .... اسم إن وأخواتها (هداية النحو، المقصد الثاني في المنصوبات، ص: ۳۱، سعيد)

"الأسماء المرفوعات ثمانية أقسام، الفاعل .... والمبتدأ والخبر". (هداية النحو، المقصد الأول في المرفوعات، ص: ۱۸، سعيد)

(۲) "وفي النهاية لوأدخل المدّ بين الباء والراء في لفظ "أكبر" عند افتتاح الصلوة، لايصير شارعاً في الصلوة، بخلاف ما لوفعل المؤذن في أذانه حيث لاتجب الإعادة وإن كان خطاء ؛لأن أمر الأذان أوسع، =

اذان میں "اللہ أکبر اللہ أکبر" پڑھنے کا طریقہ

سوال[۲۲۰۵]: اذان دیتے وقت "اللّٰہ أکبرُ اللّٰہ أکبر "یعنی پہلی 'راء' پر پیش لگا کر لام سے ملا کر اذان دیتا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس طرح پڑھے "اللّٰہ أکبرْ اللّٰہ أکبرْ" یعنی دونوں جگہ راء کو ساکن کردے اس پر کوئی حرکت نہ پڑھے، اگر پہلی راء پر حرکت پڑھتا ہے تو زبر پڑھے۔ اس طرح "اللہ أکبرَ اللہ اکبر" پیش لگا کر پڑھنے کو ردالمحتار: ۱/۲۵۹ (۱) میں خلاف سنت لکھا ہے۔ دوسرے "اکبر" کی "راء" کو بہرحال ساکن پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۰ھ۔

= كذا في الجامع الصغير للإمام المحبوبي، انتهى". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۱۵۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

"وإن قال: "الله أكبار" بإدخال ألفٍ بين الباء والراء، لايصير شارعاً، وإن قال ذلك في خلال الصلوة تفسد صلوته، قيل: لأنه اسم من أسماء الشيطان، وقيل: لأنه جمع كبر بالتحريك، و هو الطبل، وقيل: يصير شارعاً ولاتفسد صلاته؛ لأنه إشباع، والأول أصح". (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأول: تكبير الافتتاح، ص: ۲۵۹، سهيل اكيڈمي لاهور)

" و لا لحن فيه: أي تغني بغير كلماته، فإنه لا يحل فعله وسماعه". (الدر المختار).

قال ابن عابدينؒ: "(قوله: بغير كلماته): أي بزيادة حركة أو حرف أو مدّ أو غيرها في الأوائل والأواخر. قهستاني". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

(۱) "وحاصلها أن السنة أن يسكن الراء من" الله أكبر" الأول أو يَصِلها "بالله أكبر" الثانية، فإن سكنها كفى، و إن وَصَلها نوى السكون، فحرك الراء بالفتحة، فإن ضمّها خالَف السنة؛ لأن طلب الوقف على "أكبر" الأول صيّره كالساكن إصالةً، فحرك بالفتح". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۶، سعيد)

"وقد صنف الشيخ النابلسي في هذه المسألة رسالةً سماها:" تصديق من أخبر بفتح راءِ الله أكبر"، =

اذان اور اقامت میں "أکبر" کی "را" کو "اللّٰہ" کے "لام" کے ساتھ ملا کر پڑھنا

سوال[۲۲۰۶]: "اللّٰہ" کا ہمزہ اصلی ہے، اذان میں "اکبر" کی "ر" کو "ل" کے ساتھ ملا کر ہمزہ وصلی کو گرا کر پڑھنا یعنی "اللّٰہ أکبرَ اللّٰہ أکبرُ" پڑھنا اور اس طریقہ پر تکبیر میں پڑھنا پہلے "اللّٰہ أکبر" کے "لام" کے ساتھ ملا دیا جائے اور ہمزہ اصلی کو گرا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح تکبیر "حی علی الصلوة وحی علی الفلاح" کا پڑھنا الخ کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعلیٰ بات یہ ہے کہ "اللّٰہ أکبر" کی "را" کو ساکن پڑھا جائے اور اس پر سکتہ کیا جائے، اگر ملایا جائے اس طرح کہ دوسرے "اللّٰہ أکبر" کے "الف وہمزہ" کو ساقط کیا جائے اور "الف" کا فتحہ "را" پر لے آیا جائے، اگر "را" پر بجائے فتحہ کے ضمہ پڑھا جائے جو کہ ضمہ اعراب ہے تو بعض حضرات نے اس کی بھی اجازت دی ہے، بعض نے اس کو خلافِ سنت فرمایا ہے، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس کا نام "تصدیق من أخبر لفتح راء اللّٰہ أکبر" .... شامی میں لکھا ہے:

"حاصلها أن السنة أن يسكن الراء من الله أكبر الأول أو يَصِلها بالله أكبر الثانية، فإن سكنها كفى، وإن وصلها نوى السكون، فحرك الراء بالفتحة، فإن ضمّها خالف السنة؛ لأن طلب الوقف على أكبر الأول صيّره كالساكن إصالةً، فحرك بالفتح". رد المحتار: ۱/۲۵۹(۱)۔ اذان واقامت دونوں کا حکم یہی ہے۔

=خلاصةُ ماذكره فيها أن السنة أن يسكن الراء و يَصِلَها، فإن سكنها كفى ذلك، وإن وصلها نوى السكون فحرك الراء بالفتحة، فلتراجع". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۱۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في الكلام على حديث: "الأذان جزم": ۱/۳۸۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة و كيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۹۱، امداديه ملتان)

اقامت میں "حی علی الصلوۃ" اور "حی علی الفلاح" اور "قد قامت الصلوۃ" پر سکتہ انسب ہے، اگر مجرور پر جر اور مرفوع پر رفع پڑھیں تب بھی اقامت درست ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

اذان میں کلمات کو کھینچنا

سوال [۲۲۰۷]: اگر کوئی مؤذن اذان کو کھینچ کر پڑھتا ہے اور آواز کو بناتا ہے اور الفاظ اذان صحیح ہیں تو کیا اذان ہو جاوے گی؟ اور اگر صحیح نہیں پڑھتا ہے صرف آواز اچھی ہے، اس وجہ سے عوام اس کو چاہتے ہیں تو کیا اس مؤذن کی اذان اور اقامت ہو جائے گی؟ آیا نماز ہوگی کہ نہیں اور اگر اذان صحیح طریقہ سے پڑھتا ہے اور تکبیر میں غلطی ہے تو کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بے موقع کھینچنا جس سے الفاظ مسخ ہو جائیں درست نہیں (۲)، ایسی اذان کا اعادہ کیا

---

(۱) "و یسکن کلمات الأذان والإقامة، لکن في الأذان ینوی الحقیقة، و فی الإقامة ینوی الوقف".

"روی عن ابراهیم النخعی أنه قال: شیئان یجزمان کانوا لا یعربونهما: الأذان والإقامة، یعنی علی الوقف". (البحر الرائق مع المنحة، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۴۴۸، رشیدیه)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۹۱، امدادیه ملتان)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوۃ، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة و کیفیتهما: ۱/۵۶، رشیدیه)

(۲) "و منها ترک التلحین فی الأذان ؛ لماروی أن رجلاً جاء إلی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما فقال: إنی أحبک فی اللہ تعالیٰ: فقال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما: إنی أبغضک فی اللہ تعالیٰ. فقال: لِمَ ؟ قال: لأنه بلغني أنک تغنی فی أذانک، یعنی التلحین". (بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان سنن الأذان: ۱/۳۴۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

"سنّ للفرائض بلاترجیع و لحن". (الکنز). وقال ابن نجیم: (قوله: "و لحن") .... و لهذا فسره بن الملک بالتغنی بحیث یؤدي إلی تغییر کلماته، و قد صرحوا بأنه لا یحل فیه، وتحسین الصوت لا بأس به من غیر تغن، کذا فی الخلاصة". (البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۴۴۲، ۴۴۶، رشیدیه) =

جاوے(۱) تکبیر میں بھی اگر ایسا ہی حال ہو وہ بھی درست نہیں ہے اس سے سنت ادا نہیں ہوگی (۲)۔ صحیح پڑھنے

= "قال رحمه الله تعالیٰ: بلاترجيع و لحن". (تبيين الحقائق). قال الشيخ الشلبي :"(قوله : و لحن) قال الشيخ باكير رحمه الله تعالیٰ عند قوله: بلاترجيع ولحن: فيقال: لحن في القراءة طرب وترنم، مأخوذ من إلحان الأغاني، فلاينقص شيئاً من حروف و لا يزيد في أثنائه حرفاً، و كذا لا يزيد و لا ينقص من كيفيات الحروف كالحركات والسكنات والمدّات وغير ذلك لتحسين الصوت، فأما مجرد تحسين الصوت بلاتغيير، فإنه حسن اهـ". (حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۲۴۱، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۱۳۴، سعيد)

"والمجتبى شد: يكره التلحين عندنا، وبه قال مالك والشافعي لقول ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما لمؤذن: والله! إني لأبغضك في الله؛ لأنك تغني في الأذان، انتهى". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/ ۱۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "و كذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها". (الدر المختار).

قال ابن عابدينؒ: " أقول : و قد ذكرنا في الإمداد بحثاً أن كون الإعادة بترك الواجب واجبة لا يمنع أن تكون الإعادة مندوبةً بترك سنة اهـ، و نحوه في القهستاني ، بل قال في فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريمٍ فتجب الإعادة، أو تنزيهٍ، فتستحب اهـ". (كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/ ۴۵۷، سعيد)

(۲) "وإذا أراد الشروع في الصلاة كبّر...... بالحذف إذ مدّ الهمزتين مفسد ، و تعمده كفر، وكذا الباء في الأصح". (الدر المختار كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۴۷۹، ۴۸۰، سعيد)

"قال رحمه الله تعالیٰ: وكبر بلامدّ لمارويناه، ولما روى عن عبد الله بن الزبير رضي الله تعالیٰ عنهما أنه قال: صليت خلف رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، فكان لايتم التكبير: أي لا يمدّ. و كان إبراهيم النخعي يقول: التكبير جزم، ويروى خذم بالخاء والذال: أي سريع". (تبيين الحقائق).

و في حاشية الشيخ الشلبي: "قوله: و كبر بلا مد لما روينا أي من أنه صلى الله تعالیٰ عليه وسلم كان يكبر عند كل خفض و رفع". (تبيين الحقائق مع حاشية الشلبي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۲۹۶، دارالكتب العلميه بيروت)

والے کو مؤذن ومکبر مقرر کیا جاوے (۱)۔

"ولا لحن فیہ: أی تغنی بغیر کلماتہ، فإنہ لا یحل فعلہ وسماعہ، اھ". درمختار۔

"(قولہ: بغیر کلماتہ): أی بزیادۃ حرکۃ، أو حرف، أو مد، أو غیرھا فی الأوائل و الأواخر، اھ".

ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) "والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً – مجمع الأنهر – الأعلم بأحكام الصلوة ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة". (الدر المختار).

و في رد المحتار: "(قوله: ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً) أفاد بذلك أن معنى قولهم: أقرأ: أي أجود، لا أكثرهم حفظاً وإن جعله في البحر متبادراً، و معنى الحُسن في التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف و ما يتعلق بها، قهستاني". (كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

"عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرءهم لكتاب الله، فإن كانوا في القرأة سواءً، فأعلمهم بالسنة، فإن كانوا في السنة سواءً، فأقدمهم هجرةً، فإن كانوا في الهجرة سواء، فأقدمهم سَلَماً. و لا يَؤمّنّ الرجلُ الرجلَ في سلطانه، و لا يقعد في بيته على تكرمته إلا بإذنه". قال الأشج: في روايته مكان سَلَماً سِناً". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمي)

(وجامع الترمذي، كتاب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۹۳، مكتبه امداديه ملتان)

"و منها: أي من صفات المؤذن: أن يكون عالماً بالسنة لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يؤمكم أقرأكم، و يؤذن لكم خياركم، وخيار الناس العلماء". و لأن مراعاة سنن الأذان لا يأتي إلا من العالم بها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

"وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة، كذا في النهاية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۳، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

اذان میں لفظ "اللّٰہ" کے "لام" کو کھینچنا

سوال[۲۲۰۸]: جولوگ اذان کے دوسرے "اللّٰہ أکبر" کے "لام" کو کھینچتے ہیں اور "الصلوۃ خیر من النوم" میں "لام" کو خوب کھینچ کر پڑھتے ہیں، اذان میں خوب چڑھاؤ اُتار کیا جاتا ہے، آج کل اکثر مسجدوں میں ایسی ہی اذانیں پڑھی جاتی ہیں۔ شرعی طور پر لفظ "اللّٰہ أکبر" کے "لام" کو کتنا کھینچا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

لفظ "اللّٰہ أکبر" کے "لام" پر مدِ تعظیمی کرنے کو بعض قراء نے درست لکھا ہے اور اذان میں مدِ صوت مقصود بھی ہے تاکہ دور تک آواز پہونچے، فقہاء نے بھی اطالتِ کلمات کی تصریح کی ہے(۱)، مگر موسیقی کے طور پر اتار چڑھاؤ کرنا غلط ہے، اس سے پرہیز کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "و یجوز إجراء وجه مد "لا إله إلا الله" عند من أجری المدّ للتعظیم کما قدمنا فی باب المدّ، بل کان بعض من أخذنا عنه من شیوخنا المحققین یأخذون بالمدّ فیه مطلقاً مع کونهم لم یأخذوا بالمدّ للتعظیم فی القرآن .... وهو المد للتعظیم فی الذکر". (النشر فی القرآءت العشر، حکم الإتیان بالتکبیر و سببه : ۲/۴۳۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "و فسر الترسل فی الفوائد بإطالة کلمات الأذان والحدر قصرها و إیجازها". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان : ۱/۴۲۸، رشیدیه)

"و قیل بتطویل الکلمات .... و کل ذلک مطلوب فی الأذان، فیطول الکلمات بدون تغن و تطریب". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۶، قدیمی)

"سن للفرائض بلا ترجیع و لحن : أی لیس فیه لحن: أی تلحین وهو کما فی المغرب التطریب والترنم یقال: لحن فی قراء ته تلحیناً طرب فیها و ترنم .... ولهذا فسره ابن الملک بالتغنی بحیث یؤدی إلی تغییر کلماته ، و قد صرحوا بأنه لا یحل فیه، و تحسین الصوت لا بأس به من غیر تغن، .... فظهر من هذا أن التلحین هو إخراج الحرف عما یجوز له فی الأداء من نقص من الحروف أو من کیفیاتها، و هی الحرکات والسکنات أو زیادة شیء فیها". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان : ۱/۴۴۵، ۴۴۶، رشیدیه) .... =

اذان ترنم کے ساتھ

سوال[۲۲۰۹]: آج کل ہمارے یہاں نوجوانوں کو اذان دینے کا شوق اس قدر ہوگیا ہے کہ ایک وقت کی بھی بانگی صاحب کے حصے میں آتی نہیں ہے لیکن یہ نوجوان اذان کے ہر کلمہ کے یعنی جملہ کے اخیر میں اس قدر "آ آ آ آ آ آ آ آ آ" اور اس الفاظ میں اتار چڑھاؤ کا موسیقی ترنم لگاتے ہیں کہ ہر جملہ سے تین چار گنا وقت کھینچ کر سامعین کو پریشان کرتے ہیں، گھڑی کا شمار چھ سے سات منٹ سے بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اس ترنم والی موسیقی اذان دینے میں از روئے شریعت کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بعدۂ اذان کے اختتام پر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان موسیقی ترنم کے ساتھ دینا جس سے اصلی حروف میں زیادہ کھینچ تان ہو جائے منع ہے، خلافِ سنت ہے(۱)، ایسی اذان کا جواب بھی لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۹۱، امداديه ملتان)

وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة و كيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

(۱) "و لا لحن فيه: أي تغنّي بغير كلماته، فإنه لا يحل فعله وسماعه". (الدر المختار).

"(قوله: بغير كلماته): أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر، قهستاني". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

"و منها ترك التلحين في الأذان؛ لماروى أن رجلاً جاء إلى ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما فقال: إني أحبك في الله تعالىٰ: فقال ابن عمر: إني أبغضك في الله تعالىٰ: فقال: لِمَ؟ قال: لأنه بلغني أنك تغنّى في أذانك، يعني التلحين". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۲۴۴، دارالكتب العلمية بيروت)

"سن للفرائض بلاترجيع و لحن". (الكنز). "(قوله: و لحن) .... و لهذا فسره ابن الملك بالتغني بحيث يؤدي إلى تغيير كلماته، و قد صرحوا بأنه لا يحل فيه، وتحسين الصوت لا بأس به من غير تغنٍ، كذا في الخلاصة". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۲، ۴۴۲، رشيديه)

(۲) "و يجيب من سمع الأذان بأن يقول كمقالته إن سمع المسنون منه، و هو ما كان عربياً لا لحن فيه". =

اذان میں سانس ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

سوال[۲۲۱۰]: جس مؤذن کا سانس اتنا کم ہو کہ وہ جب اذان دے تو سانس ختم ہونے کی وجہ سے کلمہ کا آخری حرف ختم ہو جاتا ہے اور دانت ٹوٹنے کی وجہ سے سامعین کو ایک حرف کے بجائے دوسرا حرف معلوم ہوتا ہو تو کیا ایسے شخص کی اذان ہو جاتی ہے؟ اور ایسے شخص کا اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اذان دینے کے لئے ملازم ہے تو صحیح حرف ادا کرے، کوئی حرف کم نہ کرے ورنہ دوسرا شخص جو اہل ہو وہ اذان دیا کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۶/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۶/۱۵ھ۔

= (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۳۹۶، ۳۹۷، سعید)

(وکذا فی السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ: ۲/۱۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

سوال میں ایک جز اذان کے اختتام پر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا بھی ہے، جس کا جواب حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے فتویٰ میں نہیں، جواب اور تفصیل کے لئے دیکھئے: الفصل الرابع فی الدعاء بعد الأذان.

(۱) "قال رحمه الله تعالیٰ: بلاترجیع و لحن". (تبیین الحقائق). قال الشیخ الشلبی: "(قوله: و لحن) قال الشیخ باکیر رحمه الله تعالیٰ عند قوله: (بلاترجیح ولحن): یقال: لحن فی القرأة طرب ورنم مأخوذ من ألحان الأغاني، فلاینقص شیئاً من حروف و لا یزید فی أثنائه حرفاً و کذا لا یزید و لا ینقص من کیفیات الحروف کالحرکات والسکنات والمدات وغیر ذلک لتحسین الصوت، فأما مجرد تحسین الصوت بلاتغییر، فإنه حَسنٌ اهـ". (تبیین الحقائق مع الشلبی، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۲۴۱، دارالکتب العلمیه بیروت)

"و منها: أی من صفات المؤذن: أن یکون عالماً بالسنة لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یؤمکم أقرأکم، و یؤذن لکم خیارکم، وخیارالناس العلماء". و لأن مراعاة سنن الأذان لا یأتی إلا من العالم بها". =

کلماتِ اذان میں فصل وصل

سوال[۲۲۱۱]: ہمارے یہاں اذان سننے کے بارے میں سخت اختلاف ہو چکا ہے یعنی ایک شخص نے اذان کہتے وقت "اللّٰہ أکبر" کے کلمہ کو ایک سانس میں دو مرتبہ نہ کہا بلکہ ہر کلمہ کو چار مرتبہ علیحدہ علیحدہ کہہ دیا تو اس پر بعضوں نے کہا کہ اس کی اذان درست ہے بعض نے کہا کہ درست نہیں ہے، اس پر سخت جھگڑا ہو گیا۔ حقیقتاً یہ اذان درست ہوئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شروع اذان میں جب مؤذن چار مرتبہ "اللّٰہ أکبر" کہتا ہے تو اس کو چار آواز سے علیحدہ علیحدہ نہیں کہنا چاہئے، بلکہ دو آواز سے کہنا چاہئے یعنی ایک آواز میں دو مرتبہ "اللّٰہ أکبر" کہے، ھکذافی الطحطاوی (۱)، تاہم اگر سانس کم ہو اور ایک سانس میں دو مرتبہ نہ کہہ سکے تو ایسی طرح کہے کہ جس سے دو مرتبہ "اللّٰہ أکبر" میں اتنا فصل نہ ہو جتنا چار مرتبہ میں ہوتا ہے، اس طرح اذان درست ہو جائے گی اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ کوئی بڑے سانس والا اذان کہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/صفر/۵۷ھ۔

= (بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فیمایرجع إلی صفات المؤذن: ۱/۲۴۲، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریه، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۳، رشیدیه)

(۱) "ویتمهل یترسل فی الأذان بالفصل بسکتة بین کل کلمتین، ویسرع: أي یحدر فی الإقامة للأمر بهما في السنة". (مراقی الفلاح). وقال الطحطاوی رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: بین کل کلمتین): أي جملتین إلا فی التکبیر الأول، فإن السکتة تکون بعد تکبیرتین". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۶، قدیمی)

(۲) "قوله: (و یترسل فیه و یحدر فیها): أی یتمهل فی الأذان و یسرع فی الإقامة، وحدّه أن ینفصل بین کلمتي الأذان بسکتة بخلاف الإقامة للتوارث، و لحدیث الترمذی أنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال =

ایضاً

سوال[۲۲۱۲]: شروع اذان میں "اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر" چار مرتبہ ہے، ان کو بغیر سکتہ کے ایک آواز میں دوبار پڑھے یا سکتہ کے ساتھ ایک آواز میں ایک بار، علیٰ ہذا القیاس شہادتین وغیرہ؟ پوری ترکیب مع اقوالِ فقہاء تحریر فرمادیں۔

والسلام شریف احمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک سانس میں دومرتبہ لفظ "اللّٰہ أکبر" کو اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ "اکبر" کی "را" ساکن ہو اور بغیر سکتہ کے دوبار پڑھا جائے، دومرتبہ پڑھ کر سکتہ کر کے پھر دوسرے سانس میں اسی طرح دوبار پڑھنا چاہیے۔ کلمہ شہادتین ایک سانس میں ایک مرتبہ پڑھ کر سکتہ کر کے دوسری سانس میں دوسری مرتبہ پڑھا جائے، غرض جس طرح لفظ "اللّٰہ أکبر" دومرتبہ ایک سانس میں پڑھ کر سکتہ کیا جاتا ہے اسی طرح کلمہ شہادت ایک سانس میں ایک مرتبہ کہہ کر کرنا چاہیے۔ یہی حکم تہلیل کا ہے:

"ویترسل فیہ، ویحدر فیھا: أی یتمھل فی الأذان و یسرع فی الإقامۃ، و حدّہ أن یفصل بین کلمتی الأذان بسکتۃ بخلاف الإقامۃ (إلی أن قال): و یسکن کلمات الأذان و الإقامۃ". بحر: ۱/۲۵۷(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

لبلال: "إذا أذنت فترسل فی أذانک، و إذا أقمت فاحدر"، فکان سنۃً فیکرہ ترکہ". (البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۴۴۷، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان سنن الأذان: ۱/۳۴۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریہ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامۃ و کیفیتھما: ۱/۵۶، رشیدیہ)

(۱) (البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۴۴۷، ۴۴۸، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان سنن الأذن: ۱/۳۴۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)=

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۷/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

"حی علی الصلوۃ" چار مرتبہ کہنا

سوال[۲۲۱۳]: تکبیر کہتے وقت "حی علی الصلوۃ" چار مرتبہ پڑھنے سے تکبیر ہوجاتی ہے یا کچھ کمی رہتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

"حی علی الصلوۃ" چار مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ ہے، چار مرتبہ غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"الصلوۃ خیر من النوم" کو قصداً دو حصوں میں پڑھنا

سوال[۲۲۱۴]: ہمارے محلہ میں ایک حافظ صاحب صبح کی اذان پڑھتا ہے تو وہ "الصلوۃ" پڑھ کر قصداً سانس توڑ دیتا ہے اور پھر "خیر من النوم" پڑھتا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ یہ سانس توڑنا سنتِ رسول ہے اور بڑا ثواب ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس مؤذن کا یہ طریقہ غلط ہے اور اس کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا بڑی غلطی ہے: "الصلوۃ خیر

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۶، رشيديه)

(۱) "عن أبي محذورة قال: ألقى عليّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم التأذين هو بنفسه، فقال: "قل: الله أكبر الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمداً رسول الله، أشهد أن محمداً رسول الله .... حي على الصلوة حي على الصلوة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، الله أكبر، الله أكبر". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الأول: ۱/۶۳، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب كيف الأذان: ۱/۷۲، سعيد)

من النوم " کے دوٹکڑے نہ کئے جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "و يترسل في الأذان، و يحدر في الإقامة، و هذا بيان الاستحباب. والترسل أن يقول: "الله أكبر الله أكبر" و يقف ثم يقول مرةً أخرى مثله، وكذلك يقف بين كل كلمتين إلى أخر الأذان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة و كيفيتهما: ۱/۵٦، رشيديه)

"و يترسل فيه بسكتة بين كل كلمتين" (الدر المختار). "و هذه السكتة بعد كل تكبيرتين لا بينهما". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۹۱، امداديه)

"(قوله: لحن) فلا ينقص شيئاً من حروفه، و لا يزيد في أثنائه حرفاً، و كذا لا يزيد و لا ينقص من كيفيات الحروف كالحركات والسكنات والمدات و غير ذلك لتحسين الصوت". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۹۰، امداديه)

"و يتمهل: يترسل في الأذان بالفصل بسكتة بين كل كلمتين: أي جملتين إلا في التكبير الأول، فإن السكتة تكون بعد تكبيرتين". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۱۹٦، قديمي)

"و يزيد في أذان الفجر بعد الفلاح "الصلاة خير من النوم" مرتين لما روى ابن ماجة عن سعيد بن المسيب عن بلال أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم يؤذنه بصلوة الفجر، فقيل: هو نائم، فقال: الصلوة خير من النوم مرتين، فأقرت في أذان الفجر". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في السنن، ص: ۳۷۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، مسائل الأذان: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل الثالث فی إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

کن الفاظ میں اذان کا جواب دیا جائے؟

سوال[۲۲۱۵]: ا.....اذان کے جواب میں وہی الفاظ کہیں یا دوسرے؟

۲.....مسجد میں ہو تو اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

۳.....اگر تعلیم وتقریر ہورہی ہو تو اس کو بند کرکے جواب دینا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ا.....مسجد میں یا باہر سب جگہ وہی الفاظ کہیں البتہ "حی علی الصلوة" و "حی علی الفلاح" پر "لاحول ولا قوة إلا بالله" کہیں(ا)۔

(ا) "و يجب من سمع الأذان بأن يقول كمقالته، إلا في الحيعلتين، فيحوقل". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ١/٣٩٦، ٣٩٧، سعيد)

"يجب على السامعين عند الأذان الإجابة: و هي أن يقول مثل ما قال المؤذن، إلا في قوله: "حي على الصلاة"، حي على الفلاح، فإنه يقول مكان "حي على الصلاة"، لاحول و لا قوة إلا بالله العلي العظيم، ومكان قوله: "حي على الفلاح": ما شاء الله كان و مالم يشأ لم يكن، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، و مما يتصل بذلك إجابة المؤذن: ١/٥٧، رشيديه)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل مايقول المؤذن".

"حدثنا إسحق قال: حدثنا وهب بن جوير قال: حدثنا هشام عن يحيىٰ نحوه، قال: يحيىٰ وحدثني بعض إخواننا أنه قال: لمّا قال: حي على الصلوة، قال: لاحول و لا قوة إلا بالله، وقال: هكذا =

۲.....مسجد میں رہتے ہوئے جب اذان ہوتب بھی جواب دینا چاہئے (۱)۔

۳.....تقریر وتعلیم بند کر کے جواب دینا افضل ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کا جواب دینا واجب ہے

سوال[۲۲۱۶]: اذان کا جواب دینا کیسا ہے، جوشخص مسجد میں موجود ہوتو کیا اس کے لئے جواب دینا واجب ہے اور مسجد کے باہر ہوتو اس کے لئے مستحب ہے؟ مولانا مشتاق صاحب انبیٹھوی نے اپنا ایک رسالہ میں تحریر کیا ہے کہ ''اذان کا جواب دینا واجب ہے اس شخص کے واسطے جو مسجد میں موجود ہے اور جو مسجد کے باہر ہے تو اس کے واسطے مستحب ہے، جو موذن کہے سننے والا بھی وہی جواب میں کہے''۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہاء کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے، کذافی ردالمحتار: ۱/۲۷۹ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وضو کے دوران اذان کا جواب دے یا دعائے وضو پڑھے؟

سوال[۲۲۱۷]: اگر کوئی وضو کررہا ہے مسجد میں اور اذان بھی ہورہی ہے تو وضو کی دعاء پڑھے یا

= سمعنا نبيكم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول". (الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي: ۱/۸٦، قديمي)

(۱) "فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله، ويجيب لو أذان مسجده كما يأتي، و لو بمسجدٍ، لا؛ لأنه أجاب بالحضور، و هذا متفرع على قول الحلواني،و أما عندنا فيقطع و يجيب بلسانه مطلقاً، و الظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا: مثل مايقول". (الدرالمختار)

"(قوله: و لوبمسجدٍ، لا): أى لايجب قطعهابالمعنى الذى ذكرناه آنفاً، فلاينافي ماقدمه من أن إجابة اللسان مندوبة عند الحلواني، فافهم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۸، ۳۹۹، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۴۵۱، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان : ''کن الفاظ میں اذان کا جواب دیا جائے؟'')

اذان کے الفاظ دہرائے جائیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جواب اذان کی حدیث بہ نسبت دعائے وضو کی حدیث کے قوی ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "والدعاء بالوارد عنده: أی عند کل عضو، و قد رواه ابن حبان وغيره عنه عليه الصلوة والسلام من طرق، قال محقق الشافعية الرملي : فيعمل به في فضائل الأعمال و إن أنكره النووی". (الدرالمختار).

"(قوله: و إن أنكره النووی) حمل الرملی كما فی الشرنبلالية إنكاره له من جهة الصحة ، قال: أما باعتبار وروده من الطرق المتقدمة، فلعله لم يثبت عنده ذلک، أو لم يستحضره حينئذ". (الدرالمختار مع ردالمحتار ، كتاب الطهارة : ۱/۱۲۷، ۱۲۸، سعيد)

"قوله: أی المنقول عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم والصحابة، والتابعين، قال ابن أمير حاج : سئل شيخنا حافظ عصره شهاب الدين بن حجر العسقلانی عن الأحاديث التی ذكرت فی مقدمة أبی الليث فی أدعية الأعضاء ، فأجاب بأنها ضعيفة، والعلماء يتساهلون فی ذكر الحديث الضعيف، والعمل به فی الفضائل، و لم يثبت منها شیء عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم لا من قوله، و لا من فعله اهـ. و طرقها كلها لا تخلوا عن متهم بوضع . ونسبة هذه الأدعية إلی السلف الصالح أولیٰ من نسبتها إلی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم حذراً من الوقوع فی مصداق: "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" . و عن هذا قالوا: كما فی التقريب و شرحه : إذا أردت رواية حديث ضعيف بغير إسناد ، فلا تقل: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ، و ما أشبه ذلک من صيغ الجزم، بل قل: روي عنه كذا ، أو بلغنا ، أو ورد ، أو جاء، أو نقل ، و ما أشبهه من صيغ التمريض، و كذا فيما فی صحته وضعفه. أما الصحيح فاذكره بصيغة الجزم. قال الهندی وغيره : و لم يثبت منه إلا الشهادتان بعد الفراغ، قاله السيد عن النهر". (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الطهارة، فصل من آداب الوضوء أربعة، ص:۷۵، قديمی)

"الثامن: أن الأدعية المذكورة فی كتب الفقه قال النووی: لا أصل لها، والذی يثبت الشهادة بعد الفراغ من الوضوء، و أقره عليه السراج الهندی فی التوشيح ". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۵۸، رشيديه) =

متوضی وضو کی دعائیں پڑھے یا اذان کا جواب دے؟

سوال[۲۲۱۸]: زید نے وضو شروع کیا اور مؤذن نے اذان شروع کردی تو اس متوضی کے لئے وضو کی دعا پڑھنا افضل ہے یا اذان کا جواب دینا افضل ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اذان کا جواب دینا بہتر ہے کہ اس کے لئے صیغۂ امر ہے: "فقولو مثل ما يقول المؤذن" (۱) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وضو، تلاوت اور تعلیم کرتے وقت اذان کا جواب

سوال[۲۲۱۹]: ایک آدمی مسجد میں وضو کررہا ہے، یا قرآن پڑھ رہا ہے یا حدیث وفقہ پڑھ رہا ہے

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الطهارة: ۱/۵۰، امداديه ملتان)

"وأن يدعوا عند غسل كل عضو بما جاء في الآثار عن السلف الصالحين". (الحلبي الكبير: آداب الوضوء، ص: ۳۱، سهيل اكيڈمى لاهور)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما يقول المؤذن". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع النداء: ۱/۸۶، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ۱/۱۶۶، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن: ۱/۷۷، دار الحديث ملتان)

(وجامع سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا أذن المؤذن: ۱/۵۱، سعيد)

(۱) الحديث بتمامه: "عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما يقول المؤذن". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع النداء: ۱/۸۶، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن: ۱/۷۷، دار الحديث ملتان)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا أذن المؤذن: ۱/۵۱، سعيد)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ۱/۱۶۶، قديمي)

یا وعظ وتقریر کررہا ہے اور ادھر مؤذن نے اذان شروع کردی تو کیا یہ اپنا عمل روک کر اذان کا جواب دے یا اپنا عمل جاری رکھے؟ مفصل تحریر فرمائیں کہ کن صورتوں میں کیا کیا احکام ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

وضو کرتا رہے، بقیہ امور میں افضل یہ ہے کہ ان کو بند کر کے اذان کا جواب دے، لیکن اگر ان کو جاری رکھا تب بھی گناہ نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تلاوت اور وضو وغیرہ کے درمیان اذان کا جواب

سوال[۲۲۲۰]: اذان کے وقت قضا نمازیں، نوافل، یا تلاوت قرآن پاک جائز ہے یا نہیں؟ تلاوت جاری رکھے یا اذان کا جواب دے؟ اسی طرح وضو کرتے وقت اذان سنائی دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نماز قضاء یا نفل نماز پہلے شروع کردی ہے اور درمیان میں اذان ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ اول اذان

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما یقول المؤذن". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ما یقول إذا سمع النداء: ۱/۸۶، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ۱/۱۶۶، قدیمی)

"و یجب وجوباً، و قال الحلوانی: ندباً، والواجب الإجابة بالقدم من سمع الأذان بأن یقول کمقالته إلا فی الحیعلتین، و فی الصلوة خیر من النوم .... فیقطع قراءة القرآن لو کان یقرأ بمنزله ویجیب، و لو بمسجدٍ لا؛ لأنه أجاب بالحضور، و هذا متفرع علی قول الحلوانی، و أما عندنا فیقطع و یجیب بلسانه مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمرفی حدیث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول". (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۶، ۳۹۹، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، ومما یتصل بذلک إجابة المؤذن: ۱/۵۷، رشیدیه)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فیما یجب علی السامعین: ۱/۲۶۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

کا جواب دے پھر دعائے وسیلہ پڑھے پھر نماز شروع کرے(۱)۔اگر حالتِ تلاوت میں اذان ہوجائے تو یہ بہتر ہے کہ تلاوت روک کر اذان کا جواب دے پھر دعا پڑھے پھر اعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔وضو کی حالت میں اذان کا جواب بھی دیتا ہے وضو بھی کرتا ہے، شامی: ۱/۲٦٧(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(ويجيب) .... (من سمع الأذان) .... لا حائضاً ونفساء [أي لا يجيب إذا كان السامع حائضاً مابعده] وسامع خطبة وفي صلاة جنازة وجاع، ومستراح وأكل وتعليم علم وتعلمه، بخلاف القرآن". (الدر المختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله بخلاف قرآن) ؛ لأنه لايفوت، جوهرة. ولعله؛ لأن تكرار القراءة إنما هو للأجر، فلا يفوت بالإجابة، بخلاف التعلم، فعلىٰ هذا لو يقرأ تعليماً أو تعلماً، لا يقطع، سائحاني". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرارِ الجماعة في المسجد: ۱/۳۹٦، سعيد)

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ چونکہ اجابۃ اذان کی قضاء یا کوئی جبیرہ نہیں اور قضاء یا نفل نماز کا جبیرہ قضاء ہے، لہٰذا اگر اذان کے لئے ان اشیاء میں تأخیر کی جائے تو بظاہر انسب ہے۔

(۲) "و يجب من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته، إلا في الحيعلتين: فيحوقل، و في : الصلوة خير من النوم .... و يدعو عند فراغه بالوسيلة لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فيقطع قرأة القرآن لو كان يقرأبمنزله، و يجيب لو أذان مسجده كمايأتي، ولو بمسجدٍ، لا؛ لأنه أجاب بالحضور، و هذا متفرع على قول الحلواني، و أما عندنافيقطع و يجيب بلسانه مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۸، ۳۹۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۱، رشيديه)

"و لا يشتغل بقراءة القرآن و لا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، و لو كان في القرأة ينبغي أن يقطع و يشتغل بالاستماع والإجابة، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، و مما يتصل بذلك إجابة المؤذن: ۱/۵۷، رشيديه)

بوقتِ اذان تلاوت کو جاری رکھے یا موقوف کردے؟

سوال[۲۲۲۱]: جس وقت کوئی شخص اذان سنے اس وقت تلاوت موقوف کردے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر مسجد میں تلاوت کررہا تھا تب تو تلاوت کو جاری رکھے، اگر خارجِ مسجد یا اپنے مکان وغیرہ میں تھا تو تلاوت کو موقوف کرکے اذان کا جواب دے، تنویر الأبصار: ۱/۴۱۴(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وعظ کے دوران اذان شروع ہوجائے

سوال[۲۲۲۲]: ایک شخص چند آدمیوں کو لے کر مسجد میں یا بیرونِ مسجد درس کی صورت میں کوئی دینی کتاب پڑھ کر سنارہا ہے، یا زبانی وعظ کررہا ہے، اسی دوران کسی نماز کی اذان کا وقت ہوجاتا ہے اور اذان کی آواز سنائی دیتی ہے، اب کتاب سنانے والے کو کتاب پڑھنا بند کردینا چاہیے یا کہ جاری رکھنا چاہیے؟ نیز اس صورت میں کتاب پڑھنے والے یا وعظ کہنے والے کو اور سننے والے اصحاب کو اذان کا جواب دینا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلیٰ بات یہ ہے کہ جب اذان شروع ہوجائے تو کتاب، تلاوت، وعظ، تقریر بند کرکے اذان کا جواب دیا جائے پھر دعائے اذان پڑھ کر کتاب، تلاوت، وعظ، تقریر حسبِ موقع شروع کریں، ردالمحتار وغیرہ کتبِ فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے(۲)۔ حدیث شریف میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''تلاوت اور وضوء کے درمیان اذان کا جواب'')

(۲) ''و یجب من سمع الأذان بأن یقول بلسانه کمقالته، إلا في الحیعلتین: فیحوقل، و في: الصلوة خیر من النوم .... و یدعو عند فراغه بالوسیلة لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم .... فیقطع قراءة القرآن لو کان یقرأ بمنزله، و یجیب لو أذان مسجده کمایأتي، ولو بمسجد، لا؛ لأنه أجاب بالحضور، و هذا متفرع علی قول الحلواني، و أما عندنا فیقطع و یجیب بلسانه مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حدیث: ''إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۸، ۳۹۹، سعید) .... =

"قولو مثل ما يقول المؤذن"(۱)، فتح القدیر میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

حیعلتین کا جواب

سوال[۲۲۲۳]: بہشتی زیور جلد نمبر:۱۱، باب اجابت المؤذن کے ایک مسئلہ سے شبہ واقع ہوتا ہے مہربانی کرکے اس کا ازالہ فرمائیں حضرت مولانا یہ بیان فرماتے ہیں:

''جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے وہی کہے مگر "حی علی الصلوة حی علی الفلاح" کے جواب میں "لاحول ولا قوة إلا بالله" بھی کہے''(۳)۔ بظاہر اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "حی علی الصلوة وحی علی الفلاح" کے جواب میں اس لفظ کو بھی دہرائے اور ساتھ ہی "لاحول ولا قوة إلا بالله" بھی کہے، لیکن اس مسئلے کے حوالہ میں جو عبارت مراقی الفلاح کی پیش کی گئی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ "لاحول ولا قوة إلا بالله" بھی کہے اس کے ساتھ حیعلتین بھی کہے، پوری عبارت مراقی الفلاح کی ملاحظہ فرمائیں:

"حيعلتين هما: حي على الصلوة وحي على الفلاح كما ورد؛ لأنه لوقال مثلهما

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۱، رشيديه)

"و لا يشتغل بقراءة القرآن و لا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، و لو كان في القرأة ينبغي أن يقطع و يشتغل بالاستماع والإجابة، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، و مما يتصل بذلك إجابة المؤذن: ۱/۵۷، رشيديه)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب مايقول إذا سمع المنادى: ۱/۸۶، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ۱/۱۶۶، قديمي)

(۲) "لكن ظاهر الأمر في قوله صلى الله عليه وسلم: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مايقول" الوجوب؛ إذلا تظهر قرينة تصرفه عنه بل ربما يظهر استنكار تركه؛ لأنه يشبه عدم الالتفات إليه والتشاغل عنه. وفي التحفة: ينبغي أن لا يتكلم ولا يشتغل بشئي حال الأذان أو الإقامة". (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۸، ۲۴۹، مصطفىٰ البابي الحلبي بمصر)

(۳)(بہشتی زیور حصہ یازدہم، اذان واقامت کے احکام، ص:۴۵، ۷، دارالاشاعت کراچی)

کالمستهزی؛ لأنه من حکی لفظ الآخر بشئی کان مستهزیًا بخلاف باقی الکلمات؛ لأنه ثناء، والدعاء مستحاب بعد إجابته بمثل ماقال". باب الأذان: ۳٤/۱(۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراقی الفلاح کی شرح طحطاوی، ص:۱۱۰، میں ہے:"واختار المحقق فی الفتح الجمع بین الحیعلة و الحوقلة عملاً بالأحادیث الواردة و جمعاً بینها"(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

باتیں کرتے ہوئے اذان کا جواب

سوال[۲۲۲۴]: ''بوقت اذان جو شخص باتیں کر رہا ہے اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا''۔ یہ لکھا ہے بہار شریعت میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کا جواب دینا چاہیے، باتیں بند کر دینا چاہئے، یہ طریقہ ناپسند ہے کہ باتیں ہوتی رہیں اور اذان کا جواب نہ دیا جائے(۳)، مگر یہ غلط ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۸ھ۔

---

(۱) (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۲۰۳/۱، ۲۰۴، قدیمی)

(۲) (حاشية الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب الأذان، ص:۲۰۳، قدیمی)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۷/۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۴۵۲/۱، رشیدیه)

(۳) "و یجب وجوباً، وقال الحلوانی ندباً، والواجب الإجابة بالقدم، من سمع الأذان بأن یقول بلسان کمقالته، إلا فی الحیعلتین فیحوقل". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۶/۱، سعید)

(والفتاوی العالمکیریه، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، و مما یتصل بذلک إجابة المؤذن: ۵۷/۱، رشیدیه)

اذان کے وقت مسجد میں بات کرنا

سوال[۲۲۲۵]: دوحدیثوں کا مفہوم ہے کہ اذان کے وقت بات کرنے سے ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے اور مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے ۴۰/ برس کی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ اکثر بازاروں میں یا نماز کے لئے آتے وقت یا بوقتِ اذان لین دین یا باتیں کرتے ہیں، اگر کوئی شخص خاموش رہے تو شدید تکلیف ہوگی۔ایسے مواقع پر کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اذان کے وقت باتیں کرنے سے ایمان جاتے رہنے کا خوف کس حدیث میں ہے، مجھے وہ حدیث محفوظ نہیں، آپ لکھیں تو اس کو دیکھا جائے۔مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے لئے بیٹھنا منع ہے، اگر نماز کے لئے مسجد میں جائے اور وہاں کوئی اتفاقیہ تجارت وملازمت وغیرہ کی باتیں بھی کسی سے کرلے تو یہ اس حکم میں نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "فإذا كان يتكلم في الفقه والأصول يجب عليه الإجابة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۰۲، قديمي)

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن تناشد الأشعار في المسجد، و عن البيع والاشتراء فيه، وأن يتحلق الناس يوم الجمعة قبل الصلوة في المسجد". رواه أبو داود والترمذي".

"و عن الحسن مرسلاً قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم، فلا تجالسوهم، فليس لله فيهم حاجة". رواه البيهقي في شعب الإيمان.". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلوة: ۱/۷۰، قديمي)

"والكلام المباح، وقيده في الظهيرية بأن يجلس لأجله". (الدر المختار).

"(قوله: بأن يجلس لأجله) فإنه حينئذ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا. و في صلاة الجلابي: الكلام المباح من حديث الدنيا يجوز في المساجد و إن كان الأولىٰ أن يشتغل بذكر الله تعالى". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف اهـ ۵/۳۲۱، رشيديه)

الفصل الرابع فی الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعاء کا بیان)

اذان کے بعد دعاء کا حکم

سوال[۲۲۲۶]: اذان کے بعد مناجات کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے بعد دعائے وسیلہ مستحب ہے:

"ویندب قیام عند سماع الأذان، ویدعو عند فراغه بالوسیلة لرسول صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم". درمختار: ۱/۴۱۳(۱)"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/۱۰/۵۹ھ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/۱۰/۵۹ھ۔

اذان کے بعد دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا

سوال[۲۲۲۷]: اذان کی جو دعاء پڑھی جاتی ہے اس کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۷، ۳۹۸، سعید)

"عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من قال حین یسمع النداء: أللهم رب هذه الدعوة والصلاة القائمة آتِ محمداً الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاماً محموداً الذی وعدته، حلّت له شفاعتی یوم القیامة". ...... رواه البخاری".

"دلالة أحادیث الباب علی الباب ظاهرة، والأمر محمول علی الاستحباب". (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، باب الدعاء للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعد الأذان والصلاة علیه: ۲/۱۱۰، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی)

(وکذا فی ملتقی الأبحر، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۷۸، دار إحیاء التراث العربی)

الجواب حامداً ومصلياً:

کتبِ حدیث وفقہ میں اس دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ کہیں نہیں دیکھا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اذان کے بعد کی دعاء میں رفع یدین

سوال[۲۲۲۸]: بوقتِ دعائے اذان دست برداشتن چه حکم دارد؟

الجواب حامداً و مصلياً:

درین مقام خصوصاً رفعِ یدین و عدمِ رفع هیچ در روایتے از نظر نگذشته، و لیکن چونکه برائے دعاء مطلقاً رفعِ یدین مستحب است، پس درین موضع نیز اگر کسے برین استحباب عمل نماید گنجایش دارد، واگر ترکِ رفع کند نیز لا باس به است. و چون خصوصاً درین مقام رفع نیز ثابت نیست چنانکه عدمِ رفع ثابت نیست، پس فوت ثواب استحباب از ترکِ رفع نیز لازم نه آید، هکذا فی امداد الفتاوی(۲) و مجموعة الفتاویٰ(۳) وغیرهما. و از بعض عبارت معلوم میشود که عدمِ رفع افضل است، لعدم النقل الصریح (۴). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۴/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "والمسنون فی هذه الدعاء ألا ترفع الأیدی؛ لأنه لم یثبت عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رفعها، والتشبث فیه بالعمومات بعد ما ورد فیه خصوص فعله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لغو، فإنه لو لم یرد فیه خصوص عادته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لنفعنا التمسک بها، وأما إذا نقل إلینا خصوص الفعل فهو الأسوة الحسنة لمن کان یرجو الله والدار الآخرة". (فیض الباری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء: ۲/۱۶۷. خضر راه بکد ڈپو دیوبند الهند)

(۲) (امداد الفتاوی، کتاب الصلوة، باب الأذان والإقامة، حکم رفع ید در دعائے اذان: ۱/۱۰۵، دارالعلوم)

(۳) (مجموعة الفتاوی (اردو)، کتاب الصلوة: ۱/۳۰۰. و ایضاً فی کتاب الحظر والإباحة: ۲/۲۲۷، سعید)

(۴) "والمسنون فی هذه الدعاء أن لا ترفع الأیدی؛ لأنه لم یثبت عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم =

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا

سوال[۲۲۲۹]: بعد اذان ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا چاہئے یا بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا کسی روایت میں نظر سے نہیں گزرا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے ختم پر "محمد رسول اللہ" کہنا

سوال[۲۲۳۰]: جوابِ اذان میں اخیر کلمہ "لا إلہ إلا اللّٰہ" کے بعد اگر کوئی شخص "محمد رسول اللّٰہ" پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جگہ ثابت نہیں، ویسے جس طرح "لا إلہ إلا اللّٰہ" پر ایمان لانا فرض ہے، اسی طرح "محمد رسول اللّٰہ" پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۲/۳۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= رفعها، والتشبث فيه بالعمومات بعد ما ورد فيه خصوص فعله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لغوٌ، فإنه لو لم يرد فيه خصوص عادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لنفعنا التمسک بها، و أما إذا نقل إلينا خصوص الفعل، فهو الأسوة الحسنة لمن كان يرجو الله والدار الآخرة". (فيض الباري، كتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء: ۱۶۷/۲، حضر راه بک ڈپو دیوبند الهند)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "اذان کے بعد دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا")

الفصل الخامس فيما يكره في الأذان

(مکروہاتِ اذان کا بیان)

بلا وضو اذان

سوال[۲۲۳۱]: بلا وضو اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلا وضو بھی اذان ہو جاتی ہے مگر ایسا کرنا بہتر نہیں، وضو کر کے اذان کہنا مستحب ہے:

"يستحب أن يكون المؤذن صالحاً وأن يكون علىٰ وضوء، و يكره إقامة المحدث وأذانه لما روينا من قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يؤذن إلا متوضى". واتبعت هذه الرواية لموافقتها لفن الحديث وإن صحح عدم كراهة أذان المحدث، و هو ظاهر الرواية والمذهب، كمافي الدر. اهـ". مراقی الفلاح و طحطاوی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۸/۶/۲۹ھ۔

جوابات صحیح ہیں: عبد الرحمٰن غفرلہ، ۵۸/۶/۲۹ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۹۷، ۱۹۹، كتاب الصلوة، باب الأذان، قديمي)

"عن ابی هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قال: "لا يؤذن إلا متوضيء". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء: ۱/۵۰، سعيد)

"و لا يكره أذان المحدث في ظاهر الرواية، هكذا في الكافي، و هو الصحيح، كذا في الجوهرة النيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشيديه)

کیا بغیر وضو اذان دینے سے نحوست برستی ہے؟

سوال[۲۲۳۲]: ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بے وضو اذان پڑھی جائے تو جہاں تک اذان کی آواز پہونچتی ہے وہاں تک نحوست برستی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

بلا وضو اذان کہنا شرعاً ناپسند ہے، کما فی کتب الفقه (۱)، مگر نحوست والی بات کتاب میں نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

بلا وضو اذان کی وعید

سوال[۲۲۳۳]: ایک مؤذن روزانہ پانچوں وقت کی اذان بغیر وضو کے دیتا ہے، جب اس کا جی چاہے تو کبھی وضو بھی کر لیتا ہے لیکن اکثر بغیر وضو کے اذان دیتا ہے۔ تو کیا شریعتِ مطہرہ میں اس کی اجازت ہے کہ بغیر وضو کے اذان پر دوام کیا جائے اور کیا شخصِ مذکور کو فاسق کہہ سکتے ہیں؟ امید ہے کہ جواب باحوالہ عنایت فرمایا جائے۔

نوٹ: اور مؤذن کا یہ عمل عمداً اور معمولاً بلا وضو اذان دینے کا ہے، لوگوں کے سمجھانے کے بعد بھی وہ

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : "لايؤذن إلا متوضىء".
(سنن الترمذي، أبواب الصلاة ، باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء : ۱/۵۰، سعيد)

"ويكره أذان جنب و إقامته، وإقامة محدث، لا أذانه على المذهب " (الدر المختار ، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۳۹۲، سعيد)

"و يستحب أن يكون المؤذن صالحاً وأن يكون على وضوء لقوله صلى الله عليه وسلم : "لايؤذن إلا متوضىء". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص:۱۹۷، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن : ۱/۵۴، رشيديه)

اس فعل سے باز نہیں آتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''و یکرہ إقامة المحدث وأذانه لما روینا''. مراقی الفلاح .... ''وإن صح عدم کراهية المحدث، وهو ظاهر الرواية و المذهب۔ ''(قوله: و أذانه لمار وینا)من قوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: ''لایؤذن إلا متوضيء''. طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۱۸(۱)۔

موذن کا بلاوضواذان دینے پر دوام کرنا اس حدیث کے خلاف ہے، اس کوڈرنا چاہیے اوراس فعل سے بچنا چاہیے، تاہم اس کو فاسق کہنے سے بھی احتیاط کی جائے (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۸/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۸/۱۸ھ۔

اذان کے درمیان اگر وضوٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال[۲۲۳۴]: اذان دیتے وقت وضو ساقط ہوجائے تو اذان پوری کرنا چاہیے یا نہیں؟ اعادہ کی ضرورت تو نہیں؟

---

(۱)(مراقی الفلاح علی حاشية الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قدیمی)

''و ینبغي أن یؤذن ویقیم علی طهر، فإن أذن علی غیر وضوء، جاز''.

''لیکون متهیئاً لإجابة ما یدعو إلیه''. (اللباب فی شرح الکتاب، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۷۵، قدیمی)

''عن عبد الجبار بن وائل عن أبیه قال: حق وسنة أن لا یؤذن إلا و هو طاهر، ولا یؤذن إلا وهو قائم''. رواه البیهقي والدار قطني في الأفراد وأبوالشیخ في الأذان''. [کذا في تلخیص الحبیر: ۱/۲۰۶، وقال فیه: إسناد حسن إلاأن فیه انقطاعاً اهـ].

قال المؤلف :''دلالته علی تأکد الطهارة للأذان ظاهرة''. (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، باب استحباب الوضوء للأذان : ۲/۱۲۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچي)

(۲) ''ترکه لا یوجب إساءةً ولا عتاباً، کترک سنة الزوائد، لکن فعله أفضل''. (الدر المختار، کتاب الصلوة، سنن الصلوة: ۱/۴۷۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان پوری کرلینا ہی درست ہے، اعادہ لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

سوال[۲۲۳۵]: اگر کسی شخص کے مسجد میں ہوتے ہوئے اذان پڑھی جائے، اب اگر اذان کے بعد وہ شخص دوسری مسجد میں جاکر نماز پڑھنا چاہے شرعاً کیا حکم ہے؟ اذان کے بعد بلاضرورت دوسری مسجد میں جاکر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس شخص پر دوسری مسجد کی جماعت کا توقف ہے کہ اگر یہ نہ جائے تو وہاں جماعت نہ ہو تب اس کو دوسری جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں، وہیں جاکر نماز پڑھے، اگر اس پر توقف نہیں تو ایسی حالت میں مسجد سے نکلنا بلا ضرورت مکروہ ہے:

"کره خروجه من مسجد أذن فیه أو فی غیره حتی یصلی لقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه

---

(۱) "وینبغي أن یؤذن ویقیم علی طهر، فإن أذن علی غیر وضوء جاز؛ لأنه ذِکرٌ ولیس بصلوٰة، فکان الوضوء فیه استحباباً، کما فی القراء ة". (الهدایة، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۰ ۹ مکتبه شرکة علمیه ملتان)

"و لا ملقن و ذهابه للوضوء لسبق حدث خلاصة". (الدرالمختار)

"(قوله: وذهابه للوضوء) لکن الأولی أن یتممهما ثم یتوضاء؛ لأن ابتداء هما مع الحدث جائز، فالبناء أولی، بدائع". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۳۹۳، سعید)

"و لو سبقه الحدث فی أحدهمافذهب لیتوضأ یستقبل .... غیره أو هو إذا رجع، هکذا فی فتاوی قاضیخان. قال مشایخنا رحمهم اللّٰه: الأولی أن یتم الأذان إن أحدث فیه، وأتم الإقامة إن أحدث فیها، ثم یذهب و یتوضأ کذا فی المحیط". (الفتاوی العالمکیریه، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن : ۱/۵۵، رشیدیه)

(بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، باب الأذان، فصل فی بیان سنن الأذان : ۱/۶۴۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

وسلم:" لا يخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق، أو رجل يخرج لحاجة يريد الرجوع". إلا إذا كان مقيم جماعة أخرى كإمام و مؤذن لمسجد اخر؛ لأنه تكميل معنى". مراقی الفلاح۔

قال الطحطاوی: "(كإمام) قيده في الكبير و شرح السير وغيرهما بإمام يتفرق الناس بغيبته، فيفيد أنه لو لم يكن بهذا المثابة لا يخرج، والظاهر أن المؤذن إذا كان من يقوم مقامه عند غيبته يكره له الخروج أيضاً". طحطاوی، ص: ۲٦٥ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ڈاڑھی منڈانے والے کا اذان دینا

سوال [۲۲۳٦]: ڈاڑھی منڈانے والا اذان دے سکتا ہے یا تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی منڈے کی اذان

سوال [۲۲۳۷]: جس طرح سے جناب نے شرح عقود کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے، قرآن خوانی

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة، ص: ۴۵۷، قديمي)

"وكره تحريماً -للنهي- خروجُ مَن لم يصل من مسجد أذّن فيه، إلا لمن ينتظم به أمر جماعة أخرى، أو كان الخروج لمسجد حيّه ولم يصلوا فيه، أو لأستاذه لدرسه، أو لسماع الوعظ أو لحاجة و من عزمه أن يعود، نهر". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۴، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۱/۳۰۹، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "ويكره أذان جنب و إقامته، وإقامة محدث لا أذانه .... و امرأة وفاسق". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، ۴۵۸، رشيديه)

کے مسئلہ کے تحت کہ اب جو لوگ معترض تھے ان کی بولتی بند ہے، اسی طریقہ سے جو شخص داڑھی منڈاتا ہے یا خلافِ سنت رکھتا ہے اس کی اذان مکروہ ہے، اس کا اعادہ ضروری ہے، اگر اس کا حوالہ تحریر فرمادیں تو کم علم معترض کے لئے سکوت کا باعث ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"يحرم على الرجل قطع لحيته الخ". درمختار(۱)۔ "وأما الأخذ منها -وهي دون ذالك (أي دون القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال- فلم يبحه أحد الخ، وأخذ كلها كما يفعل يهود الهند ومجوس الأعاجم قبيح" درمختار(۲)۔

"ويكره أذان فاسق؛ لأن خبره لايقبل في الديانات". مراقي الفلاح(۳)۔"(قوله: أذان فاسق) هو الخارج عن أمر شرع بارتكاب كبيرة، كذا في الحموي، (قوله: لأن خبره لاتقبل الخ) فلم يوجد الإعلام المقصود الكامل". طحطاوي(٤)۔

"ويعاد أذان جنب الخ، زاد القهستاني: الفاجر والراكب والقاعد والماشي والمنحرف عن القبلة، وعلل الوجوب في الكل بأنه غير معتدبه والندب بأنه معتدبه إلا أنه ناقص، قال: وهو الأصح، كما في التمرتاشي". الشامي(٥)۔

"وينبغي أن لايصح أذان الفاسق بالنسبة إلى قبول خبره، والاعتماد عليه: أي لأنه

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٤٠٧/٦، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده: ۴۱۸/۲، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفاره: ۳۴۸/۲، مصطفىٰ البابي الحلبي، بمصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده: ۴۹۰/۲، رشيديه)

(۳) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۲۰۰، قديمي)

(۴) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قديمي)

(۵) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۳/۱، سعيد)

لایقبل قوله فی الأمور الدینیة، فلم یوجد الإعلام". صرح فی البحر ومنحة الخالق". شامی: ۳٦۳/۱، نعمانیه(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۴ھ۔

شطرنج کھیلنے والے کی اذان

سوال[۲۲۳۸]: مؤذن شطرنج کھیلتا ہے تو اسکی اذان میں شرعاً کچھ خرابی تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مؤذن متبع سنت ہونا چاہئے (۲)۔ اذان بہت بڑی امانت ہے (۳)، شطرنج ممنوع ہے(۴) اس

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۳/۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق مع منحة الخالق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۴۵۸/۱، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۲۵۰/۱، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) " ثم اعلم أنه ذکر فی الحاوی القدسی: من سنن المؤذن کونه رجلاً عاقلاً صالحاً، عالماً بالسنن والأوقات". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۳/۱، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۲۴۷/۱، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی السعایة، کتاب الصلوة، باب الأذان، ذکر أحوال المؤذن: ۳۸/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۳)"ولأن المؤذن مؤتمن قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، اللهم أرشد الأئمة واغفر للمؤذنین". (المبسوط للسرخسی، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۲۷۸/۱، المکتبة الغفاریه کوئٹه)

(۴) "وکره تحریماً اللعب بالنرد، و کذا الشطرنج .... لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "کل لهو حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله و تأدیبه لفرسه و مناضلته بقوسه". (الدر المختار).

و فی رد المحتار:" (قوله: والشطرنج) وإنما کره؛ لأن من اشتغل به ذهب عناؤه الدنیوی، و جاءه العناء الأخروی، فهو حرام و کبیرة عندنا، و فی إباحته إعانة الشیطان علی الإسلام والمسلمین، کما فی الکافی والقهستانی". (کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۵/٦، سعید)

سے امانت میں فرق آتا ہے(۱) علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہ کبیرہ لکھا ہے:

"أخرج أبو بكر الأجرمي بسنده عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا مررتم بهؤلاء الذين يلعبون بهذه الأزلام النرد والشطرنج وما كان من اللهو، فلاتسلّموا عليهم، فإنهم إذا اجتمعوا وأكبّوا عليها، جاء هم الشيطان بجنوده فأحدق بهم، كلما ذهب واحد منهم يصرف بصره عنها، ركزه الشيطان بجنوده، فما يزالون يلعبون حتى يتفرقوا كالكلاب اجتمعت علىٰ جيفة، فأكلت منها حتى ملأت بطونها، ثم تفرقت"۔

و في فتاوىٰ النووي: الشطرنج حرام عند أكثر العلماء، و كذا عندنا إن فوت صلوٰة عن وقتها، أو لعب بها على عوض، فإن انتفىٰ ذلك كره عند الشافعي رحمه الله تعالىٰ، وحرام عند غيره اهـ". الزواجر عن اقتراف الكبائر(۲)۔

اس عبارت سے امام شافعی کا مذہب معلوم ہوگیا، ہر شخص کو اس سے بچنا لازم ہے، مؤذن کو اور بھی پرہیز ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ربیع الأول/ ۰ ۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "أما الشطرنج فلشبهة الاختلاف شرط واحد من ست، فلذا قال: أو يقامر بشطرنج أو يترك به الصلاة الخ". (الدر المختار).

" والحاصل أن العدالة إنما تسقط بالشطرنج إذا وُجد واحدٌ من خمسة: القمار، و فوت الصلوة بسببه، و إكثار الحلف عليه، واللعب به على الطريق كما في فتح القدير، أو يذكر عليه فسقاً، كما في شرح الوهبانية، بحر، كذا في الهامش". (ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه: ۵/ ۴۸۲، ۴۸۳، سعيد)

(۲) (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الشهادات، الكبيرة الخامسة والأربعون بعد الأربع مائة: اللعب بالشطرنج عند من قال بتحريمه: ۲/ ۲۳۲، ۲۳۳، دارالفكر بيروت)

نشے کے عادی شخص کو مؤذن مقرر کرنا

سوال[۲۲۳۹]: مؤذن نشہ کرتا ہے اور منع کرنے سے کہتا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، پورے محلّہ کو علم ہے، اس کی مؤذنی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے آدمی کو مؤذن مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے(۱)، جب تک وہ نشہ سے سچی پکی توبہ نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اذان سن کر کتے کا رونا

سوال[۲۲۴۰]: یہاں سے قریب ایک بستی ہے موضع سیناوت، وہاں ایک مسجد ہے، ایک صاحب عرصہ سے وہاں اذان دیتے ہیں، تقریباً پندرہ بیس دن سے جب اذان ہوتی ہے تو گاؤں کے کتے روتے ہیں اور گیدڑ بھی بولتے ہیں اس کی وجہ سے نمازی لوگ بہت متحیر ہیں اور اس کو خرابی پر محمول کرتے ہیں اور آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں ہے؟ میں نے ان کو سمجھایا مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے۔

محمد یوسف مؤذن مسجد سیناوت میرٹھ۔

---

(۱) "والسكران والمجنون والصبي غير العاقل إذا أذنوا، يجب أن يعاد لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد على خبرهم". (الحلبي الكبير، سنن الصلاة، ص: ۳۷۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في صفة الأذان: ۱/۵۴، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق ومنحة الخالق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۹، ۴۶۰، رشيديه)

(۲) قال الله سبحانه وتعالى: ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾ (سوره طٰهٰ: ۸۲)

"عن عائشه رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف، ثم تاب، تاب الله عليه". (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان سن کر ایک کتا ہمارے مدرسہ کے سامنے ہمیشہ روتا ہے اور چلاتا ہے، اور جگہ بھی ایسا ہوتا ہے، یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے(۱)، بعض دفعہ بعض جانوروں کو بھی وہ نظر آتا ہے، اس سے گھبرا کر روتے اور آواز کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۷/ ۹۳ھ۔

اذان مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا

سوال [۱۲۲۴]: عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد لائٹ روشن کردی جاتی ہے اور اس کے بعد جماعت ہوتی ہے کیونکہ کچھ اندھیرا ہو جاتا ہے، ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آتش پرستی کے مشابہ ہے، اتفاق سے بجلی کا بلب امام کے کھڑے ہونے کی جگہ لگا ہوا ہے اس لئے انھیں خلجان رہتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بلب روشن کیا جانا چاہئے۔ از روئے شرع کیا حکم ہے، کیا ان کا یہ خلجان صحیح ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

فیض احمد باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خلجان لغو اور بے اصل ہے، آتش پرستی سے اسکو کوئی مشابہت نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الشيطان إذا سمع النداء بالصلوة، أحال، له ضراطٌ حتى لا يسمع صوته، فإذا سكت رجع فوسوس، فإذا سمع الإقامة ذهب حتى لا يسمع صوته، فإذا سكت رجع فوسوس".

"عن أبي سفيان عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إن الشيطان إذا سمع النداء بالصلوة، ذهب حتى يكون مكان الروحاء". قال سليمن: فسألته عن الروحاء، فقال: هي من المدينة ستة و ثلثون ميلاً". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه: ۱/ ۱۶۷، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب الأذان، فضل التأذين: ۱/ ۱۰۸، قديمي)

(۲) "ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لايكره في كل شيء، فإنا نأكل و نشرب كما يفعلون، إنما الحرام هو =

اذان کے بعد کچھ کلماتِ نصیحت

سوال[۲۴۴۲]: ہمارے یہاں کئی سال سے جمعہ کے روز مسجد میں اذان کے بعد صلوۃ پکاری جاتی ہے، پھر سب لوگ سنت نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، بعد میں مؤذن عصا لے کر اِنَّ اللّٰہ، یا لقد جاء کم یا اردو میں کچھ نصیحت کر کے وہ عصا امام صاحب کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر ہے تو کسی معتبر کتابِ حدیث سے معلوم کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ خلفائے راشدین کے حالات میں، نہ دیگر صحابہ کرام کے واقعات میں، نہ ائمۂ مجتہدین کے فقہ میں، لہٰذا ایسی چیز اگر چہ صورۃً اچھی معلوم ہوتی ہو مگر درحقیقت وہ نہ خدا کا حکم ہے اور نہ رسول کا حکم ہے، نہ مسئلہ فقہ ہے بلکہ وہ دین کے نام پر نئی چیز ہے جس کو دین سمجھا جارہا ہے۔ اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۹۰ھ۔

☆......☆......☆......☆
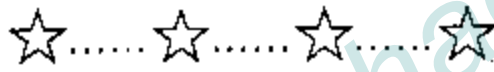
= التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يُقصد به التشبه، كذا ذكره قاضي خان في شرح الجامع الصغير، فعلى هذا لو لم يقصد التشبيه لا يكره عندهما". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۸/۴، دارالعلوم كراچی)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۶۲۴/۱، سعيد)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه، فهو رد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۷۷/۲، قديمي)

قال الإمام النووي تحته: "وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام، وهو من جوامع كلمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات". (شرح النووي على مسلم: ۷۷/۲)

وقال في الاعتصام: "والثاني: أن يطلب تركه وينهى عنه، لكونه مخالفة لظاهر التشريع من جهة ضرب الحدود، وتعيين الكيفيات، والتزام الهيئات المعينة، أو الأزمنة المعينة مع الدوام ونحو ذلك. وهذا هو الابتداع والبدعة، ويسمى فاعله مبتدعاً". (باب في تعريف البدع وبيان معناها الخ، ص: ۲۴، دارالمعرفة، بيروت)

الفصل السادس فی إعادة الأذان

(دوبارہ اذان دینے کا بیان)

اذان قبل الوقت

سوال[۲۲۴۳]: ہمارے یہاں تھوڑی بات پر جھگڑا ہورہا ہے وہ یہ کہ مورخہ ۲۵/ جنوری/۷۴ء بروز جمعہ پیش امام صاحب ۱۲:۳۸ کو اذان کے صدر مجلس کو اعتراض ہے کہ ۱۲:۳۰ کو اذان دی جائے، کیونکہ ۱۲:۲۸ کو وقت شروع ہوجاتا ہے، لہذا قبل از وقت اذان صحیح نہیں؟ صدر صاحب کہتے ہیں کہ کریم نگر حیدرآباد جیسے مقام پر ۱۲:۳۰ ہی کو اذان دی جاتی ہے، امام صاحب کا کہنا ہے کہ موسم کے لحاظ سے زوال کے وقت میں تبدیلی آتی ہے۔ لہذا آپ صحیح مسئلہ سے نوازیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جمعہ کی اذان بھی وقت سے پہلے صحیح نہیں، جب زوالِ آفتاب ہوجائے اس وقت اذان کہی جائے، زوالِ آفتاب ہر مقام پر اور ہر موسم میں ایک ہی وقت نہیں ہوتا بلکہ مختلف اور متغیر ہوتا رہتا ہے:

"فيعاد أذانٌ وقع بعضه قبل الوقت كالإقامة الخ". درمختار۔"(قوله: وقع) و كذا كله بالأولى (قوله: كالإقامة أي): في أنها تعاد إذا وقعت قبل الوقت الخ". رد المحتار: ۱/۲۵۸(۱)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعید)

"وقت الأذان والإقامة، فوقتهما ما هو وقت الصلوات المكتوبات، حتى لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزئه، و يعيده إذا دخل الوقت في الصلوات كلها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان والإقامة: ۱/۲۵۸، دار الكتب العلمية)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۳، رشيديه)

(و كذا في الحلبي الكبير، فصل في السنن، ص:۳۷۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

اولِ وقت میں اذان کہہ دی کیا اعادہ کرے؟

سوال[۲۲۴۴]: آج کل عصر کا وقت چار بج کر پندرہ منٹ پر شروع ہوتا ہے، دوامی جنتری کے حساب سے اتفاق سے زید نے چار بجے عصر کی اذان پڑھ دی۔ اب اس اذان کا اعادہ ضروری ہے یا صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے کافی سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

احوط یہ ہے کہ اذان دوبارہ کہی جائے (۱) تکرارِ اذان مشروع ہے (۲)، اگر اذان دوبارہ نہ کہی گئی تب بھی یہ نہیں کہا جائے گا کہ جماعت بلا اذان ہوئی، کیونکہ صاحبین کے نزدیک وقت ہوگیا تھا، کیونکہ صاحبین کے نزدیک ظہر

---

(۱) "و وقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه سوى فيء الزوال، و وقت العصر منه إلى قُبيل الغروب". (الدرالمختار).

"والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، و أن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين، ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتهما بالإجماع". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

"حتى لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزئه، و يعيده إذا دخل الوقت في الصلوات في قول أبي حنيفة ومحمد". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان وقت الأذان والإقامة: ۱/۶۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"إذا أذن قبل الوقت يكره الأذان والإقامة، و لا يؤذن لصلاة قبل الوقت". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر في بيان الصلوات التي لها أذان والتي لا أذان لها: ۱/۵۲۲، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "والأشبه أن يعاد الأذان دون الإقامة؛ لأن تكرار الأذان مشروع في الجملة كما في الجمعة دون الإقامة". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، في أذان المحدث والجنب و بيان من يكره أذانه و من لا يكره: ۱/۵۱۹، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، باب الأذان: ۲/۳۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

کا وقت ایک مثل تک رہتا ہے اور ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۳ھ۔

اذان میں غلطی کی وجہ سے اس کا اعادہ

سوال[۲۲۴۵]: (الف) اذان میں "أشهد أن محمداً رسول الله" میں مؤذن نے "أشهد أنّ محمدٌ الرسول الله" پڑھا تو اذان فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

(ب) ایسی اذان کا اعادہ کرنا چاہیے یا نہیں؟

(ج) ایسی غلط اذان پر مؤذن گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ جب کہ وہ معنی نہیں سمجھتا اور محض نادانی اور جہل کے باعث غلط پڑھتا ہے۔

(د) پہلی مرتبہ غلط پڑھنے پر یعنی "أنّ" کی جگہ "أنا" پڑھنا مؤذن کو دوبارہ "أشهد أن محمداً رسول الله" نہ پڑھنے دینا اور اذان ایسے ہی روک دینا اور خود یا دوسرے سے جو صحیح پڑھ سکے اسی سے اذان پڑھوانا شروع کر دینا ٹھیک ہے یا نہیں؟

محمد احمد عفی عنہ، ۲۱/۲/۵۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح اذان میں پڑھنا ناجائز اور غلط ہے، مؤذن کو چاہیے کہ اذان کے کلمہ کو صحیح کرے، اگر وہ بالقصد اس طرح پڑھتا ہے تو گنہ گار ہے(۲)، اگر وہ صحیح طریقہ سے اذان کے کلمات کو ادا نہیں کرسکتا ہے تو اس کو

---

(۱) "ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه و عنه مثله، وهو قولهما وزفر والأئمة الثلاثة. قال الإمام الطحاوي: و به نأخذ .... سوى فيء الزوال، ووقت العصر منه إلى قُبيل الغروب". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

"فعندهما: إذا صار ظل كل شيء مثله خرج وقت الظهر، ودخل وقت العصر، وهو رواية محمد عن أبي حنيفة رحمهما الله تعالىٰ، وإن لم يذكره في الكتاب نصاً في خروج وقت الظهر".

(المبسوط، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۹۰، غفاريه كوئٹه)

(۲) "الأذان هو إعلام مخصوص على وجه مخصوص بألفاظ كذلك .... و لا لحن فيه: أي تغني بغير كلماته، فإنه لا يحل فعله و سماعه". (الدر المختار) .... =

چاہیے کہ اذان کے کہنے سے احتراز کرے۔ اگر وہ اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرے اور غلط اذان کہنے سے باز نہ آئے اور دوسرا شخص صحیح اذان کہنے والا موجود ہو تو پھر اس دوسرے شخص کو اذان کے لئے متعین کر دیا جائے (۱)، تاہم جواذانیں وہ اس غلط طریق پر پڑھ چکا ہے ان کا اعادہ واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، یکم/ ربیع الاول/ ۵۹ھ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الاول/ ۵۹ھ۔

درمیانِ اذان میں بجلی چلی جائے تو تکمیل کا طریقہ

سوال [۲۲۴۶]: لاؤڈ اسپیکر کی مشین بالکل ملحق ایک کمرہ میں رکھی ہوئی ہے، اسی میں کھڑے ہو کر اذان کہی جاتی ہے، کبھی کبھی درمیانِ اذان لائٹ غائب ہو جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں کمرہ سے باہر آ کر بقیہ اذان پوری کی جائے یا کمرہ میں، اور پھر کمرہ سے باہر آ کر پوری اذان کا اعادہ کیا جائے؟ از روئے شرع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسی صورت میں کمرہ سے باہر آ کر پوری اذان مستقل کہی جائے تاکہ سب لوگ اس کو پورے طور پر سن

= "(قوله: بغير كلماته): أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر، قهستاني". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۳، ۳۸۷، سعيد)

"لأن اللحن حرام بلا خلاف". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلوة والتسبيح و قرأة القرآن والذكر الخ: ۵/۳۱۷، رشيديه)

(۱) "و لا غير الألثغ به: أي بالألثغ على الأصح، كما في البحر عن المجتبى، و حرر الحلبي وابن الشحنة أنه بعد بذل جهده دائماً حتماً كالأمي، فلا يؤمّ إلا مثله، و لا تصح صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه أو ترك جهده أو وجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه، هذا هو الصحيح المختار في حكم الألثغ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۱. سعيد)

(۲) "و سببه بقاء دخول الوقت و هو سنة مؤكدة للفرائض في وقتها و لو قضاءً؛ لأنه سنة للصلوة حتى يبرد به لا للوقت، لا يسن لغيرها كعيد". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴. سعيد)

لیں اور کوئی اشتباہ نہ رہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۴ھ۔

بجلی چلی جانے کی وجہ سے دوبارہ اذان

سوال [۲۲۴۷]: مسجد میں اذان مائک سے شروع ہوتے ہی بجلی چلی گئی، مگر مؤذن نے اذان بلا مائک ہی پڑھ دی، ایک صاحب نے کہا کہ محلّہ کی عورتیں اذانِ مسجد کے انتظار میں ہوں گی لہٰذا اذان دوبارہ مسجد کے باہر پڑھ دی جائے، کیونکہ پہلی اذان حجرہ میں ہوئی ہے، مسجد کے دروازہ تک نہیں پہونچی ہے، کچھ لوگوں نے دوسری اذان کو منع کیا۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس اذان کی خبر سب کو ہوگئی اور بجلی کے بھاگ جانے سے پوری اذان کی آواز نہیں پہونچ سکی تو یہ بھی کافی ہے، دوسری اذان کی ضرورت نہیں، تاہم اگر دوسری اذان بھی پڑھ دی جائے تب بھی کوئی گناہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "لأن تكراره مشروع كما في أذان الجمعة؛ لأنه أعلام الغائبين، فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيديه)

"و لأن ما يخفض به صوته لا يحصل به فائدة الأذان، وهو إعلام فلا يعتبر". (حاشية الشلبي على التبيين، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۹۰، امداديه)

"لأن المقصود منه الإعلام، و لا يحصل بالإخفاء، فصار كسائر كلماته". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيديه)

"إذا حضر المؤذن في خلال الأذان .... وعجز عن الإتمام يستقبل غيره". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في صفة الأذان: ۱/۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۳، سعيد)

(۲) "و يجب استقبالهما لموت مؤذن و غشية و خرسه و حصره". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۳، سعيد) .... =

نابالغ کی اذان کیا واجب الاعادۃ ہے؟

سوال[۲۲۴۸]: نابالغ لڑکے کی اذان کا کیا حکم ہے؟ بلوغ کی حد شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا سمجھدار ہے تو اس کی اذان صحیح ہے، لیکن بالغ کی افضل ہے، اگر نا سمجھ ہے اور اس نے اذان دی ہے تو وہ صحیح نہیں دوبارہ اذان دی جائے، شامی: ۲۶۳/۱(۱)۔

جب لڑکے کو احتلام وانزال ہونے لگے تو سمجھو کہ وہ بالغ ہوگیا ورنہ پندرہ سال کی عمر ہوجانے پر شرعاً بالغ قرار دیا جائے گا، شامی: ۹۷/۵(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في صفة الأذان: ۵۵/۱، رشيديه)

(وأيضاً عنوان: ''درمیانِ اذان میں بجلی چلی جائے تو تکمیل کا طریقہ'')

(۱) "ويجوز بلا كراهة أذان صبي مراهق......... ويكره اذان جنب وإقامته .... وسكران ولو بمباح كمعتوه وحبي لا يعقل .... وكذا يعاد أذان امرأة ومجنون ومعتوه وسكران وصبي لايعقل".

"(قوله: صبي مراهق) المراد به العاقل وإن لم يراهق كما هو ظاهر البحر وغيره".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۱/۱، سعيد)

"والذي يظهر لي في التوفيق: هو أن المقصود الأصلي من الأذان في الشرع الإعلام بدخول أوقات ثم صار من شعائر الإسلام في كل بلدة أو ناحية من البلاد الواسعة على مامر، فمن حيث الإعلام بدخول الوقت وقبول قوله لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة، وقدمنا قبل هذا الباب عن معين الحكام مالضه: المؤذن يكفي إخباره بدخول الوقت إذا كان بالغاً عاقلاً عالماً بالأوقات مسلماً ذكراً، ويعتمد على قوله". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۸۴/۱، سعيد)

"أذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهته في ظاهر الرواية، ولكن أذان البالغ افضل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفة وأحوال المؤذن: ۵۴/۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۶۴۶/۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتي". (الدرالمختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حدّ بلوغ: ۶۱/۵، رشيديه)

الفصل السابع فی الأذان لقضاء الفوائت

(فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا بیان)

قضاء نماز کے لئے اذان

سوال[۲۲۴۹]: ایک شخص کی سالوں کی نماز قضاء ہوئی ہے اور اب وہ مستحبات بھی چھوڑنا نہیں چاہتا، وہ مسجد میں ظہر ادا نماز پڑھنے کے بعد یا پہلے قضاء نماز پڑھے تو اذان کہے جب کہ وہاں اذان ہو چکی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہاں اذان نہ کہے، بلکہ وہاں نماز قضاء بھی کسی کے سامنے نہ پڑھے، قضاء نماز مخفی طور پر پڑھ لے جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ويسنّ ذلک (أی الأذان) .... و لا فيما يقضى من الفوائت فی مسجد.......... لأن فيه تشويشاً و تغليطاً، و يكره قضاؤها فيه؛ لأن التأخير معصية فلا يظهرها، بزازية". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعيد)

"و فی المجتبى معزياً إلى الحلواني: إنه سنة القضاء فی البيوت دون المساجد فإن فيه تشويشاً و تغليطاً اهـ، وإذا كانوا قد صرحوا بأن الفائتة لا تقضى فی المسجد لما فيه من إظهار التكاسل فی إخراج الصلوة عن وقتها، فالواجب الإخفاء، فالأذان للفائتة فی المسجد أولى بالمنع". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۷۸، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا فی السعاية فی كشف ما فی شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

نماز کا اعادہ جب کئی روز بعد ہو، کیا اس میں اذان واقامت دوبارہ کہی جائے؟

سوال[۲۲۵۰]: اگر چند دنوں کے بعد نماز باجماعت نہ ہونے کی تحقیق ہو تو ایسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مذکورہ میں اذان اور اقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں:

"وفی المجتبی قومٌ ذکروا فساد صلوة صلوها فی المسجد فی الوقت، قضوها بجماعة فیه، و لا یُعیدون الأذان والإقامة. وإن قضوها بعد الوقت، قضوها فی غیر ذلك المسجد بأذان وإقامة". شامی: ۱/۳۶۳ (۱)۔ "وفی الإمداد: أنه إذا کان التفویت لأمر عام، فالأذان فی المسجد لایکره لانتفاء العلة". کذا فی الشامی: ۱/۳۶۳(۲)۔

مگر مسجد کے علاوہ دوسری جگہ پڑھیں اور اذان اتنی بلند نہ ہو کہ دوسرے لوگ اشتباہ میں پڑ جائیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۸۸ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعید)

"و فی جامع الهارونی: قوم ذکروا فساد صلاة صلوها فی غیر وقت تلك الصلوة، قضوها بأذان وإقامة فی غیر المسجد الذی صلو فیه تلك الصلوة مرةً. فإن ذکروها فی وقتها، صلوها فی ذلك المسجد و لا یعیدون الأذان والإقامة. فإن صلوها فائتة فی ذلك المسجد صلوها و حداناً". (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلوة، نوع آخر فیمن یقضی الفوائت یقضیها بأذان وإقامة أو بغیرهما؟: ۱/۵۲۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

(و کذا فی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۶، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۲۰۱، قدیمی)

(۳) "قلت: الحق هو التفصیل بأن القضاء لو کان لأمر أعم یؤذّن فیه، وإن کان فی المسجد لیحضر من =

قضاء نماز کیلئے اذان واقامت کا حکم

سوال[۲۲۵۱]: بہشتی گوہر کا ایک حصہ آپ سے سمجھنے کے لئے لکھ رہا ہوں: "اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کیلئے صرف اقامت، ہاں یہ مستحب ہے کہ ہر ایک نماز کے واسطے اذان بھی علیحدہ دیجائے"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غزوۂ خندق میں مشغولی کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازیں قضا ہوگئی تھیں، جب ان کو عشاء کے وقت آپ نے پڑھا تو جماعت کے ساتھ پڑھا، پہلی نماز کے لئے اذان واقامت کہی گئی بقیہ کے لئے اقامت پر اکتفا کیا گیا، یہی مسئلہ بہشتی گوہر میں بیان کیا گیا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= فاته الصلوة لكن لا يجهر كثير في المسجد، لئلا يشوش فيه على غيرهم من الناس، وأما إذالم يكن كذلك فلا يؤذن له في المسجد لخوف التشويش. وأحب أن يؤذن لنفسه بحيث لا يسمعه من سواه".

(السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "عن أبي عبيدة بن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال عبد الله: إن المشركين شغلوا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: عن أربع صلوات يوم الخندق، حتى ذهب من الليل ما شاء الله، فأمر بلالاً، فأذن ثم أقام، فصلى الظهر، ثم أقام فصلى العصر، ثم أقام فصلى المغرب، ثم أقام فصلى العشاء". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ: ۱/۴۳، سعيد)

"قال رحمه الله تعالىٰ: و كذا لأولىٰ الفوائت: يعني و كذا إذا فاتته صلوات يؤذن للأولى منها، ويقيم لماروينا". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۷، دارالكتب العلميه بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۲، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعيد)

الفصل الثامن فی الأذان فی أُذن المولود

(بچہ کے کان میں اذان دینے کا بیان)

بچہ کے کان میں اذان کا طریقہ

سوال[۲۲۵۲]: بچہ پیدا ہونے کے وقت اذان وتکبیر بچے کے کان میں پڑھے تو قبلہ کی طرف منہ کرکے کان میں انگلیاں لگا کر کھڑے ہوکر۔ جس طرح نماز کے لئے اذان وتکبیر پڑھی جاتی ہے۔ پڑھے یا اذان وتکبیر کے الفاظ کہنا کافی ہے؟

ریاض الحق کلیانوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان وتکبیر کے الفاظ کافی ہیں، کانوں میں انگلیاں دینے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۳/۳/۵۳ھ۔

---

(۱)"و یجعل ندباً إصبعیه فی صماخ أذنیه، فأذانه بدونه [أی بدون وضع الإصبع] حَسَن، و به أحسن". (الدر المختار).

و فی رد المحتار: "(قوله: و یجعل إصبعیه الخ) لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لبلال رضی الله تعالیٰ عنه "اجعل أصبعیک فی أذنیک، فإنه أرفع لصوتک" وإن جعل یدیه علی أذنیه فحسن، لأن أبا محذورة رضی الله تعالیٰ عنه ضم أصابعه الأربعة و وضعها علی أذنیه، و کذا إحدی یدیه علی ما روی عن الإمام، امدادیه و قهستانی عن التحفة".

"(قوله: فأذانه الخ) تفریع علی قوله ندباً. قال فی البحر: والأمر: أی فی الحدیث المذکور للندب بقرینة التعلیل، فلذا لو لم یفعل کان حسناً. فإن قیل: ترک السنة کیف یکون حسناً؟ قلنا: إن =

بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر

سوال[۲۲۵۳]: بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر کا رواج کب سے ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سنت طریقہ ہے، کذا فی ردالمحتار، ۱/۳۵۷(۱) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۵ھ۔

زچہ خانہ میں بچی یا عورت کا کان میں اذان دینا

سوال[۲۲۵۴]: زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر مرد نہ ہو تو عورتیں بچے کی اذان کہہ سکتی ہیں یا نہیں؟ یا نابالغ لڑکا یا لڑکی کہے تو کیا حکم ہے؟ حالتِ جنابت میں بچے کی اذان کہی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں؟ یا وضو ہونا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر کوئی مرد موجود نہ ہو تو عورت کو یہ اذان واقامت کہنا درست ہے(۲)

= الأذان معه أحسن، فإذا تركه بقي الأذان حسناً، كذا في الكافي اهـ، فافهم". (كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

عباراتِ مذکورہ نیز حدیثِ مذکور سے واضح ہوا کہ اذان کے دوران کانوں میں انگلیاں رکھنا آواز کو بلند کرنے کے لئے ہے اور بلندیٔ آواز سے لوگوں کو خبر دینا ہوتا ہے اور یہ بات بچہ کے کان میں اذان دینے سے مقصود نہیں، لہٰذا بچہ کے کان میں اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا مستحب وغیرہ نہیں۔

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۸، سعيد)

(۲) "و كرها: أى الأذان والإقامة للنساء لما روى عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما من كراهتهما لهن". (مرقى الفلاح) و قال الطحطاوى: "(قوله: من كراهتهما لهن)؛ لأن مبنى حالهن على الستر و رفع صوتهن حرام". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۱۹۵، كتاب الصلوة، باب الأذان، قديمى) ...... =

نابالغ سمجھدار بچہ بھی کہہ سکتا ہے(۱)، اگر کوئی نہ ہو تو بچہ کی ماں بھی کہہ سکتی ہے اگر وہ حالتِ نفاس میں نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۸۸ھ۔

بچہ کے کان میں کئی روز بعد اذان دینا

سوال[۲۲۵۵]: بعض ملکوں میں قانون ہے کہ بچہ کو پیدائش کے بعد ایک کانچ کے صندوق میں رکھ دیتے ہیں، ہفتہ عشرہ کے بعد بچہ کو دیتے ہیں، ان ایام میں ماں بھی ہسپتال میں رہتی ہے، بچہ کو دیکھ تو سکتی ہے مگر چھو نہیں سکتی ہے۔ تو اس حالت میں ہفتہ عشرہ کے بعد اذان کہیں تو مضائقہ تو نہیں؟ اذان واقامت کس کان میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجبوری کے وقت اس کو مکان پر لا کر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہہ دی جائے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۸۸ھ۔

= اس تعلیل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلاف ستر ہے۔ (خیر الفتاوی ما یتعلق بالأذان والإقامة: ۲/۲۲۷، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱) "و یجوز بلا کراهة أذان صبي مراهق". (الدر المختار).

"المراد به العاقل وإن لم يراهق". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعيد)

"أذان الصبي العاقل صحيح". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۶۴۲، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲) "ويكره أذان الجنب وإقامته". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: صرح في الخانية بأنه تجب الطهارة فيه عن أغلظ الحدثين وظاهر أن الكراهة تحريمية". (ردالمحتار: ۱/۳۹۲، كتاب الصلوة، باب الأذان، سعيد)

(۳) "وعن أبي رافع رضي الله تعالىٰ عنه، قال رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: فأذّن في أذن =

بچہ کے کان میں اذان اس کو غسل دیکر کہی جائے

سوال[۲۲۵۲]: بچہ کو غسل دیئے بغیر اذان کہے یا پاک صاف کر کے اذان کہے؟ اگر کوئی لفظ بھول جائے تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچہ کو غسل دیکر پاک صاف کر کے دائیں کان میں پوری اذان اور بائیں کان میں پوری اقامت کہی جائے(۱)۔

= الحسن بن علي رضي الله تعالىٰ عنهما، –حين ولدته فاطمة– بالصلاة".

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "حين ولدته فاطمة" يحتمل السابع وقبله. وفي شرح السنة: روي أن عمر بن عبد العزيز رضي الله تعالىٰ عنه قال: يؤذن في اليمنى و يقيم في اليسرى إذا وُلد الصبي. قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي عن الحسين رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعا: "من وُلد له ولد، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى، لم تضره أم الصبيان". كذا في الجامع الصغير للسيوطي". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة: ۷/۷۵، رشيديه)

وقال الرافعي رحمه الله تعالىٰ: "قال السندي رحمه الله تعالىٰ: فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة، و يؤذن في أذنه اليمنى، و يقيم في اليسرى، و يلتفت فيهما بالصلاة لجهة اليمين وبالفلاح لجهة اليسار، وفائدة الأذان في أذنه أنه يدفع أمّ الصبيان عنه". (تقريرات الرافعي على ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵، سعيد)

(۱) "وأمر أن يماط عن رؤسهما الأذى" ولكن لا يتعين ذلك في حلق الرأس، فقد وقع في حديث ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما عند الطبراني "ويماط عنه الأذى و يحلق رأسه" فعطفه عليه. فالأولى حمل الأذى على ما هو أعم من حلق الرأس، و يؤيد ذلك أن في بعض طرق حديث عمرو بن شعيب، ويماط عنه أقذاره". رواه أبوالشيخ".

(فتح الباري، كتاب العقيقة، باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة (رقم الحديث: ۵۴۷۲): ۹/۵۹۳، دارالمعرفة بيروت)

اگر بھولے سے کوئی لفظ رہ جائے تو اس کو کہہ کر اذان واقامت مکمل کردے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۸۸ھ۔

(۱)" و يترسل فيه بسكتة بين كل كلمتين، ويكره تركه، و تندب إعادته .... ثم قال: و لو قدم فيهما مؤخراً، أعاد ما قدم فقط، ولا يتكلم فيهما أصلاً ولو رد السلام، فإن تكلم استأنفه". (الدر المختار).

"(أعاد ما قدم فقط) كما لو قدم الفلاح على الصلاة، يعيده: أى و لا يستأنف الأذان من أوله. (قوله: استأنفه) إلا إذا كان الكلام يسيراً، خانيه". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، ۳۸۹، سعيد)

"و إذا قدم في أذانه أوفي إقامته بعض الكلمات على بعض نحو أن يقول: أشهد أن محمداً رسول الله قبل أشهد أن لاإله إلا الله، فالأفضل في هذا أن ما سبق على أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه و موضعه، وإن مضى على ذلك جازت صلاته، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في بيان كلمات الأذان و الإقامة: ۱/۵۶، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الصلوة، نوع آخر في تدارك الخلل الواقع فيه: ۱/۵۲۲، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچي)

باب الإقامة والتثويب

الفصل الأول في الإقامة

(اقامت کابیان)

مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت

سوال[۲۲۵۷]: جس شخص نے اذان کہی بغیر اس شخص کی اجازت کے جب کہ وہ صف میں موجود ہے کوئی دوسرا اقامت کہے، درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اقامت درست تو ہو جائی گی مگر ایسا کرنا مناسب نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "أقام غير من أذن بغيبته: أي المؤذن لا يكره مطلقاً، وإن بحضوره، كره إن لحقه و حشة، كما كره مشيه في إقامته". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۵ سعيد)

"وفي الفتاوى الظهيرية: والأفضل أن يكون المقيم هو المؤذن و لو أقام غيره جاز".

(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۷، رشيديه)

"قال: ولا بأس بأن يؤذن واحد و يقيم آخر لما روي أن عبد الله بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يكون له في الأذان نصيبٌ، فأمر بأن يؤذن بلال و يقيم هو"، و لأن كل واحد منهما ذكر مقصود فلا بأس بأن يأتي بكل واحد منهما رجل آخر. والذي روى أن الحارث الصدائي أذن في بعض الأسفار و بلال كان غائباً، فلما رجع بلال وأراد أن يقيم، قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أخاصداء أذن، و من أذن فهو يقيم". إنما قاله على وجه تعليم حسن العشرة لا أن خلاف ذلک لا يجزىء". (المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۷۳، المكتبة الغفارية كوئٹه)

"ومنها: أن من أذن فهو الذي يقيم وإن أقام غيره، فإن كان يتأذى بذلک يكره؛ لأن اكتساب=

مؤذن کی اجازت سے تکبیر کہنا بہتر ہے

سوال[۲۲۵۸]: اذان دینے والے کی بلا اجازت تکبیر کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر تو ہو جائے گی مگر بہتر یہ ہے کہ اس کی مرضی سے کہے، وہ موجود نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو اور بات ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مؤذن کا تکبیر کہنا

سوال[۲۲۵۹]: حقِ تکبیر موذن کو ہے یا عام ہے؟ اگر حق تکبیر مؤذن ہی کے لئے ہے تو اس کی اجازت سے ہر شخص کا تکبیر پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے، اگر اجازت نہ ہو تو بلا اجازت پڑھنا غصبِ حقِ تکبیر ہے یا نہیں؟ اور غاصب کا کیا حکم ہے، تکبیر امام کے مصلے پر آنے سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟

محمد یعقوب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جماعت کا وقت آ گیا اور مؤذن موجود نہیں تو جس کا دل چاہے تکبیر کہہ لے، اگر موذن موجود ہے تو بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرے شخص تکبیر نہ کہے، کیونکہ تکبیر موذن ہی کا حق ہے، لحدیث: "من أذن فهو يقيم، الخ". مشكوة شريف، ص: ٦٤(٢)۔

اگر بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرا شخص تکبیر کہے تو یہ مکروہ ہے: "أقام غير من أذن بغيبته: أي

= أذى المسلم مكروه، و إن كان لا يتاذى به، لا يكره". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ١/٦٤٨، دار الكتب العلمية بيروت)

(١) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت")

(٢) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثاني: ١/٦٤، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلوة، أبواب الأذان والسنة فيها، باب السنة في الأذان، ص: ٥٣، مير محمد كتب خانه كراچى)

(و سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء أن من أذن فهو يقيم: ١/٥٠، سعيد)

المؤذن، لايكره مطلقاً، وإن بحضور كره إن لحقه و حشة". در۔ قال الشامي: "أي بأن لم يرض به". شامي، ص: ٣٦٧(١)۔

امام کے مصلے پر آنے سے پہلے تکبیر جائز ہے بشرطیکہ مصلے کے قریب ہوتا کہ فصل مزید لازم نہ آئے مگر بہتر یہ ہے کہ آنے کے بعد ہو(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۷/۸/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۸/ شعبان/۱۳۵۲ھ۔

جماعتِ ثانیہ کے لئے اقامت

سوال [۲۲۲۰]: اگر جماعتِ ثانیہ مسجد سے باہر ہوتو تکبیر کہی جائے گی کہ نہیں؟

---

(١) (ردالمحتار على الدرالمختار: ١/٣٩٥، كتاب الصلوة، باب الأذان، سعيد)

"وإن أذن رجل وأقام آخر إن غاب الأول، جاز من غير كراهة، وإن كان حاضراً و يلحقه الوحشة بإقامة غيره، يكره، وإن رضي به لا يكره". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ١/٥٤، رشيديه)

"ومنها: أن من أذن فهو الذي يقيم، و إن أقام غيره فإن كان يتأذى بذلك يكره؛ لأن اكتساب أذى المسلم مكروه،وإن كان لا يتأذى به، لا يكره". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ١/٣٨، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) "عن عبد الله بن أبي قتادة رضي الله تعالىٰ عنه عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" إذا أقيمت الصلوة فلا تقوموا حتى تروني".

قال ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالىٰ: "و فيه جواز الإقامة والإمام في منزله إذا كان يسمعها، و تقدم إذنه في ذلك". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ٢/١٥٢، ١٥٣، قديمي)

"والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: حي على الفلاح، إن كان الإمام بقرب المحراب، و إلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٤٧٩، سعيد)

الجواب حامداً و مصلياً :

حصہ مسجد سے خارج وضوخانہ وغیرہ میں جب جماعت کی جائے تب بھی تکبیر کہی جائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۷ھ۔

اقامت میں عجلت

سوال[۲۲۶۱] : اقامت جلدی جلدی کہنا چاہئے یا ٹھہر ٹھہر کر، یا ان دونوں کے درمیان؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"ويترسل فيه، و يحدر فيها"(۲)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے اقامت جلدی جلدی کہی جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) "مسجد ليس له مؤذن وإمام معلوم، يصلي فيه الناس فوجاً فوجاً بجماعة، فالأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة على حدة، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، باب الأذان الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن : ۱/۵۵، رشيديه)

"وإن كان المسجد على الطريق فلا بأس أن يؤذنوا فيه و يقيموا اهـ". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۲۶۲، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لبلال رضي الله تعالىٰ عنه: "يا بلال! إذا أذنت فترسل في أذانك، وإذا أقمت فاحدر، واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله، والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته، و لا تقوموا حتى تروني".

(سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في الترسل في الأذان : ۱/۴۸، سعيد)

"ومنها: أن يترسل في الأذان ، و يحدر في الإقامة ؛ لقول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم =

بیوی کی اقامت

سوال[۲۲۶۲]: میاں بیوی دونوں باجماعت نماز پڑھنا چاہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ عورت تکبیر کہہ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کے کہنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا اذان دینا بھی مکروہ ہے اور تکبیر کہنا بھی مکروہ ہے، کذا فی نور الإیضاح(۱)، لیکن فقہاء نے دو علتیں کراہت کی لکھی ہیں: ایک یہ کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے مگر اس کی تضعیف کی گئی ہے، دوسری علت خوفِ فتنہ ہے وہ اس صورت میں مفقود ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= لبلال -رضی اللہ تعالیٰ عنہ-: "إذا إذنت فترسل، و إذا أقمت فاحدر". (بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سنن الأذان: ۱/۶۴۲، دارالکتب العلمیه بیروت)

"(قوله: ويترسل فيه ويحدر فيها): أی يتمهل فی الأذان، و يسرع فی الإقامة". (البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۷، رشیدیه)

(و کذا النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۷۳، مکتبه امدادیه ملتان)

"و يحدر بضم الدال: أی يسرع فيها، فلو ترسل لم يعد ها فی الأصح". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

(۱) "و يكره التلحين وإقامة المحدث، و أذانه وأذان الجنب و صبی لا يعقل و مجنون وسكران و امرأة". (نور الإيضاح متن مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قدیمی)

"منها: أن يكون رجلاً، فيكره أذان المرأة باتفاق الروايات؛ لأنها إن رفعت صوتها، فقد ارتكبت معصيةً، وإن خفضت، فقد تركت سنة الجهر". (بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی مايرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۶۴۵، دارالکتب العلمیه بیروت)

"قال فی الأصل: و ليس على النساء أذان و لا إقامة". (التاتار خانيه: ۱/۵۲۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

"والإقامة كالأذان فيما مر". (الدر المختار کتاب الصلوة باب الأذان: ۱/۳۸۸، سعید)

(۲) "وأذان امرأة؛ لأنها إن .... خفضت صوتها أخلت بالإعلام، وإن رفعته ارتكبت معصيةً؛ لأنه عورة". (مراقی الفلاح) "(قوله: لأنه عورة)ضعيف والمعتمد أنه فتنة فلا تفسد برفع صوتها صلاتها". =

مخنث کا اقامت کہنا

سوال[۲۲۶۳]: مخنث اور وہ شخص جس نے اپنے آلہ تناسل کو کٹوا دیا ہو وہ تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر اگر یہ کہے تب بھی کافی ہو جائے گی، مگر تکبیر کہنا معزز اور ثقہ آدمی کا حق ہے، اس لئے مخنث وغیرہ کو اس سے روک دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند۔

کیا اقامت کہنے والے کا امام کے دائیں طرف ہونا ضروری ہے؟

سوال [۲۲۶۴]: اقامت کا کہنے والا کیا ضروری ہے کہ امام کے داہنے ہی طرف ہو اور امام کے بائیں طرف والا آدمی کہہ دے تو کیا کوئی سقم ہے؟

= (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قديمي)

"قال: كأذان المرأة علّله قاضي خان و صاحب المحيط بأن صوتها عورة، لكن الأرجح هوأنهاليست بعورة، كما صرح به في شرح المنية. فالأولى أن يعلل كراهة أذانها بأن فيه احتمال وقوع الفتنة برفع الصوت كماعلله به في البحر، ولهذا مُنِعن من التسبيح و تعلم القرآن من الأعمى و غير ذلك". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۳/۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

"و أما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۴۵۸/۱، رشيديه)

(۱) "و في الحاوي القدسي: من سنن المؤذن كونه رجلاً عاقلاً صالحاً عالماً بالسنة والأوقات مواظباً عليه محتسباً ثقةً متطهراً مستقبلاً". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان، ذكر أحوال المؤذن: ۳۸/۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

"وفي الكافي: والأولى أن يتولى العلماء أمر الأذان". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة في أذان المحدث والجنب و بيان من يكره و من لا يكره: ۵۱۹/۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۴۴۲/۱، رشيديه)

الجواب حامداً مصلیاً:

اقامت کو (صرف) داہنی طرف سمجھنا غلط ہے بائیں طرف بھی درست ہے، کیونکہ شریعت میں اقامت کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں کی گئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اقامت کہنے والا دوسری تیسری صف میں ہو

سوال [۲۲۶۵]: اقامت کہنے والا اگر دوسری یا تیسری صف میں ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تب بھی درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اقامت میں تحویلِ وجہ

سوال [۲۲۶۶]: اقامت میں "حی علی الصلوة" و "حی علی الفلاح" کے وقت مثل اذان دونوں طرف منہ پھیرنا کیا سنتِ زوائد یا سنتِ مؤکدہ ہے؟ دیوبند میں اس کا رواج کیوں نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقامت کے وقت تحویلِ وجہ حیعلتین کے وقت سنت مؤکدہ نہیں، اس لئے یہاں اس کا اہتمام نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "و یقیم علی الأرض، هکذا فی القنیة، و فی المسجد، هکذا فی البحر الرائق". (الفتاوی العالمکیریه، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی بیان کلمات الأذان والإقامة و کیفیتهما: ۱/۵۶، رشیدیه)

"ویسن الأذان فی موضع عال والإقامة علی الأرض". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشیدیه)

(۲) (راجع للتخریج عنوان: "کیا اقامت کہنے والے کا امام کے دائیں طرف ہونا ضروری ہے؟")

(۳) "وأطلق فی الالتفات و لم یقید بالأذان، و قدمنا عن القنیة أنه یحول فی الإقامة أیضاً، و فی السراج =

اقامت میں التفات ہے یا نہیں؟

سوال[۲۲۶۷]: موذن اذان کہتے وقت "حی علی الفلاح، حی علی الصلوة" میں جس طرح منہ دائیں بائیں پھیر لیتا ہے، کیا اس طرح اقامت میں بھی "حی علی الصلوة" و "حی علی الفلاح" پر منہ دائیں بائیں پھیر لے؟ مولانا عبدالشکور صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) لکھنوی نے علم الفقہ: ۲/۱۰، میں صرف اذان میں "حی علی الصلوة" و "حی علی الفلاح" پر منہ دائیں بائیں پھیرنے کو مسنون لکھا ہے(۱)، لیکن صاحب درمختار دونوں کو مسنون کہتے ہیں، ان کی عبارت یہ ہے: "و يلتفت فيه، و كذا فيها مطلقاً". (كتاب الصلوة، باب الأذان)(۲)۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں دونوں قول ہیں، بعض نے کہا ہے کہ اگر جگہ بڑی ہو تو دونوں طرف پھرا لے ورنہ نہیں:

"وأطلق في الالتفات، ولم يقيده بالأذان، وقدمنا عن القنية أنه يحول في الإقامة أيضاً، وفي السراج الوهاج: لا يحول فيها؛ لأنها لإعلام الحاضرين، بخلاف الأذان فإنه إعلام للغائبين، وقيل: يحول إذا كان الموضع متسعاً، الخ". بحر: ۱/۲۵۸(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۸/ ۸۸ھ۔

= الوهاج: لا يحول فيها؛ لأنها لإعلام الحاضرين، بخلاف الأذان فإنه إعلام للغائبين، وقيل: يحوّل إذا كان الموضع متسعاً". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۷۴، مكتبه امداديه ملتان)

"فرعٌ: هل يحول وجهه في الإقامة أيضاً؟ فيه ثلاثة أقوال: الأول: أنه لا يحول؛ لأنه لإعلام الحاضرين، بخلاف الأذان فإنه يكون للغائبين، والثاني: أنه يحول فيها لو المحل متسعاً وإلا فلا، والثالث: أنه يحول فيها مطلقاً متسعاً كان أو لا، وهو الذى اختاره الحصفكي. قلت: والحق الصريح هو القول الأول". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۱۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) (علم الفقہ حصہ دوم، اذان اور اقامت کا مسنون طریقہ، ص: ۱۵۵، دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

(۳) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۰، رشيديه) =

تکبیر کہتے وقت دائیں بائیں چہرہ پھیرنا

سوال[۲۲٦۸]: امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ تکبیر میں بھی:"حی علی الصلوة،حی علی الفلاح" کہتے وقت مکبر کو دائیں بائیں چہرہ پھیرنے کا حکم ہے،اس کے متعلق بھی درمختار کا حوالہ دیتے ہیں۔کیا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض فقہاء نے اذان کی طرح یہاں بھی دائیں بائیں چہرہ پھیرنے کو مستحب لکھا ہے، کذا فی الجوهرة(۱) مگر اس پر اصرار اور تشدد کی ضرورت نہیں (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۴۷، مكتبه امداديه ملتان)

"فرعٌ: هل يحول وجهه في الإقامة أيضاً؟ فيه ثلاثة أقوال: الأول: أنه لا يحول؛ لأنه لإعلام الحاضرين، بخلاف الأذان فإنه يكون للغائبين، والثاني: أنه يحول فيها لو المحل متسعاً، وإلا فلا، والثالث: أنه يحول فيها مطلقاً متسعاً كان أولا، وهو الذي اختاره الحصفكي. قلت: والحق الصريح هو القول الأول". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۱۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "وهل يحوّل في الإقامة؟ قيل: لا؛ لأنها إعلام للحاضرين، بخلاف الأذان فإنه إعلام للغائبين، وقيل: يحول إذا كان الموضع متسعاً". (الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۵۸، ميرمحمد كتب خانه)

"ويحول في الإقامة إذا كان المكان متسعاً، وهو أعدل الأقوال". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۱۹۷، قديمي)

(۲) "وفي السراج الوهاج: لايحول فيها؛ لأنها لإعلام الحاضرين، بخلاف الأذان؛ فإنه إعلام للغائبين". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۰، رشيديه)

"لأن التحويل صارسنة الأذان". (ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۱۱٦، غفارية)

"لايحول في الإقامة إلا لأناس ينتظرون". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۹۲، امداديه، ملتان)

ضعف کی وجہ سے اقامت کے وقت بیٹھنا

سوال[۲۲۶۹]: کیا ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بسبب کمزوری اقامت کے وقت بیٹھتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے یہ محفوظ نہیں کہ ضعف کی وجہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے وقت بیٹھتے تھے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۲ھ۔

"قد قامت الصلوة" کی تاء پر کیا حرکت پڑھیں؟

سوال[۲۲۷۰]: ایک شخص کہتا ہے کہ "قد قامت الصلوةُ، قد قامت الصلوةُ" ("ةُ" پرضمہ کے ساتھ) پڑھا جائے گا، اس کے خلاف نہیں، ورنہ اقامت ادا نہ ہوگی۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ "قد قامت الصلوةِ" پڑھا جائے گا یعنی "ةِ" کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے گا، ایک فریق دوسرے فریق کو کہتا ہے کہ تمہارے طریقے کے مطابق اقامت ادا نہ ہوگی۔ تو اب کس فریق کا اعتبار کیا جائے اور صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آخر والی "تاء" وقف اور سکتہ کی حالت میں "ھا" ہو جائے گی، لہٰذا اس پر نہ پیش پڑھا جائے گا نہ زیر، اصل کے اعتبار سے اس پر پیش تھا جب کہ اس پر وقف وسکتہ نہ ہو، سکتہ کے بعد وہ ساکن ہے(۲) زیر غلط ہے،

---

(۱) ابن ماجہ میں یہ روایت نہیں ملی۔

(۲) "وفي الإمداد: ويجزم الراء: أي يسكنها في التكبير. قال الزيلعي: يعني على الوقف، لكن في الأذان حقيقةً وفي الإقامة ينوي الوقف اهـ: أي للحدر، وروى ذلک عن النخعي موقوفاً عليه ومرفوعاً إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "الأذان جزم، والإقامة جزم، والتكبير جزم" اهـ.
(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في الكلام على حديث "الأذان جزم": ۱/۳۸۶، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الاذان: ۱/۴۴۸، رشيديه)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه) .... =

ترکیب نحوی کے اعتبار سے "الصلوۃ"، "قد قامت" کا فاعل ہے، جس پر پیش آئے گا، زیر غلط ہے، غلط سے پورا اجتناب کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

قضا نماز میں اقامت

سوال [۲۲۷۱]: فرض نماز قضاء پڑھنے کی حالت میں اقامت کہہ کر نماز پڑھے یا بغیر اقامت بھی نماز ہوسکتی ہے، اگر بلا اقامت نماز پڑھی ہوں تو ان کا اعادہ کرے یا کہ درست ہوگئیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلا اقامت بھی درست ہے لہٰذا جو پڑھی گئی اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں (۱)، اگر جماعت کے ساتھ قضاء کی جائے تو اقامت مسنون ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۲/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "و هو سنة مؤكدة: هي كالواجب في لحوق الإثم .... والإقامة كالأذان". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، ۳۸۸ سعيد)

"ترك السنة لا يوجب فساداً و لا سهواً، بل إساءةً لو عامداً .... اهـ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۳، سعيد)

(۲) "و يسن أن يؤذن و يقيم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء، لا بيته منفرداً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعيد)

"و يؤذن للفائتة و يقيم؛ لأن الأذان سنة للصلوات لا للوقت، فإذا فاتته صلاة تُقضى بأذان وإقامة لحديث أبي داؤد وغيره، أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بلالاً بالأذان والإقامة حين ناموا عن الصبح، و صلوها بعد ارتفاع الشمس، وهو الصحيح في مذهب الشافعي، كما ذكره النووي في شرح المهذب". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۶، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۷۷، مكتبه امداديه ملتان)

تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہوجائے تو کیا اقامت شروع سے پڑھے؟

سوال[۲۲۷۲]: تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہوجائے تو شروع سے پڑھے یا جہاں سے غلطی ہو وہاں سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر پڑھتے ہوئے اگر کچھ چھوٹ جائے تو جس جگہ سے غلطی ہوئی ہے اسی جگہ سے صحیح پڑھے، شروع سے لوٹانے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شروع اقامت کے وقت کھڑا ہونا

سوال[۲۲۷۳]: حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلوۃ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ بعض لوگ "حي علی الصلوۃ" پر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض شروع اقامت سے، تو یہ کیسا ہے؟ اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لا حرج" دونوں سوالوں پر: "لا حرج" فرمایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عبارت کس کتاب کی ہے؟ اس کتاب کا کیا نام ہے؟ جس کتاب کی کتاب الصلوۃ میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، ایک فتویٰ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الصلوۃ میں ہے، ایسا فرمایا مگر اصل کتاب کا نام نہیں ملتا۔ براہ کرم کتاب کا نام تحریر فرمادیں۔

---

(۱) "وإذا قدم في أذانه أو في إقامة بعض الكلمات على بعض نحو: أن يقول: أشهد أن محمداً رسول الله قبل قوله: أشهد أن لا إله إلا الله، فالأفضل في هذا أن ماسبق على أوانه لايعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه، وإن مضى على ذلك جازت صلاته، كذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۶، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتار خانيه، كتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر في تدارك الخلل الواقع فيه: ۱/۵۲۳، إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه، كراچي)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کتاب کا نام ہی ''کتاب الصلوۃ'' ہے، اس میں نماز ہی کے مسائل ہیں اور ہر مسئلہ اسی طرح کا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا انہوں نے جواب دیا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۶ھ۔

بوقتِ اقامت نماز کے لئے مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال[۲۲۷۴]: بوقت اقامت کھڑے ہو کر صف درست کریں یا کہ مقتدی و امام بیٹھے رہیں اور ''حی علی الصلوۃ'' پر کھڑے ہوں۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟ جواب بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

تسویۂ صفوف کی تاکید کی گئی ہے(۲)، اگر سب بیٹھے رہیں اور ''حی علی الصلوۃ'' پر کھڑے ہوں تو پھر تسویہ صفوف نہیں ہو سکے گا، خاص کر ''قد قامت الصلوۃ'' پر امام صاحب نماز شروع کردیں جیسا کہ اس کو بھی آدابِ صلوۃ میں شمار کیا گیا ہے۔

طحطاوی میں ہے کہ ''حی علی الصلوۃ'' یا ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے اور شروعِ اقامت پر کھڑا ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔ اگر امام سامنے حجرہ

---

(۱) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''کتاب الصلوۃ'' مخطوطہ کی شکل میں مطبوع حیدرآباد دکن میں کسی زمانہ میں موجود تھی، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے، دیکھئے: (ص:۴۹۶، جواب نمبر:۱)

(۲) ''عن عمرو بن مرة قال: سمعت سالم بن أبي الجعد قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لتسوُّنّ صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم''. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة و بعدها: ۱/۱۰۰، قديمي)

(سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف: ۱/۹۷، دار الحديث ملتان)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف و إقامتها و فضل الأول فالأول: ۱/۱۸۲، قديمي)

وغیرہ سے آئے تو جیسے ہی اس پر نظر پڑے سب کھڑے ہوجائیں، اگر صفوف کی پشت کی طرف وضوخانہ وغیرہ سے آئے تو جس صف پر پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے، حتی کہ جب امام مصلی پر پہونچے تو سب کھڑے ہوچکے ہوں:

"والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: حيّ على الفلاح، خلافاً لزفر، فعنده: عند "حي على الصلوة" إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، وإن دخل من قُدام، قالوا: (حين يقع بصرهم عليه) و شروع الإمام (في الصلوة) قد قيل: قد قامت الصلوة، اهـ". در مختار: ۱/۳۲۲ (۱) "والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم، حتى لو قام أول الإقامة لا بأس، اهـ". طحطاوی، ص: ۳۲۲ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۲۲۷۵]: تکبیر یعنی اقامت کے وقت مقتدیوں کو نماز کے لئے کس وقت کھڑا ہونا چاہئے، شروع تکبیر کے وقت یا کہ حی علی الفلاح کے وقت؟

عبدالحمید بمبئی نمبر ۵۰۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اقامت کے وقت امام نمازیوں کی پشت کی طرف سے مثلاً حوض یا وضوخانہ سے آتا ہے تو جس صف تک امام پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے، یہاں تک کہ جب مصلی پر پہونچے تو تمام صفوف کھڑی ہوچکی ہوں، اگر سامنے سے آتا ہو مثلاً حجرۂ امام اندرونِ مسجد ہو وہاں سے آئے تو جب امام پر نظر پڑے فوراً تمام نمازی

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

کھڑے ہوجائیں (۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے ہی قدم مبارک حجرہ مبارک سے نکالتے فوراً سب نمازی کھڑے ہوجایا کرتے تھے، یہ طریقہ نہیں تھا کہ پہلے مصلی پر آ کر تشریف رکھتے اور اقامت میں جب مؤذن "حی علی الفلاح" پر پہونچتا، اس وقت کھڑے ہوتے۔ ابوداؤد شریف اور اس کی شرح بذل المجہود میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول مذکور ہے (۲)۔

درمختار وغیرہ میں جو لکھا ہے کہ "حی علی الصلوۃ" یا "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا مستحب ہے، تو طحطاوی نے اس کی شرح میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھے، لہٰذا اگر شروع اقامت کے وقت کھڑا ہوجائے تو مضائقہ نہیں اور اس کی ممانعت نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: حيّ على الفلاح (خلافاً لزفر، فعنده :عند حي على الصلوة) إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صفٍ ينتهي إليه الإمام على الأظهر. وإن دخل من قُدام قالوا: (حين يقع بصرهم عليه) و شروع الإمام (في الصلوة) قد قيل: قد قامت الصلوة اهـ".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم : قال: إذا أقيمت الصلوة، فلا تقوموا حتى تروني".

و في بذل المجهود : بأن بلالاً رضي الله تعالىٰ عنه كان يراقب خروج النبي صلى عليه وسلم، فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يره غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم، قلت: و يشهد له مارواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن مقامه حتى تعتدل الصفوف". (أبو داؤد مع بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام و لم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۷، إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح الباري ، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة : ۲/۱۵۲، ۱۵۳، قديمي)

(۳) "والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى قام أول الإقامة لا بأس". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

ایضاً

سوال[۲۲۷۶]: امام کا عین نماز جماعت کے وقت آکر مصلی پر بیٹھنا پھر مکبر کا اقامت کہنا اور حی علی الصلوۃ پر امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تابعین یا تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین سے ثابت ہے؟ بحوالہ کتاب مع عبارت کے جواب مرحمت فرماویں، اگر ثابت نہیں تو یہ عمل خلاف سنت ہے یا نہیں؟

ازابوالخیر غازی پوری۔

الجواب حامداًومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایسا عمل کسی حدیث شریف میں میری نظر سے نہیں گزرا بلکہ اس کے خلاف صراحت کے ساتھ معمول منقول ہے، وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے ہی حجرہ شریفہ سے قدم مبارک باہر نکالتے ،فوراً تکبیر شروع ہوجاتی اور تمام نمازی کھڑے ہوجاتے ، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصلے پر جس وقت پہونچتے تو سب نمازی کھڑے ہوچکے ہوتے ، یہ معمول نہیں تھا کہ پہلے سے مصلے پر آکر بیٹھ جائیں پھر تکبیر شروع ہو اور جب مکبر "حی الصلوۃ" پر پہونچے تو اس وقت کھڑے ہوں، لہٰذا اس معمول کے خلاف سنت ہونا ظاہر ہے:

"إن بلالاً رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه كان يرقب خروج النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم، فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالبُ الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم. قلت: و يشهد له ما رواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: اللّٰه أكبر يقومون إلى الصلوة فلا يأتي النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف اهـ". بذل المجهود شرح أبي داؤد (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (بذل المجهود شرح أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام و لم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي)=

مقتدیوں کا "حی علی الصلوۃ" پر کھڑا ہونا

سوال[۲۲۷۷]: اقامت جب کہی جائے تو امام اور مقتدیوں کو کب کھڑے ہوجانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام پہلے سے مصلے کے قریب ہے تو جب مکبر "حی علی الصلوۃ" کہے امام اور مقتدی سب کھڑے ہوجائیں، اگر صفوف کی طرف سے آئے تو جس صف پر پہونچتا جائے اس صف کے نمازی کھڑے ہوتے جائیں یہاں تک کہ جب مصلے پر پہونچے تو سب کھڑے ہوچکے ہوں، اگر سامنے سے آئے تو جیسے ہی امام پر نظر پڑے سب نمازی کھڑے ہوجائیں، مصلے تک پہونچنے کا بھی انتظار نہ کریں(۱)۔ پہلی صورت میں "حی علی الصلوۃ" پر کھڑے ہونے کو جو لکھا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد نہ بیٹھا رہے (مثلاً کوئی شخص تسبیح پڑھ رہا ہے اور ختم ہونے سے پہلے تکبیر شروع ہوگئی تو وہ مکبر کے "حی علی الصلوۃ" پر پہونچنے تک اگر پوری کرسکے پوری کرلے اس کے بعد نہ بیٹھا رہے) پس اگر شروع اقامت ہی کے وقت کھڑا ہوجائے تب بھی مضائقہ نہیں، طحطاوی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

= "والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: حي على الفلاح، خلافاً لزفر، فعنده عند: حي على الصلوة إن كان الإمام بقرب المحراب، و إلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر .... و إن دخل من قُدام قاموا حين يقع بصرهم عليه .... و شروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دارالكتب العلمية)

(۱) "والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: "حي على الفلاح" خلافاً لزفر، فعنده عند "حي على الصلوة" إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر. وإن دخل من قُدام قالوا: حين يقع بصرهم عليه، و شروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، مكتبه إمداديه)

(۲) "والظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقديم، حتى لوقام أول الإقامة لا بأس". (حاشية الطحطاوي =

”حی علی الصلوۃ“ کے وقت کھڑا ہونا

سوال[۲۲۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

کہ کٹھیار کے اکثر مقامات پر اقامت صلوۃ کی یہ صورت رائج ہے کہ مؤذن تنہا کھڑا رہ کر اقامت صلوۃ شروع کرتا ہے اور تمام مصلی بیٹھے رہتے ہیں ”حی علی الصلوۃ“ پر امام اور مقتدی کھڑے ہوتے ہیں اور ”قد قامت الصلوۃ“ پر امام نیت باندھتا ہے اس طریقہ پر بعض جگہ اس قدر راشد اد برتا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص ”حی علی الصلوۃ“ سے پہلے کھڑا ہو جائے تو اسے بالجبر بٹھا دیا جاتا ہے۔ پس کیا اس طریقہ کو مسنون اور مطابق فقہ حنفی کہا جائے گا؟ اور کیا درجہ وجوب میں ہے کہ خلاف اس کا موجب گناہ ہو؟

فقط احقر حکیم محمد ابراہیم خان۔

الجواب حامداًومصلياً:

”ومن الأدب القيام: أي قيام القوم والإمام إن كان حاضراً بقرب المحراب حين قيل: أي وقت قول المقيم: ”حي على الفلاح“؛ لأنه أمر به فيجاب. وإن لم يكن حاضراً يقوم كل صفٍ حين ينتهي إليه الإمام في الأظهر. ومن الأدب شروع الإمام: أي إحرامه مذ قيل: أي عند قول المقيم: ”قد قامت الصلوة“ عندهما، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: يشرع إذا فرغ من الإقامة، فلو أخر حتى يفرغ من الإقامة لا بأس به“. مراقي الفلاح، ص: ٦١ (١)۔

”وأيضاً والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: ”حي على الفلاح“ خلافاً لزفر رحمه الله تعالى فعنده عند: ”حي على الصلوة“. ابن كمال. إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام .... ظهيرية. وإن دخل من قُدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، إلا إذا قام الإمام بنفسه في مسجد فلا يقفوا حتى يتم إقامته، وإن خارجه قام كل صف ينتهي إليه الإمام، بحر. وشروع الإمام في الصلوة مذ قيل: ”قد قامت الصلوة“، ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً، و هو قول الثاني والثلاثة، وهو أعدل المذاهب كما في شرح المجمع لمصنفه به،

= على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٢١٥، دار المعرفة بيروت)

(١) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل من آدابها، ص:٢٧٧، ٢٧٨، قديمي)

وفي القهستاني معزياً للخلاصة: أنه الأصح". درمختار (۱)۔

قال الطحطاوي: "(قوله: والقيام لإمام و مؤتم الخ، مسارعة لامتثال أمره، والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس. وحرر (قوله: أنه الأصح): أي فالأخذ به أولىٰ؛ لأنه لا يقع اشتباه على المصلين". طحطاوي على الدر المختار: ۱/۲۱۵ (۲)۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ "حي على الفلاح" یا "حي على الصلوة" کے وقت قوم اور امام کا کھڑا ہونا صرف آداب میں ہے واجبات میں نہیں کہ اس کے ترک پر گناہ ہو (۳) کہ امام مصلے پر یا اس کے قریب پہلے سے موجود ہو، اگر امام وہاں موجود نہ ہو بلکہ کسی دوسری جگہ سے سامنے آئے۔ تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت سب کو کھڑا ہوجانا چاہئے، اگر مصلے کے سامنے نہیں ہے بلکہ مقتدیوں میں سے ہوکر دوسری جانب سے یعنی پیچھے سے آئے تو جس صف میں پہنچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے حتیٰ کہ مصلی پر پہنچنے کے وقت سب صفیں کھڑی ہوجائیں۔ نیز "حي على الصلوة" یا "حي على الفلاح" کے وقت کی تعیین اس لئے ہے کہ اس کے بعد تک بیٹھے رہنا نہیں چاہئے، یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا منع ہے۔

امام کو "قد قامت الصلوة" کے وقت نماز شروع کردینا بھی واجب نہیں، پس اگر تکبیر ختم ہونے کا انتظار

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، مكتبه إمداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

(۳) "و لها آداب تركه لا يوجب إساءةً و لا عتاباً كترك سنة الزوائد، لكن فعله أفضل". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۷، سعيد)

"وإن فهم منه الثواب على الفعل، وانتفى العقاب على الترك سمي ندباً". (بداية المجتهد و نهاية المقتصد، المعاني المتداولة المتأدية من تلك الطرق: ۱/۳۲۹، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

کیا اور ختم ہونے پر امام نے نماز شروع کی تو بالاتفاق اس میں کوئی گناہ نہیں، بلکہ بہت سے فقہاء نے اسی کو اختیار فرمایا ہے، پس ان چیزوں پر اتنا تشدد کرنا مسائل سے ناواقفیت کی دلیل ہے (۱)، اس تشدد سے رکنا واجب ہے، نہ مقتدی کو ابتدائے اقامت میں کھڑا ہونا گناہ ہے کہ اس کو جبراً بٹھایا جائے، نہ امام کو "قد قامت الصلوة" کے وقت نماز شروع کرنا واجب ہے کہ ختم کے انتظار کو گناہ کہا جائے۔ جو شئی بالاتفاق مستحب ہو اس کے ساتھ واجب کا سا معاملہ کرنا بھی ناجائز ہے، ہر شئی کو اس کی حد پر رکھنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ شوال/ ۵۷ھ۔

"حی علی الصلوة" پر قیام

سوال [۲۲۷۹]: جو بدعتی اس مسجد میں فجر کی نماز میں آتے ہیں وہ کبھی عصر کی نماز میں بھی آتے ہیں تو وہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں اور "حی علی الصلوة" پر کھڑے ہوتے ہیں تو کیا میں بھی اس مسجد میں ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھوں اور ان کا یہ فعل بھی کروں؟ ورنہ اگر نہ کروں گا تو ہو سکتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے سے

---

(۱) "وشروع الإمام مذ قيل: قد قامت الصلوة، ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً، وهو قول الثاني والثلاثة، وهو أعدل المذاهب كما في شرح المجمع لمصنفه، وفي القهستاني معزياً للخلاصة: أنه الأصح". (الدر المختار).

وفي رد المحتار: "(قوله: لا بأس به إجماعاً): أي لأن الخلاف في الأفضلية، فنفي البأس: أي الشدة ثابت في كلا القولين وإن كان الفعل أولىٰ في أحدهما. (قوله: أنه الأصح): لأن فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام". (كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، ۲۸۴، دار الكتب العلمية)

(۲) "قال الطيبي في حاشية المشكوة: فيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، منها استحباب الانصراف عن أحد الجانبين: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

روک دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر دوسری مسجد نہیں تو اسی مسجد میں ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہوکر نماز پڑھ لیا کریں(۱)۔"حی علی الصلوۃ" یا"حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے یا نہ ہونے پر کوئی جھگڑا نہ کریں، کبھی پہلے سے کھڑے ہو جایا کریں، یہ مسئلہ جھگڑے کا نہیں، نماز عصر کے بعد اگر تسبیح وتلاوت میں جلدی ہی مشغول ہو جائیں اور ان کو ذکر میں مشغولی کے وقت مصافحہ نہیں کرنا چاہئے(۲) تو امید ہے کہ وہ آپ کو معذور قرار دیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

"حی علی الصلوۃ" پر قیام

سوال[۲۲۸۰]: جگدل ضلع چوبیس پرگنہ میں کی چند مسجد اس میں فرض نماز اور جمعہ کے لئے لوگ آتے ہیں اور کیف ما اتفق بیٹھ جاتے ہیں جب موذن "حی علی الصلوۃ" پر پہونچتا ہے کھڑے ہو جاتے ہیں، تسویۂ صفوف کا انتظام بالکل نہیں کرتے ہیں، تاکید کرنے سے بھی صفیں سیدھی نہیں ہوتیں کیونکہ وقت بہت تنگ ہوتا ہے، صفوف کا سیدھا کرنا واجب ہے، کیونکہ حدیث صحیحہ میں تاکید آئی ہے۔آیا بغیر تسویۂ صفوف کسی امر مندوب یا جائز پر عمل کرنا درست ہے، واجب کے ترک سے امر مندوب یا جائز میں کسی قسم کی خرابی لازم نہیں

(۱)"ویکره تقديم المبتدع أيضاً؛ لأنه فاسق من حيث الاعتقاد، و هو أشد من الفسق من حيث العمل؛ لأن الفاسق من حيث العمل يعترف بأنه فاسق و يخاف و يستغفر بخلاف المبتدع، والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئًا على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة، وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة، أما لو كان مؤدياً إلى الكفر فلا يجوز أصلاً". (الحلبي الكبير، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲)" فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالىٰ بأي وجه كان رحمتي ".(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره : ۱/۶۱۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۱/۳۹۵، دار الكتب العلمية بيروت)

آئے گی؟ موطا إمام محمد، ص: ۸٦ باب تسوية الصف میں: "حتى ينبغي للقوم إذا نال المؤذن حی على الفلاح أن يقوم إلى الصلوة، فيصفوا و يسوّوا الصفوف يحاذوا بين المناكب الخ" (۱) سے ثابت ہوتا کہ تسویۂ صف کا وقت "حي على الفلاح" پر اٹھنے کے بعد ہے۔

یہ احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ : "سووا صفوفكم، فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلوة"(۲). اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسویۃ الصفوف کا وقت قبل اقامت ہے۔ اور بدائع الصنائع میں: ۱/۱۰۰، میں حي على الفلاح کے قبل اٹھنا ممنوع لکھا ہے(۳)۔ عالمگیری وغیرہ میں اس کے خلاف مسئلہ لکھا گیا ہے(۴) جو باعث خلجان ہے۔

---

(۱) والعبارة بتمامها: "قال محمد: ينبغي للقوم إذا قال المؤذن: "حي على الفلاح" أن يقوموا، فيصفّوا ويسوّوا الصفوف، ويحاذوا بين المناكب، فإذا أقام المؤذن الصلوة، كبّر الإمام، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (المؤطا للإمام محمدؒ، باب تسوية الصفوف، ص: ۸۶، ۸۷، مير محمد كتب خانه)

(۲) "عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " سوّوا صفوفكم، فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلوة". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلوة: ۱/۱۰۰، قديمى)
(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف اهـ : ۱/۱۸۲، قديمى)

(۳) "فكان ينبغي أن يقوموا عند قوله: "حيّ على الصلوة"، لما ذكرنا، غير أنا نمنعهم عن القيام كيلا يلغو قوله: حيّ على الفلاح، لأن من وجدت منه المبادرة إلى شئ فدعاء ه إليه بعد تحصيله إياه لغوٌ من الكلام". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في سنن الصلوة : ۲/۲۵، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۴) "إن كان المؤذن غير الإمام، وكان القوم مع الإمام في المسجد، فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن: "حيّ على الفلاح" عند علمائنا الثلاثة، وهو الصحيح، فأما إذا كان الإمام خارج المسجد، فإن دخل المسجد من قبل الصفوف، فكلّما جاوز صفاً، قام ذلك الصف، وإليه مال شمس الأئمة الحلواني، والسرخسي، وشيخ الإسلام خواهر زاده. وإن كان الإمام دخل المسجد من قُدامهم يقومون كمارأوا الإمام". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان اهـ: ۱/۵۷، رشيديه)
(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سيعد)
(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، مكتبه امداديه، ملتان)
(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دارالكتب العلميه، بيروت)

اب سوال یہ ہے کہ احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ فقہاء میں کیا تطبیق ہے؟ مؤطا امام محمدؒ اور بدائع الصنائع کے اقوال پر عمل کرنا دیگر کتب فقہ کے اقوال کو چھوڑ کر کیسے ممکن ہے؟ عملِ واجب مقدم ہے یا مستحب؟ استحباب ثابت کرنے کے لئے "ینبغی" کا لفظ جیسا کہ مؤطا امام محمدؒ میں منقول ہے کافی ہے؟

"حی علی الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے کا التزام عملاً مثلِ واجب کرنا واجب کو چھوڑتے ہوئے جائز یا درست ہے یا ممنوع ہے؟ اس عمل میں واجب پہچاننے کے لئے کیا معیار ہے؟ لہٰذا اس مسئلہ میں آج کل جگہ جگہ میں جو طریق مروج ہے اس پر اس قسم کے اشکالات ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مسئلہ کا حکم اس سے قبل عبارتِ فقہ سے استشہاد کے ساتھ آپ کے پاس ارسال کیا جاچکا ہے، اب بحث اس کے ماخذ اور حدیث وفقہ میں تعارض وتطابق سے باقی رہ گئی، فقہاء کے کلام میں عبارتیں بہت مختلف ہیں، بلکہ ایک ہی مصنف نے ایک جگہ کچھ لکھا دوسری جگہ اس کے خلاف لکھا ہے، اسی طرح اقوالِ صحابہ وتابعین کا حال ہے، اس لئے جس جگہ اختلافِ مذاہب کی تصریح ہو تو اختلاف مذاہب پر حمل کرلیا جائے اور جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں تقیید کے ذریعہ سے محل علیحدہ علیحدہ متعین کرلیا جائے اور تقیید کی صورت وہی ہے جو اس سے پہلے مذکور ہوئی یعنی اگر امام محراب کے قریب مصلی پر ہو اور سب مقتدی اپنی اپنی جگہ پر ہوں تو "حی علی الفلاح" کے وقت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور "قد قامت الصلوة" کے وقت (علی النقل الصحیح) زفر وحسن رحمہما اللہ کے نزدیک کھڑے ہوں۔

اگر امام مصلی پر موجود نہ ہو بلکہ صفوف کی طرف سے داخل ہو، جن صفوں تک پہنچتا جائے مقتدی کھڑے ہوتے جائیں، اگر سامنے کی جانب سے آئے تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت فوراً کھڑے ہوجائیں۔ یہ تفصیل درمختار: ۱/ ۴۵۹، سے نقل کی گئی ہے (۱)۔

---

(۱) "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل: "حي على الفلاح"، خلافاً لزفر، فعنده عند: "حي على الصلوة" إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، وإن دخل من قُدام قالوا: حين يقع بصرهم عليه .... وشروع الإمام في الصلوة مذقيل: قد قامت الصلوة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۴۷۹، سعيد)

"بأن عند زفر يقومون حين قيل: "قد قامت الصلوة" الأولى، و يُحرمون عندالثانية". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

بدائع:۱/۲۰(۱) عالمگیری:۱/۵۷،(۲) وغیرہ میں بھی یہ تفصیل موجود ہے، لہٰذا اگر کسی جگہ "حی علی الصلوۃ" یا "حی علی الفلاح" یا "قد قامت الصلوۃ" سے پہلے کھڑے ہونے کی کراہت یا ممانعت مذکور ہے تو اس کا محمل یہ ہے کہ امام محراب کے قریب مصلّی پر موجود نہ ہو، یا کراہت تنزیہی مراد لی جائے جس کو "جائز"، "خلاف اولیٰ"، "لا بأس" سے تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، یا قیام سے مراد قیام بحقیقۃ الصلوۃ یعنی تکبیر ہو مگر یہ احتمال حدیث میں ہوسکتا ہے، یا تاخیر سے احتراز ہو، تقدم سے نہ ہو:

"عن أبي قتادة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا أقيمت الصلوٰة فلا تقوموا حتى تروني قد خرجت". رواه الجماعة إلا ابن ماجة، ولم يذكر البخاري فيه "قد خرجت" (۳) كذا في نيل الأوطار (٤)۔

"عن أنس رضي الله تعالى عنه أنه كان يقوم إذا قال المؤذن: قد قامت الصلوٰة". رواه ابن المنذر وغيره" (٥)۔

---

(۱) "ولأن القيام لأجل الصلوة لايمكن أداؤها بدون الإمام، فلم يكن القيام مفيداً، ثم دخل الإمام من قدام الصفوف، فكلما رأوه قاموا؛ لأنه كما دخل المسجد قام مقام الإمامة، وإن دخل من وراء الصفوف، فالصحيح أنه كلما جاوز صفاً قام ذلك الصف". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في سنن الصلوة: ۲/۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع، ص: ۴۸۰، رقم الحاشية: ۴)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۱/۸۸، قديمي)
(والصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة: ۱/۲۲۰، قديمي)
(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام ولم يأت الإمام: ۱/۸۰، دار الحديث ملتان)
(وسنن النسائي، كتاب الأذان، باب إقامة المؤذن عند خروج الإمام: ۱/۱۱، قديمي)
(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء أن الإمام أحق بالإقامة: ۱/۵۰، سعيد)

(۴) (نيل الأوطار، أبواب الأذان، المحافظة على الأذان عند دخول وقت الظهر بدون تقديم ولا تأخير، ولا يقيم المؤذن حتى يرى الإمام والدليل على ذلك: ۲/۳۱، دار الباز للنشر والتوزيع عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

(۵) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن الصلوة كانت تقام لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقامه". رواه مسلم"(۱). "وأخرج عن جابر ابن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه أن بلالاً لا يقيم حتى يخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فإذا خرج أقام الصلوة حين يراه". إلى آخر قوله: "عن أبي قتادة رضي الله تعالىٰ عنه الخ"۔

قلت: فيه دلالة على أن لا يقوم الناس في الصف و لو شرع المؤذن في الإقامة، بل و لو كان أتمها حتى يرووا الإمام خارجاً من حجرته أو من باب المسجد متوجهاً إلى الصلوة، هذا إذا كان الإمام غائباً عن المسجد وقت الإقامة عازباً عن القوم، و أما إذا كان فيه أو بقربه بمرأى منهم فسيأتي حكمه"۔

"قال الحافظ في الفتح: ۱/ ۱۰ (۲): قال القرطبي: ظاهر الحديث أن الصلوة كانت تقام قبل أن يخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من بيته، وهو معارض لحديث جابر ابن سمرة رضي الله تعالى عنه "أن بلالاً كان لا يقوم حتى يخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، أخرجه مسلم". و يجمع بينهما بأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مقامه حتى تعتدل صفوفهم۔

قلت: و يشهد له ما رواه عبد الرزاق عن بن جريج عن ابن شهاب "أن الناس كانوا ساعةً يقول المؤذن: الله أكبر، يقومون إلى الصلوة فلا يأتي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

---

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة: ۱/ ۲۲۱، قديمى)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام و لم يأت الإمام: ۱/ ۸۰، دار الحديث ملتان)

(۲) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عندالإقامة: ۲/ ۱۵۳، قديمى)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب في الصلوة و لم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/ ۳۰۷، امدادیہ ملتان)

مقامه حتى تعتدل الصفوف". قال المؤلف: و يمكن حمل حديث جابر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه على مابعد النبي أيضاً، أما حديث أبي هريرة الذى أخرجه البخارى بلفظ: "أقيمت الصلوة فيسوى الناس صفوفهم، فخرج النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم"، و لفظه فى مستخرج أبي نعيم: "فصف الناس صفوفهم، ثم خرج علينا"، و لفظه عند مسلم: "أقيمت الصلوة، فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم" فيجمع بينه و بين حديث أبي قتادة رضى اللّٰه تعالى عنه بأن ذلك ربما وقع لبيان الجواز، و بأن ضيعهم فى حديث أبي هريرة كان سبب النهى عن ذلك فى حديث أبي قتادة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه، وأنهم كانوا يقومون ساعةً تمام الصلوة، و لو لم يخرج النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، فنهاهم عن ذلك الاحتمال أن يقع له شغل يبطئ فيه عن الخروج فيشق عليهم انتظاره الخ۔

و بالجملة إذا لم يكن الإمام مع القوم فالجمهور على أنهم لا يقومون حتى يروه بمقتضى حديث المتن، كمافى العمدة للعينى: ۲/۲۷۶(۱)، "وهو قولنامعشر الحنفية. أثر أنس فى الظاهر دليل لزفر، و فى المعنى دليل للطرفين إذا أُريد بالقيام القيام بحقيقة الصلوة، وهو التكبير، وأما القيام من الجلوس، فلا بد أن يتقدمه، والأمر فى كل ذلك واسع، واللّٰه تعالىٰ أعلم"۔ و قال العلامة الطحطاوى: والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقدم، حتى لو قام أول الإقامة لابأس، و حرّر الخ". (۲)، إعلاء السنن، ص: ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸ (۳)۔

---

(۱) قال البدر العينى: "وإذا لم يكن الإمام فى المسجد فذهب الجمهور إلى أنهم لايقومون حتى يروه".
(عمدة القارى: ۵/۲۲۵، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

(۳) (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب وقت قيام الإمام والمأمومين للصلاة: ۴/۳۲۵-۳۲۸، إدارة القرآن كراچى)

مؤطا امام محمدؒ کے حاشیہ پر طویل بحث کے بعد لکھا ہے: "والأمر فی هذا الباب واسعٌ لیس له حدٌّ مضیق فی الشرع، واختلاف العلماء فی ذلك لاختیار الأفضل بحسب مالاح لهم، الخ"(۱)۔

مندوبات پر اصرار کرنا اوران کو وجوب کا درجہ دینا جائز نہیں بلکہ اس سے کراہت آ جاتی ہے(۲) اور جس مندوب سے ترکِ واجب ہوتا ہو اس کا ترک واجب ہوتا ہے، لہٰذا جب کہ تسویۂ صفوف میں خلل پڑتا ہو تو اولِ اقامت سے قیام کر کے تسویۂ صفوف کرلیا جائے، ایسی حالت میں کوئی کراہت کسی قول کے مطابق نہیں۔ واجب پہچاننے کا معیار دلیل ہے، جس درجہ کی دلیل اسی درجہ کا حکم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۷/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امام ومقتدی نماز کیلئے کس وقت کھڑے ہوں؟

سوال[۲۲۸۱]: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "جب اقامت شروع ہوتی تھی تو ہم لوگ کھڑے ہوجاتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرے سے نکلنے سے پہلے صفوں کی درستگی کر لیتے تھے"۔ یہ حدیث مسلم شریف میں ص: ۲۲۰ پر ہے(۳)۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ "حی علی

---

(۱) (التعلیق الممجد علی مؤطا محمد، باب تسویة الصفوف، ص:۸۷، حاشیة: ۲، میر محمد کتب خانه)

(۲) "قال الطیبی فی حاشیة المشكوة: فیه أن من أصر علی أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فكیف من أصر علی بدعة أو منكر". (السعایة فی كشف مافی شرح الوقایة، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، و منها استحباب الانصراف عن أحد الجانبین، قبیل فصل فی القرآءة: ۲/۲۶۳، سهیل اكیڈمی لاهور)

(وكذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشكوة المصابیح، كتاب الصلوة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشیدیه)

(۳) "عن ابن شهاب أخبرنی أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف رضی الله تعالیٰ عنه سمع أبا هریرة رضی الله تعالیٰ عنه یقول: أقیمت الصلوة، فقمنا، فعدلنا الصفوف قبل أن یخرج إلینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فأتی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی إذا قام فی مصلاه قبل أن یكبر ذكر فانصرف، وقال لنا": مكانكم الخ". (الصحیح لمسلم، كتاب المساجد، باب متی یقوم الناس للصلوة: ۱/۲۲۰، قدیمی)

الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے پر صفوں کی درستگی نہیں ہوسکے گی جس کی احادیث میں تاکید آئی ہے، مذکورہ بالا حدیث کی بناء پر ابتدائے اقامت ہی پر کھڑا ہوجانا ثابت نہیں ہے، اسی طرح صف بندی کی خاطر خلافِ سنت فعلِ مکروہ نہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اور اسی طرح بعض اَور روایتیں ایسی ہیں جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں: کہ ہم "سرکار کے مسجد میں تشریف لانے سے پہلے ہی کھڑے ہوجاتے درصفوں میں اپنی جگہ لے لیتے، نیز صفوں کی درستگی کرلیتے"(۱) لیکن اس سے ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کا استدلال کس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسی طرزِ عمل پر نکیر فرمائی:

"إذا أقيمت الصلوة فلا تقوموا حتى تروني قد خرجت". بخاری ومسلم وترمذی ومشکوۃ(۲)

یعنی "اے صحابہ! جب اقامت کہی جائے نماز کے لئے تو تم لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ (حجرۂ اقدس سے) نکل گیا ہوں"، لہٰذا صحابہ کے اس عمل کے لئے: "لا تقوموا حتى تروني" والی حدیث ناسخ ہوگی اور صحابہ کا عمل ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا اس حدیث سے منسوخ ہوگا۔

---

(۱) "عن ابن جريج عن ابن شهاب: "إن الناس كانوا ساعةً يقول المؤذن: الله أكبر، يقومون الصلوة، فلا يأتي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف".

"و في صحيح مسلم و سنن أبي داود ومستخرج أبي عوانة: "إنهم كانوا يعدلون الصفوف قبل خروجه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (نيل الأوطار، أبواب الأذان، المحافظة على الأذان عند دخول وقت الظهر: ۲/۳۱، دار الباز، عباس الباز مكة المكرمة)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة: ۱/۲۲۰، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۱/۸۸، قديمي)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء أن الإمام أحق بالإقامة: ۱/۵۰، سعيد)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب فيه فصلان ۱/۲۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام و لم يأت الإمام اهـ: ۱/۸۰، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب الأذان، باب إقامة المؤذن عند خروج الإمام: ۱/۱۱۱، قديمي)

دینی مدارس کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عمل حدیثِ ناسخ پر ہوتا ہے منسوخ پر نہیں، فتح الباری شرح بخاری، جلد دوم، ص:۱۰۰، پر ہے: "حديث أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه كان بسبب النهي عن ذلك في حديث أبي قتادة"(۱)۔

علامہ نووی شرح مسلم میں ص:۲۲۱، میں فرماتے ہیں: "ولعل قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فلا تقوموا حتى تروني" كان بعد ذلك"(۲) یعنی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو، صحابہ کے اس عمل کے بعد ہے، چنانچہ یہی علامہ نووی صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل شرح مسلم: ۱/۲۲۱، میں نقل فرماتے ہیں: "وكان أنس رضي الله تعالىٰ عنه يقوم إذا قال المؤذن: قد قامت الصلوة"(۳) یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب مکبر "قد قامت الصلوة" کہتا اس وقت قیام فرماتے۔

پھر یہی علامہ نووی شارح مسلم اقامت کے متعلق روایاتِ مختلفہ کی توضیح وتشریح کے بعد ائمۂ کرام کے اقوال نقل کرتے ہوئے امام المشارق والمغارب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بیان فرماتے ہیں: "قال أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ والكوفيون يقومون في الصف إذا قال: حي على الصلوة" شرح مسلم: ۱/۲۲۱(۴)، نیز فتح الباری شرح بخاری: ۲/۱۰۰، میں ہے: "وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: يقومون إذا قال: حي الفلاح" (۵) یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہوں۔

شلبی حاشیہ زیلعی کے ص:۱۰۸، میں ہے: "قال في الوجيز: والسنة أن يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن: حي على الفلاح"(٦) یعنی وجیز میں فرمایا کہ جب مکبر "حي على الفلاح" کہے اس وقت

(۱) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عندالإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي)

(۲) (النووي على الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة: ۱/۲۲۱، قديمي)

(۳) (النووي على الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

(۴) (النووي على الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

(۵) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عندالإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي)

(٦) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

امام ومقتدی کا کھڑا ہونا سنت ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح وقایہ:۱/۱۵۵، پر ہے (یہ کتاب ہر مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے یعنی بریلوی مسلک کے مدرسہ میں بھی اور دیوبندی مسلک کے مدرسہ میں بھی):"ويقوم الإمام والقوم عند: حي على الصلوة"(۱)۔ كذا في نور الإيضاح، ص: ۲٤(۲)۔

درمختار، ص:۲۹۳، پر ہے: "والمؤذن يقيم قعد"(۳) ردالمحتار کے اسی صفحہ پر ہے: "(قوله: قعد) ويكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد، ثم يقوم إذا بلغ المؤذن: حي على الفلاح"(۴)۔

فتاویٰ عالمگیری:۱/۲۹ پر ہے: "إذا دخل الرجل عند الإقامة، يكره له الانتظار قائماً، ولكن يقعد، ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: "حي على الفلاح"(٥)۔

درمختار، ص:۳۵۲،۲۵۳ پر ہے: "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل: حيّ على الفلاح"(٦)۔

طحطاوی مطبوعہ قسطنطنیہ، ص:۱۵۱، پر ہے: "وإذا أخذ المؤذن في الإقامة، ودخل رجل في المسجد، فإنه يقعد ولا ينتظر قائماً، فإنه مكروه، كذا في المضمرات، قهستاني. و يفهم منه كراهة القيام ابتداءً والناس عنه غافلون"(٧)۔

یعنی جب مکبر تکبیر کہنے لگے اور کوئی شخص مسجد میں آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہوکر

---

(۱) (شرح الوقاية، كتاب الصلوة، بيان حكم ترك الأذان والإقامة: ۱/۱۳٦، سعيد)

(۲) "والقيام حين قيل. حي الفلاح" (نور الإيضاح متن مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل من آدابها ص: ۲۷۷، قديمي)

(۳) والعبارة بتمامها: "دخل المسجد والمؤذن يقيم، قعد إلى قيام الإمام في مصلاه". (الدر المختار، كتاب الصلوة باب الأذان: ۱/۴۰۰، سعيد)

(۴) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۰۰، سعيد)

(٥) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والاقامة: ۱/۵۷، رشيديه)

(٦) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(۷) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۸، قديمي)

انتظار نہ کرے اس لئے کہ تکبیر کے وقت کھڑا ہونا مکروہ ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے (قہستانی) اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: "قال أبوحنیفة و محمد: یقومون فی الصف إذا قال: حی علی الصلوة" (۱) یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ صف میں لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر "حی علی الصلوۃ" کہے۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان واجب الاذعان مدلل بحدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو یہ حکم امام اعظم و دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ٹھہرا، لہٰذا اس کے خلاف عمل کرنا یعنی ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ جو لوگ صفوں کی درستگی کا بہانہ بنا کر شروعِ اقامت سے کھڑے ہونے کو کہتے ہیں وہ اپنی کم علمی اور مسائلِ شرعیہ سے عدمِ واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ کیا علمائے متقدمین ومتاخرین یہاں تک کہ ائمہ ثلاثہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف اور محرر مذہب حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو امام ومقتدی کو "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں ان لوگوں کے سامنے صفوں کی درستگی کا مسئلہ نہیں تھا اور یقیناً تھا، جتنا ان لوگوں نے احادیث کریمہ کے مفہوم کو سمجھا ہے مخالفین سمجھنے سے قاصر ہیں، خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "إذا صح الحدیث فهو مذهبی" (۲)۔

حدیث شریف سے بعد اقامت بھی صفوں کی درستگی کا اہتمام ثابت ہے، حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیرِ تحریمہ کہتے، آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بندو! اپنی صفوں کو برابر کرو" حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں: "خرج یوماً فقام حتی کاد أن

---

(۱) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب متی یقوم الناس إذا رأو الامام عندالإقامة: ۱۵۴/۵، إدارة الطباعة المنیریة، الناشر محمد أمین دمج بیروت)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، ص:۶۷، میر محمد کتب خانہ کراچی)

یکبر، فرأی رجلاً بادیاً صدره من الصف فقال: عباد الله! أقیموا صفوفکم"(۱)۔ یقیناً صفوں کی درستگی کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے لیکن تاکید کے معنی ہرگز نہیں کہ صفوں کی درستگی اس کے مقررہ وقت سے پہلے کی جائے۔ کیا نمازوں کی تاکید قرآن وحدیث میں نہیں آئی ہے؟ آئی ہے اور یقیناً آئی ہے تو کیا اس کو وقت سے پہلے ادا کریں گے، بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کریں گے۔

نماز باجماعت کے لئے کھڑے ہونے کا وقت قولِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عملِ صحابہ اور مذہبِ حنفیہ سے ثابت ہے، اسی وقت پر کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کریں، جیسا کہ محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی کتاب موطا امام محمد میں فرماتے ہیں: "ینبغی للقوم إذا قال المؤذن: حی علی الفلاح أن یقیموا إلی الصلوة، فیصفوا و یسووا الصفوف"(۲) یعنی مقتدیوں کو چاہئے کہ جب موذن "حی علی الفلاح" کہے تب نماز کے لئے کھڑے ہوں پھر صف بندی کریں اور صفوں کو سیدھی کریں۔ خود مخالفین کے علماء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ جب مکبر "حی علی الفلاح" کہے تب امام ومقتدی کو کھڑا ہونا چاہئے۔

چنانچہ نواب قطب الدین خان مشکوۃ شریف کا اردو ترجمہ ''مظاہر حق'' جدید مطبوعہ ادارہ اسلامیات دیوبند قسط ہشتم، ص:۳۴ پر لکھتے ہیں: ''فقہاء نے لکھا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب "حی علی الصلوۃ" کہے تو مقتدیوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے'' (۳)۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالا بد منہ، ص:۲۴ میں فرماتے ہیں: ''نزد حی علی الصلوة إمام بر خیزد'' یعنی "حی علی الصلوۃ" کے وقت امام اٹھے (۴)۔ اس عبارت

---

(۱) "عن سماک بن حرب قال: سمعت النعمان بن بشير رضی الله تعالیٰ عنه یقول: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یسوی صفوفنا حتی کأنما یسوی بها القداح حتی رأی أنّا قد عقلنا عنه، ثم خرج یوماً، فقام حتی کاد یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدره من الصف، فقال: "عباد الله! لتسوّنّ صفوفکم أو لیخالفنّ الله بین وجوهکم". (الصحیح لمسلم، کتاب الصلوة، باب تسویة الصفوف و إقامتها: ۱۸۲/۱، قدیمی)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی إقامة الصفوف: ۵۳/۱، سعید)

(۲) (المؤطا للإمام محمد، باب تسویة الصفوف، ص: ۸۶، ۸۷، میر محمد کتب خانه کراچی)

(۳) (مظاهر حق، کتاب نماز کی، باب بعض احکام اذان: ۲۴۴/۱، إداره إسلامیات لاهور)

(۴) (مالابد منه، فصل طریقِ خواندن نماز بر وجهٔ سنت، ص: ۳۴، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

کی شرح میں مفتی سعد اللہ صاحب لکھتے ہیں: "امام بر خیزد و مقتدیان نیز، زیرا که حی علی الصلوة امر است بجا آورده شود". امام اٹھے اور مقتدی بھی، اس لئے کہ "حی علی الصلوة" میں حکم ہے جس کی بجا آوری کی جائے۔

"صراط مستقیم" مصدقہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند و مولوی عبد الماجد صاحب دریابادی مطبوعہ مینار بکڈپو چار کمان حیدر آباد ص:۱۸۲ میں ہے "ائمہ احناف نے کہا ہے کہ امام و مقتدی سب "حی علی الصلوة" کے وقت کھڑے ہو جائیں"۔

فتاوی عالمگیری اردو جدید جز:۲ میں ہے (جس کے مترجم و محشی مفتی کفیل الرحمٰن صاحب نشاط عثمانی فاضل دیوبند ہیں): "نمازی امام سمیت مسجد میں ہے اس صورت میں جب موذن اقامت کہتے ہوئے حی علی الفلاح پر پہونچے تو ہمارے تینوں ائمہ کرام: امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک امام اور نمازیوں کو کھڑا ہونا چاہئے درست یہی ہے"۔ (فتاوی عالمگیری اردو جدید، ص:۲۴ جز نمبر:۲، ناشر: وسیم بکڈپو، دیوبند، ضلع سہارن پور)۔

مذکورہ بالا حدیث اور فقہ حنفی کی کتابوں سے اچھی طرح یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ امام اور مقتدی کا "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا سنت ہے، جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں یا دوسروں کو کرنے کے لئے کہتے ہیں وہ اس سنت کو مٹانا چاہتے ہیں، لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہوں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد" (۱) جس شخص نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما یعنی اس پر عمل کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

هذا هو الحق والحق بالاتباع أحق، حدیث نعمان بن بشیر اور امام محمد کے بیان سے واضح ہو گیا کہ صفوں کی درستگی حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے بعد کرنا چاہئے، صف بندی کا بہانہ کر کے شروع اقامت پر کھڑا ہونا خلافِ سنت اور مکروہ و جہالت ہے۔ سید مظہر ربانی غفرلہ مہتمم اعلیٰ دار العلوم ربانیہ باندہ۔

سید غازی ربانی غفرلہ ناظم اعلیٰ دار العلوم ربانیہ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۰، قديمي)

میں اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔سید محمد احسن ربانی غفرلہ امیر شعبۂ تبلیغ۔

فقیر بھی اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہے۔سعید محمود القادری غفرلہ (نائب صدر دارالعلوم ربانیہ)

هذا هو الحق والصواب مولانا قاری سرتاج مسعودی غفرلہ فاضل دارالعلوم ربانیہ۔

إذ قول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعمل الصحابة ومذهب علماء الحنفية شاهدٌ على ماقاله المرتب فهو الصواب و من يوفق عليه فهو يصاب۔

حدیث پاک:"أحب الأعمال أدومها" کے تحت مسلسل "حي على الفلاح" پر نماز باجماعت کے لئے سنت اور مستحب جانتے ہوئے کھڑا ہونا عنداللہ محبوب ہے، جو لوگ اس کو مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب کہتے ہیں شریعت پر افتراء کررہے ہیں۔محمد حبیب الدین قاری غفرلہ خادم دارالعلوم ربانیہ (مفتی دارالافتاء وشیخ الحدیث دارالعلوم)۔

قول المرتب صحیح مولانا قاری سید منظر ربانی مدرس دارالعلوم ربانیہ۔

ہذا القول صحیح: مولانا قاری سید خوشتر ربانی مدرس دارالعلوم ربانیہ۔

شائع کردہ: ناظم نشر واشاعت دارالعلوم ربانیہ علی گنج باندہ، یوپی۔

نوٹ: از ناقل: ایک اشتہار ہے جسے کسی نے استفتاء کے طور پر بھیجا ہے، وہ مطبوعہ اشتہار رجسٹر نقول فتاویٰ دارالعلوم ربانیہ باندہ میں لگا ہوا ہے، اس سے بعینہ یہ نقل ہے، بغیر کسی ایک لفظ کے ترک کے، اِلا یہ کہ سہواً ترک ہوگیا ہو، یہ تو کسی کو بھی دعویٰ کرنے کا حق نہیں کہ سہواً بھی کچھ نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ نہ فرائض میں سے ہے، نہ واجبات میں سے، نہ سننِ مؤکدہ میں سے بلکہ مستحبات میں سے ہے(۱) اور کسی مستحب چیز پر ایسا اصرار کرنا جیسا کہ واجب پر کیا جاتا ہے درست نہیں، بلکہ اس سے اس کا استحباب

---

(۱) "قال العلامة العيني في العمدة: و قد اختلف السلف متى يقوم الناس إلى الصلوة، فذهب مالك و جمهور العلماء إلى أنه ليس لقيامهم حدٌ، و لكن استحب عامتهم القيام إذا أخذ المؤذن في الإقامة". (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب وقت قيام الإمام والمأمومين للصلوة: ۴/۳۲۷، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام و لم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۷، إمداديه ملتان)

ختم ہوکر اس میں کراہیت آجاتی ہے: "الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة" سباحة الفکر (۱)۔ اور مسئلہ میں بھی تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر امام پہلے ہی سے مصلیٰ کے قریب موجود ہو، مثلاً عصر کی نماز پڑھی اور وہیں مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے وعظ کہنا یا کتاب سنانا شروع کیا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا، اذان ہوئی اور اقامت ہوئی ایسی حالت میں کہ جب امام اور مقتدی اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں تو جس وقت اقامت کہنے والا "حی علی الصلوة" یا "حی علی الفلاح" پر پہونچے تو امام اور مقتدی سب کے سب کھڑے ہوجائیں تاکہ "حی علی الصلوة" کے خطاب پر عمل ہوجائے۔ اگر امام سامنے سے آئے مثلاً جدارِ قبلہ میں اس کا کمرہ ہے یا آنے کا دروازہ ہے تو جیسے ہی اس پر نظر پڑے، سب کے سب کھڑے ہوجائیں اور اگر امام مصلیوں کی پشت کی جانب سے مثلاً حوض یا وضوخانہ سے آئے تو جس جس صف پر پہونچتا رہے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ امام جب مصلیٰ پر پہونچے تو سب کھڑے ہوچکے ہوں:

"و لها آدابٌ ترکه لا یوجب إسائةً و لا عتاباً کترك السنن الزوائد، لکن فعله أفضل (إلی أن قال): والقیام للإمام و مؤتم حین قال: حی علی الفلاح، خلافاً لزفر رحمه الله تعالیٰ فعنده عند حی علی الصلوة إن کان الإمام بقرب المحراب، وإلا فیقوم کل صفٍ ینتهی إلیه الإمام علی الأظهر، وإن دخل من قُدام قاموا حین یقع بصرهم علیه اهـ". درمختار علی هامش رد المحتار۔ "(قوله: و إلا): أی وإن لم یکن الإمام بقرب المحراب بأن کان فی موضع آخر من المسجد أو خارجه ودخل من خلفٍ اهـ". شامی: ۱/۳۲۲ (۲)۔

---

(۱) سباحة الفکر میں نہیں ملا، البتہ انہی الفاظ کے ساتھ سعایہ میں دیکھئے: (السعایه فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلوة، قبیل فصل فی القرأة: ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

"فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم، والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً". (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللکنوی ۳/۴۹۰، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۷، ۴۷۹، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۱۰۳، امدادیه ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشیدیه کوئٹه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

نیز طحطاوی علی ردالمحتار میں ہے کہ "حی علی الصلوۃ" یا "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے، پس اگر کوئی شخص شروعِ اقامت کے وقت کھڑا ہوجائے تو بھی کوئی جرم نہیں (۱) مثلاً ایک شخص وظیفہ پڑھ رہا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ چاہتا ہے کہ اپنا وظیفہ پورا کرے تو اس کو گنجائش ہے کہ "حی علی الصلوۃ" سے پہلے پہلے جلدی جلدی جس قدر پڑھ سکے پڑھ لے، اس کے بعد نہ بیٹھا رہے بلکہ کھڑا ہوجائے۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ "حی علی الصلوۃ" پر کھڑا ہوگیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ جواب دیا کہ "لا حرج" پھر پوچھا کہ ایک شخص شروعِ اقامت کے وقت کھڑا ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو جواب دیا کہ "لا حرج"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا اہم بنالیا ہے اور اس کو ایک شعار قرار دے لیا گیا۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح کی عبارت سے ایک فریق نے استدلال کیا کہ "حی علی الصلوۃ" سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے (۲) ایسے ہی قریب قریب عالمگیری کی عبارت ہے (۳)۔ اور اس پر اتنا زور باندھا کہ مستقل نزاعات شروع ہوگئے حالانکہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اول اول یہ طریقہ تھا کہ صحابہ کرام کھڑے ہوجاتے اور انتظار کرتے تھے حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ میں ہی تشریف فرما ہوتے تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ: "تم لوگ کھڑے مت ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو کہ میں حجرہ سے باہر آ گیا" اور پھر یہ معمول ہوگیا کہ صف بنا کر صحابہ کرام بیٹھے رہتے اور مؤذن کی نظر حجرہ مبارکہ کی طرف ہوتی جیسے

---

(۱) "والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة، لا بأس اهـ". (طحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

(۲) "دخل رجل المسجد فإنه يقعد، و لا ينتظر قائماً، فإنه مكروه كما في المضمرات قهستاني، و يفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون". (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۸، قدیمی)

(۳) "إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائماً، ولكن يقعد، ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: حي على الفلاح، كذا في المضمرات". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيديه)

ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر مؤذن کی نظر جاتی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو فوراً کھڑے ہوکر اقامت شروع کردیتے اور سب نمازی کھڑے ہوجاتے، یہاں تک کہ جب مصلیٰ مبارک پر پہونچتے تو سب کھڑے ہوئے ملتے اور نماز شروع فرمادیتے۔

یہ تفصیل بذل المجہود شرح ابی داود: ۱/۳۰۷ میں ہے(۱)۔ اور اس میں زہری، مالک، سعید بن مسیب، عمر بن عبدالعزیز وغیرہ رحمہم اللہ اکابر کے اقوال بھی موجود ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے(۲)، لہٰذا ایک جہت پر اصرار کرنا اور اس کے خلاف کو معصیت سمجھنا درست نہیں۔ ترکِ افضل بہرحال ترکِ افضل ہی ہے، معصیت نہیں ہے، دونوں جانب کو ملحوظ رکھنا چاہئے، نہ بیٹھنے والوں پر ایسی نکیر کی جائے جیسے گناہ کرنے والوں پر ہوتی ہے، نہ کھڑے ہونے والوں پر ایسی نکیر کی جائے اور اس مسئلہ کو لیکر نزاع پیدا کرنا اور مسجد کو اکھاڑا بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآن پاک میں صریح حکم ہے: ﴿و لا تنازعوا﴾۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

"قد قامت الصلوۃ" پر سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا

سوال[۲۲۸۲]: ۱..... حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلوۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے

(۱) "عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه أبي قتادة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا أقيمت الصلوة" : أى نودى بألفاظ الإقامة للصلوة "فلا تقوموا منتظرين للصلوة حتى تروني": أى تبصروني "خرجتُ". قال الحافظ في الفتح: قال القرطبي :ظاهر الحديث أن الصلوة تقام قبل أن يخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من بيته .... بأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم". (بذل المجهود ،كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام و لم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "فذهب مالك و جمهور العلماء إلى أنه ليس لقيامهم حدٌّ، و لكن استحب عامتهم القيام إذا أخذ المؤذن في الإقامة، وكان أنس رضى الله عنه يقوم إذا قال المؤذن: قد قامت الصلوة وكبر الإمام. وعن سعيد بن المسيب و عمر بن عبد العزيز إذا قال المؤذن، الله وجب القيام، و إذا قال: حي على الصلوة واعتدلت الصفوف، و إذا قال :لا إله إلا الله، كبر الإمام اهـ". (بذل المجهود شرح أبي داؤد، كتاب الصلوة ، باب في الصلوة و لم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً : ۱/۳۰۷، إمداديه ملتان)

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ ایک شخص اقامت کے وقت بیٹھا رہتا ہے اور "حی علی الصلوۃ" پر کھڑا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا: "لا حرج"، پھر پوچھا ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: "لا حرج"۔

حضرت سے دریافت طلب ہے کہ آیا یہ روایت صحیح ہے اور ''کتاب الصلوۃ'' سے کونسی کتاب مراد ہے؟ اس کتاب کا کیا نام ہے جس کتاب الصلوۃ میں آپ نے فرمایا، یعنی باب الصلوۃ اور کتاب الصلوۃ سے مطلب نہیں ہے، مطلب کونسی کتاب ہے جس میں آپ نے کتاب الصلوۃ میں یہ فرمایا؟

۲......اور اس عبارت کا کیا مطلب ہے: "عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعةً يقول المؤذن: الله أكبر، يقومون إلى الصلوة، فلا يأتي النبي عليه السلام مقامه حتى تعتدل الصفوف". فتح الباری(۱)۔ بينوا و توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......"كتاب الصلوة" کا قلمی نسخہ حیدرآباد دکن میں موجود تھا، جس میں مسئلہ کا عنوان یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی شروع اقامت کے وقت کھڑا ہوجاتا ہے، آپ نے فرمایا: "لا حرج" میں نے پوچھا کہ ایک آدمی "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: "لا حرج"۔

۲......پہلے ایسا ہوتا تھا کہ تشریف آوری سے قبل ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صف بستہ کھڑے ہوجاتے، ارشاد ہوا کہ ''جب تک مجھے نہ دیکھ لو کہ میں آ گیا ہوں کھڑے مت ہوا کرو''۔ اس ارشاد پر معمول یہ ہوگیا کہ سب بیٹھے رہتے، جب حجرۂ مبارک سے پردہ اٹھتا اور روئے انور پر مؤذن کی نظر پڑتی وہ فوراً کھڑے ہوکر تکبیر شروع کردیتے، جب ہی سب کھڑے ہوجاتے حتی کہ مصلیٰ مبارک پر جب پہونچتے تو سب کھڑے ہوئے ملتے، نماز شروع ہوجاتی۔

"عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا أقيمت الصلوة": أي نودي بألفاظ الإقامة "فلا تقوموا منتظرين للصلوة حتى تروني" أي تبصروني خرجت"۔

(۱) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة؟: ۲/۱۵۳، قديمي)

"قال الحافظ في الفتح: قال القرطبي: ظاهر الحديث أن الصلوة كانت تقام قبل أن يخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من بيته وهو معارض لحديث جابر ابن سعدة أن بلالاً كان لا يقيم حتى يخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". أخرجه مسلم. و يجمع بينهما بأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم .... فيجمع بينه و بين حديث أبي قتادة رضي الله تعالىٰ عنه بأن ذلك ربما وقع لبيان الجواز و بأن صنيعهم في حديث أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه كان سبب النهي عن ذلك في حديث أبي قتادة، وأنهم كانوا يقومون ساعةً تقام الصلوة و لو لم يخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فنهاهم عن ذلك". بذل المجهود شرح أبي داؤد(۱)۔فقط۔

جمعہ کی نماز کے لئے "حي على الفلاح" پر کھڑا ہونا

سوال[۲۲۸۳]: مقتدیوں کو نمازِ جمعہ کے لئے خطبہ کے ختم ہوتے ہی کھڑا ہوجانا چاہیے یا امام کے مصلّیٰ پر جانے اور مکبر کے تکبیر کہنے کا انتظار کیا جائے، طریقہ مسنون کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

اصل تو یہ ہے کہ جس وقت مکبر "حي على الفلاح" کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہیے(۲)، لیکن

---

(۱) (بذل المجهود شرح أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام و لم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة؟ : ۲/۱۵۳، قديمي، كراچي)

(۲) "والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: حي على الفلاح، خلافاً لزفر رحمه الله تعالىٰ فعنده عند: حي على الصلوة، إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر اهـ".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

احادیث میں صفوف سیدھا کرنے کی نیز درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے اور عام طور پر لوگ مسائل سے ناآشنا ہیں، اس لئے تکبیر شروع ہونے سے پیشتر ہی یعنی خطبہ ختم ہوتے ہی کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں تاکہ تکبیر بھی سب سکون سے سن سکیں اور اس وقت کسی کا شور نہ ہو(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد اللطیف،۲۵/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
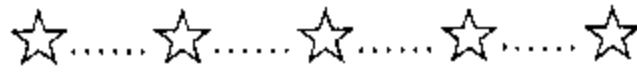
(۱) "عن أبي الزاهرية عن كثير بن مرة، عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال قتيبة: عن أبي الزاهرية عن أبي شجرة -لم يذكر ابن عمر- أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أقيموا الصفوف و حاذوا بين المناكب و سدوا الخلل و لينوا بأيدي إخوانكم". -لم يقل عيسى: "بأيدي إخوانكم"- "ولا تذروا فرجات للشيطان، و من وصل صفاً وصله الله، و من قطع صفاً قطعه الله". قال أبوداؤد: أبو شجرة كثير بن مرة". (سنن أبي داؤد ، باب تسوية الصفوف: ۱/ ۹۷، دار الحديث ملتان)

"عمرو بن مرة قال: سمعت سالم بن أبي الجعد قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه يقول : قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لَتُسوّنَ صفوفكم ، أو لَيخالفَنّ الله بين وجوهكم". (صحيح البخاري ، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف: ۱/ ۱۰۰، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة ، باب تسوية الصفوف الخ: ۱/ ۱۸۲، قديمي)

الفصل الثانی فی التثویب

(تثویب کا بیان)

صبح صادق سے پہلے "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" پکارنا

سوال[۲۲۸۴]: ہمارے یہاں رمضان المبارک میں سحری میں صبح صادق سے پہلے مؤذن منارہ پر چڑھ کر صلوٰۃ صلوٰۃ چلاتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیز ثابت نہیں، اس کو بند کرنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے بعد یہ اعلان کہ "پندرہ منٹ باقی ہیں"

سوال[۲۲۸۵]: دارالعلوم میں اذان لاؤڈ اسپیکر پر دی جاتی ہے اور لڑکے یہ بھی کہنے لگیں کہ پندرہ منٹ پہلے یہ اعلان بھی کر دیا جایا کرے کہ نماز تیار ہے یا نماز کا وقت ہو گیا ہے اور اس کو منظور کر لیا جاوے تو کوئی نقص یا کراہت تو نہیں آتی، یا بدعت کے اندر داخل تو نہیں؟ جو بھی ہو، اس کو مع حوالہ ذکر کریں۔

---

(۱) "ولا تثويب إلا في صلوة الفجر، لماروی أن علياً رضی الله تعالیٰ عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء، فقال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد". (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۷۴، المكتبة الغفاريه، كوئٹه)

"وأما التثويب المحدث فمحلّه: صلوة الفجر أيضاً .... ووقته : مابين الأذان والإقامة".

(بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في كيفيته الأذان : ۱/۲۴۱، دارالكتب العلميه، بيروت)

"والأصح أنه بعد الأذان؛ لأنه مأخوذ من الرجوع والعود إلى الإعلام، وذلك إنما بعد الفراغ". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۵، دارالكتب العلميه، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوتی ہے، گھڑی عامۃً ہاتھ پر یا جیب میں موجود رہتی ہے، اذان ونماز کا فصل متعین ہے، وقت کی تبدیلی کا اعلان باقاعدہ ہوتا ہے، ماشاء اللہ سبھی نماز وجماعت کا اہتمام رکھنے والے ہیں، اتفاقیہ کسی ایک کو غفلت ہو جائے تو دوسرے ساتھی تنبیہ کر دیتے ہیں۔

ان حالات میں پندرہ منٹ پہلے نماز تیار ہے کا اعلان کرنا گویا کہ اذان کو غیر معتبر قرار دینا ہے۔ جن عوارض کے تحت تثویب کی گنجائش دی گئی ہے وہ یہاں موجود نہیں:

''قالوا: لابأس بالتثویب المحدث فی سائر الصدور لفرط غلبة الغفلة علی الناس فی زماننا وشدة رکونهم إلی الدنیا وتبادرهم بأمور الدنیا، اھ''. بدائع الصنائع: ۱۴۸/۱ (۱) ۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۹۰ھ۔

اذان سے پانچ منٹ قبل لاؤڈ اسپیکر سے نماز کا اعلان

سوال[۲۲۸۶]: اگر فجر کی اذان سے پانچ منٹ پہلے آدمیوں کو نماز کے لئے اٹھانے کی نیت سے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر ''صلوٰۃ'' کہا جائے تو یہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان تو اسی مقصد کے لئے دی جاتی ہے، قبل اذان مستقلاً لاؤڈ اسپیکر پر ''الصلوٰۃ'' کی پابندی کرنے سے

---

(۱) (بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی کیفیة الأذان: ۶۴۱/۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

''والمتأخرون استحسنوه فی الصلوات کلها لظهور التوانی فی الأمور الدینیة، ولهذا أطلقه فی الکتاب''. (تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۲۴۵/۱، دارالکتب العلمیة، بیروت)

''وأما المتأخرون فاستحسنوا التثویب فی جمیع الصلوات؛ لأن الناس قد ازدادبهم الغفلة، وقلما یقومون عند سماع الأذان، فیستحسن التثویب للمبالغة فی الإعلام، ومثل هذا یختلف باختلاف أحوال الناس''. (المبسوط، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۲۷۴/۱، المکتبة الغفاریه، کوئٹه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الأذان: ۴۵۳/۱، رشیدیه)

نفسِ اذان کا خاص فائدہ نہیں رہے گا اور لوگ اس کو اذان کی طرح مستقل شرعی حکم سمجھ لیں گے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

گھنٹہ کی آواز سے نماز کی اطلاع

سوال[۲۲۸۷]: جہاں اہلِ محلہ کو اذان کی آواز نہ آتی ہو، کیا وہاں گھنٹہ سے-جیسے دربان آپ کے یہاں اسباق کے لئے بجاتا ہے- تثویب کرنا کیسا ہے، یعنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے: "وإن خالف ذلك"(۲) کا کیا مطلب ہے، اور جائز ہے تو تشبہ بالکفار ہے؟ مع حوالہ کتب مفصل تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کوئی اور صورت غیر مخدوش تثویب کی نہ ہو تو پھر اس طرح بھی درست ہے اور کیفیتِ دق کو ممتاز کر دیا جائے تاکہ تشبہ نہ رہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۶۴ھ۔

---

(۱) "ولا تثويب إلا في صلوة الفجر لماروى أن علياً رضى الله تعالىٰ عنه راى مؤذناً يثوب في العشاء، فقال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد". (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۷۴، المكتبة الغفاريه، كوئٹه)

(۲) "ولو أحدثوا إعلاماً مخالفاً لذلك جاز، نهر عن المجتبى". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(۳) "ويثوب بين الأذان والإقامة في الكل للكل بما تعارفوه كتنحنح، أو قامت قامت، أو الصلوة الصلوة، ولو أحدثوا إعلاماً مخالفاً لذلك، جاز. نهر عن المجتبى". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

"وأطلق في التثويب، فأفاد أنه ليس لفظ يَخصّه، بل تثويب كل بلد على ما تعارفوه، إما بالتنحنح أو بقوله: الصلوة الصلوة، أو قامت قامت؛ لأنه للمبالغة في الإعلام، وإنما يحصل بما تعارفوه، =

گھنٹی اذان کے قائم مقام ہرگز نہیں

سوال[۲۲۸۸]: اگر کسی گاؤں میں مسجد ایک کنارے پر ہے اور اذان پورے گاؤں میں نہ پہونچتی ہو، نمازی لوگ جماعت سے رہ جاتے ہوں تو اذان پڑھ کر اگر خبر کرنے کے لئے گھنٹی بجادی جائے تو ٹھیک ہے یا نہیں، اگر ٹھیک ہے تو کس طرح؟ پوری تفصیل سے تحریر فرمائیں، کیونکہ کچھ حضرات کا قول ہے کہ گھنٹی بجانا جائز نہیں جب کہ ہمارے مذہب نے خبر دینے کے لئے اذان مقرر کی ہے، اس لئے صحیح جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کو ترک کر کے اس کی جگہ گھنٹی بجانے کی کسی طرح اجازت نہیں، اذان کے بعد بھی گھنٹی نہ بجائی جائے، خاص کر جب کہ لوگوں کے پاس آج کل گھڑی کا بھی دستور ہے، ہر شخص کا نماز کی طرف دھیان لگا رہنا چاہیے، بے فکر نہیں رہنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= فعلی هذا إذا أحدث الناس إعلاماً مخالفاً لماذكر، جاز". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشيديه)

"ثم التثويب في كل بلد على مايتعارفونه.......... إما بالتنحنح، أو بقوله: الصلوة الصلوة، أو قامت قامت، أو بايك بايك، كما يفعل أهل بخارى؛ لأنه الإعلام، والإعلام إنما يحصل بما يتعارفونه".

(بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في كيفية الأذان: ۱/۳۶۱، دارالكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۷۴، المكتبة الغفاريه، كوئٹه)

(۱) شریعتِ مقدسہ نے نمازوں کی اطلاع کے لئے اذان مقرر فرمائی ہے اور وہ شعائرِ اسلامیہ میں سے ہے:

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون فيتحيّنون الصلوات، وليس ينادي بها أحدٌ. تكلموا يوماً في ذلك، فقال بعضهم: اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارى، وقال بعضهم: اتخذوا قرناً مثل قرن اليهود، قال: فقال عمر: أوَلا تبعثون رجلاً ينادي بالصلوة؟ قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يابلال! قم فنادِ بالصلوة". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ماجاء في بدء الأذان: ۱/۴۸، سعيد)

"لِمَا روى أن علياً رضي الله تعالىٰ عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء، فقال: "أخرجوا هذا المبتدع من المسجد". (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۷۴، المكتبة الغفاريه، كوئٹه)

اذان کے بعد نقارہ

سوال[۲۲۸۹]: ضربِ نقارہ قبل یا بعد اذان بغرضِ ہوشیاری و بیداریٔ غافلین ومتساہلین واطلاع دور دور مسجد سے رہنے والے مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ علاقہ مدراس میں اکثر شہروں میں رواج ہے۔ بینوا توجروا۔

محمد صالح، مدراسی، ۱۷/ اپریل/ ۳۵ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اذان کے بعد دوبارہ اعلان کرنے کو تثویب کہتے ہیں، متاخرین نے علی الاطلاق اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے:

في المراقي، ص: ١٤٤: "ويثوب بعد الأذان في جميع الأوقات لظهور التواني في الأمور الدينية في الأصح، وتثويب كل بلد بحسب ماتعارفه أهلها". قال الطحطاي: "قوله في جميع الأوقات استحسنه المتأخرون، الخ"(١)۔

قال الشامي: ٥/٢٤٧: "أقول: وينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام، تأمل"(٢)۔

مسلمانوں کو خود شرم و حیاء کا موقعہ ہے کہ فریضۂ مذہبی ادا کرنے کے لئے اذان کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ نقارہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۳۰/ محرم الحرام/ ۵۴ھ۔
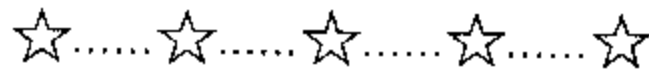
---

(١) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ١٩٨، قديمي)

(٢) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٥٠، سعيد)

"وأطلق في التثويب، فأفاد أنه ليس لفظ يخصه، بل تثويب كل بلد على ماتعارفوه، إما بالتنحنح أو بقوله: الصلوة الصلوة، أو: قامت قامت؛ لأنه للمبالغة في الإعلام، وإنما يحصل بما تعارفوه، فعلى هذا إذا أحدث الناس إعلاماً مخالفاً لماذكر، جاز". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ١/٣٥٣، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في كيفية الأذان: ١/٣٤١، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ١/٢٧٤، المكتبة الغفارية، كوئٹه)

باب صفة الصلوة

الفصل الأول فی شروط الصلوة

(شروط صلاۃ کا بیان)

نماز میں نیت

سوال[۲۲۹۰]: نماز میں نیت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں نیت ضروری ہے یعنی دل میں یہ بات پکی کرلے کہ فلاں وقت کی فرض یا سنت نماز پڑھتا ہوں، اگر امام کے پیچھے پڑھے تو اقتدا کی نیت بھی کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "ولا بد من التعيين عند النية لفرض ولو قضاء وواجب دون عدد ركعاته، وينوى المقتدى المتابعة". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۸، ۴۲۰، سعيد)

"والنية بلا فاصل، والشرط أن يعلم بقلبه أيّ صلاة يصلي، ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح، وللفرض شرط تعيينه كالعصر مثلاً، والمقتدى ينوى المتابعة أيضاً". (كنز الدقائق مع البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۷۸، ۴۸۵، رشيديه)

"والشرط أن يعلم بقلبه أىّ صلاة يصلي، أما الذكر باللسان فلا معتبر به، ويحسن ذلك لاجتماع عزيمة، ثم إن كانت الصلاة نفلاً يكفيه مطلق النية، وكذا إن كانت سنةً في الصحيح، وإن كانت فرضاً، فلا بد من تعيين الفرض كالظهر مثلاً لاختلاف الفروض. وإن كان مقتدياً بغيره ينوى الصلاة ومتابعته". (الهداية: ۱/۹۷، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، مكتبه شركة علمية، ملتان)

نماز کی نیت کا طریقہ

سوال[۲۲۹۱]: اقتداء کے لئے یہ نیت کافی ہوجائے گی کہ جونیت امام کی وہ میری؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے وقت اس طرح نیت کی جائے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے پڑھتا ہوں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

نماز کی نیت کا طریقہ

سوال[۲۲۹۲]: ہم لوگوں کے یہاں نیت کے بارے میں کچھ اختلاف چل رہا ہے وہ یہ کہ لوگ اس طرح نیت کرتے ہیں کہ: ''نیت کرتا ہوں واسطے نماز فرض، فرض پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے چار رکعت اللہ اکبر''، اور سنت کی بھی اسی طرح کرتے ہیں اور ''منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر''، میں نے ان سے اس طرح کہہ دیا کہ نیت صرف اس طرح کیا کرو کہ ''نیت کرتا ہوں اس نماز کی واسطے اللہ کے چار رکعت نماز فرض، جو وقت ہو اس کا نام بھی لیوے'' تو اس پر سوال یہ ہوا کہ سنت رسول کو اس بات پر بھول ہوا کہ ہم رسول کا نام چھوڑ رہے ہیں اور اس بارے میں اب حدیث مانگتے ہیں۔ حاصل یہ کہ سنت رسول کہنا ضروری ہے یا نہیں، طریقۂ رسول کہنا ضروری ہے؟ اگر دونوں نہ کہیں تو نماز ہوجائے گی، سنت میں سنتِ رسول کہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے اور چاراماموں کے نزدیک کوئی اختلاف ہے یا نہیں؟ اس کا جواب حدیث سے چاہتے ہیں، کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے کبھی عالم نہیں تھے اب نئے طریقے نکل رہے ہیں۔

---

(۱) ''ولا بد من التعيين عند النية لفرض ولو قضاء وواجب دون عدد ركعاته، وينوى المقتدى المتابعة''. (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۴۱۸/۱، ۴۲۰، سعيد)

''والنية بلا فاصل والشرط أن يعلم بقلبه أيّ صلاة يصلى، ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح، وللفرض شرط تعيينه كالعصر مثلاً، والمقتدى ينوى المتابعة أيضاً''. (كنز الدقائق مع البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۷۸/۱، ۴۸۵، رشيديه)

(والهداية: ۹۷/۱، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، مكتبه شركة علمية، ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح وہ لوگ نیت کرتے ہیں اس طرح بھی درست ہے اور جس طرح آپ نے نیت بتائی ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ ناواقف لوگوں سے اس قسم کے مسائل میں نہیں الجھنا چاہئے، اتنا خیال رہے کہ جو جماعت کے ساتھ نماز ہو تو مقتدی کو یہ بھی نیت کرنی چاہئے کہ پیچھے اس امام کے، اور نیت اصل میں دل سے ہوتی ہے اگر زبان سے کچھ بھی نہ کہا اور صرف دل میں ارادہ کر کے اللہ اکبر کہہ دیا تب بھی درست ہے (۱)۔ سنت نام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا ہے، جب سنت کہا تو گویا طریقہ بھی کہہ دیا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نیت میں ایک نماز کی جگہ دوسری نماز کا نام لیا، یا تعدادِ رکعت میں غلطی کی

سوال [۲۲۹۳]: اگر ظہر کی فرض نماز شروع کرتے وقت دل میں تو نیت فرضِ ظہر ہی کی تھی مگر زبان سے بجائے ظہر کے عصر کہہ دیا، یا بجائے فرض کے نفل کہہ دیا، یا بجائے چار رکعت کے تین رکعت کہہ دیا تو ان صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "النية وهي الإرادة لا مطلق العلم، والمعتبر فيها عمل القلب للإرادة، وهو أن يعلم بداهةً أيّ صلاة يصلي، والتلفظ بها مستحب ...... وكفى مطلق نية الصلوة لنفل وسنة وتراويح على المعتمد؛ إذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع، والتعيين أحوط ...... وينوي المقتدي المتابعة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۴، ۴۲۰، سعيد)

(وكذا في كنز الدقائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۲۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة التي تتقدمها: ۱/۹۶، ۹۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "الطريقه المسلوكة في الدين من غير لزوم على سبيل المواظبة، وهي المؤكدة إن كان النبي صلى الله عليه وسلم تركها أحياناً". (مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۲۴، قديمي)

"السنة تطلق على قول الرسول وفعله وسكوته". (نور الأنوار، باب اقسام السنة، ص: ۱۷۵، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب صورتوں میں نماز درست ہوگئی، رد المحتار: ۲۷۸/۱، ۲۸۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام ومقتدی کی نیت میں فرق

سوال[۲۲۹۴]: جو شخص امام ہو اس کے لئے کیا نیت ہونی چاہیے، نیتِ مقتدی سے کیا فرق ہے؟

محمد بشیر رنگونی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے اور امامت کی نیت نہ کرے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی البتہ تحصیلِ ثواب جماعت کے لئے امامت کی نیت بھی ضروری ہے اور صورتِ استخلاف میں بلانیتِ امامت، امامت درست نہیں اور مقتدی کو صحت اقتداء کے لئے متابعت بھی ضروری ہے:

"لایصح الاقتداء إلا بنية، وتصح الإمامة بدون نيتها، والإمام ينوى صلوته فقط، ولا يشترط لصحة الاقتداء نية إمامة المقتدى بل لنيل الثواب، لكن يستثنى من كانت إمامته بطريق

---

(۱) "والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة، فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب؛ لأنه كلام لا نية". (الدر المختار).

قال ابن عابدين رضي الله تعالىٰ عنه: "(قوله: إن خالف القلب) فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً، أجزأه كما في الزاهدي، قهستاني". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۱۵/۱، ۴۲۰، سعيد)

"ولا يشترط نية عدد الركعات، هكذا في شرح الوقاية .... عزم على الظهر وجرى على لسانه العصر، يجزيه، كذا في شرح مقدمة أبي الليث، وهكذا في القنية.

رجل افتتح لمكتوبة فظن أنها تطوع فصلى على نية التطوع حتى فرغ، فالصلاة هي المكتوبة، ولو كان الأمر بالعكس، فالجواب بالعكس، هكذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في النية: ۶۶/۱، رشيديه)

الاستخلاف، فإنه لا يصير إماماً مالم ينو الإمامة بالاتفاق" درمختار وشامی : ۱/ ۴۴۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

زبان سے نیت

سوال[۲۲۹۵]: کیا نماز کی نیت زبان سے ادا کرنا بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو جس نے زبان سے نیت کی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بدعت فرماتے ہیں، صحیح مسلک کیا ہے؟ اگر حنفی مذہب میں بدعت ہے تو فقہ کی دوسری کتابوں میں زبان سے نیت کرنا کیوں سکھلایا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں اور بدعتِ ممنوعہ بھی نہیں، ادا کرلے گا تو گنہگار نہیں ہوگا، نہیں ادا کرے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، نیت تو مرادِ قلبی کا نام ہے وہ ادائے نماز کے لئے کافی ہے۔ لوگوں کے قلوب پر عامۃً افکار کا ہجوم رہتا ہے اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کرپاتے، اس لئے زبان سے بھی الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں، تاکہ حضورِ قلب میں جس قدر کمی ہے وہ الفاظ کے ذریعہ سے پوری ہوجائے، اگر کوئی شخص احضارِ قلب پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے الفاظ کا ادا کرلینا بھی کافی ہے:

---

(۱) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/ ۴۲۴، سعيد)

"(قوله: ناوياً الإمامة) قيد به لما في الدراية: اتفقت الروايات على أن الخليفة لايكون إماماً مالم ينو الإمامة، ومقتضاه أن لايكفي قيامه مقام الأول بدون النية". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الاستخلاف : ۱/ ۶۰۲، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة : ۱/ ۲۵۸، مكتبة امداديه ملتان)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة : ۱/ ۳۳۳، المكتبة الغفارية)

"وقيد بالمقتدى؛ لأن الإمام لا يشترط في صحة اقتداء الرجال نية الإمامة؛ لأنه منفرد في حق نفسه". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/ ۴۹۱، ۴۹۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/ ۱۸۸، امداديه ملتان)

"وتشترط: أي النية وهي الإرادة الجازمة لتتميّز العبادة عن العادة، ويتحقق الإخلاص فيها لله سبحانه وتعالیٰ". مراقی الفلاح۔ قال الطحطاوی: "(قوله: هي الإرادة الجازمة): أی لغةً؛ لأنها فسرت لغة بالعزم، والعزم هي الإرادة الجازمة القاطعة. وفي الشرع: قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالیٰ في إيجاد فعل، كما في التلويح، وهو يعم فعل الجوارح وفعل القلب سواء كان إيجادًا أو كفاً"(۱)۔

فقہاء کے کلام میں تلفظ باللسان کے متعلق سنت، مستحب، مکروہ، بدعت، مباح سب الفاظ موجود ہیں، صاحب بحر نے ان سب کو نقل کر کے لکھا ہے:

"لم ينقل عن الأئمة الأربعة أيضاً، فتحرز من هذا أنه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة، وقد استفاض ظهور العمل بذلك في كثير من الأعصار في عامة الأمصار"۔ البحر الرائق: ۱/۲۷۸(۲)۔

متن تنویر میں ہے: "والتلفظ بها مستحب، وقيل: سنة"(۳) درمختار میں قول مستحب کے متعلق لکھا ہے: "هو المختار"(٤)۔

تیسرا قول: "قيل: بدعة" کا ہے، اس پر شامی نے حلیہ سے نقل کیا ہے:

---

(۱) (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها: ۱/۲۱۵، قديمی)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۴، سعيد)

"فالنية هي الإرادة، فنية الصلاة هي إرادة الصلاة لله تعالیٰ على الخلوص، والإرادة عمل القلب". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۸۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، الشرط السادس، ص: ۲۴۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۸۴، رشيديه)

(۳) (تنوير الأبصار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۵، سعيد)

(۴) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۵، سعيد)

"لعل الأشبه أنه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة؛ لأن الإنسان قد تغلب عليه تفرّق خاطره". شامي: ۱/۳۸٦(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۵/۶/۸۹ھ۔

کیا وتر کی نیت سے تراویح کی نماز درست ہوگی؟

سوال[۲۲۹۶]: سنتِ تراویح کی نیت سہواً کرکے وتر پڑھنے سے وتر ادا ہوجائے گا، بموجب درمختار: ۱/۳۸۷، ۳۸۸(۲)۔ میں اکثر وتر کی نیت کرلیتا ہوں یہ سمجھ کر کہ امام بیس رکعت سنت تراویح پڑھا کر اب وتر پڑھا رہے ہیں، جب امام قراءت شروع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ امام تراویح پڑھا رہے ہیں۔ میری نماز فاسد نہیں ہوتی ہے کیا؟ چاہئے یہ تھا کہ نیت توڑ کر سنتِ تراویح کی نیت کرتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلیٰ کے تابع ہوکر ادنیٰ کا ادا ہوجانا مصرّح ہے، آپ کی تراویح اس طرح بھی ادا ہوجاتی ہے، لیکن آپ کو اس قدر بے خبر نہ رہنا چاہئے کہ تراویح اور وتر کا پتہ نہ چلے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۸۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۱۸۸، إمداديه ملتان)

(۲) اس طرح کا جزئیہ درمختار میں تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملا۔

(۳) "ولو علم ولم يميز الفرض من غيره، إن نوى الفرض في الكل، جاز". الدرالمختار).

"(قوله: ولو علم): أي علم فرضية الخمس، لكنه لا يميز الفرض من السنة والواجب".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۱۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها وسننها: ۱/۴۳۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

نماز بحالتِ جنابت

سوال[۲۲۹۷]: زید نے ناپاکی کی حالت میں بھول کر صبح کی نماز پڑھ لی، بعد میں اس کو خیال آیا کہ میرے اوپر غسل واجب تھا اب نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور بے غسل پڑھنے سے زید پر شریعت کی طرف سے کچھ گرفت ہوگی؟

احمد عباس، پاکستان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعادہ لازم ہے(۱)۔ اس بھول پر گرفت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

تنگیٔ وقت کی وجہ سے بلا غسل نماز پڑھنا

سوال[۲۲۹۸]: ۱...... اگر کسی کو احتلام ہوجائے اگر وہ غسل کرتا ہے تو نماز قضا ہوجاتی ہے، کیا وہ استنجاء پاک کر کے نماز ادا کرلے اور بعد میں غسل کرلے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

۲...... اگر رات کو ہمبستری سے فارغ ہوکر اپنے جسم کی نجاست شدہ حصہ کو پانی سے دھولے اور صبح کو استنجا کر کے نماز قضا ہوجانے کی وجہ سے نماز ادا کرلے اور پھر غسل کرلے تو کیا نماز ہوجائے گی؟

---

(۱) "فمنها الطهارة عن الحدث والجنابة، فلقوله تعالیٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا إذا قمتم إلى الصلاة، فاغسلوا وجوهكم﴾ إلى قوله: ﴿وليطهركم﴾ [سورة المائدة]. وقول النبي صلى الله عليه وسلم: "مفتاح الصلوة الطهور، وقوله تعالیٰ: ﴿وإن كنتم جنباً فاطهروا﴾، وقوله عليه الصلاة والسلام: "تحت كل شعرة جنابة، ألا! فبلّو الشعر وأنقوا البشرة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۳۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۲۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۶۳، رشيديه)

(۲) "رفع عن أمتي الخطاء والنسيان، وما استكرهوا عليه". طبراني عن ثوبان". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۴۴۶۱، ۷/۳۴۰۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

۳......اور احتلام کی صورت میں صبح کو غسل کا خیال نہ رہا، نمازِ صبح ادا کرلی، پھر خیال آیا کہ غسل کرنا تھا، پھر غسل کیا تو نماز دوبارہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

احمد علی مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......غسل ضروری ہے، وقت تنگ ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کرکے استنجا پر کفایت کرنا جائز نہیں، اس سے نماز نہیں ہوگی (۱)۔

۲......اس کا جواب نمبر:۱میں آگیا (۲)۔

۳......اس کی نماز نہیں ہوئی اس کا اعادہ ضروری ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/۵/۹۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۵/۹۷ھ۔

بلا وضو وطہارت کے نماز استسقاء

سوال[۲۲۹۹]: ۱......استسقاء کی نماز پڑھنے گئے تھے وہاں زید نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ نماز پڑھو، جو لوگ بغیر طہارت اور بغیر وضو کے تھے ان لوگوں نے انکار کیا، اس پر زید نے کہا کہ کھڑے ہوجاؤ اللہ کے بندو! اللہ دل کا حال جانتا ہے اس کے بعد اس کے کہنے پر بغیر طہارت ووضو کے نماز پڑھی۔

---

(۱) "لایتیمم لفوت جمعة ووقت ولو وتراً لفواتها إلی بدل". (الدر المختار، کتاب الطهارة، باب التیمم : ۱/۲۴۶، سعید)

(وکذا فی الهدایه، کتاب الطهارة، باب التیمم : ۱/۵۴، ۵۵، شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان رکن التیمم، فصل فی بیان شرائط الرکن : ۱/۳۲۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (راجع الحاشیة السابقة آنفاً)

(۳) "وإذ ظهر حدث إمامه بطلت، فیلزم إعادتها کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو رکن". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۹۱، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۳۶۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

۲.....صلوٰۃ استسقاء کے لئے جب کہ پانی ایک فرلانگ پر موجود ہو تو تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۳.....ایک امام نامرد ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....بغیر وضو وطہارت کے نماز استسقاء بھی جائز نہیں گناہ ہے (۱)۔

۲.....اگر یہ اندیشہ ہو کہ وضو کر کے آنے پر نماز نہیں ملے گی تو تیمم جائز ہے (۲)۔

۳.....درست ہے، لیکن مرد افضل ہے (۳)۔

دورانِ نماز ناپاک کپڑے کا بدن سے لگنا

سوال [۲۳۰۰]: ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ رہا ہے اس کے قریب ایک کپڑا پڑا ہوا ہے جو ناپاک ہے، جب رکوع یا سجدہ میں جاتا ہے تو وہ کپڑا اس کے جسم کے کسی حصے سے چھو جاتا ہے، ایسی صورت میں اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) چونکہ صلوٰۃ استسقاء بھی دوسری نمازوں کی طرح مستقل نماز ہے تو جس طرح دوسری تمام نمازوں کے لئے طہارت شرط ہے اسی طرح نماز استسقاء کے لئے بھی طہارت شرط ہے اور بغیر طہارت کے ادا کرنا گناہ ہے۔

(۲) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: أقبل علينا رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم من الغائط، فلقيه رجل عند بير جمل، فسلم عليه فلم يرد عليه رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم حتی أقبل علی الحائط، فوضع يده علی الحائط ثم مسح وجهه و يديه، ثم ردّ رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم علی الرجل السلام". (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب التيمم في الحضر: ۱/۵۳، امداديه)

"قال العيني: استدل به الطحاوي على جواز التيمم للجنازة عند خوف فواتها". (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۰۰، امداديه)

"فإن عندنا ما يفوت لا إلى خلف، يجوز التيمم له مع وجود الماء كصلاة الجنازة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۶۳، رشيديه)

(وكذا في السعاية، كتاب الطهارة، أحكام التيمم، جواز التيمم مع وجود الماء بغير عذر: ۱/۵۳۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) نامردی کوئی ایسا عیب نہیں جس کی وجہ سے امامت متأثر ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرایک رکن کی مقدارتک اس کے بدن سے متصل نہیں رہتا بلکہ چھوکر فوراً جدا ہوجاتا ہے تو نماز درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

نماز جنازہ کے وضو سے فرض نماز

سوال[۲۳۰۱]: نماز جنازہ پڑھ کراس کے وضو سے نمازِ ظہر یا عصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث سے تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز جنازہ کیلئے وضو کرکے اس سے ظہر وعصر پڑھنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

لوپ (دوالگانے) کی حالت میں نماز

سوال[۲۳۰۲]: لوپ لگوانے سے عورتوں کی نماز، قرآن شریف کی تلاوت میں تو کسی قسم کی خرابی نہیں آتی؟ اگرچہ لوپ بعض دفعہ بطور علاج بھی لگایا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوپ اگر پاک ہے اور علاج کے لئے لگا رکھا ہے تو ایسی حالت میں نماز، تلاوت وغیرہ کچھ بھی ممنوع نہیں، سب درست ہے(۳) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) "ویفسد أداء رکن حقیقة اتفاقاً، أو تمکنه منه بسنة، وهو قدر ثلاث تسبیحات مع کشف عورة أو نجاسة مانعة أو وقوع لزحمة فی صف نساء أو أمام إمام". (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱/۶۲۵، سعید)

(۲) "قلت: و تقدم فی الوضوء أنه تکفی نیة الوضوء، فما الفرق بینه و بین نیة التیمم .... بخلاف الوضوء، فإنه طهارة أصلیة، والأقرب أن یقال: إن کل وضوء تستباح به الصلاة بخلاف التیمم، فإن منه ما لا تستباح به الخ". (ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۴۷، سعید)

(۳) اسلئے کہ یہ پاک ہوتا ہے اوراس میں نجاست کا کوئی اثر نہیں ہوتا، ہاں البتہ تحقیق کے ساتھ اس کا نجس ہونا معلوم ہوتو نماز وغیرہ درست نہیں۔

فجر کی نماز پڑھ کر کپڑوں پر منی دیکھی

سوال[۲۳۰۳]: اگر کسی کو رات میں احتلام ہوجائے اور اسے صبح کو یاد نہیں رہا کہ اس کو رات میں احتلام ہوا ہے اور اس نے فجر کی نماز ادا کی پھر دو پہر کو اس نے نجاست دیکھی، آیا اس کی نماز ادا ہوئی یا نہیں، اگر نہیں تو اعادۂ نماز کر کے کوئی گناہ اس پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر فجر کے بعد نہیں سویا تو نماز فجر کا اعادہ لازم ہے، کذا في الدر المختار(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

رنگے ہوئے کپڑے سے نماز پڑھنا

سوال[۲۳۰۴]: آج کل کے اس ولایتی کچے رنگوں پر اگر کوئی کپڑا رنگوایا جائے تو اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے سے صحیح ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ نیز اگر اس رنگ کو خوب جوش دے کر کپڑے کو دھویا جائے اور پھر اس کپڑے کے سوکھنے کے بعد دھویا جائے تو ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ: ''ولایتی رنگ میں شراب کی آمیزش ہوتی ہے، اس لئے یہ رنگ ناپاک

= ''ثم الشرط، ما يتوقف عليه الشئ ولا يدخل فيه، هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث''.
(تنوير الأبصار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۲، سعيد)
(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۷۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)
(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة التي تتقدمها: ۱/۹۲، شركة علمية ملتان)

(۱) ''وجد في ثوبه منيًّا أو بولاً أو دماً أعاد من آخر احتلام وبول ورعاف''. ''(قوله: أعاد من آخر احتلام الخ) -لف ونشر مرتب- وفي بعض النسخ من آخر نوم وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه كما نقله في البحر''. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل في البئر: ۱/۲۱۹، سعيد)

''الأصل إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته، منها ما قدمناه فيما لو رأى في ثوبه نجاسة وقد صلى فيه، ولا يدرى متى أصابته، يعيدها من آخر حدث أحدثه، والمني من آخر رقدة''. (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ۱/۲۰۳، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية)
(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۱۹، رشيديه)

ہے۔ناپاک رنگ سے رنگا ہوا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔اگر رنگ پختہ ہے تو کپڑے کو رنگنے کے بعد پاک کرلیا جائے، پھراس سے نماز درست ہوجائے گی اور جب تک رنگ کٹتا رہے گا یعنی دھونے سے پانی صاف نہ آئے اس وقت تک اس سے نماز درست نہ ہوگی"(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبداللطیف، ۶/محرم/ ۵۹ھ۔

جنابت کی حالت میں پہنے ہوئے کپڑوں میں نماز کا حکم

سوال[۲۳۰۵]: احتلام ہونے کے بعد یا صحبت کرنے کے بعد نجاست صاف کر کے جانگھیا پہن لیا جائے اور اس پر کپڑے پہن لئے جائیں، بعد میں غسل کر کے وہی کپڑے پہن لئے جائیں تو ایسی حالت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگران کپڑوں پر نجاست نہیں لگی تو ان کپڑوں سے نماز درست ہے(۲)۔

نجاست پر کپڑا بچھا کر نماز

سوال[۲۳۰۶]: خشک پاخانہ کیسا ہے،خشک پاخانہ پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۵۰، إدارہ اسلامیات، لاہور)

"من شک فی إنائہ أو ثوبہ أو بدنہ أصابتہ نجاسة أو لافهوطاهر مالم يستيقن .... وكذا مايتخذه أهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب اهـ". (ردالمحتار، كتاب الطهارة: ۱/۱۵۱، قبيل ابحاث الغسل، سعيد)

"اليقين لايزول بالشك". (الأشباه والنظائر: ۱/۱۸۳، القاعدة الثالثة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۲) احتلام یا صحبت کی وجہ سے کپڑوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ وہی حصہ ناپاک ہوتا ہے جس میں ناپاکی لگتی ہے:

"ثم الشرط ...... ما يتوقف عليه الشئ ولا يدخل فيه، هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة: ۱/۵۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۲۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

جب کہ نماز کی شرطوں میں ایک شرط جائے پاک بھی ہے، جو فرض عین ہے۔

ممتاز الاسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاخانہ خشک ہوکر بھی ناپاک ہی رہتا ہے، جب تک اس کی ماہیت نہ بدل جائے (۱) اس پر پاک کپڑا یا بوریہ بچھا کر نماز درست ہے اور اس وقت نماز کی جگہ کپڑا یا بوریا ہے جو پاک ہے، پاخانہ نہیں، لہٰذا نماز کی شرط مفقود نہیں (۲)۔

محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۴/ ربیع ۲/ ۵۳ھ۔

گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر نماز

سوال [۲۳۰۷]: اگر کسی مکان میں گوبر مع مٹی کے لیپا گیا ہو، اول گوبر بعد میں مٹی، یا بالعکس یا صرف گوبر، ان صورتوں میں سے کسی صورت میں نماز اس پر ہوسکتی ہے یا نہیں؟

عبدالرزاق جالندھری، مقیم حجرہ نالہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اول گوبر سے زمین کو لیپا گیا ہے اور بعد میں مٹی سے اس طرح پر کہ گوبر بالکل چھپ گیا اور اس کی بُو

---

(۱) "السرقين إذا أحرق حتى صارر ماداً، فعند محمد يحكم بطهارته، وعليه الفتوى، هكذا في الخلاصة، وكذا العذرة، هكذا في البحر الرائق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الأول في تطهير الأنجاس : ۱/۴۴، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس : ۱/۳۱۶، سعيد)

(۲) "بخلاف غير مضروب ومبسوط على نجس إن لم يظهر لون أو ريح". (الدرالمختار).

"وكذا الثوب إذا فرش على النجاسة اليابسة، فإن كان رقيقاً يشفّ ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة على تقدير أن لها رائحة، لا يجوز الصلوة عليه، وإن كان غليظاً بحيث لا يكون كذلك، جازت". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها : ۱/۶۲۶، سعيد)

وغیرہ کچھ محسوس نہیں ہوتی تو اس پر نماز جائز ہے:

"هكذا يفهم من الخانية حيث قال فيها: أراد أن يصلي على أرض عليها نجاسة، فكنسها بالتراب، نظر إن كان التراب قليلاً بحيث لو استشمه يجد رائحة النجاسة، لايجوز، وإلا فيجوز، انتهى". نفع المفتي، ص: ٦٩ (١) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

پختہ فرش اگر ناپاک ہو جائے تو اس پر نماز کا حکم

سوال[۲۳۰۸]: عیدگاہ کا پختہ فرش بنانا جائز ہے یا نہیں جب کہ عیدگاہ کے صحن میں ایسا درخت موجود ہے جو پورے صحن کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور تمام سال جانور بیٹ کرتے رہتے ہیں۔ جب فرش ہو جائے گا تو اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ پختہ اینٹ نجاستِ رقیقہ کو جذب کرتی ہے یا نہیں؟ جو ثواب مسجد کے پختہ فرش کا ہے وہی ثواب عیدگاہ کے فرش کا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پختہ فرش بنانا بھی جائز ہے، متولی اور نمازیوں کی جیسی رائے ہو عمل کرلیا جائے۔ جن پرند، جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی بیٹ کی وجہ سے فرش نجس نہیں ہوتا (۲)۔ پختہ فرش پر رقیق نجاست گر کر جب خشک

---

(١) (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، نوع منها طهارة المكان، ص: ٨٠، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

"قال في المنية: وإذا أصابت الأرض بنجاسة، ففرشها بطين أو جص فصلى عليها، جاز، ولو فرشها بالتراب ولم يطيّن، إن كان التراب قليلاً بحيث لو استشمه، يجد رائحة النجاسة، لا تجوز، وإلا تجوز". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ١/٦٢٦، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ الخانية، كتاب الطهارة، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب أو الخف أو البدن أو الأرض: ١/٢٣، رشيديه)

(٢) "(وخرء) كل طير لا يذوق في الهواء كبطٍ أهلي (ودجاج) وأما مايذوق فيه، فإن مأكولاً فطاهر الخ".

"(قوله: فإن مأكولاً) كحمام وعصفو (قوله: فطاهر) وقيل: معفوٌ عنه لو قليلاً لعموم البلوى، والأول أشبه، وهو ظاهر البدائع والخانيه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ١/٣٢٠، سعيد)

ہوجائے اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو وہ فرش نماز کے لئے پاک ہوجائے گا (۱)، نجاست خشک ہونے کی وجہ سے فرش کو ناپاک نہیں کہا جائے گا۔ اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو خواہ رقیق یا کثیف تو بغیر پاک کئے وہاں نماز درست نہیں ہوگی (۲)۔ مسجد کے پختہ فرش پر جس طرح نماز کا ثواب ہے اسی طرح عیدگاہ کے پختہ فرش پر بھی ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سیّد احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تنہائی میں برہنہ ہوکر نماز پڑھنا

سوال [۲۳۰۹]: وقت (اتنا) تنگ ہے کہ فرض ادا کرسکتا ہے، ایسی صورت میں کپڑا پاک کرنا ضروری ہے، اگر تنہائی کی جگہ میسر ہو تو ننگا پڑھ لے یا نہیں، اور اگر تنہائی میسر نہ ہو تو انہی کپڑوں سے نماز ادا کرے تو نماز ہوجائے گی یا قضاء کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تنگیٔ وقت کی وجہ سے ناپاک کپڑے سے نماز درست نہیں اس کو پاک کرنا ضروری ہے (۳)، تنہائی میں

---

(۱) "ومنها: الجفاف وزوال الأثر. الأرض تطهر باليبس وذهاب الأثر للصلاة .... اهـ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في النجاسة وأحكامه: ۱/۴۴، رشيديه)

(۲) "وإزالتها إن كانت مرئيةً بإزلة عينها، وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثره ....اهـ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها: ۱/۴۱، رشيديه)

(۳) "(ثم الشرط الخ) وشرعاً ما يتوقف عليه الشئ ولا يدخل فيه، هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة: ۱/۵۸، رشيديه)

"وأما طهارة ثوبه فلقوله تعالىٰ: (وثيابك فطهر) [المدثر] (كنز الدقائق).

"فإن الأظهر أن المراد ثيابك الملبوسة وأن معناه: طهّرها من النجاسة، وقد قيل في الآية غير هذا، لكن الأرجح ما ذكرناه، وهو قول الفقهاء، وهو الصحيح، كما ذكره النووي في شرح المهذب".
(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۶۴، رشيديه)

بھی برہنہ نماز جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۸/ ۶/ ۸۷ھ۔

ساڑھی میں نماز

سوال [۲۳۱۰]: یہاں پر خواتین میں کرتہ اور پائجامہ پہننے کا رواج نہیں ہے اور وہ لہنگا پر ساڑھی باندھ لیتی ہیں، اور کسی قسم کا کپڑا اندر استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تو کیا اس صورت میں ان کی نماز ادا ہو جائے گی یا پھر ان کو ساڑھی کے اندر پاجامہ یا اس قسم کا کپڑا پہننا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لہنگا اور ساڑھی اس طرح ہے کہ جسم نظر نہیں آتا تو ان کی نماز ادا ہو جائے گی اس کے اندر پائجامہ ہو یا نہ ہو، ورنہ انکشاف کی حالت میں نماز نہیں ہوگی، کیونکہ سترِ عورت فرض ہے اور عورت کو چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں قدم کے سوا تمام بدن کو چھپانا نماز میں فرض ہے:

"والرابع ستر العورة، و هی للحرة جمیع بدنها خلا الوجه والكفین والقدمین اهـ".

در مختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "وأما لوصلّی فی الخلوة عریاناً ولو فی بیت مظلم وله ثوب طاهر، لایجوز إجماعاً، كما فی البحر".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/ ۴۰۴، سعید)

(و كذا فی الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلوة، الفصل الثالث فی شروط الصلوة: ۱/ ۵۸، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۰۴، ۴۰۵، سعید)

"و بدن الحرة عورة إلا وجهها و كفیها، لقوله تعالیٰ: ﴿و لا یبدین زینتهن إلا ما ظهر منها﴾ [النور: ۳۱]. قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: وجهها و كفیها". (البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۶۹، رشیدیه)

(و كذا فی الفتاوی العالمكیریة، الباب الثالث فی شروط الصلاة: ۱/ ۵۸، رشیدیه)

باریک دوپٹہ میں نماز

سوال[۲۳۱۱]: آج کل بہت باریک دوپٹے چلے ہیں جس میں سر کے بال صاف نظر آتے ہیں، اس قسم کا دوپٹہ اوڑھ کر نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت اگر ایسا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے گی تو نماز درست نہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

عورتوں کا نماز میں بالوں کو چھپانا

سوال[۲۳۱۲]: عورتوں کا افرادِ خانہ کے سامنے باریک دوپٹہ یا رومال کی قسم کا چھوٹا کپڑا جس سے بال نہیں چھپتے، اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سر کے بال نہیں چھپتے تو نماز نہیں ہوتی (۲)، اگر چہ وہاں کوئی نامحرم نہ ہو، بلکہ سب محرم ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

---

(۱) "(وعادم ساتر) لایصف ماتحته (قوله: لایصف ماتحته) بأن لایریٰ منه لون البشرة احترازاً عن الرقیق ونحو لازجاج". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۱۰، سعید)

"وحد الستر أن لا یُریٰ ما تحته، حتی لو سترها بثوب دقیق یَصِف ما تحته، لا یجوز". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۶۷، رشیدیه)

"والثوب الرقیق الذی یَصِف ماتحته، لاتجوز الصلاة فیه؛ لأنه مكشوف العورة معنیً". (تبیین الحقائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۲۵۲، دارالكتب العلمیة بیروت)

(۲) "(والرابع: ستر العورة) و وجوبه عام و لو فی الخلوة علی الصحیح، إلا لغرض صحیح .... (وللحرة جمیع بدنها) حتی شعرها النازل فی الأصح (خلا الوجه والكفین والقدمین)". (الدر المختار، =

صرف بنڈی پہن کرنماز پڑھنا

سوال[۲۳۱۳]: کیا صرف واسکٹ جس کو بنڈی (۱) کہتے ہیں پہن کرنماز پڑھ سکتے ہیں جبکہ پائجامہ باندھنے کی جگہ سے ناف تک کا حصہ کھلا ہوا ہو جس کا ستر ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدن کے جس حصہ کو چھپانا فرض ہے، اگر وہ چھپا رہے تب بھی ایسا لباس پہن کرنماز پڑھنا جس کو پہن کر آدمی معزز مجلس میں نہ جاسکتا ہو وہ مکروہ ہے (۲)، چہ جائیکہ فرض ستر ہی ادا نہ ہوتو ایسی حالت میں نماز ہی نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۸ھ۔

= باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۵، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "بنڈی: بغیر آستین والا چھوٹا کوٹ، ایک قسم کی صدری"۔ (نور اللغات: ۱/۶۵۵، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

(۲) "وصلاته في ثياب البذلة يلبسها في بيته ولا يذهب به إلى الأكابر". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۴۰، سعيد)

"وتكره الصلوة في ثياب البذلة، كذا في معراج الدراية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة وما لا يكره: ۱/۱۰۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في بيان ما يكره للمصلي أن يفعل في صلوته وما لايكره: ۱/۵۶۳، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "والرابع ستر عورته". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۴، سعيد)

"ومنها ستر العورة لقوله تعالىٰ: ﴿يابني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾، قيل في التأويل: الزينة مايواري العورة، والمسجد الصلاة، فقد أمر بمواراة العورة في الصلاة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۴۳، دارالكتب العلمية بيروت)

دھوتی باندھ کرنماز پڑھنا

سوال[۲۳۱۴]: بعض لوگ دھوتی باندھ کرنماز پڑھتے ہیں اور نماز پڑھنے کے بعد وہ لوگ ٹانگ اٹھا کراور دھوتی کمر میں باندھ کر چلے جاتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دھوتی اس طرح باندھی جائے کہ گھٹنے اوراوپر کا حصہ (رانیں) نہ کھلیں، اگراس طرح نماز پڑھی جائے کہ گھٹنے یارانیں کھلی رہیں تو نماز نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۴ھ۔

ساڑی پہن کرنماز پڑھنا

سوال[۲۳۱۵]: بہت سی عورتیں بلاعذر بیٹھ کرنماز پڑھتی ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں تو وہ سب کہتی ہے کہ ساڑی پہن کر کھڑے ہو کر نماز صحیح نہیں ہوتی ہے۔ چونکہ عورتیں ساڑیاں ٹخنوں سے اوپر پہنتی ہیں اوران کے رکوع کرنے پر پنڈلیاں زیادہ کھل جاتی ہیں، تو کیا نماز صحیح ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی ساڑی پہن کرنماز ہرگز نہ پڑھیں جس سے پنڈلیاں کھلتی ہوں اور قیام صحیح ادا نہ ہو (۲)، فریضۂ

---

(۱) "والرابع ستر عورته، ووجوبه عام ولو في الخلوة على الصحيح". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۴، سعيد)

"ومنها ستر العورة لقوله تعالىٰ: ﴿يابني آدم خذو زينتكم عند كل مسجد﴾، قيل في التأويل: الزينة مايواري العورة، والمسجد الصلاة، فقد أمر بمواراة العورة في الصلاة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۴۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة وواجباتها وسننها وآدابها: ۱/۴۱۲، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی)

(۲) قال ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: "و كشف ربع ساقها يمنع و كذا الشعر .... لأن قليل الانكشاف عفو عندنا للضرورة .... و الكثير مفسد لعدمها، فاعتبر الربع، وأقيم مقام الكل احتياطاً؛ لأن للربع =

قیام ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گاڑی میں سوار ہو تو استقبالِ قبلہ کا حکم

سوال[۲۳۱۶]: ریل گاڑی یا اور کسی قسم کی سواری پر اگرچہ صحیح قبلہ رخ ہو کر نمازی نے نماز کی نیت باندھی ہو اور پھر سواری کا رخ بدلنے سے نمازی نے بھی اپنا رخ ٹھیک کرلیا ہو، یا اس کو نماز میں سواری کے گھومنے کا پتہ نہ لگا اور نہ رخ سیدھا کیا تو کیا سواری سے اتر کر اس نماز کا یا ان تمام نمازوں کا اعادہ کرنا لازمی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں گاڑی کا رخ بدلنے سے جب اپنا رخ بھی صحیح کرلیا (قبلہ رخ) تو نماز ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، اور جب اپنا رخ صحیح قبلہ کی طرف قدرت کے باوجود نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= شبهاً بالكل كما في حلق ربع الرأس، فإنه يجب به الدم كما لو حلق كله". (البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۷۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۸، سعيد)

(وكذا في غنية المستملي شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي، ص: ۲۱۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۱) "(من فرائضها) التي لاتصح بدونها (التحريمة و هي شرط، و منها القيام في فرض لقادر عليه) (الدرالمختار). "(قوله: و سنة فجر في الأصح) أقول: لكن في الحلية عند الكلام على صلاة التراويح: لو صلى قاعداً بلا عذر، قيل: لا يجوز قياساً على سنة الفجر، فإن كلا منهما سنة مؤكدة، و سنة الفجر لا تجوز قاعداً من غير عذر بإجماعهم". (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۵۰۹، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي فرائض الصلاة، الثاني القيام، ص: ۲۶۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت". (الدر المختار كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۲، سعيد) =

چلتی گاڑی میں قطب نما کے ذریعے قبلہ کی نشاندہی اور اس کی طرف توجہ

سوال[۲۳۱۷]: چلتی گاڑی میں نماز شروع کرنے سے پہلے قطب نما سے سمتِ قبلہ دیکھ لیا اور پھر سمت شمال یا جنوب کو ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا قطب نما کھول کر رکھ لیں اور جدھر قبلہ ہو گھومتے جائیں، اس صورت میں توجہ قطب نما کی طرف ہوگی، تو کیا نماز میں نقص ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ابتداءً قطب نما دیکھ کر صحیح رخ پر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگئی جب تک درمیان میں رخ بدل جانے کا ظن غالب نہ ہو(۱)، اگر قطب نما کھول کر سامنے رکھ لیا جائے اور وقتاً فوقتاً اس پر بھی نظر پڑتی رہے تب بھی نماز ہو جائے گی،

= "وقيد بترك القيام؛ لأنه لو ترك استقبال وجهه إلى القبلة وهو قادر عليه، لا يجزئه في قولهم جيعاً، فعليهم أن يستقبلوا بوجههم القبلة كلما دارت السفينة يحول وجهه إليها، كذا في الإسبيجابي". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلاة المريض : ۲/۲۰۷، رشيديه)

"وترك القيام؛ لأن ترك الاستقبال لا يسقط اتفاقاً". (النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض : ۱/۳۳۷، مكتبة امداديه ملتان)

"من أراد أن يصلي في سفينة تطوعاً أو فريضةً فعليه أن يستقبل القبلة، ولا يجوز له أن يصلي حيثما كان وجهه، كذا في الخلاصة. حتى لو دارت السفينة وهو يصلي، توجه إلى القبلة حيث دارت، كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة : ۱/۶۳، رشيديه)

(۱) "من أراد أن يصلي في سفينة تطوعاً أو فريضةً، فعليه أن يستقبل القبلة، ولا يجوز له أن يصلي حيثما كان وجهه، كذا في الخلاصة، حتى لو دارت السفينة وهو يصلي، توجه إلى القبلة حيث دارت، كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة : ۱/۶۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب صلوة المريض : ۲/۲۰۷، رشيديه)

اس پر گاہے گاہے نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)، ہاں توجہ میں کچھ فرق آئے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو تو تحری کا حکم

سوال [۲۳۱۸]: قبلہ کا رخ معلوم نہیں تھا تحری کر کے نماز پڑھی گئی، خالد صاحب بعد میں آئے، انھوں نے دیکھتے ہی کہا کہ رخ غلط ہے، ان کے پاس قطب نما تھا، قطب نما سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ٹھیک مابین شمال ومغرب نماز پڑھی گئی تھی۔ آیا اس نماز کو دہرانے کی ضرورت تھی یا نہیں؟ کیوں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ قبلہ کا رخ یہاں سے مابین گوشۂ شمال ومغرب وگوشۂ جنوب ومغرب ہے، ان کے درمیان کس رخ پر نماز پڑھیں؟ بعض علماء کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب قبلہ کا رخ معلوم نہیں تھا اور کوئی بتانے والا بھی نہ تھا، تحری کر کے نماز پڑھ لی تو وہ نماز درست ہوگئی اگر چہ بعد میں معلوم ہوا کہ غلط رخ پر پڑھی گئی، اس کا دہرانا لازم نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولا يفسدها نظره إلى مكتوب وفهمه ولو مستفهماً وإن كره". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وإن كره): أى لاشتغاله بما ليس من أعمال الصلوة".

(رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوة ومايكره: ۱/۶۳۴، سعيد)

(۲) "وكذا كل ما يشغل باله من أفعالها ويخل بخشوعها". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۶۴۸، سعيد)

"ولا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي". (الدرالمختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: لأنه يلهي المصلي): أى فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۵۸، سعيد)

"وبهذا علم أن ترك الخشوع لايخل بالصحة بل بالكمال، ولذا قال فى الخلاصة والخانية: إذا تفكر فى صلاته فتذكر شعراً أو خطبةً فقرأهما بقلبه ولم يتكلم بلسانه لا تفسد صلوته". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۲/۲۵، رشيديه)

(۳) "ويتحرى: هو بذل المجهود لنيل المقصود عاجز عن معرفة القبلة بما مر، فإن ظهر خطأه لم يعد لما مر". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: لما مر) متعلق بمعرفة، والذى ....=

بغیر تحری خلافِ قبلہ پڑھی ہوئی نماز دہرانا ہوگی

سوال[۲۳۱۹]: کسی شخص نے شمال کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لی اور اس کو اس بات کا یقین تھا کہ پچھم (۱) ادھر ہی ہے اس لئے تحری نہیں کی، کیونکہ تحری کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جبکہ قبلہ کے مشتبہ ہونے کا علم ہو اور فارغ ہونے کے بعد اسے اپنی خطا کا علم ہوگیا تو اب اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی نماز کا لوٹانا ضروری ہے جیسے اگر کوئی شخص پانی کو پاک سمجھتے ہوئے وضو کرلے یا کپڑے پاک سمجھتے ہوئے اس سے نماز پڑھ لے، پھر معلوم ہو کہ وہ پانی یا کپڑا ناپاک تھا، ایسی نماز کا اعادہ لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۹۳ھ۔

= مرهو الاستدلال بالمحاريب والنجوم والسؤال من العالم بها، فأفاد أنه لا يتحرى مع القدرة على أحد هذه". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۹، رشيديه)

"وإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله عنها، اجتهد وصلى، كذا في الهداية، فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلى، لا يعيدها". (كتاب الصلوة الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۴، رشيديه)

(۱) "پچھم: مغرب"۔ (فیروز اللغات، ص:۲۸۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "وإن شرع بلا تحرٍّ لم يجز، وإن أصاب) لتركه فرض التحرى، إلا إذا علم إصابته بعد فراغه فلا يعيد اتفاقاً، بخلاف مخالف جهة تحريه، فإنه يستأنف مطلقاً كمصل على أنه محدث أو ثوبه نجس أو الوقت لم يدخل فبان بخلافه لم يجز". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۵، سعيد)

"وقيد بالتحرى؛ لأن من صلى ممن اشتبهت عليه بلا تحرٍّ فعليه الإعادة، إلا أن علم بعد الفراغ أنه أصاب؛ لأن ما افترض لغيره يشترط حصوله لا تحصيله، وإن علم في الصلاة أنه أصاب يستقبل، خلافاً لأبي يوسف لما ذكرنا ...... من توضأ بماء أوصلى في ثوب على ظن أنه طاهر ثم تبين أنه نجس، حيث يعيد الصلاة؛ لأنه ترك ما أمربه، وهو الصلاة في ثوب طاهر وعلى طهارة". (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۵۰۱، ۵۰۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۴، رشيديه)

چاند پر سمتِ قبلہ

سوال[۲۳۲۰]: ابھی امریکی خلاباز جو چاند پر سیر وتفریح کرکے آئے اور وہاں سے مٹی وغیرہ بھی لائے، اس سے ایک مسئلہ یہ پیدا ہوگیا کہ اگر وہاں نماز پڑھنے کی حاجت ہو تو تعینِ سمتِ قبلہ کس طرح کیا جائے؟ جب چاند پر جانا متیقن ہوچکا ہے تو اس کا بھی امکان ہے کہ مسلمان بھی چاند پر جائیں اور ان کا وہاں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہاں جاکر رہنا دشوار نہیں، تو سمتِ قبلہ معلوم کرنا کیا دشوار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون، فعلينا اتباعهم، فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع، وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۳، رشيديه)

"ولا يخفى أن أقوى الأدلة النجوم، والظاهر أن الخلاف في عدم اعتبارها إنما هو عند وجود المحاريب القديمة؛ إذ لايجوز التحري معها كما قدمناه، لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين، بخلاف ما إذا كان في المفازة، فينبغي وجوب اعتبار النجوم ونحوها في المفازة لتصريح علمائنا وغيرهم بكونها علامةً معتبرةً، فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوة وفي القبلة، على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تُفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۱، سعيد)

"ولو دخل بلدةً وعاين المحاريب المنصوبة يصلي إليها ولا يتحرى، وكذا لو كان في المفازة والسماء مصحية وله علم باستدلال النجوم على القبلة، لا يتحرى، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۴، رشيديه)

چاند پر سمت قبلہ

سوال[۲۲۲۱]: اگر کوئی مسلمان چاند پر پہونچے اور نماز پڑھنا چاہے تو اس کا قبلہ کونسی سمت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمین پر رہتے ہوئے جس سمت نماز پڑھی جاتی ہے اس سمت پر اس جگہ نماز کا حکم ہے:﴿وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره﴾الآية (۱) ۔ فقط واللہ اعلم۔

غلط سمت پر بنی ہوئی مسجد کے قبلہ کو درست کرنا

سوال[۲۲۲۲]: ۱.....ایک پرانی مسجد کی جدید تعمیر کے سلسلے میں قطب نما سے دیکھا جاتا ہے تو آٹھ فٹ کا فرق قبلہ میں آرہا ہے، کیا ایسی صورت میں سابقہ بنیاد پر جدید تعمیر کرلی جائے یا قطب نما سے قبلہ درست کرنا ضروری ہے؟

۲.....کتنے فٹ کے فرق سے انحراف سمجھا جائے گا اور نماز درست نہیں ہوگی؟ فٹ کی تعیین فرمائیں۔

۳.....فتویٰ کے نہ ماننے والے یا پسِ پشت ڈالنے پر شریعت کیا حکم لگاتی ہے اور ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سورة البقرة، ۱۵۰، الآية)

"والسادس استقبال القبلة حقيقةً أو حكماً .... ولغير معاينها إصابة جهتها بأن يبقى شئ من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها. ثم اعلم أنه ذكر في المعراج عن شيخه أن جهة الكعبة وهي الجانب الذي إذا توجه إليه الإنسان يكون مسامتاً للكعبة أو هوائها تحقيقاً أو تقريباً، .... والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء: أي ليس المراد بالقبلة الكعبة التي هي البناء المرتفع على الأرض، ولذا لو نقل البناء إلى موضع آخر وصلى إليه لم يجز، بل تجب الصلاة إلى أرضها، فهي من الأرض السابعة إلى العرش". (التنوير مع الدر المختار ورد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷-۴۳۲، سعيد)

"والمعتبر التوجه إلى مكان البيت دون البناء، وفي فتاوى الحجة: الصلاة في الآبار العميقة والجبال والتلال الشامخة وعلى ظهر الكعبة جائزة؛ لأن القبلة من الأرض السابعة إلى السماء السابعة بحذاء الكعبة إلى العرش اهـ".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۳، رشيديه)

۴......فتویٰ کی موجودگی میں فتویٰ کے خلاف فیصلہ کرنا کیسا ہے؟اوراس فیصلے کو نہ ماننا کیسا ہے؟

۵......مسجد کی جدید تعمیر میں دوفریق کا اختلاف ہے، تیسرا آدمی اس کے علاوہ اس مسجد کو بنواسکتا ہے یا نہیں؟ یااسی فریق میں سے کچھ آدمی بنواسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......دیدہ ودانستہ انحراف کے ساتھ تعمیر ہرگز نہ کی جائے، ہوسکتا ہے کہ ابتداءً سابقہ مسجد بنانے کے وقت پورالحاظ قبلہ کا نہ ہوسکا ہو،کوئی ذریعہ صحیح علم کا نہ ہو،اب جبکہ صحیح علم کا ذریعہ موجود ہے، دیگر مساجد کوبھی دیکھ لیا جائے،قطب نما سے بھی اندازہ کرلیا جائے تب تعمیر کی جائے (۱)۔

۲......قصداً بالکل انحراف نہ کیا جائے، صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں شمال اورجنوب کی قوس بنا کر نصف قوس تک انحراف ہوگیا تو بھی نماز کودرست کہا جائے گا (۲) مسجد بڑی اور چھوٹی ہونے سے اس انحراف میں بھی فرق ہوسکتا ہے،فٹ کی تعیین دشوار ہے۔

---

(۱) "والسادس: استقبال القبلة .... فللمكي إصابة عينها، ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شئ من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها، (إلى قوله) وتعرف بالدليل، وهو في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۷، ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۱/۴۲۳، ۴۲۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيديه)

(۲) "والسادس استقبال القبلة، فللمكي إصابة عينها، ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شئ من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها".

"فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية، جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۷، ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۳...... یہ تو اس بات پر موقوف ہے کہ فتویٰ کا صحیح حال معلوم ہو کہ واقعۃً وہ حکم شرعی کے موافق ہے یا نہیں؟ اور فتویٰ کو نہ ماننے والے کا علم ہو کہ وہ فقہ فتویٰ میں کس قدر تجربہ وبصیرت رکھتا ہے اور یہ بات بھی سامنے آئے کہ فتویٰ کو نہ ماننے اور پسِ پشت ڈالنے کی وجہ کیا ہے تب اس کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

یہ بات معلوم ہونے کے بعد کہ یہ فتویٰ عینِ شریعت کے مطابق ہے پھر اس کو نفسانی تقاضہ کے تحت نہ ماننا اور پسِ پشت ڈالنا خطرناک ہے(۱)، جب تک ایسا شخص اپنی اس حرکت پر نادم ہو کر باقاعدہ شرعی توبہ نہ کرے وہ امامت کا مستحق نہیں (۲) اگر شرعی دلائل کی روشنی میں وہ فتویٰ غلط ہے تو وہ اس قابل ہے کہ دلائل کے ساتھ اس کی تردید کردی جائے۔

۴......اس کا جواب نمبر:۳ سے واضح ہے۔

۵...... یا تو فریقین آپس میں اتفاق کرلیں یا کسی کو اپنا ثالث وحَکم بنالیں تاکہ نزاع ختم ہو جائے اگر کسی دوسرے شخص نے مسجد کو بنایا اور جس فریق کے خلاف وہ تعمیر ہوئی اس نے اس کو غلط قرار دیکر منہدم کیا تو اَور فتنہ بڑھے گا، یا اس نے نماز ہی ترک کردی، یہ بھی مستقل موجبِ انتشار ہے(۳)۔

---

(۱) "إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمة، فقال صاحبه: ليس كما أفتوا، أو قال: لا نعمل بهذا، كان عليه التعزير". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشيديه)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار).

"(قوله: وفاسق) وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني واكل الربا ونحو ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم، واصبروا، إن الله مع الصابرين﴾. (سورة الأنفال: ۴۶)

"عن معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن الشيطان ذئب=

اگر چہ کوئی فریق یا غیر فریق مسجد کو شرعی طریقہ پر تعمیر کردے گا تب بھی وہ مسجد ہوجائے گی اوراس میں نماز پڑھنا درست ہوگا(۱)، بہرحال فتنہ وانتشار سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

سمت قبلہ میں ۱۸/ ڈگری کا فرق ہوتو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۳۲۳]: ہم انگلینڈ کے وسلا لیسٹر شہر کے- جولندن سے ۱۰۰/میل کے فاصلہ پر ہے- باشندے ہیں، وہیں سے یہ مسئلہ پوچھ رہے ہیں، یہ قبلہ کے سلسلہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے نقشہ کے ساتھ درج ذیل خلاصہ پیش کرکے جواب کے لئے گذارش کرتے ہیں امید ہے کہ منسلک نقشہ کے مطابق جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں گے۔

شکل اول: اس صورت میں جب ہم (ہوکالینگ) آلۂ رصدیہ سے دیکھتے ہیں تو ۱۸/ ڈگری تفاوت ظاہر ہوتا ہے۔

شکل دوم: دوسری شکل نقشہ کے مطابق نماز پڑھیں تو قبلہ کا رخ (آلہ مذکور سے) توصحیح ہوجاتا ہے مگر صفوں کو ٹیڑھی کرنا پڑتا ہے جس سے نمازیوں کے لئے بھی تنگی ہوجاتی ہے۔

شکل سوم: اس میں صفیں بھی سیدھی ہوجاتی ہیں اور نمازیوں کے لئے سہولت بھی ہوجاتی ہے مگر

= الإنسان كذئب الغنم، يأخذ الشاة القاصية والناصية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد". (مسند الإمام أحمد ابن حنبل رحمه الله تعالىٰ (رقم الحديث: ۲۱۵۲۴): ۶/۳۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "حتى أنه إذا بنى مسجداً وأذن للناس بالصلوة فيه، فصلي فيه جماعة، فإنه يصير مسجداً". (الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون في المساجد: ۵/۸۳۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراچي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر في المسجد وما يتعلق به: ۲/۴۵۵، رشيديه)

(رہی پہلی خرابی کہ)۱۸/ ڈگری تفاوت قبلہ سے نقشہ کے مطابق عمل کریں گے۔
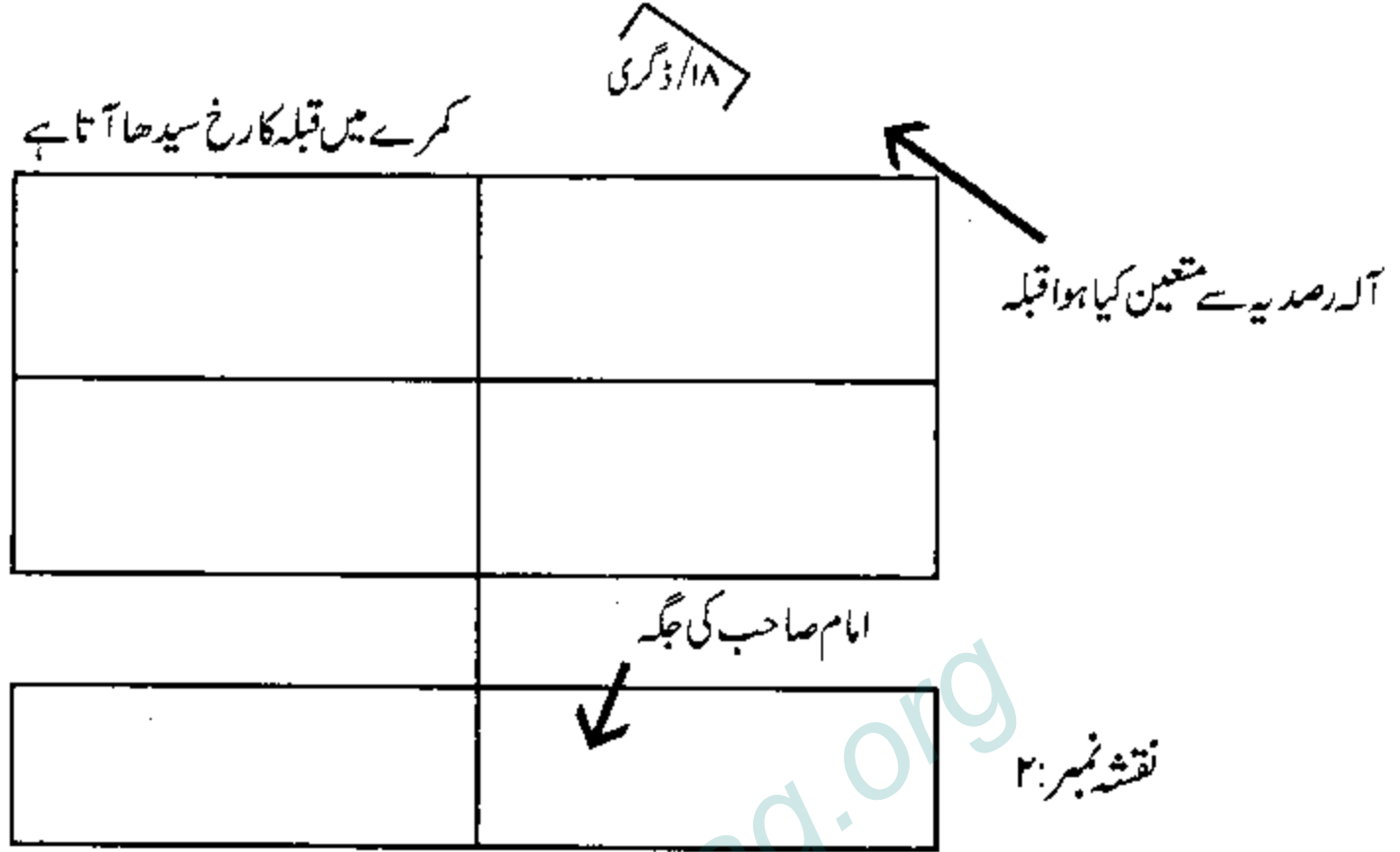
اسی طرح ایک ہی صف پوری اور سیدھی آتی ہے اور باقی دوسری صف ادھوری رہتی ہے۔

۱۸/ ڈگری

نقشہ نمبر:۳
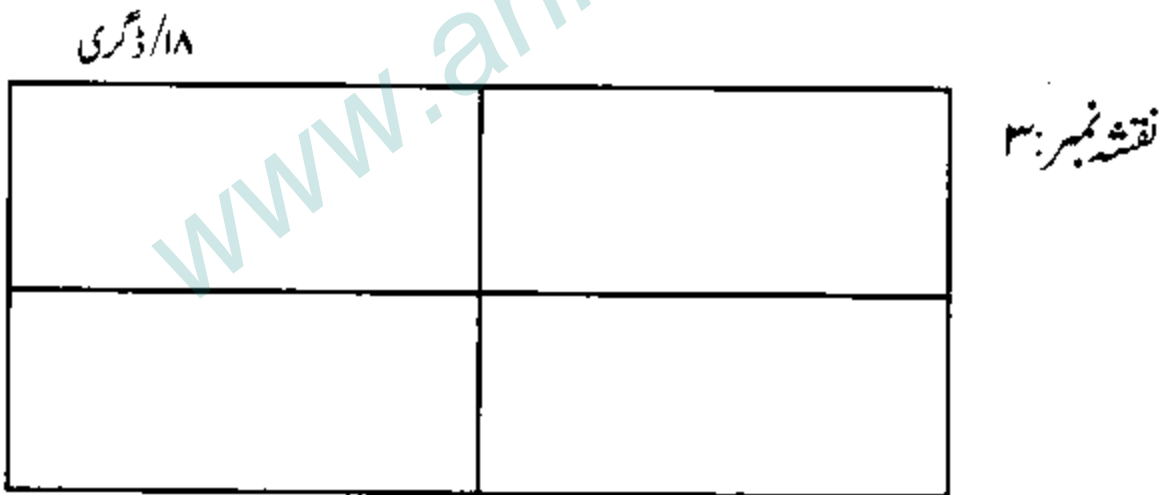
۱۸/ ڈگری کے تفاوت کرنے کی وجہ سے سیدھی صف رکھنے سے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقام پر زمانہ قدیم کی مساجد نہ ہوں اور قواعدِ شرعیہ کے موافق قبلہ کا رخ معین کرنے والے مسلمان بھی نہ ہوں، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھ کر بھی واقف کار مسلمان رخ متعین کر سکتے ہوں اور آلاتِ

رصدیہ کے ذریعہ قلب کو اطمینان حاصل ہوجائے تو اسی طرح رخ متعین کر کے اس کے موافق نماز ادا کرتے رہیں (۱)۔

آپ کی لکھی ہوئی تین صورتوں میں سے نقشہ نمبر:۲ کے موافق نماز ادا کرنا بلا شبہ درست ہے، اگرچہ صفیں ٹیڑھی ہی ہونگی مگر رخ صحیح ہوگا، اس لئے کہ یہ ٹیڑھا پن کمرہ کی تعمیر کے لحاظ سے ہے، قبلہ کے رخ کے لحاظ سے نہیں، سو اس میں مضائقہ نہیں (۲)۔ نقشہ نمبر:۱ اور نمبر:۳ کی صورت میں کمرہ کے اعتبار سے تو صفیں سیدھی ہیں ٹیڑھی نہیں، لیکن قبلہ کا رخ برابر نہیں اگرچہ اتنا فرق نہیں کہ بالکل سمت قبلہ باقی نہ رہے اور نماز کو قطعاً فاسد قرار دیا جائے۔ لیکن قصداً اتنا فرق بھی نہ کیا جائے اس سے بھی بچنا چاہئے۔ رد المحتار ج:۱، میں اس کی تفصیل مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) "وتعرف بالدليل: وهو في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين، وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب، وإلا فمن الأهل العالم بها". (الدرالمختار).

"فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوة وفي القبلة، على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب، فإنها إن لم تُفِدِ اليقين تُفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، ۴۳۱، سعيد)

(۲) "والسادس: استقبال القبلة، فللمكي إصابة عينها ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شئ من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷، ۴۲۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيديه)

(۳) "فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية، جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر، تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة .... فعلم أن الانحراف اليسير لايضر، وهو الذي يبقى معه الوجه أو شئ من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة أو لهوائها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۸، ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۳۵/ درجہ شمال منحرف مسجد کا حکم

سوال[۲۳۲۴]: ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جو خطِ استواء سے ۳۵/ درجہ شمال کی جانب منحرف ہے۔ معارف مدنیہ میں لکھا ہے کہ ''کعبہ سے ۲۴/ درجہ انحراف تک بلا کراہت نماز درست ہوتی ہے'' لہٰذا میرے خیال میں اس مسجد میں نماز بلا کراہت درست ہوگی۔ اور ہمارے یہاں ایک دوسرے صاحب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مسجد ۳۴/ درجہ منحرف شمار کی جائے گی اور اس میں نماز مکروہ ہوگی۔ تو حضرت والا سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ مسجد کو ۳۴/ درجہ منحرف شمار کی جائے گی یا ۱۴ درجہ (یہاں کے عرض البلد ۲۴)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر تو یہی ہے کہ اس مسجد میں نماز مکروہ نہیں (۱) تاہم قدرے انحراف کر کے رخ بالکل سیدھا کرلیں تو خلفشار نہ رہے اور سب کو سکون حاصل ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۷/ ۱۳۹۹ھ۔

تعیینِ قبلہ میں معمولی فرق

سوال[۲۳۲۵]: گاؤں کے علاقہ میں مسجد بناتے وقت عامۃً تعیینِ قبلہ میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہوتی ہے، کیونکہ ان کے پاس قطب نما نہیں ہوتا تو کیا اس سے کچھ خرابی لازم آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معمولی فرق سے نماز میں خرابی نہیں آتی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۴/ ۸۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''سمتِ قبلہ ۱۸/ ڈگری کا فرق ہو تو کیا کیا جائے؟'')

(۲) "فیعلم منه أنه لو انحرف عن العین انحرافاً، لاتزول منه المقابلة بالکلیة، جاز، ویؤیده ما قال فی الظهیریة: إذا تیامن أو تیاسر، تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التیامن أو التیاسر یکون أحد جوانبه إلی القبلة ...... فعلم أن الإنحراف الیسیر لایضر، وهو الذی یبقی معه الوجه أو شئ من جوانبه مسامتا الکعبة أو لهوائها". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۸، ۴۳۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۸۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

قبلہ سے معمولی انحراف

سوال[۲۳۲۶]: ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جس کی لمبائی ساڑھے نوگز ہے، چوڑائی پونے چار گز ہے، جس میں یہ مسجد قبلہ کے رخ سے تین ہاتھ ہٹی ہے، اُتر (۱) کی طرف دیوار کو جب پچھم (۲) تین ہاتھ لی جائے تب اس کا رخ صحیح ہوگا اور جہت میں سے دکھن (۳) قبلہ سے رخ زیادہ ہٹائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معمولی فرق سے نماز خراب نہیں ہوگی البتہ اگر بجائے مغرب کے شمال یا جنوب کا رخ ہو جائے تو نماز نہیں ہوگی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۵/۱۵ھ۔

سمتِ قبلہ

سوال[۲۳۲۷]: ایک مسجد جامع ہے جو تقریباً ایک سوتیس برس کی تعمیر شدہ ہے، آج کل اس میں بوجہ تنگی نمازیوں کو سخت تکلیف ہو رہی تھی، مسجد ہذا کو بغرض توسیع وتعمیرِ جدید منہدم کرایا گیا، کہ پہلی بنیاد سے اسے سیدھی کرنے میں اترا کا مغربی گوشہ تین ہاتھ پچھم جانب بڑھایا گیا اور دکھن کا مشرقی گوشہ تین ہاتھ پورب (۵) ہٹایا گیا، مگر پھر بھی قطب سے کچھ فرق رہ گیا۔ کوئی صورت ایسی نہیں ہو سکتی جو قطب سے بالکل سیدھی کی جا سکے، بہت بڑا کنواں مسجد کی بنیاد میں پڑ رہا تھا۔ ایسی صورت میں مسجد ہذا میں شرعاً کوئی نقص نماز کی ادائیگی وغیرہ میں وقوع پذیر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور قطب کو تعمیر مسجد میں شرعاً کیا حیثیت حاصل ہے، قبلہ رخ جو معتبر ہے جس کو فقہاء

---

(۱) ''اُتر: شمال''۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۳، فیروزسنز لاهور)

(۲) ''پچھم: مغرب، وہ سمت جدھر سورج ڈوبتا ہے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۸۱، فیروز سنز لاهور)

(۳) ''دکھن: جنوب کی سمت''۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۳۲، فیروز سنز لاہور)

(۴) "لا یجوز لأحد أداء فریضة ولا نافلة .... إلا متوجهاً إلی القبلة .... ومن کان خارجاً عن مکة، فقبلته جهة الکعبة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الفصل الثالث فی استقبال القبلة: ۶۳/۱، رشیدیه)

(۵) ''پورب: مشرق، سورج نکلنے کی جگہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۸، فیروز سنز، لاہور)

نے بین الفرقدَین والجدی لکھا ہے(۱) اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنے معمولی فرق سے نماز میں نقصان نہیں آتا(۲) تاہم اگر دوبارہ تعمیر سے اصلاح نہ ہو سکی تو صفوف کے نشان صحیح طور پر مسجد میں لگادیئے جائیں اوران کے موافق رخ صحیح کرلیا جائے، پھر مسجد کو گرا کر از سرِنو تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ سمت معلوم کرنے کی بہت سی علامات فقہاء نے لکھی ہیں، قطب بھی ایک دلیل ہے بلکہ اقوی الأدلہ ہے، اہلِ ہند سے قبلہ کا رخ عامۃً جانب مغرب میں ہے(۳)۔ پس اگر سردی وگرمی میں جس جگہ آفتاب غروب ہوتا ہے اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہوجائے گی، یعنی دونوں موسموں کے جائے غروب کے درمیان کا حصہ جہتِ کعبہ ہے، یہی مطلب ہے ''بین الفرقدین والجدی'' کا:

"وتعرف بالدليل وهو في القرى والأمصار محاريب الصحابه والتابعين، وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب" درمختار. قال الشامي: "هو أقوى الأدلة، وهو نجمٌ صغيرٌ في بنات نعش الصغرى بين الفرقدين والجدي، إذا جعله الواقف خلف أذنه اليمنىٰ كان مستقبلاً القبلة إن كان بناحية للكوفة، وبغداد، وهمدان، الخ". رد المحتار(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "وتعرف بالدليل، وهو الذي في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب".

"هو أقوى الأدلة، وهو نجم صغير في بنات نعش الصغرىٰ بين الفرقدين والجدي".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، سعيد)

(۲)(قد مضى تخريجه تحت عنوان: ''تعیینِ قبلہ میں معمولی انحراف''۔)

(۳) "فقبلة أهل المشرق إلى المغرب عندنا". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۱/۴۲۳، إدارة القرآن كراچی)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۱/۴۲۰، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۶، رشيديه)

جدید مسجد کی سمتِ قبلہ میں تردد

سوال[۲۳۲۸]: حاجی عبدالرشید، مستری عبدالعزیز، حاجی رفیق احمد، ماسٹر شاہد حسین، منشی اختر حسین نے ایک مشورہ ۱۹۶۹ء میں مسجد بنانے کے لئے کیا، اور کمیٹی کی تشکیل کر کے ۲۰۰۰/ مربع گز زمین خرید کر مسجد بنانی شروع کر دی جو تھوڑے ہی دنوں میں پایۂ تکمیل کو پہونچی، جس مسجد کا نام مسجد نبی کریم رکھا گیا، جو ۱۹۷۰ء میں چالو ہوگئی یعنی نماز پڑھنی شروع کر دی گئی۔

محلّہ کا ایک شخص جس کا نام عبدالشکور ہے اس نے ایک شبہ ڈالا کہ مسجد کا رخ صحیح نہیں ہے جس پر مدرسہ محمودیہ سروٹ سے عالموں کو دعوت دی گئی، جس میں :۱: مولانا نثار احمد مہتمم مدرسہ محمودیہ سروٹ۔ ۲: مفتی شکیل احمد صاحب۔ ۳: مولانا نصیب الدین صاحب۔ ۴: مولانا مہربان صاحب۔ ۵: مولانا ظریف احمد صاحب۔ ۶: قاری عابد صاحب۔ ۷: قاری محمد مصطفیٰ صاحب۔ ۸: حافظ محمد عمر صاحب۔ ۹: حافظ سلیم الدین صاحب۔ ۱۰: حاجی صغیر احمد صاحب انصاری وائس چیئر مین میونسپل بورڈ اور بہت سے لوگ شامل تھے، کمیٹی ہذا کی موجودگی میں محلّہ کی سب مسجد چیک کی پھر مسجد نبی کریم بھی چیک کی جس میں تین قطب نما تھے۔

علمائے دین نے چیک کرنے کے بعد فیصلہ دیا کہ مسجد کا رخ ٹھیک ہے کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ ضلع مظفر نگر کی مسجد قطب نما کے پوائنٹ ۹ سے ۱۰ تک آتی ہیں سب ٹھیک ہیں اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ مسجد کا رخ غلط ہے۔ اس کے باوجود مستری عبدالشکور ماننے کے لئے تیار نہیں ہے جبکہ موقع پر مفتی شکیل احمد اور مفتی مراد آباد موجود تھے جنھوں نے فتویٰ دیا کہ ٹھیک ہے لیکن وہ اپنی ضد پر ہے۔ کیا ۹/ پوائنٹ سے دس پوائنٹ تک مسجد کا رخ ٹھیک مانا جاتا ہے یا نہیں؟

۲...... جبکہ مندرجہ بالا مسجد کا مندرجہ بالا عالموں نے فیصلہ دیا تو مستری عبدالشکور صاحب کا نہ ماننا اور افواہیں پھیلانے کا فعل کیسا ہے اور کس حد تک پہونچتا ہے۔

۳...... مندرجہ بالا عالموں کی رائے کے مطابق مستری عبدالشکور کی پیروی کرنے والا شخص شرعاً سزا کا مستحق ہے یا نہیں؟

۴...... عالموں کی رائے کے خلاف بولنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

متدین اہلِ علم اور اہل تجربہ نے معائنہ کیا، قطب نما سے دیکھا، دیگر مساجد سے بھی رخ کو ملایا اور اس مسجد کے رخ کو صحیح بتا کر نماز کو اس میں صحیح قرار دیا تو اس کو تسلیم کر لینا چاہئے، بلا دلیل شرعی کے انکار کا حق نہیں (۱)، اگر معمولی فرق بھی ہو تب بھی مسجد کو نہ گرایا جائے، سمتِ قبلہ میں توسع ہے (۲)، موسم سردی اور موسم گرمی میں جہاں جہاں سورج غروب ہوتا ہے ان دونوں جگہوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے (۳) اب تفرقہ پیدا نہ کیا جائے (۴) اور جن حضرات نے دیکھ کر رخ کو صحیح بتایا ہے ان پر اعتماد کیا جائے، صحت نماز کی ذمہ داری انھوں نے لی ہے وہ خود جواب دہ ہوں گے (۵)۔

جو شخص شرعی صحیح فتوے کو تسلیم نہ کرے اس کو سزا دینے کی آج قوت نہیں ہے، اس کو نرمی اور شفقت سے فہمائش کی جائے، وہ نہ مانے تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب؛ فإنها إن لم تُفد اليقين تُفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۱، سعيد)

(۲) "فعلم أن الانحراف اليسير لايضر، وهو الذي يبقى الوجه أو شئ من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة أو لهوائها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "الأول أن ينظر في مغرب الصيف في أطول أيامه ومغرب الشتاء في أقصر أيامه، فليدع الثلثين في الجانب الأيمن والثلث في الأيسر والقبلة عند ذلك، ولو لم يفعل هكذا وصلى فيما بين المغربين يجوز". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها : ۱/۴۲۵، إدارة القرآن كراچي)

(۴) قال تعالىٰ: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

(۵) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أفتي بغير علم كان إثمه على من أفتاه". إلى آخر الحديث. رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني : ۱/۳۵، قديمي)

(۶) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان=

قدیم مسجد کا رخ مکمل صحیح نہیں ہے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۳۲۹]: ہمارے محلہ کی ایک قدیم مسجد ہے جس پر آج تک لکڑی کی چھت تھی، اب اس پر لینٹرڈلوانے کا پروگرام ہے، مسجد کو جب ناپا گیا تو اس کے اندر تقریباً چھ فٹ کا فرق نکلا، بالکل قبلہ رخ نہیں تھی، یہ فرق بائیں جانب ہے۔ اب اس صورت میں مسجد کو قبلہ رخ بنانے کے لئے مسجد شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرائی جائے یا اس صورت پر باقی رکھ کر لینٹرڈلوایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو اتنے فرق سے بھی ادا ہو جاتی ہے(۱) تاہم اس فرق کو نکالنے اور صفوف کا رخ صحیح کرنے کے لئے صفوف کے نشانات کو صحیح کر دینا بھی کافی ہے تاکہ ان نشانات پر نماز ادا کی جائے، تمام مسجد کو گرانے اور شہید کرنے کی ضرورت نہیں(۲) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۴ھ۔

= الهجران في حق من حقوق الله تعالى فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (المرقاة شرح المشكوة، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد والتدابر: ۲۲/۱۳۷، مطبع خيريه بيروت)

(۱) "فعلم أن الانحراف اليسير لايضر، وهو الذى يبقى الوجه أو شئ من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة، أو لهوائها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "والسادس استقبال القبلة، فللمكي إصابة عينها، ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شئ من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۷، ۴۲۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيديه)

پرانی مسجد کا رخ اگر صحیح نہ ہوتو اس میں نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال[۲۳۳۰]: ہم لوگ ساکنان نکماشاہ قصبہ شیرکوٹ ایک مدت دراز سے اپنی مسجد میں نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں، مسجد بہت پرانی اور ہماری یاد سے پہلے کی ہے، فی الحال یہ بات چلی کہ مسجد کا رخ غلط ہے، بذریعۂ قطب نمااس کی جانچ کی گئی تو اصل میں مسجد قطب نما کی رو سے ۲/فٹ کا فرق ہے، مطلب یہ کہ مسجد کا شالی سرا ۲/فٹ ۶/انچ پچھم کی طرف ہونا چاہئے یا پھر دکھنی سرا ۲فٹ مشرق کی طرف ہونا چاہئے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز ہوگی یا کہ نہیں، اور جو نمازیں اس میں پڑھی گئی ہیں ان کا حل کیا ہے؟ بہت چھوٹی مسجد ہے جس میں صرف اندر ایک جماعت ہوسکتی ہے، آٹھ ہاتھ لمبی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلياً:

اب قطب نما کے ذریعہ وہاں صفوں کے نشان صحیح رخ پر لگادیئے جائیں اور ان نشانوں کے موافق جماعت کھڑی ہوکر نماز پڑھا کرے(۱) تمام مسجد کو توڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور وسعت بھی نہیں ہے، جو نمازیں اب تک پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ لازم نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "السادس: استقبال القبلة، فللمكي إصابة عينها ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شئ من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها". .... وتعرف بالدليل، وهو في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين، وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب اهـ". (الدرالمختار).

"هو أقوى الأدلة وهو نجمٌ صغيرٌ في بنات نعش الصغرى بين الفرقدين والجدي، إذا جعله الواقف خلف أذنه اليمنىٰ كان مستقبلاً القبلة إن كان بناحية للكوفة وبغداد وهمدان". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۷، ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۱/۴۲۳، ۴۲۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيديه)

(۲) کیونکہ موجودہ انحراف اتنا نہیں ہے کہ سمت قبلہ کی حدِ معین سے باہر ہو: "فعلم أن الانحراف اليسير لايضر، وهو الذي يبقى الوجه أو شئ من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة أو لهوائها". (ردالمحتار، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قبلہ کی طرف پیر پھیلانا

سوال[۲۳۳۱]: کیا قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر لیٹنے میں بے ادبی ہے؟ گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بے ادبی، مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆.... ☆
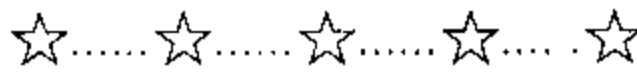
(۱) "ويكره تحريماً استقبال القبلة بالفرج كماكره مدُّرجليه في نوم أوغيره إليها: أي عمداً؛ لأنه إساءة أدب". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: أي عمداً): أي من غير عذر، أمابالعذر أوالسهو فلا، (وقوله: إساءة أدب) أفاد أن الكراهة تنزيهية .لكن قدمنا عن الرحمتي في باب الاستنجاء أنه سيأتي أنه بمد الرجل إليها ترد شهادته، قال :ويقتضي التحريم، فليحرراه". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مكروهات الصلاة، مطلب في أحكام المساجد: ۱/ ۶۵۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتا ب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۵۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/ ۱۸ ، دارالكتب العلمية، بيروت)

الفصل الثانی فی أرکان الصلوة

(ارکانِ صلوٰۃ کا بیان)

جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہونا

سوال[۲۳۳۲]: امام رکوع میں تھا، ایک شخص بعد میں آیا اور جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک ہوگیا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر نہیں کہی بلکہ اس طرح جھکتے ہوئے کہی ہے کہ رکوع میں تکبیر پوری ہوئی تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، شامی: ۱/۳۰۴(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) فلو قال: "الله" مع الإمام "وأكبر" قبله، أو أدرک الإمام راکعاً فقال: "الله" قائماً و"أكبر" راكعاً لم يصح في الأصح، كما لو فرغ من "الله" قبل الإمام .... ويشترط كونه قائماً، فلو وجد الإمام راكعاً فكبر منحنياً، إن إلى القيام أقرب يصح ولغت نية تكبير الركوع". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۱/۴۸۰، سعيد)

"ولا يصير شارعاً بالتكبير إلا في حالة القيام أو فيما هو أقرب إليه من الركوع، هكذا في الزاهدي".

"وكذا لو أدرک الإمام في الركوع، فقال: الله أكبر، إلا أن قوله: "الله" كان في قيامه، وقوله: "أكبر" وقع في ركوعه، لا يكون شارعاً في الصلوة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة : ۱/۶۸، ۶۹، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۰۴، مكتبه امداديه ملتان)

"ولو جاء إلى الإمام وهو راكع منحني ظهره، ثم كبر، إن كان إلى القيام أقرب، يصح، وإن كان إلى الركوع أقرب لا يصح". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۵۰۸، رشيديه)

فرض نماز کیلئے بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہنا

سوال[۲۳۳۳]: اگر کوئی شخص فرض نماز کی تکبیر تحریمہ بغیر عذر بیٹھ کر کہے اور فوراً کھڑا ہو جائے، آیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لو قال المصنف: فرضها التحريمة قائماً، لكان أولىٰ؛ لأن الافتتاح لا يصح إلا في حالة القيام، حتى لو كبّر قاعداً ثم قام، لا يصير شارعاً؛ لأن القيام فرض حالة الافتتاح، الخ". بحر: ۱/۲۹۱(۱) ۔ عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ اس طرح شروع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

عورتوں کے لئے نماز میں قیام کا حکم

سوال[۲۳۳۴]: کیا عورتوں کی نماز میں قیام فرض نہیں ہے؟ مرد کی طرح اگر کوئی عورت بیٹھ کر پڑھے بے عذر، تو اس کی نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرضیتِ قیام سے عورتیں مستثنیٰ نہیں بلکہ مرد و عورت کا حکم یکساں ہے(۲)، جن مسائل میں فرق ہے ان

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۰۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۸ رشيديه)

(۲) "ومن فرائضها التي لاتصح بدونها .... ومنها: القيام في فرض وملحق به كنذر وسنة فجر في الأصح لقادر عليه." (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۲، ۴۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۰۹، رشيديه)

کوطحطاوی میں بیان کیا گیا ہے ملن میں قیام نہیں ہے(۱)۔ ترکِ فرض سے جس طرح مرد کی نماز فاسد ہوجاتی ہے عورت کی بھی فاسد ہوجاتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۸ھ۔

فرض نماز میں عورتوں کے لئے بھی قیام فرض ہے

سوال [۲۳۳۵]: ۱...... ہمارے علاقہ میں اکثر عورتیں بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں، باوجود سمجھانے کے اور باجود کتابوں کے بتلانے کے عورتیں یقین نہیں کرتیں اور فتویٰ کی خواہاں ہوتی ہیں۔

۲...... آج تک جن عورتوں نے جانتے بوجھتے بھی بیٹھ کر نمازیں ادا کی ہیں، وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟ آیا اس کی قضاء کرنی پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... فرض نماز میں قیام فرض ہے، بلاعذر بیٹھ کر پڑھنے سے فرض نماز ادا نہیں ہوگی (۳)۔

---

(۱) "(قوله: في خمسة وعشرين) انها ترفع يديها إلى منكبيها، وتضع يديها تحت ثدييها، ولا تجافي بطنها عن فخذيها، وتضع يديها على فخذيها بحيث تبلغ الأصابع ركبتيها، وهذا بناء على ما نقل عن الطحاوي أن الرجل يأخذ الركبة ويفرق أصابعه كما في الركوع، والمعتمد خلافه، ولا تفتح إبطيها في السجود، وتجلس متوركةً في التشهد، ولا تفرج أصابعها في الركوع، إلى آخره". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل الشروع في الصلوة: ۱/۲۲۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۴، سعيد)

(۲) "وترك ركن بلا قضاء وشرط بلاعذر". (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "(وقوله: وترك ركن بلا قضاء) كما لو ترك سجدة من ركعة وسلم قبل الإتيان بها، وإطلاق القضاء على ذلك مجاز". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۲۹، سعيد)

(۳) (قد تقدم تخريجه تحت عنوان: "عورتوں کے لئے نماز میں قیام کا حکم"۔)

۲......وہ نمازیں ادا نہیں ہوئیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲۸ھ۔

کیا سنت میں قیام فرض ہے؟

سوال [۲۳۳۲]: آپ نے میرے استفتاء میں قیام کی فرضیت کے بارے میں بتایا ہے کہ قیام فرض ہے اور جو فرض نہ ہو بلکہ فرض کے ساتھ ملحق ہو جیسے واجب اور سنت فجر میں بھی قیام فرض ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا یہ مسئلہ فرض اور واجب اور سنت فجر کے ساتھ مخصوص ہے یا اس میں سنتِ مؤکدہ بھی شامل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنتِ مؤکدہ میں قیام فرض ہے، سنتِ فجر کے علاوہ دیگر سنن مؤکدہ میں قیام فرض نہیں:

"(ومنها القيام في فرض) وملحق به كنذر وسنة فجر في الأصح (لقادر عليه)" درمختار۔ "(قوله: وسنة فجر في الأصح) أما على القول بوجوبها فظاهر، وأما على القول سنيتها فمراعاة القول بالوجوب. ونقل في مراقي الفلاح أن الأصح جوازها من قعود، أقول: لكن في الحلية عند الكلام على صلوة التراويح: لو صلى التراويح قاعداً بلا عذر، قيل: لا تجوز قياساً على سنة الفجر، فإن كلا منهما سنة مؤكدة، وسنة الفجر لا تجوز قاعداً من غير عذر بإجماعهم، كما هو رواية الحسن عن أبي حنيفة، كما صرح به في الخلاصه". شامی: ۱/۳۹۹ نعمانیہ(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۶ھ۔

---

(۱) (قد مضى تخريجه تحت عنوان: "عورتوں کے لئے نماز میں قیام کا حکم"۔)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۵، سعيد)

"ولا يجوز أن يصليها قاعداً مع القدرة على القيام، ولهذا قيل: إنها قريبة من الواجب، كذا في التاتار خانيه ناقلاً عن النافع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل: ۱/۱۱۲، رشيديه) .... =

نماز میں قیام کی کتنی مقدار فرض ہے؟

سوال[۲۳۳۷]: ۱.....کیا قیام فرض واجب اور سنت سب نمازوں میں فرض ہے یا کچھ قید ہے؟

۲.....فرض پچھلی دو رکعتوں میں قیام کی فرض مقدار اور واجب کی کتنی مقدار ہے؟ بہشتی زیور میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک چپ کھڑا رہنے پر نماز کا درست ہونا بتایا گیا ہے(۱) جب کہ آپ نے قرأتِ مفروضہ کی مقدارِ قیام کو فرض بتلایا ہے، بحوالہ درمختار (۲)۔

فرض کی ادائیگی سے نماز ناقص ہوتی ہے اور دوبارہ پڑھنا واجب ہے جب تک کہ واجبات کی ادائیگی نہ کرے۔ اس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا صرف قرأتِ مفروضہ کی ادائیگی ہوئی اور واجب ترک ہوگیا۔ اس مسئلہ کو صاف کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"(ومنها القيام) في فرض وملحق به كنذر أوسنة فجر في الأصح اه". درمختار (۳)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قیامِ نماز فرض ہے اور جو نماز فرض نہ ہو بلکہ فرض کے ساتھ ملحق ہو جسے

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، ص: ۳۸۴، سهيل اكيڈيمی لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح مع نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۸۸، قديمي)

"يجوز النفل قاعداً مع القدرة، وقد حكى فيه إجماع العلماء، وعلى غير المعتمد يقال: إلا سنة الفجر لما قيل بوجوبها وقوة تأكدها". (مراقي الفلاح مع نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في صلاة النفل جالساً وفي الصلاة على الدابة وصلاة الماشي، ص: ۴۰۲ قديمي)

"وصح النفل قاعداً مع القدرة على القيام". (ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۱/۱۳۴، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (بهشتی زیور، حصه دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان، ص: ۲۰، امداديه)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، بحث القيام: ۱/۴۴۴، سعيد)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلوة، بحث القيام: ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع، الفصل الأول في فرائض الصلاة: ۱/۶۹، رشيديه)

واجب اور سنتِ فجر اس میں بھی فرض ہے۔

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں بلکہ قرأۃِ فاتحہ اور تین بار سبحان اللہ اور اتنی دیر سکوت کا اختیار ہے۔ جو صورت بھی اختیار کرے گا نماز ہو جائے گی، سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، ہاں! سنت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے۔ پس سورۂ فاتحہ کی مقدار قیام سنت ہے اور تین تسبیح کی مقدار قیام بھی کافی ہے۔ اگر قراءت فرض ہوتی ہے تو اس کے قیام کو فرض کہا جاتا اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اس موقع پر واجب ہوتا تو اتنی مقدار قیام کو واجب کہا جاتا جس کے سہواً ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوتا اور عمداً ترک سے اعادہ واجب ہوتا:

"ومفروضه وواجبه ومسنونه ومندوبه بقدر القراء ة فيه". درمختار (۱)۔ "(واكتفى فيما بعد الأوليين بالفاتحة) فإنها سنة (وهو مخير بين قراء ة) الفاتحة (وتسبيح ثلاثاً) وسكوت قدرها (على المذهب)". درمختار (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قیام، قراءت، رکوع، سجود کی فرض مقدار

سوال [۲۲۳۸]: ارکان نماز میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کم سے کم قیام تکبیر تحریمہ تک فرض ہے، اسی طرح کم سے کم قراءت ایک آیت تک فرض ہے، اسی طرح کم سے کم رکوع ایک تسبیح پڑھنے تک اور کم سے کم سجدہ بھی ایک تسبیح ادا کرنے تک فرض ہے، لیکن توضیح طلب امر یہ ہے کہ زیادہ کی کیا حد ہے؟ اگر کوئی مصلی قیام میں دس آیت تک قراءۃ کرے تو وہ قیام اور قراءۃ پورے کے پورے فرض ہوں گے یا نہیں؟ اسی طرح اگر کوئی رکوع وسجدہ میں دس دس بار تسبیح کہنے تک ٹھہرے تو وہ رکوع وسجدہ پورے کے پورے فرض ہوں گے یا نہیں؟ یا کچھ فرض کچھ واجب اور کچھ سنت ہوں گے؟

درمختار میں ارکان نماز کے ایک دوسرے کے فضائل میں بتایا ہے کہ: تمام ارکان نماز میں قیام افضل ہے کیونکہ اس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے اور جتنا قرآن کریم پڑھا جائے گا وہ پورا کا پورا فرض ہوگا چاہے، پورا قرآن کریم پڑھے (۳)۔ فتاویٰ عالمگیری اور درمختار میں قربانی کے بیان میں بتایا گیا ہے: ایک صاحبِ نصاب پر

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، بحث القيام: ۱/۴۴۴، سعيد)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الصلوة: ۱/۵۱۱، سعيد)

(۳) "لو قرأ القرآن كله في الصلوة وقع فرضاً، ولو أطال الركوع والسجود فيها، وقع فرضاً اهـ، =

بیل یا اونٹ کا ساتواں حصہ فرض ہے، لیکن اگر وہ پورا بیل قربانی کی نیت سے خریدے تو قربانی کے پورے حصے اس کے لئے فرض ہو جائیں گے، جس طرح قرآن کریم کی قراءت کے متعلق کے مصلی جتنا قرآن کریم پڑھے گا سب فرض ہوگا اگرچہ پورا قرآن کریم پڑھ لے(۱)۔

اسی طرح درمختار میں ہے: امام محمد نے فتویٰ دیا ہے کہ سجدہ سے جب تک سر نہ اٹھایا جائے سجدہ کی تکمیل نہ ہوگی، چاہے وہ کتنی ہی دیر مسجد میں رہے، جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے گا اس وقت سجدہ پورا ہوگا۔ اسی طرح رکوع بھی جب تک سر نہ اٹھایا جائے مکمل نہیں ہوگا، امام محمدؒ کے یہاں سر جھکانا رکوع میں اور ٹیکنا سجدہ میں یہ رکوع اور سجدہ کی شرطیں ہیں، اسی طرح سر کا اٹھانا بھی شرط ہے۔ درمختار میں اس قول کے تحت یہ بھی بتایا کہ اگر کسی رکن میں حدث ہو جائے اور بے وضو ہو جائے تو اب وضو کر کے اگر وہ اس نماز کو پوری کرنا چاہے تو اسی رکن سے بنا کرے، اگر سجدہ میں حدث ہوئے تو سجدہ ہی سے بنا کرے کیونکہ اس نے بے وضو سجدہ سے سر اٹھایا تھا اس لئے سجدہ مکمل نہیں ہوا، چاہے وہ کتنی ہی دیر سجدہ میں رہا ہو، ایسے ہی معلوم ہوا کہ ارکان میں کم کی حد تو ہے لیکن زیادہ کی حد مصلی کا اپنے ارادے سے رکن ختم کرنا ہے(۲)۔

= ومقتضاه أنه لو أطال القيام يقع فرضاً أيضاً، فينافي هذا التقدير، وقد يجاب بأن هذا قبل إيقاعه، أما بعده فالكل فرض، كما أن القراءة قبل إيقاعها نوعت إلى فرض وواجب وسنة وبعد يكون الكل فرضاً". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

(۱) "وصح اشتراك ستة في بدنة شريت لأضحية: أي نوى وقت الشراء الاشتراك، صح استحساناً، وإلا لا". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أقول: وقدمنا في باب الهدى عن فتح القدير معزواً إلى الأصل والمبسوط: إذا اشترى بدنةً لمتعة مثلاً، ثم اشترك فيها ستةً بعد ما أوجبها لنفسه خاصةً، لايسعه؛ لأنه لما أوجبها صار الكل واجباً بعضها بإيجاب أشرع وبعضها بإيجابه، فإن فعل فعليه أن يتصدق بالثمن". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۱۷، سعيد)

"وكذا لو اشترك فيها ستةً بعد ما أوجبها لنفسه، لم يسعه؛ لأنه أوجبها كلها لله تعالىٰ، وإن أشرك جاز، ويضمن ستة أسباعها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا: ۵/۳۰۴، رشيديه)

(۲) "ثم يرفع رأسه مكبراً، ويكفي فيه أدنى مايطلق عليه اسم الرفع، كما صححه في المحيط، لتعلق الركنية بالأدنى كسائر الأركان ...... ثم السجدة الصلاتية تتمّ بالرفع عند محمد، وعليه الفتوىٰ =

ایسے شرائط کے ساتھ اگر مان ہی لیا جائے کہ قیام ایک آیت تک ہی فرض ہے اور تین آیت کی حد تک واجب، باقی قراءت اور قیام سنت ہے تو ایک شخص نے پچیس آیت پڑھنے کا قصد کیا اور دس آیت کھڑے رہ کر پڑھنے کے بعد باقی پندرہ آیت بیٹھ کر پڑھی پھر اٹھ کر رکوع کیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر سنت قرار دیا جائے تو نماز ہو جائے گی جس میں سجدہ بھی ہیں۔ اس طرح ایک شخص کی نیت بیس آیت پڑھنے کی تھی اور وہ دس آیت پڑھنے کے بعد باقی آیت بھول گیا اور اس کے یاد آنے تک اتنی دیر تک توقف کیا کہ تاخیر رکن کی وجہ سے سجدہ عائد ہو جائے اس تاخیر کی وجہ سے اس کو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ اور یہ تاخیر کون سی وجہ سے ہوگی یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام، قراءت، اور رکوع سجود فرض ہیں، ان کی جتنی مقدار بھی ادا کی جائے گی ادا ہو چکنے بعد سب کو فرض ہی کہا جائے گا، یہ تقسیم نہ ہوگی کہ ایک تسبیح یا تین تسبیح کے برابر رکنِ فرض ادا ہو، باقی واجب یا سنت یا نفل ہو (۱)۔ جس نماز میں قیام فرض ہے، اگر ادنیٰ مقدار فرض قیام کرنے کے بعد بقیہ طویل قراءت بحالتِ قعود کرے پھر کھڑے ہو کر رکوع کرے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح مقدارِ فرض ادا کرنے کے بعد اگر بھول جائے اور تین تسبیح کی مقدار خاموش کھڑا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ مقدارِ فرض قراءت ادا کر لی تھی اب سہو تو غیر رکن میں ہوا (۲)۔

= کالتلاوية اتفاقاً مجمع". (الدر المختار).

وفي رد المحتار: "(قوله: تتم بالرفع عند محمد) وعند أبي يوسف بالوضع، وثمرة الخلاف فيما لو أحدث وهو ساجد فذهب وتوضاء، يعيد السجدة عند محمد، لا عند أبي يوسف .... ثم ظهر أن الرفع المذكور فرض مستقل عنده لا متمم للسجدة". (كتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۵، سعيد)

(۱) "كما أن القراءة قبل إيقاعها نوعت إلى فرض وواجب وسنة، وبعده يكون الكل فرضاً". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۵، سعيد)

(۲) "وتأخير قيام إلى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن. وقيه: بحرف (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: وتأخير قيام) أشار إلى أن وجوب السجود ليس لخصوص الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، بل لترك الواجب، وهو تعقيب التشهد للقيام بلا فصل ..... ۹ اهـ". =

"القراءة وإن انقسمت إلیٰ فرض وواجب وسنة، إلا أنه مهما أطال، یقع فرضاً، وکذا إذا أطال الرکوع والسجود علی ما هو قول الأکثر والأصح؛ لأن قوله تعالیٰ: ﴿فاقرأوا ما تیسر من القرآن﴾ لوجوب أحد الأمرین فما فوقها مطلقاً لصدق ما تیسر علی کل فرض، فمهما قرأ یکون الفرض ومعنی الأقسام المذکورة أن جَعْلَ الفرض مقدار کذا واجب، وجعْلَه دون ذلك مکروه، وجعْلَه فوق ذلك إلی حد کذا سنة؛ لأنا إن اعتبرنا الواجب ما بعد الآیة الأولیٰ منضماً إلیها انقلب الفرض واجباً، وإن اعتبرناه منفرداً کان الواجب بعض الفاتحة. وقالوا: الفاتحة واجب، وکذا الکلام فیما بعد الواجب إلی حد السنة۔ فلیتأمل اهـ، کذا فی شرح المنیة من باب سجود السهو، ونحوه فی الفتح وهو تحقیق دقیق، فاغتنم". رد المحتار: ۱/۵۰۰(۱)۔

اگر ابتداء میں بیس آیات قراءت کرنے کا ارادہ تھا تو محض اس ارادے سے ان بیس آیات کا پڑھنا فرض نہیں ہوگیا، جتنی مقدار پڑھی اتنی مقدار فرض ہوئی، اب اگر دس آیت کی مقدار پڑھ کر بھول گیا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ رکنِ قراءت ناتمام رہا بلکہ وہ تو پورا ہوگیا(۲)، اب بھول کر خاموش کھڑے رہنے سے رکوع میں

= (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۸۱، سعید)

(وکذا فی ملتقی الأبحر، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۱/۱۴۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشیدیه)

"وأداء رکن أو تمکنه منه بسنة، وهو قدر ثلاث تسبیحات". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها: ۱/۶۲۵، ۶۲۶، سعید)

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلوة، فصل فی القراءة: ۱/۵۳۶، سعید)

(الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السهو، ص: ۴۶۱ سهیل اکیڈیمی لاهور)

(۲) "کما أن القراءة قبل إیقاعها نوعت إلی فرض وواجب وسنة، وبعده یکون الکل فرضاً".

(ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۵، سعید)

"وقرأ المصلی لو إماماً أو منفرداً الفاتحةَ وقرأ بعدها وجوباً سورةً أو ثلاث آیات ولو کانت الآیة، أو الآیتان تعدل ثلاث آیات قصار، انتفت کراهة التحریم، ذکره الحلبی. ولا تنتفی التنزیهیة إلا بالمسنون". (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۹۱، ۴۹۲، سعید) =

تاخیر ہوگی جو کہ موجب سہو ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

سجدہ کے لئے بجائے زمین کے پانی ہوتو سجدہ اشارہ سے کرنے کا حکم

سوال[۲۳۳۹]: ہمارے علاقہ میں زمین برسات کے زمانہ میں ڈوب جاتی ہے اور کاشتکار آدمی جب کام پر جاتا ہے تو صرف پانی ہی پانی ملتا ہے۔ایسی صورت میں وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب خشک زمین نہ ملے، پانی ہی پانی ہو سجدہ نہ کر سکے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے یعنی سجدہ کے لئے پانی کے کچھ قریب تک سر جھکا کر اشارہ کرلے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۱ھ۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثاني في واجبات الصلوة: ۱/۷۱، رشيديه)

"ومنها القراءة، وفرضها عند أبي حنيفة رحمه الله يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرةً، كذا في المحيط. وفي الخلاصة: وهو الأصح، كذا في التاتارخانية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۹، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۳۶، سعيد)

(۱) (راجع، ص: ۵۵۰، رقم الحاشية: ۲)

(۲) "(لايصح على الدابة صلاة الفرائض .... الا لضرورة، كخوف لص على نفسه .... (و) وجود مطرو (طين) في (المكان) يغيب فيه الوجه أو يلطخه ويتلف مايبسط عليه أما مجر دندوة فلا يبيح ذلك، والذى لا دابة له يصلي قائماً في الطين بالإيماء". (مراقي الفلاح على هامش حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، فصل في صلاة الفرض والواجب على الدابة، ص: ۴۰۸، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب في الصلاة على الدابة: ۲/۴۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۴، رشيديه)

گونگے کی نماز

سوال [۲۳۴۰]: مادرزاد گونگا بہرہ آدمی جس نے کبھی نہ کوئی بات کان سے سنی، نہ زبان سے بولی وہ نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص جب کہ قراءت پر قادر نہیں تو قراءة اس پر فرض نہیں، باقی جن ارکان: قیام وقعود وغیرہ پر قادر ہے، ان کو سب لوگوں کی طرح ادا کرتا رہے، اگر اس کو اتنی سمجھ ہے کہ نماز فرض ہے اور پھر نماز کو بقدرِ طاقت ادا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا:

"من فرائضها التحريمة، وهي شرط في غير جنازة على القادر". قال الشامي: "أما الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية، جاز؛ لأنهما أتيا بأقصى مافي وسعهما". شامي: ١/٤٦٠ (١)۔

"ولايلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمي تحريك لسانه، وكذا في القراءة هو الصحيح". در، ص: ٢/٥٠٢ (٢)۔

"هي فرض عين على كل مكلف". (تنوير)۔ "ثم المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو

---

(١) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٤٤٢، سعيد)

"وفي المحيط: الأخرس والأمي افتتحا بالنية أجزأهما؛ لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما".

(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٥٠٨، رشيديه)

"وقالوا: يكتفي من الأخرس والأمي بالنية، ولايلزمهما تحريك اللسان هو الصحيح؛ لأن الواجب حركة بلفظ مخصوص، فإذا تعذر نفس الواجب، لا يحكم بوجوب غيره إلا بدليل". (النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/١٩٥، مكتبة امداديه ملتان)

(٢) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ١/٤٨١، سعيد)

"وفي شرح منية المصلي: ولا يجب عليهما تحريك اللسان عندنا، وهو الصحيح". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٥٠٨، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/١٩٥، مكتبة امداديه ملتان)

انثی أو عبداً". شامی، ص:۳۶۳(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

سعید احمد غفرلہ، ۶/شعبان/۵۴ھ۔

بہرے مقتدی کی نماز

سوال[۲۳۴۱]: ایک شخص بہرا ہے اور بینائی بھی کم ہے، جب وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو کبھی امام کی آواز سنائی نہ دینے کی وجہ سے سجدہ چھوٹ جاتا ہے تو آیا ان کو ایسی حالت میں امام کے ساتھ نماز پڑھنا افضل اور بہتر ہے یا تنہا؟ اور اگر رکوع یا سجدہ چھوٹ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رکوع یا سجدہ بالکل چھوٹ گیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی (۲)، اگر امام کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد ادا کرلیا تو نماز ہوگئی (۳)، پاس والے کے رکوع سجدہ سے احساس کر کے رکوع سجدہ کرلیا کرے۔ جماعت کی فضیلت ایسی معذوری کی حالت میں بھی وہ حاصل کرتا ہے تو بڑے اجر کا مستحق ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۲ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار مع تنویر الأبصار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۱،۳۵۲، سعید)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فيما يوجب قطع الصلوة وما يجيزه وغيره ذلك، ص: ۱۷۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة: ۱/۴۰۱، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وترك ركن بلا قضاء، وشرط بلا عذر". (الدرالمختار). "(قوله: وترك بلا قضاء) كما لو ترك سجدةً من ركعة وسلّم قبل الإتيان بها. وإطلاق القضاء على ذلك مجازاً". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۲۹، سعيد)

(۳) "واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها لكن بعد اقتدائها بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث وصلوة خوف ومقيم ائتمّ بمسافر، وكذا بلاعذر، بأن سبق إمامه في ركوع وسجود، فإنه يقضي ركعةً، وحكمه كمؤتم فلا يأتي بقراءة ولا سهو، ولا يتغير فرضه بنية إقامة، ويبدأ بقضاء مافاته عكس =

ریل گاڑی میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال[۲۳۴۲]: ریل گاڑی میں اگر بھیڑ ہو تو بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے تا کہ قضا نہ ہو پھر جگہ ملنے پر کھڑے ہو کر اعادہ کر لے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سجدہ میں پاؤں کی انگلی کا ٹیکنا

سوال[۲۳۴۳]: سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو زمین سے لگانے نہ لگانے کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ کس مقدار تک لگانے میں فرض ادا ہوتا ہے اور کتنے میں واجب اور کس قدر لگانا سنت ہے؟ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ صرف اگر ایک انگلی زمین سے لگ گئی تو نماز ہو جائے گی، دوسرے مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ صرف فرض کی ادائیگی سے نماز نہیں ہوتی بلکہ واجبات کا ادا کرنا بھی ضروری ہے، اگر ترکِ واجب عمداً ہے تو نماز فاسد ہوگئی اور سہواً ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے اور عدم ادائیگی سجدۂ سہو پر اعادۂ نماز واجب ہے۔ اپنے ثبوت میں حسبِ ذیل کتابوں کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پاؤں کی دس انگلیوں میں سے کسی ایک انگلی کا زمین

= المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه، وإلا تابعه، ثم صلى ما نام فيه بلا قراءة، ثم ما سبق به بها إن كان مسبوقاً أيضاً، ولو عكس، صح وأثم لترك الترتيب". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الامامة: ۱/۵۹۴، ۵۹۶، سعيد)

(۱) "وفي الخلاصة وفتاوى قاضيخان وغيرهما: الأسير في يد العدوّ إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة، يتيمم، ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج ...... كالمحبوس لأن طهار التيمم لم تظهر في منع وجوب الإعادة ...... فعلم منه أن العذر إن كان من قِبَل الله تعالىٰ لا تجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الطهارة، باب التيمم، في بيان من يجوز له التيمم ومن لا يجوز له: ۱/۲۴۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراچي)

سے لگانا سجدہ میں فرض ہے، عامۂ کتب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ درمختار،ص:۴۱۶، میں ہے:

" ومنها السجود بجبهته وقدميه، ووضع أصبع واحدة منهما شرط"(۱)۔

نیز اس کے،ص:۴۶۶، میں ہے:

"وفيه: أي في شرح الملتقى: يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدةً". (۲)۔

غنية شرح منیہ، ص: ۲۸۰ میں ہے:"سجد ولم يضع قدميه أو إحداهما على الأرض، لا يجوز سجوده، ولو وضع إحداهما، جاز كما لو قام على قدم واحدة"(۳)۔

رہا ہر قدم کی تمام انگلیوں یا ہر قدم کی تین تین انگلیوں کا زمین سے لگانا تو مقتضا ہائے دلیل اس کا وجوب ہے۔ احادیث کثیرہ اس باب میں وارد ہیں کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مامور بہ ہے: پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدم، بلکہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس میں جس کسی کو اس نے نہیں رکھا تو اس نے بیشک ناقص کر دیا۔ بخاری،ص:۱۱۲(۴)، مسلم،ص:۱۹۳(۵)، ترمذی،ص:۳۷(۶)، ابوداؤد،ص:۱۳۶(۷)، نسائی، ص:۱۲۴(۸)، طحاوی،ص:۱۵۰(۹)۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۷، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۳) (الحلبي الكبير، الخامس: السجدة، ص:۲۸۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة وأشار بيده على أنفه، واليدين، والركبتين، وأطراف القدمين، ولانكف الثياب والشعر". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب السجود على الأنف: ۱/۱۱۲، قديمي)

(۵) (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلوة: ۱/۱۹۳، قديمي)

(۶) (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ماجاء في السجود على سبعة أعضاء: ۱/۶۲، سعيد)

(۷) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب أعضاء السجود: ۱/۱۲۹، دارالحديث، ملتان)

(۸) (سنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب السجود على الأنف: ۱/۱۶۵، قديمي)

(۹) (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلوة، باب ما يبدأ بوضعه في السجود اليدين أو الركبتين: ۱/۱۷۵، سعيد)

علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ امام ابن الہمام صاحبِ فتح القدیر نے حلیہ شرح منیہ میں اسی بناء پر دونوں قدم رکھنے کی بابت فرمایا کہ ''اوجہ وجوب ہے''(۱)۔ علامہ شامیؒ نے حلیہ کے کلام کو نقل کر کے فرمایا کہ ''اسے بحر و شرنبلالیہ نے اختیار فرمایا ہے''(۲)۔ بلکہ بعض ائمہ سے دونوں قدم رکھنے کی فرضیت مروی ہے، مثلاً قدوری (۳) اور کافی میں دونوں قدم رکھنے کو فرض فرمایا، علامہ شامیؒ نے اسے واجب پر محمول کیا (۴)۔ نیز یہ کہ ایک پاؤں پر سجدہ کرنے سے فقہائے کرام کا حکمِ کراہیت فرمانا بھی ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے کہ دونوں قدم کا رکھنا واجب ہے کہ کراہتِ مطلقہ سے کراہتِ تحریمہ مراد ہوتی ہے اور یہ وجوب کو مقتضی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتبِ فقہ میں سجدہ میں دونوں پیر کو زمین پر رکھے رہنا فرض لکھا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر پیر اٹھ جائے تو ترکِ فرض کی وجہ سے نماز ہی باطل ہو جائے (۵)، لیکن بحر میں اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے: ''وذکر

---

(۱) (راجع للتخريج في الحاشية الآتية)

(۲) "هذا، وقال في الحلية: والأوجه على منوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحديث اهـ: أي على منوال ما حققه شيخه من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين، وتقدم أنه أعدل الأقوال، فكذا هنا، فيكون وضع القدمين كذلك، واختاره أيضاً في البحر والشرنبلالية". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۳) "في الهداية: وأما وضع القدمين فقد ذكر القدوري أنه فرض في السجود" (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة الى إنتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۱۰۹، مكتبة شركه علمية ملتان)

(۴) "قلت: ويمكن حمل كل من الروايتين السابقتين عليه بحمل ما ذكره الكرخي وغيره من عدم الجواز برفعهما على عدم الحل لا عدم الصحة، وكذا نفي التمرتاشي وشيخ الإسلام فرضية وضعهما لاينافي الوجوب. وتصريح القدوري بالفرضية يمكن تأويله، فإن الفرض قد يطلق على الواجب تأمل".

(رد المحتار كتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة الى إنتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۵) "من المفسدات .... وترك ركن بلا قضاء وشرط بلا عذر". (الدرالمختار).

"(قوله: وترك ركن بلا قضاء) كما لو ترك سجدة من ركعة وسلم قبل الإتيان بها".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۲۹، سعيد)

القدوری أن وضعهما فرض، وهو ضعیف". بحر: ۱/۱۲۸ (۱)۔

اگر پیروں کی کوئی انگلی بھی نہ ٹھہری رہے بلکہ دونوں پیر کلیۃً اٹھ جائیں تو جائز نہیں، نماز فاسد ہو جائے گی (۲)۔"وإذا وضع قدماً ورفع آخراً، جاز مع الکراهة من غیر عذر، کما أفاده قاضی خان".

بحر: ۱/۳۱۸ (۳)۔

شیخ الاسلام کا قول یہ ہے کہ دونوں پیروں کا رکھا رہنا سنت ہے، لہٰذا ایک پیر کے اٹھ جانے سے کراہتِ تنزیہی ہوگی: "وذهب شیخ الإسلام إلی أن وضعهما سنة، فتکون الکراهة تنزیهیة". (٤) لیکن ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر میں کراہت کا تحریمی ہونا اَوجہ قرار دیا ہے: "والأوجه علی منوال ما سبق هو

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب الصلوة، فصل فی بیان ترکیب أفعال الصلوة: ۱/۵۵٦، رشیدیه)

(۲) "(قوله: ومنها السجود) .... وأما إذا رفع قدمیه فی السجود، فإنه مع رفع القدمین بالتلاعب أشبه منه بالتعظیم والإجلال .... (قوله: وقدمیه) .... وأفاد أنه لو لم یضع شیئاً من القدمین لم یصح السجود". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/٤٤٧، سعید)

"ولو سجد ولم یضع قدمیه علی الأرض، لا یجوز اهـ".(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الفصل الأول فی فرائض الصلوة: ۱/۷۰، رشیدیه)

"وفی مختصر الکرخی: سجد ورفع أصابع رجلیه عن الأرض، لا تجوز اهـ".(الحلبی الکبیر، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۵، سهیل اکیڈیمی لاهور)

قال المحقق ابن الهمام: "أما افتراض وضع القدم فلأن السجود مع رفعهما بالتلاعب أشبه منه بالتعظیم والإجلال. ویکفیه وضع إصبع واحدة. وفی الوجیز: وضعُ القدمین فرضٌ، فإن وضع إحداهما دون الأخری، جاز ویکره اهـ". (فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۵، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

"ومن شرط جواز أن لایرفع قدمیه، فإن رفعهما فی حال سجوده، لاتجزیه السجدة". (الجوهرة النیرة علی مختصر القدوری، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۳، امدادیه ملتان)

(۳) (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵٦، رشیدیه)

(٤) (البحر الرائق، المصدر السابق)

الوجوب، فتكون الكراهة تحريمةً". بحر: ۱/۳۱۸(۱)۔

وجیز میں وضع القدمین کوفرض قرار دینے کے باوجود ایک کے وضع پر کفایت کرنے کو جائز مع الکراہۃ لکھا ہے: "وفي الوجيز: وضعُ القدمين فرض، فإن وضع إحدهما دون الأخرىٰ، جاز ويكره". فتح القدير: ۱/۲۱٤(۲)۔

وضع القدمین کے وجوب کو اوجہ واعدل کہنا شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے صراحتاً منقول نہیں بلکہ ان کے اصول کا تقاضا ہے: "وقد روى أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ نفسه هذا الحديث بطُرق وألفاظ منها بسنده إلىٰ أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه: قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الإنسان يسجد على سبعة أعظم: جبهته، ويديه، وركبتيه، وصدور قدميه". فالحق أن مقتضاه ومقتضى المواظبة المذكورة الوجوب، ولا يبعد أن يقول به أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ". فتح القدير: ۱/۲۱۳(۳)۔

واضح رہے کہ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بحث وضعِ انف وجبہہ کے ذیل میں کی ہے۔

تمرتاشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدمِ فرضیتِ وضعِ قدمین کو حق کہا ہے: "وذكر الإمام التمرتاشي أن اليدين والقدمين سواء في عدم الفرضية، وهو الذي يدل عليه كلام شيخ الإسلام في مبسوطه وهو الحق". عناية: ۱/۲۱٤(٤)۔

علامہ حلبی نے تمرتاشی کی اس عبارت کو نقل کرکے لکھا ہے: "فبعيد عن الحق وبضده أحق". كبيري، ص: ۲۸۰ (٥)۔

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵٦، رشيديه)

(۲) (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۴، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(٤) (شرح العناية على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۵) (الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

علامہ حصکفی نے شرح ملتقی میں ایک جگہ ایک ہی بات پر مجملاً قناعت کی ہے:"فوضع إصبع واحد من القدمين شرط". سکب الأنهر: ۱/ ۸۷(۱)۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ووضع القدم بوضع أصابعه، وإن وضع إصبعاً واحدة". فتاوی عالمگیری: ۱/ ۳٦(۲)۔

کامل سجدہ تو جب ہی ادا ہوگا کہ دونوں پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رہیں، لیکن اگر ایک انگلی بھی متوجہ رہے تب بھی نفسِ سجدہ ادا ہو جائے گا اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، نہ اس نماز کا اعادہ لازم ہوگا:

"وتمام السجدة بإتيانه بالواجب فيه، ويتحقق بوضع جميع اليدين والركبتين والقدمين والجبهة والأنف، كما ذكره الكمال وغيره اه". الطحطاوی علی هامش مراقی الفلاح(۳)۔

"ومنها السجود بجبهته وقدميه ووضع إصبع واحدة يعني شرط اه". در مختار۔

"(وقوله: قدميه) يجب إسقاطه؛ لأن وضع إصبع واحدة منهما يكفي، كما ذكره بعده". ردالمحتار: ۱/ ۳۰۰(٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۱۱/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۱۱/ ۸۹ھ۔

سجدہ میں پیر زمین پر ٹیکنا

سوال[۲۳۴۴]: سجدہ کی حالت میں اگر دونوں پیر زمین سے اٹھ جاویں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدہ کی حالت میں پیروں کو زمین پر رکھنے کے متعلق تین روایتیں ہیں: اول یہ کہ دونوں پیر زمین پر

---

(۱) (سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، باب صفة الصلوة: ۱/ ۸۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/ ۷۰، رشيديه)

(۳) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۲۳۱، قديمي)

(۴) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۴۴۷، سعيد)

رکھنا فرض ہے، دوم یہ کہ ایک کا رکھنا فرض ہے ان دونوں روایتوں کی بناء پر صورتِ مسئولہ میں سجدہ ادا نہ ہوگا لہٰذا نماز صحیح نہ ہوگی، سوم یہ کہ سنت ہے تو اس روایت کی بناء پر نماز مکروہ ہوگی:

"یفترض وضع أصابع القدم ولو واحدةً نحو القبلة، وإلالم تجز، والناس عنها غافلون".

درمختار۔ قال الشامي: ۱/۵۲۱، بعد نقل العبارات: "فصار في المسئلة ثلث روايات: الأولى فرضية وضعهما، الثانية فرضية إحدهما، والثالث عدم الفرضية، وظاهر أنه سنة"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہاتھوں، پیروں، گھٹنوں کے درمیان سجدہ میں فرق

سوال[۲۳۴۵]: حضرت مفتی صاحب زید مجدہٗ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب کا فتویٰ نمبر: ۶۲ جس کا سوال میرے عزیز القدر برادر ثانی نصیر احمد متعلم مدرسہ ہذا نے پیش کیا تھا، بالکل بحیثیت فتویٰ درست ہے، البتہ میرے دل میں جو تردد ہے اس کو عزیز المذکور نے سوال میں پیش نہیں کیا، یہاں بوجہ عدم سامان کتب معذور ہوں، اس واسطے مکرر عرض ہے کہ مطابق روایتِ مسلم شریف کہ وہ: "أمرت أن أسجد على سبعة أعظم"(۲) الحدیث ہے، یہ حدیث مقتضی فرضیتِ سبعۃ اعظم ہے، پس وضع

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان إتيان الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، ۵۰۰، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم: "أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة -وأشار بيده على أنفه- واليدين والرجلين وأطراف القدمين ولا نكف الثياب ولا الشعر". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلوة: ۱/۱۹۳، قديمي)

(وصحيح البخاري في كتاب الأذان، باب سجود على الأنف: ۱/۱۱۲، نور محمد أصح المطابع كراچی)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في السجود على سبعة أعضاء: ۱/۶۲، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب السجود على الأنف: ۱/۱۶۵، قديمي) .... =

قدمین کوسجدہ میں فرض کہنا اور وضع یدین اور رکبتین کو فرض نہ کہنا کیسا ہے، اور "مالا یتوصل إلی الفرض إلا به، فهو فرض" (۱) کو دلیلِ فرضیت وضع قدمین میں بیان کرنا خلافِ منصوص ہے۔

نص میں سبعۃ اعظم میں کوئی فرق نہیں اور کف الثیاب والشعر کو قرینۂ عدمِ فرضیتِ وضعِ رکبتین اور وضع یدین قرار دینا اور وضعِ قدمین کو فرض ہی رکھنا، حالانکہ وضعِ قدمین ان کا معطوف علیہ ہے، اور معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے، ایسے ہی امر کو مشترک بین الواجب والندب سے تفریق درست نہیں، اور رفع رکبتین بھی اَشبہ بالتلاعب ہے لیکن نفسِ جواز فی الصلوۃ میں مخل نہیں۔ پس دلیلِ حضرت ابن ہمام بھی دل میں پوری نہیں بیٹھتی۔ ادھر امام الائمہؒ کے نزدیک صلوۃِ وتر فرض عملی ہے اور اس کی فرضیت بھی ایسی خبر کے ساتھ ہے "إن الله أمركم" الحديث (۲)۔ بس "أمرت" سے وضع قدمین کو فرض اور وضع رکبتین اور یدین کو سنت کہنا سمجھ میں نہیں آتا اور یہ امر ضروری ہے، کسی فقیہ نے اس کی ضرور تنقیح کی ہوگی، مگر بوجہ عدمِ سامان کے معذور ہوں۔

محمد فاضل قاضی عفا اللہ عنہ، از: مقام و ڈاکخانہ کوال ضلع راولپنڈی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نمبر۶۲/ میں شبہ مذکورہ تحریر نہیں تھا بلکہ صرف وضع قدمین ورفع قدمین فی السجود کا سوال تھا۔ شبہ مذکورہ کا منشاء بظاہر یہ ہے کہ آپ وضع قدمین فی السجود کی فرضیت کو حدیث "أمرت أن أسجد" سے ثابت سمجھ رہے ہیں، اسی پر وضع یدین اور رکبتین اور معطوف ومعطوف علیہ کی بحث متفرع ہے، حالانکہ یہ خبر واحد ہے جس سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس حدیث سے تو کسی چیز کی بھی فرضیت ثابت نہیں، سجود کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے جس کی

= (وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب أعضاء السجود: ۱/۱۲۹، دار الحديث، ملتان)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۴ سهيل اكيڈيمي لاهور)

(۲) "عن خارجة بن خرافة رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "إن الله أمركم بصلوة هي خيرلكم من حُمر النعم الوتر جعله الله لكم فيما بين صلوة العشاء إلى أن يطلع الفجر". (سنن الترمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الوتر: ۱/۱۰۳، سعيد)

(سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب استحباب الوتر: ۱/۲۰۱، دار الحديث ملتان)

حقیقت وضع الجبہۃ علی الارض "پیشانی کی فرضیت" تو یوں ہوئی (۱) اور چونکہ وضع الجبہۃ کے لئے وضع قدمین یا رکبتین یا یدین ضروری ہے، اس لئے ان میں سے ایک کی فرضیت ضروری ہے (۲) اور شروع سے قدمین زمین پر موجود ہیں اور نیز ہر رکن کی ادائیگی کے وقت قدمین کا زمین پر ہونا ضروری اور ظاہر ہے، اس لئے قدمین کی فرضیت وضع پر اکتفا کیا گیا (۳)۔ اور اب یدین والرکبتین کا ثبوت خبر واحد سے ہے، لہٰذا ان کا وضع مسنون ہوگا (۴)۔

---

(۱) "(قوله: وسجد بأنفه وجبهته) .... وفي الشريعة: وضع بعض الوجه مما لاسُخرية فيه، فخرج الخد والذقن والصدغ الخ.

وأما في الصحيحين مرفوعا: "أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة –وأشار بيده إلى أنفه– واليدين، والركبتين، وأطراف القدمين، ولا يكف الثياب والشعر". فلا يفيد الافتراض؛ لأنه ظني الثبوت قطعاً، وظني الدلالة على خلافٍ فيه بناءً على أن لفظ: "أمرت" مستعمل في الوجوب والندب الذي هو الأعم بمعني طلب مني ذلک، أو في الندب، أو في الوجوب، فقولهما بالافتراض مشكل؛ لأنه يلزمهما الزيادة على الكتاب بخبر الواحد، وهما يمنعانه في الأصول لأبي حنيفة، فلذا قال المحقق ابن الهمام: فجعل بعض المتأخرين الفتوىٰ على الرواية الأخرى الموافقة لقولهما لم يوافقه دراية ولا القوىّ من الرواية، هذا لو حمل قولهما، لا يجوز الاقتصار إلا من عذر على وجوب الجمع كان أحسن؛ إذ يرتفع الخلاف بناءً على ما حملنا الكراهة منه عليه من كراهة التحريم ولم يخرجا عن الأصول". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۴، ۵۵۵، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۳، ۳۰۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۲) "وحيث تظافرت الروايات عن أئمتنا بأن وضع اليدين والركبتين سنة، ولم ترد رواية بأنه فرض، تعين وضع القدمين أو إحداهما للفريضة ضرورة التوصل إلى وضع الجبهة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۳) "وفيه: يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة، وإلا لم تجز، والناس عنه غافلون". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۴) "ويؤيده مافي شرح المجمع لمصنفه حيث استدل على أن وضع اليدين والركبتين سنة بأن ماهية السجدة حاصلة بوضع الوجه القدمين على الأرض الخ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۴، مصطفى البابي مصر)

فقہاء کے کلام میں روایات مختلف ہیں، قدوری، کرخی، جصاص نے وضعِ قدمین کو فرض کہا ہے، تمرتاشی، شیخ الاسلام، صاحبِ نہایہ نے قدمین اور یدین کو عدمِ فرضیت میں مساوی قرار دیا ہے، نہایہ: ۱/۱۴(۱)۔ اس میں اسی روایت کو لکھا ہے: "وھو الحق" (۲)۔ پھر اسی میں دو صورتیں ہیں: ایک وجوب دوسری سنت، (۳) اور بوجہ "أن السجود لایتوقف تحققه علی وضع القدمین، فیکون افتراض وضعهما زیادة الکتاب، اھ". شامی: ۱/۵۲۱ (٤)۔

لیکن حصکفی نے شرح ملتقی، ص: ۹۸، میں لکھا ہے: "وما نقله في الدرر عن العنایة من أن عدم الفرضیة هو الحق، فبعیدٌ عن الحق، وبضده أحق" (٥)۔

حلبی نے شرح منیہ، ص: ۲۸۰، میں اس کی وجہ لکھی ہے: "إذ لا روایة تساعده، والدرایة تنفیه علی مامر من أن مالا یتوسل إلی الفرض إلا به، فهو فرض، وحیث تواطأت الروایات وتظافرت عن ائمتنا أن وضع الرکبتین سنة، ولم تُروَ روایة قط بأنه فرض، وکذا وضع الیدین تعین وضع

(۱) "وکذا في الهدایة، وأما وضع القدمین فقد ذکر القدوری أنه فرض في السجود اهـ، فإذا سجد ورفع أصابع رجلیه، لایجوز، کذا ذکره الکرخي والجصاص. ولو وضع إحداهما جاز، قال قاضیخان: ویکره. ذکر الإمام التمرتاشي أن الیدین والقدمین سواء في عدم الفرضیة، وهو الذی یدل علیه کلام شیخ الإسلام في مبسوطه". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، فصل في بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۹۹، سعید)

(وکذا في العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۵، مصطفی البابي بمصر)

(۲) (رد المحتار، کتاب الصلوة، فصل في بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۹۹، سعید)

(۳) "فصار في المسألة ثلاث روایات: فریضة وضعهما، الثانیة: فریضة إحداهما، الثالثة: عدم الفرضیة. وظاهره أنه سنة، قال في البحر: وذهب شیخ الاسلام إلی أن وضعهما سنة، فتکون الکراهة تنزیهیةً".

(ردالمحتار، کتاب الصلوة، فصل في بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۹۹، سعید)

(۴) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، فصل في بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۹۹، سعید)

(۵) (سکب الأنهر شرح ملتقی الأبحر، باب صفة الصلوة: ۱/۹۸، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

القدمين أو إحدهما للفرضية ضرورة، ولم يُروَ عنهم رواية، فكيف والروايات فيه متوافرة أيضاً على مالا يخفى على المتتبع، والله الموفق"(۱)۔

رفع رکبتین اشبہ بالتلاعب ہونے کا اشکال شامی نے بھی نقل کیا ہے(۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ علت کے درجہ میں نہیں بلکہ حکمت کے درجہ میں ہے لہٰذا طرد وعکس ضروری نہیں۔ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ علامہ حلبی نے یدین اور رکبتین اور قدمین کی فرضیت کی کوئی روایت ائمۂ مذاہب سے ثابت نہیں، اس لئے لامحالہ قدمین کی فرضیت توسل الی الفرض کی حیثیت سے مانی جائے گی (۳)۔

صاحبِ بحر نے قدوری کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے(۴) لیکن شرح المجمع، کفایہ، شرح فیض وغیرہ میں قدوری کے قول ہی کو ترجیح دی ہے اور اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے(۵)، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ نقل کرنے

---

(۱) (الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض السجدة، ص: ۲۸۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "وأما إذا رفع قدميه في السجود، فإنه مع رفع القدمين بالتلاعب أشبه منه بالتعظيم والإجلال اهـ".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۴۴۷، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) "إذ لا رواية تساعده، والدراية تُنفيه على ماقرّمن أن مالا يتوصل إلى الفرض إلا به فهو فرض، وحيث تواطأتِ الروايات وتظافرت عن أئمتنا أن وضع الركبتين سنة ولم ترد رواية قط بأنه فرض، وكذا وضع اليدين، تعين وضع القدمين أو إحداهما للفرضية ضرورة. ولم يُروَ عنهم رواية، فكيف والروايات فيه متوافرة أيضاً على مالايخفى على المتتبع، والله الموفق". (الحلبي الكبير الخامس من الفرائض السجدة، ص: ۲۸۵، سهيل اكيڈيمي لاهور)

(۴) "وذكر القدوري أن وضعهما فرض، وهو ضعيف". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۵۵٦، رشيديه)

(۵) "ويؤيده ما في شرح المجمع ...... لمصنفه حيث استدل على أن وضع اليدين والركبتين سنة بأن ماهية السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الأرض الخ.

وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من أن ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه جزم في السراج فقال: لو رفعهما في حال سجوده لا يجزيه، ولو رفع إحداهما جاز، وقال في الفيض: وبه يفتى".

(رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۱/۴۹۹، سعيد)

کے بعد لکھا ہے:

"والحاصل أن المشهور فی کتب مذهبه اعتماد الفرضیة، والأرجح من حیث الدلیل والقواعد عدم الفرضیة، ولذا قال فی العنایة والدر: إنه الحق، ثم الأوجه حمل عدم الفرضیة علی الوجوب، والله أعلم". شامی: ۱/۲۲۲(۱)۔

یہ سب کچھ کلام قدمین کے متعلق ہے، یدین اور رکبتین میں بھی فقہاء کی تین روایتیں ہیں: فرض، وجوب، سنت، عامۃ الفقہاء قولِ ثالث کو ترجیح دیتے ہیں (۲)، لیکن شیخ ابن ہمام نے وجوب کو اختیار کیا ہے اور فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فرض کو ترجیح دی ہے (۳)۔ علامہ شامیؒ کی رائے یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام کا قول راجح ہے کیونکہ خبرِ واحد سے جس میں امر کا صیغہ ہو وجوب ثابت ہوتا ہے، فرضِ عملی وجوب کو کہتے ہیں چنانچہ اخبارِ احاد سے وجوب ثابت ہوجاتا ہے (۴)۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۵۰۰، سعید)

(۲) "وأما الیدان والرکبتان فظاهر الروایة عدم افتراض وضعهما، قال فی التجنیس والخلاصة: وعلیه فتوی مشایخنا، وفی منیة المصلی: لیس بواجب عندنا، واختار الفقیه أبو اللیث الافتراض وصححه فی العیون ولا دلیل علیه؛ لأن القطعی إنما أفاد وضع بعض الوجه علی الأرض دون الیدین والرکبتین، والظنی المتقدم لایفید، لکن مقتضاه ومقتضی المواظبة الوجوب، وقد اختاره المحقق فی فتح القدیر، وهو إن شاء الله أعدل الأقوال لموافقة الأصول وإن صرح کثیرٌ من مشایخنا بالسنیة، ومنهم صاحب الهدایة". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۲، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۴، ۳۰۵، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

(۳) "ومختار الفقیه أبی اللیث علی ما أسلفناه عنه فی أوائل باب الأنجاس من أن المصلی إذا لم یضع رکبتیه علی الأرض، لا یجزئه، وأنه رد روایة عدم وجوب طهارة مکان الرکبتین فی الصلوة، فهو یشیر إلی الافتراض، وما اخترته من الوجوب ولزوم الإثم بالترک مع الإجزاء کترک الفاتحة أعدل إن شاء الله تعالی". (فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۵، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۲، رشیدیه)

(۴) "وقال فی الحلیة. والأوجه علی سوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحدیث اهـ: أی علی سوال ما حققه شیخه من الاستدلال علی وجوب وضع الیدین والرکبتین، وتقدم أنه أعدل الأقوال، فکذا =

امام اعظم سے وتر کے متعلق تین روایتیں ہیں: فرض، واجب، سنت (۱) ان میں تمرتاشی نے تطبیق دی ہے: "وهو فرضٌ عملاً، واجبٌ اعتقاداً، وسنة ثبوتاً، بهذا وفق بين الروايات الخ" (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الثانی/ ۶۷ھ۔

کیا ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں؟

سوال [۲۳۴۶]: کیا دوسرا سجدہ واجب ہے؟ اگر امام کا ایک سجدہ چھوٹا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، نیز مقتدی کا ایک سجدہ چھوٹا یعنی امام سجدہ سے کھڑے ہو کر مثلاً امام سورۃ پڑھنے لگا یا مقتدی کا رکوع چھوٹا جب تک امام سجدۂ ثانیہ میں پہونچا تو اب مقتدی کیا کرے؟

= هنا، فيكون وضع القدمين كذلك، واختاره أيضاً في البحر والشرنبلالية". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة الى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۲، رشيديه)

(۱) "عن أبي حنيفة رضي الله عنه في الوتر ثلاث روايات: في رواية فريضة، وفي رواية سنة مؤكدة، وفي رواية واجب، وهي آخر أقواله، وهو الصحيح، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثامن في صلوة الوتر: ۱/۱۱۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۹۰، امداديه ملتان)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الوتر: ۲/۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۱/۱۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں، ایک بھی ترک ہوجائے گا تو نماز صحیح نہیں ہوگی (۱)، سجدۂ سہو کافی نہیں ہوگا (۲)۔ جس مقتدی سے شرکت کے بعد رکوع چھوٹ گیا تو وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ میں امام کے ساتھ

---

(۱) "السجود الثاني فرض كالأول بإجماع الأمة، كذا في الزاهدي". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۷۰، رشيديه)

"والمراد من السجود السجدتان فأصله ثابت بالكتاب والسنة والإجماع، وكونه مثنى في كل ركعة بالسنة والإجماع، وهو أمرٌ تعبديّ لم يعقل له معنى على قول أكثر مشايخنا تحقيقاً للابتلاء". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۱۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۷، سعيد)

"من المفسدات ...... ترك ركن بلا قضاء وشرط بلا عذر". (الدرالمختار).

"(قوله: وترك ركن بلا قضاء) كما لو ترك سجدة من ركعة وسلم قبل الإتيان بها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۲۹، سعيد)

(۲) "وفي الولو الجية: الأصل في هذا أن المتروك ثلاثة أنواع: فرض، وسنة، وواجب، ففي الأول إن أمكنه التدارك بالقضاء يقضي، وإلا فسدت صلاته، وفي الثاني لا تفسد؛ لأن قيامها بأركانها وقد وُجدت، ولا يجبر بسجدتي السهو، وفي الثالث إن ترك ساهياً يجبر بسجدتي السهو، وإن ترك عامداً لا، كذا في التتارخانية". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، في بيان ما يجب به سجود السهو ومالا يجب: ۱/۷۱۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراچی)

"(قوله. بترك واجب) .... احترز بالواجب عن السنة كالثناء والتعوذ ونحوهما عن الفرض". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۸۰، سعيد)

جا ملے، جس سجدہ میں بھی شریک ہوجائے گا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۱ھ۔
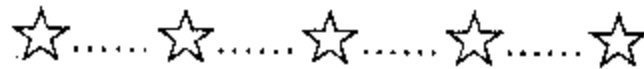
(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا جئتم إلى الصلوة ونحن سجود، فاسجدوا ولا تعدوه شيئاً، ومن أدرك ركعةً فقد أدرك الصلوة". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب ما على المأموم من المتابعة وحكم المسبوق: ۱۰۲/۱، قديمي)

"بخلاف ما لو أدركه في القيام ولم يركع معه يصير مدركاً، فيكون لاحقاً، فيأتي بما قبل الفراغ". (الدر المختار).

"(قوله: فيأتي بما قبل الفراغ) المراد أنه يأتي بما قبل متابعة الإمام فيما بعدها، حتى لو تابع الإمام، ثم أتى بعد فراغ إمامه بما فاته، صحّ، وأثم لترك واجب الترتيب". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۶۰/۲، ۶۱، سعيد)

"وأما اللاحق فالواجب عليه الترتيب بعكس المسبوق، وعند زفر الترتيب فرض عليه، فإذا أدرك بعض صلاة الإمام فنام، فعليه أن يصلي أولاً ما نام فيه بلا قراء ة، ثم يتابع الإمام، فلو تابعه أولاً، ثم صلى ما نام فيه بعد سلام الإمام، جاز عندنا، وأثم لتركه الواجب، وعند زفر: لا تصح صلاته". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۴۶۳/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب العاشر في إدراك الفريضة: ۱۲۰/۱، رشيديه)

الفصل الثالث فی واجبات الصلوة

(واجباتِ نماز کا بیان)

تعدیلِ ارکان کی مقدار

سوال [۲۳۴۷]: ہمارے امام صاحب رکوع سے قومہ میں پہونچتے پہونچتے "سمع الله لمن حمده" کہہ لیتے ہیں اور پھر فوراً "الله أكبر" کہہ کر سجدے میں چلے جاتے ہیں، تعدیل ارکان واجب ہے، کیا اس سے تعدیل ارکان ادا ہوتا ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی ہے؟ مقتدیوں کو تحمید اس وقت کہنا چاہئے جب امام پورا "سمع الله لمن حمده" کہہ چکے اور امام صاحب قومہ میں مقتدیوں کو تحمید کا ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ رکوع سے سیدھے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ تمام اعضاء معتدل ہوجائیں تو قومہ ادا ہوجاتا ہے اس سے فسادِ نماز کا حکم نہ ہوگا، کچھ قدرِ قلیل وقفہ کرلیا کریں جس میں مقتدی "ربنا لك الحمد" پڑھ لیں تو بہتر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "و تعديل الأركان: أى تسكين الجوارح قدر تسبيحة فى الركوع والسجود، وكذا فى الرفع منهما على مااختاره الكمال". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۴۶۴، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۲۲، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۲۷۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع فى صفة الصلوة، الفصل الثانى فى واجبات الصلوة: ۱/ ۷۱، رشيديه)

واجباتِ نماز

سوال[۲۳۴۸]: (الف) نماز کے واجبات کیا کیا ہیں؟

(ب) تکبیرِ قنوت یعنی "اللّٰہ أکبر" کہہ کر ہاتھوں کو کانوں کی لوتک اٹھانا دعائے قنوت پڑھنے کے واسطے کیا یہ واجب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

(الف،ب) "ولها واجبات و هي: قرأة فاتحة الكتاب، و ضمّ سورة، و تعيين القرأة في الأوليين، وتقديم الفاتحة على السورة، و رعاية الترتيب فيما يتكرر، وتعديل الأركان، والقعود الأول، وتشهدان، و لفظ السلام وقنوت الوتر، وكذا تكبير قنوته، اهـ". در مختار (۱)۔

اس عبارت میں واجبات کی بھی کافی تعداد آ گئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وتر میں قنوت کے لئے تکبیر کہنا بھی واجب ہے لیکن رفع یدین واجب نہیں صرف سنت ہے: "و لا يسن رفع يديه إلا في تكبيرة افتتاح وقنوت و عيد، الخ". درمختار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۵۶، ۴۶۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان الوجبات الأصلية في الصلوة: ۱/۲۸۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفةالصلوة: ۱/۲۷۴، ۲۷۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۱۰، ۵۲۶، رشيديه)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها وكيفيتها: ۱/۷۳، رشيديه)

"وفي الكافي: و لا يرفع يديه في شيء من تكبيرات الصلوة سوى تكبيرة الافتتاح. وفي المبسوط: و لنا أن الآثار لما اختلفت في فعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يتحاكم .... وهو الحديث المشهور أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن: عند افتتاح الصلوة، و في العيدين، والقنوت في الوتر". و ذكر أربعة في كتاب المناسك". (المبسوط، كتاب الصلوة، باب كيفية الدخول في الصلوة: ۱/۸۱، ۹۳، غفاريه كوئٹه)

واجباتِ نماز کتنے ہیں؟

سوال[۲۳۴۹]: نماز کے واجبات کتنے ہیں اور سجدہ میں پیر کی تین انگلیاں لگانا واجب ہے یا نہیں؟"ووجه أصابعه نحو القبلة"(۱) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

علامہ أبوالإخلاص حسن الوفائی الشرنبلالی نے واجبات نماز کی تعداد اٹھارہ تحریر کی ہے؛ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:"فصل في واجبات الصلوة، وهو ثمانية عشر شيأً: قراءة الفاتحة، وضم سورة أوثلاث آيات في ركعتين غير متعين من الفرض وفي جميع ركعات الوتر والنفل، وتعيين القراءة في الأوليين. وتقديم الفاتحة على السورة، وضم الأنف للجبهة في السجود، والإتيان بالسجدة الثانية في كل ركعة قبل الانتقال لغيرها، والاطمينان في الأركان، و القعود الأول، وقراءة التشهد فيه في الصحيح، وقراءته في الجلوس الأخير، والقيام إلى الثالثة من غير تراخ بعد التشهد، ولفظ السلام دون عليكم، وقنوت الوتر، وتكبيرات العيدين، وتعين التكبير لافتتاح كل صلوة لا العيدين خاصة، و تكبير الركوع في ثانية العيدين وجهر الإمام بقراءة الفجر وأولى العشائين ولو قضاءً أو الجمعة والعيدين والتراويح والوتر في رمضان، والإسرار في الظهر والعصر وفيما بعد أولى العشائين ونفل النهار، والمنفرد مخيّرٌ فيما يجهر كمتنفل بالليل، اهـ". (متن نور الإيضاح على هامش الطحطاوي، ص:۱۵۱(۲)۔

---

(۱) "ويكون موجها أصابع رجليه نحو لقبلة". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية الترتيب، ص: ۲۸۳، قديمي)

(۲)(نور الإيضاح متن مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان واجبات الصلاة، ص:۲۴۶، ۲۵۴، قديمي)

(وكذا في الدر المختار ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۴۵۶، ۴۶۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۵۱۰، ۵۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۷۴، ۲۷۸، دار الكتب العلمية بيروت)

عبارتِ مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ حالتِ سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔ یہ بات درجۂ وجوب میں نہیں کہ پیروں کی سب انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رہیں، ایک انگلی بھی زمین پر رہے گی تب بھی سجدہ ادا ہو جائے گا، جیسا کہ اس متن کی شرح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے لکھا ہے:

"و لا بد من وضع إحدى القدمين، ووضع القدم بوضع أصابعه، و يكفي وضع إصبع واحدة كذا في السيد، اهـ". طحطاوی: ص: ۱۶۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/ ۹۵ھ۔

سنن میں قعدۂ اولیٰ فرض ہے یا واجب؟

سوال [۲۳۵۰]: ۱...... سنتِ مؤکدہ وغیر مؤکدہ ونوافل کی چار رکعت میں درمیان کا قعدہ فرض ہے یا نہیں؟

۲...... اگر چار رکعت سنتِ ظہر یا سنت جمعہ کی نیت کرے اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں دو رکعت پڑھے یا چار رکعت؟ نیز دو یا چار کا پڑھنا واجب ہے یا سنت؟

۳...... اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ابتداءً دو رکعت واجب ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، بعض فرضیت کے قائل ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو قعدۂ فرض واجب ہو گیا (۲)۔

---

(۱) (طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل في كيفية الترتيب، ص: ۲۸۳، قدیمی)

"وفيه يفترض وضع أصابع القدم و لو واحدةً نحو القبلة، و إلا لم تجز". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۴۹۹، سعيد كراچي)

"ويكفيه وضع أصبع واحدة، فلو لم يضع الأصابع أصلاً و وضع ظهر القدم منه، لا يجوز؛ لأن وضع القدم بوضع الأصبع". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۵۶، رشيديه)

(۲) "والقعود الأول ولو في النفل في الأصح، وكذا ترك الزيادة فيه على التشهد و أراد بالأول غير الأخير". (الدر المختار). و في رد المحتار: "(قوله: و لو في النفل)؛ لأنه و إن كان كل شفع منه صلاة على حدة حتى افترضت القرأة في جميعه، لكن القعدة إنما فرضت للخروج من الصلوة، فإذا قام إلى الثالثة تبين أن ما قبلها لم يكن أوان الخروج من الصلوة فلم تبق فريضة. .... =

۲.....چار پڑھے اور ان کا پڑھنا سنت ہے واجب نہیں (۱)۔

۳.....نہیں (۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، مفتی مظاہر علوم، ۲۲/۲۱/۵۹ھ۔

امام مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے قبل کھڑا ہو جائے

سوال [۲۳۵۱]: ایک شخص ہیں جو بہت دھیرے (آہستہ) پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ

= (قوله: على الأصح) خلافاً لمحمد في افتراضه عن قعدة كل شفع نفل، (قوله: و أراد بالأول غير الأخير) ليشمل ما إذا صلى ألف ركعة من النفل بتسليمة واحدة ، فإن ما عدا القعود الأخير واجب ، و مفهومه فريضة كل قعود أخير في أيّ صلاة كانت". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۶۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۵۲۴، رشيديه)

(۱) "و سن مؤكداً أربع قبل الظهر و أربع قبل الجمعة و أربع بعد ها بتسليمة، فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة، و لذا لو نذرها لا يخرج بتسلمتين ،و بعكسه يخرج". (الدر المختار ، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، ۱۳، سعيد)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أنه عليه السلام قال: "من كان منكم مصلياً بعد الجمعة فليصل أربعاً". رواه مسلم. والأربع بتسليمة واحدة عندنا حتى لو صلاها بتسليمتين لايعتد عن السنة". (تبيين الحقائق ، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۲۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ، كتاب الصلوة، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۸۹، قديمي)

(۲) "(قوله: أو بقيام الثالثة): أي و قد أدى الشفع الأول صحيحاً، فإذا أفسد الثاني لزمه قضاؤه فقط ،و لا يسري إلى الأول؛ لأن كل شفع صلاة على حدة". (رد المحتار ، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۹، سعيد)

"و من ثمة صرحوا بأنه لو نوى أربعاً، لايجب عليه بتحريمتها سوى الركعتين في المشهور عن أصحابنا، وأن القيام إلى الثالثة بمنزلة تحريمة مبتدأة حتى إن فساد الشفع الثاني لا يوجب فساد الشفع الأول". (ردالمحتار ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۴۵۹، سعيد)

"التحیات" بھی نہیں پڑھنے پاتے کہ امام کھڑے ہوجاتے ہیں اوران کو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو اب وہ کیا کریں امام کے ساتھ کھڑے ہوجائیں یا التحیات کو پورا کریں؟

(بدرالدین بنارس)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ "التحیات" پوری کر کے امام کو تیسری رکعت کے قیام میں پاسکتے ہیں تو "التحیات" پوری کرلیں ورنہ بغیر پوری کئے کھڑے ہوکر امام کے ساتھ قیام میں شریک ہوجائیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "بخلاف سلامه أو قيامه لثالثة قبل تمام المؤتم التشهد، فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه. ثم رأيت .... المختار عندي أنه يتم التشهد، وإن لم يفعل أجزأه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۴۹۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فيما يفعله المقتدي بعدفراغ امامه، ص: ۳۱۰، قديمي)

الفصل الرابع فی سنن الصلوة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

حالتِ قیام میں کھڑے ہونے کی کیفیت

سوال[۲۳۵۲]: نمازی کو حالتِ قیام میں سیدھا کھڑا ہونا چاہئے، یا آگے کی طرف سر جھکا کر کھڑا ہونا چاہئے؟ اگر سر جھکانے کا حکم ہے تو کتنی مقدار جھکائے؟ ایک عالم صاحب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ حالتِ قیام میں آگے کی طرف سر اتنا جھکانا چاہئے کہ سر قدم کے محاذاۃ سے آٹھ انگلیوں کی مقدار آگے بڑھ جائے، کمر سے جھکانا شروع کرتے ہیں اور سر آٹھ انگلیوں کی مقدار قدم سے بڑھاتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا حوالہ دیا جائے کہ مولانا گنگوہیؒ نے کس کتاب میں لکھا ہے، ان کی عبارت نقل کی جائے تب اس میں غور کیا جاسکے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

قدمین کے درمیان فاصلہ

سوال[۲۳۵۳]: حالت نماز میں پہلی رکعت میں دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ چھ انگل تھا اور دوسری رکعت میں وہ فاصلہ چار انگل رہ گیا، تو اس صورت میں نماز میں تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی خرابی نہیں مگر چار انگل کا فصل مستحب ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) "وینبغی أن یکون بینهما مقدار أربع أصابع الید؛ لأنه أقرب إلی الخشوع". (رد المحتار، کتاب الصلوة، =

ابتدائے نماز میں "إنیّ وجّهت" پڑھنا

سوال[۲۳۵۴]: ابتداء نماز میں: (إنی وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنیفاً و ما أنا من المشرکین) کو مطلقاً پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا فرض وسنت ونوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف "سبحانك اللهم الخ" پڑھے، "إنی وجهت الخ" نہ پڑھے، نہ فرض میں نہ سنت ونفل میں۔ نیت سے پہلے مضائقہ نہیں، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے هکذا یستفاد من البحر الرائق، ص: ۳۶۰ (۱)، والزیلعی : ۱/۱۱۱ (۲)، و شرح المنیة الکبیری، ص: ۲۹۶ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= باب صفة الصلوة : ۱/۴۴۴، سعید)

(وکذا فی السعایة فی کشف ما فی شرح الوقاية، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۲/۱۱۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الفتاوی العالمکيرية، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث فی سنن الصلوة و آدابها وكيفيتها: ۱/۷۳، رشیدیه)

(۱) "وأشار المصنف إلى أنه لا يزيد على الاستفتاح فلا يأتي بدعاء التوجه و هو "وجهت وجهي" لا قبل الشروع و لا بعده، هو الصحيح المعتمد". (البحر الرائق ، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۵۴۱، رشيديه)

(۲) "(وقوله :مستفتحاً) هو حال من الواضع: أي يضع قائلاً: سبحانک اللهم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالىٰ جدک ولا إله غيرک، و لا يزيد عليه في الفرض .... و لنا ماروى عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا افتتح الصلوة قال: "سبحانک اللهم". .... رواه الجماعة. وهو مذهب أبي بكر الصديق و عمرو ابن مسعود وجمهور التابعين رضي الله تعالىٰ عنهم فيكون حجةً عليهما". (تبيين الحقائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، ۲۹۰، دارالتکب العلمية بيروت)

(۳) "(وعندهما) يقول لتوجه إن شاء (قبل الافتتاح يعني قبل النية ولايقول بعد النية) قبل التكبير =

تکبیرِ اُولیٰ کے لئے دوسری مسجد میں جانا

سوال[۲۳۵۵]: زید ایک مدرسہ میں پڑھتا ہے، مدرسہ کی مسجد میں اس نے وضو کیا، جماعت کھڑی ہوچکی تھی اور کچھ نماز ہوچکی تھی کہ وہ وضو سے فارغ ہوکر کسی قریب کی مسجد میں اس لئے جاتا ہے کہ وہاں تکبیرِ اُولیٰ کا ثواب بھی مل جائے گا، یہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں، کیا حکم ہے؟ "خروج عن المسجد قبل أن يصلي" مکروہ تحریمی ہے اور علت یا حکمت ہے تہمت یا مخالفتِ امام۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تہمت حکمت ہے (کہ جس کے ساتھ حکم وجوداً یا عدماً دائر نہیں ہوتا) یا یہ علت ہے؟ (کہ جس کے ساتھ حکم وجوداً یا عدماً دائر ہوتا ہے) زید کہتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو کوئی تہمت نہیں لگائے گا بلکہ سب جانتے ہیں کہ یہ فلاں مسجد میں نماز با جماعت ادا کرے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتاویٰ رشیدیہ جلد ایک، ص: ۲۸ میں ہے: "جماعت کو چھوڑ کے دوسری مسجد میں کہ پوری نماز امام کے ساتھ ملے ہرگز نہ جاوے کہ اعراض جماعتِ مسلمین سے ظاہر ہے اور دوسری جگہ نماز کا ملنا محتمل ہے اور اس مسجد کا حق تلف ہوتا ہے اور صورتِ تہمت واعراض ہے، یہ علت حقیقیہ نہیں کہ طرد وعکس لازم ہو بلکہ یہ امارات ہیں، نیز جب کہ "خروج عن المسجد بعد النداء" کی مخالفت پر نص موجود ہے"(۱)۔

"ثم قال أبو هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: أمرنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا كنتم في المسجد فنودي بالصلوة، فلا يخرج أحدكم حتى يصلي اهـ". أوجز: ۱۳۳/۲ (۲)۔

= (بالإجماع) وهو الصحيح لئلا يكون فاصلاً بين النية والتكبير إذ الأولى فيها اقترانها به". (الحلبي الكبير، صفة الصلوة، ص: ۳۰۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۴۸۸/۱، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲۰۸/۱، امداديه ملتان)

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، امامت اور جماعت کا بیان، امام کو قعدہ میں پاکر دوسری مسجد میں نماز کے لئے جانا، ص: ۲۹۹، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲) (أوجز المسالك شرح مؤطا مالك، القنوت في الصبح، لا يخرج أحد من المسجد ولا يريد الرجوع الخ: ۱۳۳/۲، المكتبة اليحيوية سهارنفور (الهند) .... =

پھر زید کا تکمیل کو علت قرار دے کر خروج کرنا تعلیل فی مقابلۃ النص ہے، ایسی تعلیل جس سے بطلانِ نص لازم آئے درست نہیں (۱) اور جن کو فقہاء نے مستثنیٰ کیا ہے ان کے استثناء پر دلائل موجود ہیں حتی کہ اگر امامِ مسجدِ آخر ہو اور اس کی غیبوبت سے تفرقِ ناس نہ ہو تو اس کو بھی خروج سے منع کیا گیا ہے:

"قال الشرنبلالي: و كره خروجه من مسجد أذن فيه حتى يصلي إلا إذا كان يقيم جماعة أخرى كإمام و مؤذن لمسجد آخر اهـ." (قوله: كإمام) قيده في الكبير و شرح السير وغيرهما بإمام تتفرق الناس بغيبته أنه لو لم يكن بهذه المَثابة لايخرج، والظاهر أن المؤذن إذا كان من يقوم مقامه عند غيبته يكره له الخروج أيضاً اهـ". طحطاوی، ص: ۲٤۹ (۲). وقد بقي الخبايا في الزوايا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

تکبیرِ اولیٰ کا ثواب کب تک حاصل ہوتا ہے؟

سوال [۲۳۵۶]: کسے اگر در رکوعِ رُکعتِ اولی بجماعت شریک با شد، اورا ثوابِ تکبیرِ اُولی حاصل شود یا نہ؟ وثوابِ تکبیرِ اُولی تا کدام وقت از رکعتِ اولی باقی ماند؟

= (وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في كراهية الخروج من المسجد بعد الأذان : ۱/۵۰، سعيد)

"وعن أبي الشعثاء قال: كنا مع أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه في المسجد فخرج رجل حين أذن المؤذن، فقال أبوهريرة: أما هذا فقد عصى أبا القاسم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب الخروج عن المسجد بعد الأذان : ۱/۷۹، دارالحديث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب الأذان، باب التشديد في الخروج من المسجد بعد الأذان : ۱/۱۱۱، قديمي)

(۱) "والقياس بمقابلة المنقول مردود". (تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، بحث قهقهة مصل بالغ : ۱/۵۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة : ۱/۴۵۷، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۴، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۱/۳۰۹، ۳۱۰، امداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة : ۱/۴۷۴، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بر قولِ صحیح حاصل شود هر که رکعتِ اُولی نه یافت، ثوابِ تکبیرِ تحریمه نه یافت، ودر یں مسئله اقوالِ دیگر نیز ذکر کرده شده، قولِ صحیح همیں است که تحریر نمودیم(۱) کذا فی الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۱۴۹(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح :عبداللطیف، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ، الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ۔

تکبیرِ اُولیٰ کا ثواب کب تک ہے؟

سوال[۲۳۵۷]: تکبیر تحریمہ میں شامل ہونے کی حد کیا ہے؟ پہلی رکعت کے رکوع سے پہلے پہلے آ کر شامل ہو جائے تو تکبیر تحریمہ کی فضیلت ملے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکورہ مسئلہ درمختار میں ہے، تکبیرِ اُولیٰ میں شامل ہونے کی حد میں اختلاف ہے، مگر صحیح قول یہی ہے کہ جس نے پہلی رکعت پالی اس کو تکبیر اولیٰ کی بھی فضیلت حاصل ہوگئی:

"أما فضيلة تكبيرة الافتتاح، فتكلموا في وقت إدراكها، والصحيح: من أدرك الركعة

---

(۱) ترجمہ: سوال: کوئی شخص اگر پہلی رکعت کے رکوع میں جماعت میں شریک ہوا، اس کو تکبیر اولیٰ کا ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟ اور تکبیرِ اولیٰ کا ثواب پہلی رکعت کے کس وقت تک باقی رہتا ہے؟

جواب: صحیح قول کے مطابق حاصل ہو جائے گا جسے پہلی رکعت نہیں ملی اس کو تکبیرِ تحریمہ کا ثواب بھی نہیں ملا اس مسئلے میں دوسرے اقوال بھی ذکر کئے گئے ہیں، مگر قولِ صحیح یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

(۲) "وقيل: إلى الركعة الأولى، وهو الصحيح كما في المضمرات". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۵۸، قديمي)

"وقيل: بإدراك الركعة الأولى، وهذا أوسع، وهو الصحيح اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۲۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفته الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۹، رشيديه)

الأولیٰ، فقد أدرك فضیلة تکبیرة الأولیٰ، کذا فی الحصر فی باب أبی یوسف". عالمگیری مطبوعه کانپور: ۱/۳۵(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تحریمہ کے بعد ہاتھ کس وقت باندھے؟

سوال[۲۳۵۸]: نیت باندھنے کے بعد دونوں ہاتھ چھوڑ دینا مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلافِ سنت ہے حرام نہیں، ظاہر روایت میں تو یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہی فوراً ہاتھ باندھنا سنت ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نوادر کی ایک روایت میں ہے کہ ثناء تک چھوڑے رکھے، ثناء سے فارغ ہوکر ہاتھ باندھ لے:

"ووضع یمینه علی یساره کما فرغ من التکبیر بلا إرسال فی الأصح اهـ". در مختار(۲)۔ "وهو ظاهر الروایة، و روی عن محمد فی النوادر أنه یرسلهما حالة الثناء، فإذا فرغ منه یضع اهـ". ردالمحتار: ۱/۵۰۸(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، ۵/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۷/۱/۵۷ھ۔

---

(۱) (الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلوة، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الأول فی فرائض الصلوة: ۱/۶۹، رشیدیه)

(وكذا فی الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۵۲۶، سعید)

(وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۵۸، قدیمی)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۸۶، سعید)

(۳) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۸۷، سعید)

(وكذا فی العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۷، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

(وكذا فی السعایة فی كشف مافی شرح الوقایة، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة بیان أن وضع الیدین=

تکبیرِ تحریمہ کے وقت کان کی لَو کو چھونا

سوال[۲۳۵۹]: ایک صاحب نے مجھ سے اعتراض کیا کہ کان کی لَو مس کر کے نیت نہیں باندھے، نماز نہیں ہوتی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نیت باندھنے میں ہاتھ کی ہتھیلی کا کان تک یا کان کی لو تک اٹھانا فرض ہے یا سنت یا واجب، کیا ہے؟ اگر کسی نے سینے تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لی تو نماز ہوگئی یا نہیں یا مکروہ ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر افتتاح کے وقت کانوں کی لو مس کرنا نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ حرام ہے، مس کرنے سے اور مس نہ کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اس سے معلوم ہوگیا کہ مس کی کیا حیثیت ہے کرے تب بھی مضائقہ نہیں نہ کرے تب بھی حرج نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بوقتِ تحریمہ مسِ اُذنین

سوال[۲۳۶۰]: شرح وقایہ میں حاشیہ کے اوپر مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: "وھو لیس

= تحت السرة : ۱۵۶/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۲۸۹/۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في حاشية لإمام الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۲۸۹/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "وإذا أراد الشروع في الصلاة كبر .... ورفع يديه ماساً بإبهاميه شحمتي أذنيه، هو المراد بالمحاذاة؛ لأنها لا تتيقن إلا بذلك. واعتمد ابن الهمام التوفيق بأنه عند محاذاة اليدين للمنكبين من الرسغ تحصل المحاذاة للأذنين بالإبهامين، وهو صريح رواية أبي داؤد، وقال في شرح مسلم: إنه المشهور من مذهب الجماهير". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع : ۴۷۹/۱، ۴۸۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الثالث في سنن الصلاة : ۷۲/۱، ۷۳، ماجديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، فصل: إذا أراد الدخول : ۱۰۹/۱، إمداديه ملتان)

بسنة مستقلة، فإنه لا دليل عليه في رواية" (۱)۔لہٰذا اگر کسی شخص نے رفع یدین کے وقت میں مس اذنین کیا تو خلاف سنت ہوگا؟ اور بغیر مس کے سنت ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟ نیز مس اذنین کے وقت اکثر لوگوں کی ہتھیلی قبلہ رخ نہیں ہوتی تو یہ خلاف سنت ہوگا یا نہیں اور بغیر مس کے بھی ہتھیلی قبلہ رخ نہ ہوئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عبارتِ منقولہ فی السوال کے متصلاً بعد یہ عبارت بھی ہے:" ولعل من استحبه إنما استحبه للمحاذاة دفعاً للوسوسة" (۲)۔حاصل یہ ہے کہ اصل سنت (رفع یدین) کی مقدار وتحدید کی تحقیق کے لئے مس ہے، پس یہ سنت کی ادائیگی میں معین ہے معارض نہیں۔ ہتھیلی کا قبلہ رخ ہونا مستحب ہے (۳)۔فقط واللہ اعلم

نماز میں عورتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا

سوال [۲۲۶۱]: عورتوں کے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کیا حدیث اور کس کتاب میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نیل:۲/۸۷ میں ہے:"عن وائل بن حُجر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: صليت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره". شرح ترمذی أبی طيب، ص:۱۷۷ (٤)۔"عن وائل بن حجر رضی اللّٰه تعالىٰ عنه قال: رأيت النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وضع يمينه على شماله تحت سرة". إعلاء السنن:۲/۱٤۸ (٥)۔

---

(۱) (عمدة الرعاية في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۴۳، سعيد)

(۲) (راجع الحاشية السابقة)

(۳)"و رفع يديه ما سا بإبهاميه شحمتي أذنيه هو المراد بالمحاذاة؛ لأنها لا تتيقن إلا بذلك و يستقبل بكفيه القبلة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۴۸۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، بيان صفة الصلوة، ص:۳۰۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (نيل الأوطار من أحاديث سيد الأخيار شرح منتقى الأخبار، أبواب الصلوة، باب ما جاء في وضع اليمين على الشمال: ۲/۲۰۴، توزيع دار الباز عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

(۵) (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب وضع اليدين تحت السرة و كيفية الوضع: ۲/۱۷۰، إدارة القرآن كراچی)

سینے پر ہاتھ رکھنے کی بھی حدیث ہے اور ناف کے نیچے رکھنے کی بھی حدیث ہے، حنفیہ نے اول کو عورتوں کے لئے اور ثانی کو مردوں کے لے مانا ہے کیونکہ دوسری حدیث کے لئے حدیث قولی بھی موجود ہے، نیز آثار سے بھی مؤید ہیں (۱)۔ پہلے حدیث کے عورتوں کے لئے ہونے کی وجہ بھی بیان کی ہے: "لأنه أستر لها" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بندہ عبدالرحمٰن، یکم/صفر/۵۲ھ۔

---

(۱) "حدثنا وكيع عن ربيع عن أبي معشر عن إبراهيم قال: يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة". رواه ابن شيبة. "عن أبي جحيفة أن علياً رضي الله تعالىٰ عنه قال: السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرة". رواه أبو داؤد".

"عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل قال: قال أبوهريرة رضي الله تعالىٰ عنه:" أخذ الأكف على الأكف في الصلوة تحت السرة". رواه أبو داؤد". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب وضع اليدين تحت السرة و كيفية الوضع: ۲/۱٦٦، ۱٦۷، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في سنن أبي داؤد مع بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلوة: ۲/۲۳، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "وعندالشافعي محله ما فوق السرة تحت الصدر، واستدل له النووي بمافي صحيح ابن خزيمة عن وائل بن حجر رضي الله تعالىٰ عنه قال: صليت مع رسول الله فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره. و لا يخفى أنه لا يطابق المدعي. .... و يمكن أن يقال في توجيه المذهب: إن الثابت من السنة وضع اليمين على الشمال و لم يثبت حديثٌ يُوجب تعيين المحل الذي يكون فيه الوضع من البدن إلاحديث وائل المذكور، وهو مع كونه واقعة حال لا عموم لها يحتمل أن يكون لبيان الجواز، فيحال في ذلك كماقاله في فتح القدير على المعهود من وضعها حال قصد التعظيم في القيام، والمعهود في الشاهد منه أن يكون ذلك تحت السرة، فقلنا به في هذه الحالة في حق الرجال بخلاف المرأة، فإنها تضع على صدرها؛ لأنه أسترلها، فيكون في حقها أولي". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفةالصلوة: ۱/۵۲۸، ۵۲۹، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، باب وضع اليدين تحت السرة و كيفية الوضع: ۲/۱۷۲، إدارة القرآن كراچي) =

ہاتھ باندھ کرنماز پڑھنا

سوال[۲۳۶۲]: ہمارے گاؤں میں شیعہ طبقہ کے لوگ بھی رہتے ہیں اوروہ ہاتھ چھوڑ کرنماز پڑھتے ہیں اور ہم لوگ مسلکِ حنفی کے ہیں اوروہ لوگ ہم لوگوں کوشیعہ مذہب کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث اور قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ نیت باندھ کرنماز پڑھو، نہ ہاتھ باندھ کرنماز پڑھنے کا، لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قرآن کریم میں صاف صاف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم ہے:﴿وما اٰتاكم الرسول فخذوه﴾الخ (۱)۔

اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی حالتِ قیام میں ہاتھ باندھ کرنماز پڑھی ہے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائی ہے:

"عن قبيصة بن وهب عن ربيعة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يَؤُمّنا فيأخذ شماله بيمينه". رواه الترمذي وابن ماجه"(۲)۔

"عن سهل بن سعد رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان الناس يُؤمَرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلوة". رواه البخاري"(۳)۔

= "ووضع يمينه على يساره تحت سرته، و تضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديها". (الدرالمختار ، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة : ۱/۴۸۶،۴۸۷، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ : ﴿و ما اٰتاكم الرسول فخذوه و ما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ . (سورة الحشر :۷)

"أي مهما أمركم به فافعلوه، و مهما نهاكم عنه فاجتنبوه ، فإنه إنما يأمر بخير، و إنما ينهى عن شر". (ابن كثير :۴/۴۳۱، مكتبه دارالفيحاء ، دمشق)

(۲) (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في وضع اليمين على الشمال في الصلوة: ۱/۵۹،سعيد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلوة، أبواب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب وضع اليمين على الشمال في الصلوة، ص: ۵۹، مير محمد كتب خانه.)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب وضع اليمنىٰ على اليسرى في الصلوة : ۱/۱۰۲، قديمي)

یہ دونوں حدیثیں مشکوۃ شریف، ص:۷۵و۷۶ پر موجود ہیں(۱)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۹۰ھ۔

نماز میں ارسالِ یدین

سوال[۲۳۶۳]: مسلک مالکی میں کیا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، یہ کس حدیث پر عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حافظ ابن حجر نے فتح الباری، باب وضع اليمين على اليسرى في الصلوة: ۱۸۶/۲ میں امام مالک کی تین روایتیں نقل کی ہیں: اول جمہور کے موافق ہے یعنی وہی ترجمة الباب ہے(۲)، ثانی ارسال ہے، ثالث فرض اور نفل میں تفصیل ہے یعنی نفل میں وضع اور فرض میں ارسال ہے جیسا کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک: ۲۱۷/۱ میں مذکور ہے(۳)۔

"قال ابن عبد البر: لم يأت عن النبي صلى الله عليه وسلم فيه خلاف، وهو قول الجمهور من الصحابة والتابعين، وهو الذي ذكره مالك في المؤطا، و لم يحك ابن المنذر وغيره عن مالك، و روى ابن القاسم عن مالك الإرسال، و صار إليه أكثر أصحابه، و عنه التفرقة بين الفريضة والنافلة، و منهم من كره الإرسال، و نقل ابن حاجب أن ذلك حيث

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۷۵/۱، ۷۶، قديمي)

"ووضع الرجل يمينه على يساره تحت سرته آخذاً رُسغها بخنصره و إبهامه، هو المختار. وتضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديها". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۴۸۶/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة و آدابها: ۷۳/۱، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۵۳۸/۱، رشيديه)

(۲) (باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة: ۲۸۵/۲، قديمي)

(۳) "والثاني يضع في النافلة دون الفريضة، وهو رواية عنه". (أوجز المسالك شرح المؤطا، وضع اليدين: ۲۱۷/۱، مكتبه يحيويه سهارنفور)

یمسك معتمداً لقصد الراحة اھـ". فتح (۱)۔

اس عبارت سے حسبِ تصریح ابن عبدالبر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ترجمۃ الباب کے خلاف منقول نہیں، لیکن سعایہ میں طبرانی کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

"من حديث معاذ رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا دخل في الصلوة، رفع يديه حيال أذنيه، فإذا كبر أرسلهما، اهـ"(۲)۔

اور ایک حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر یعنی عمل نقل کیا ہے پھر ان دونوں کا جواب دیگر لکھا ہے:

"ومن ههنا قال بعض المحققين: إن الإرسال لا يثبت من طريق: لا صحيح و لا ضعيف، و لمولانا علي القاري المكي رسالة حقق فيها ثبوت الوضع و زيف الإرسال، اهـ".

سعاية: ۲/۱۵٦ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۹۵ھ

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

زیرناف ہاتھ باندھنے کو غلط کہنے والے کا جواب

سوال [۲۳۶۴]: حالتِ نماز میں زیرناف ہاتھ باندھنا غلط ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ نے زیرناف ہاتھ باندھنے کو غلط بتایا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے تو یہ حکم لگایا نہیں ہوگا، کہیں سے اجتہاد تو کیا نہیں ہوگا، دین کے مسئلہ میں رائے کو دخل دیا نہیں ہوگا، ضرور آپ کے پاس اس بات کی حدیث ہوگی اور وہ قوی ہوگی، ضعیف پر تو عمل کرتے نہ ہوں گے۔ اب اس مسئلے سے متعلق پوری حدیث سند اور حوالہ کے ساتھ تحریر فرمادیں کیونکہ بغیر دلیل اور بغیر حدیث کے اس قسم کی باتیں کرنا کوئی اچھا

(۱) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب وضع اليمنى على اليسرىٰ في الصلاة: ۲/۲۸۵، قديمي)

(۲) (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۱۵۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۱۵٦، سهيل اكيڈمي لاهور)

کام نہیں ہے بلکہ گمراہی پھیلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم کو سب کو گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے سے بچائے اور ہادیٔ عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کے اتباع کی توفیق دے اور دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین! فقط۔ والسلام۔

أملاہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۲۰/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

ہاتھ سینہ پر باندھنا

سوال[۲۳۶۵]: سینہ پر ہاتھ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور عورت کو سینہ پر اگر مرد نے سینہ پر، ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تب بھی نماز ہو جائے گی، مگر تارکِ سنت ہوا(۱)۔

"ووضع يمينه على يساره تحت سرته مستفتحاً لما روينا، وهو سنة القيام". زيلعي، ص: ۱۱۱ (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۱۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ذی الحجہ/۵۴ھ۔

نماز شروع کرتے وقت "بسم اللہ"

سوال[۲۳۶۶]: جب کوئی مصلی پر نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم ہے یا

---

(۱) "ترك السنة لا يوجب فساداً و لا سهواً، بل إساءةً لو عامداً غير مستخف، و قالوا: الإساءة أدون من الكراهة". (الدر المختار).

و في رد المحتار: "(قوله: عامداً غير مستخف) فلو غير عامد فلا إساءة أيضاً، بل تندب إعادة الصلوة". (كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۷۴، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۰، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۷، رشيديه)

(۲) (تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا تقدم تخريجه تحت عنوان: "نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا"۔)

نہیں اور اگر حکم ہے تو کتبِ نماز میں درج کیوں نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھڑے ہونے کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ الحمد شریف شروع کرنے کے وقت حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ثناء کی حیثیت

سوال[۲۳۶۷]: ثناء ہر نماز میں ایک حیثیت رکھتی ہے یا سنت ونفل میں دوسری اور فرض نماز میں کوئی اَور؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض، سنت، وتر، نفل، غرض ہر نماز میں پہلی رکعت میں ثناء پڑھی جائے گی، سب میں حیثیت ایک ہی ہے: "و ثنى كل مصل الخ". نور الإيضاح(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۹۵ھ۔

---

(۱) "وفي ذكر تسمية بعد التعوذ إشارة إلى محلها، فلو سمى قبل التعوذ أعادها بعده لعدم وقوعها في محلها، ولو نسيها حتى فرغ من الفاتحة، لايسمي لأجل فوات محلها". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۴۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/ ۴۹۰، سعيد)

(۲) (نور الإيضاح متن مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية ترتيب، ص: ۲۸۱، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا استفتح الصلوة قال: "سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك و لا إله غيرك". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك: ۱/ ۱۱۳، دارالحديث ملتان)

"وقد تقدم أنه سنة لرواية الجماعة أنه كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول إذا افتتح الصلوة، أطلقه فأفاد أنه يأتي به كل مصل إماماً كان أو مأموماً أو منفرداً". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة و آدابها و كيفيتها: ۱/ ۷۳، رشيديه)

ثناء پڑھنے کا وقت

سوال[۲۳۶۸]: زید امامت کے لئے کھڑا ہوا اور "قد قامت الصلوۃ" پر نیت باندھ لی، مقتدی اور مکبر حضرات نے بعد تمام اقامت فوراً نیت باندھی، لیکن امام کے سورۃ فاتحہ شروع کرنے کی وجہ سے ثناء نہیں پڑھ سکے، یہ زید کی عادت ہے کہ ثناء پڑھنے کی مہلت نہیں دیتا۔ بعد نماز عمر نے اعتراض کیا کہ اے زید امام! ہم تمام مقتدی مکبر کب ثناء پڑھیں؟ زید جواب دیتا ہے کہ ثناء نہ پڑھی جائے تو کوئی بات نہیں، اگر ثناء پڑھنا ہو تو "قد قامت الصلوۃ" پر فوراً میرے ہمراہ نیت باندھو اور ثناء پڑھو، اور ثناء کی ذمہ داری میرے اوپر نہیں ہے۔ عمر سوال کرتا ہے زید سے کہ مقتدیوں کو اقامت کا جواب بھی دینا ہوتا ہے، زید کہتا ہے کہ اقامت کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ عمر زید سے کہتا ہے کہ اگر ہم لوگ قد "قامت الصلوۃ" پر نیت باندھ لیں اور لیکن بکر کب نیت باندھے اور کب ثناء پڑھے؟ تو زید کہتا ہے کہ زیادہ بولو نہیں ورنہ پٹک کر چڑھ بیٹھوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"و شروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة، و لو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً، وهو قول الثاني والثالثة، وهوأعدل المذاهب، كما في شرح المجمع لمصنفه. و في القهستاني معزياً للخلاصة: أنه الأصح اهـ". درمختار۔ "(قوله:وهو) التأخر المفهوم من قوله: أخر (قوله: انه الأصح)؛ لأن فيه محافظةً على فضيلة متابعة المؤذن و إعانةً له على الشروع مع الإمام اهـ". ردالمحتار: ۱/۳۳۲ (۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اقامت ختم ہونے پر نماز شروع کرے تاکہ مکبر امام کی متابعت بروقت کرلے۔ امام کو جواب کا وہ طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہئے جو سوال میں مذکور ہے، ثناء پڑھنا سنت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۶/۲۴ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفةالصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: "ثناء کی حیثیت"۔

سری نماز میں ثناء کا حکم

سوال[۲۳۶۹]: سرّی نماز میں مقتدی کو پہلی رکعت میں رکوع سے تھوڑی دیر پہلے آ کر ملنے تک ثناء پڑھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مقتدی کے لئے ثناء کا پڑھنا

سوال[۲۳۷۰]: امام قرأت کررہا ہے تو مقتدی کو ثناء پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح سرّی نماز میں جب یہ یقین ہو کہ امام قرأت کررہا ہے تو مقتدی کا ثناء پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہری نماز میں امام کے قرأت شروع کرنے کے بعد مقتدی ثناء نہ پڑھے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "أدرک الإمام في القيام، يثني ما لم يبدأ بالقراءة، و قيل: في المخافتة يثني، و لو أدركه راكعاً أو ساجداً، إن أكبر رأيه أنه يدركه، أتى به". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۸۸، ۴۸۹، سعيد)

(و كذا في منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۰، رشيديه)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۸، مكتبه إمداديه ملتان)

(و كذا في حاشية العلامة الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وقرأ سبحانك اللّهم تاركاً مقتصراً عليه إلا إذا شرع الإمام في القراءة سواء كان مسبوقاً أو مدركاً، و سواء كان إمامه يجهر بالقراءة أو لا، فإنه لا يأتي به". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۸۸، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۰، رشيديه)

(و كذا في حاشية العلامة الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۸، مكتبه إمداديه ملتان)

نماز شروع ہونے کے بعد مقتدی آیا وہ ثناء کب پڑھے؟

سوال[۲۳۷۱]: امام نے جہری نماز میں قرأت شروع کردی اس کے بعد زید نماز میں آکر ملاتو وہ اب ثناء کب پڑھے؟

غلام رسول حاجی اسماعیل، ترکیسر ضلع سورت۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سورت شروع کردی ہے تو زید ثنا نہ پڑھے(۱)، اگر فاتحہ شروع کی ہے اور امام کے سکتات اور آیات کے وقف کے وقت پڑھ سکتا ہے تو پڑھے ورنہ نہ پڑھے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶۴/۳/۲۴ھ۔

ثناء کے آخر میں "ک" پر زبر ہے یا جزم؟

سوال[۲۳۷۲]: نماز میں جو ثنا پڑھتے ہیں ثنا کے آخر میں "و لا إلـه غيرَكَ" پڑھنا چاہئے یا "غيركْ" پڑھا جائے؟ کتاب اور سنت کی روشنی میں مطلع فرمادیں۔

---

(۱) "ثم اعلم أن الثناء يأتي به كل مصل، فالمقتدى يأتي به مالم يشرع الإمام في القراءة مطلقاً الخ".
(حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۵۹، قديمى)
(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۸۸، ۴۸۹، سعيد)
(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۰، رشيديه)
(وكذا في حاشية الإمام الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "و قال بعضهم: يأتي بالثناء عند سكتات الإمام كلمةً كلمةً، و عن الفقيه أبي جعفر الهندواني: إذا أدرك الإمام في الفاتحة يثني بالاتفاق". (الحلبي الكبير، صفة الصلوة، ص: ۳۰۴، سهيل اكيڈمى لاهور)
(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية ترتيب، ص: ۲۸۲، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثناء کے بعد اگر "أعوذ" پڑھنا ہوتو "غیرك" کاف کے زبر کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں، اگر "کاف" پر سانس ختم کرنا ہوتو "کاف" کو ساکن کردیں۔ اگر ثناء کے بعد "أعوذ" نہ پڑھنا ہو جیسا کہ مقتدی کا حال ہوتا ہے تو "کاف" کو ساکن کردیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ۔

فاتحہ سے پہلے "بسم اللّٰہ"

سوال [۲۲۷۳]: کیا جب بھی سورۂ فاتحہ پڑھی جائے گی اس سے پہلے "بسم اللّٰہ" پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں جب بھی سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اس سے پہلے "بسم اللّٰہ" پڑھنا سنت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۳/۲/۹۰ھ۔

سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان تسمیہ کا حکم

سوال [۲۲۷۴]: سورہ فاتحہ کے بعد درمیانی سورۃ کے تسمیہ پڑھنا کیسا ہے؟ اگر پڑھ لیا جائے تو حنفیہ

(۱) "كما تعوذ سمى .... سراً في أول كل ركعة و لو جهرية". (الدرالمختار).

"و ذكر في المحيط : المختارقول محمد ، و هو أن يسمى قبل الفاتحة و قبل كل سورة في كل ركعة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۰، سعيد)

"(و قوله : في كل ركعة): أى في ابتداء كل ركعة، فلا تسن التسمية بين الفاتحة والسورة مطلقاً عندهما ، و قال محمد: تسن إذا خافت، لا إن جهر". (البحر الرائق، كتاب الصلوة ، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۵، رشيديه)

"(قوله: و سمى سراً) حالٌ من الضمير في سمى مساراً في ابتداء كل ركعة سريةً كانت أو جهريةً". (النهر الفائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۱۰ ، إمداديه ملتان)

کے نزدیک کیا ہوگا؟ جہراً و سراً بھی تشریح کردیں گے اس کے متعلق صاحب درمختار لکھتے ہیں:

"لاتسن بین الفاتحة والسورة مطلقاً و لو سرية و لا تكره اتفاقاً". باب صفة الصلوة(۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ردالمختار: ۱/ ۴۵۷ (۲) اور شرح مراقی الفلاح میں تصحیح اور فتویٰ مذکور ہے (۳) نیز بحر میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الدرالمختار، فصل في بيان تاليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۴۹۰، سعيد)

(۲) (قوله: لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقاً) ثم إن هذا قولهما و صححه في البدائع وقال محمد: تسن إن خافت لا إن جهر ....اهـ". (الدرالمختار). " (قوله: و لا تكره) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً كان حسناً عند أبي حنيفة، و رجحه المحقق ابن الهمام و تلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها آيةً من كل سورة. (ردالمحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/ ۴۹۰، سعيد)

(۳) "ثم اعلم أنه لا فرق في الاتيان بالبسملة بين الصلاة السرية والجهرية، و في حاشية المؤلف على الدرر: و اتفقوا على عدم الكراهة في ذكرها بين الفاتحة والسورة، بل هو حسن سواء كانت الصلوة سرية، أو جهرية، و ينافيه ما في القهستاني أنه لا يسمي بين الفاتحة والسورة في قولهما و في رواية عن محمد قال في المضمرات: والفتوى على قولهما، و عن محمد أنها تسن في السرية دون الجهرية لئلا يلزم الإخفاء بين جهرين، و هو شنيع و اختاره في العناية، و المحيط، و قال في شرح الضياء: لفظ الفتوى آكد من المختار، و ما في الحاشية تبع فيه الكمال و تلميذه ابن أمير حاج حيث رجحا ان الخلاف في السنية، فلا خلاف أنه لو سمى لكان حسناً لشبهة الخلاف في كونها آية كل سورة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۰، ۲۶۱، قديمي)

(۴) "(قوله: في كل ركعة) أي في ابتدا كل ركعة فلا تسن التسميةبين الفاتحة والسورة مطلقاً عندهما. و قال محمد: تسن إذا خافت لا إن جهر و صحح في البدائع قولهما والخلاف في الاستنان أما عدم الكراهة فمتفق عليه و لهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة كان حسناً عند أبي حنيفة، سواء كانت تلك السورة مقروءةً سراً أو جهراً و رجحه المحقق ابن الهمام و تلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها آيةً من كل سورة". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۴۵، رشيديه) .... =

"أعوذ باللّٰہ" اور "بسم اللّٰہ"

سوال[۲۳۷۵]: نماز (میں ثناء) کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا سنت ہے یا نہیں؟ اور رکعت کے شروع میں بھی قراءۃ سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص ثناء کے بعد "الحمد" پڑھے گا، جیسے امام اور منفرد وہ "اعوذ باللہ" و "بسم اللہ" بھی پڑھے گا۔ (اور جو شخص ثناء کے بعد الحمد نہیں پڑھے گا) جیسے مقتدی وہ اعوذ باللہ و بسم اللہ نہیں پڑھے گا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

آمین بالجہر

سوال[۲۳۷۶]: امام کے پیچھے آمین بلند آواز سے کہنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کے پیچھے مقتدیوں کو اور خود امام کو آمین آہستہ کہنا چاہیئے:

"عن وائل بن حجر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم، فلما قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال: "آمین" وأخفی بها صوته". رواه الإمام أحمد

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۰، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۹۲، ۲۹۳، المصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۱) "وكما استفتح تعوّذ بلفظ أعوذ على المذهب سراً لقراءة .... وكما تعوّذ سمى غير المؤتم بلفظ البسملة". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۴۸۹، سعيد)

وفي الفتاوى العالمكيرية: "ثم يقول: سبحانك اللهم .... إماماً كان أو مقتدياً أو منفرداً، ثم يتعوذ .... ثم التعوذ تبع للقراءة دون الثناء عند أبي حنيفة و محمد رحمهما الله .... ثم يأتي بالتسمية". (كتاب الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة و أدابها: ۱/۷۳، ۷۴، رشيديه)

(وكذا في التبيين، كتاب الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة: ۱/۱۱۱، ۱۱۲، امداديه ملتان)

والترمذی". آثار السنن: ۱/ ۹٦(۱)۔

آمین بالجہر

سوال[۲۳۷۷]: آمین حدیث شریف سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق حدیثیں دونوں قسم کی ہیں، بعض میں بالجہر ہے بعض میں بالسر (۲)، امام ابوحنیفہ رحمہ

(۱) (آثار السنن، باب ترک الجهر بالتأمين، ص: ۱۲۴، مكتبه إمداديه ملتان)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۴۱۳/۵، رقم الحديث: ۱۸۳۷۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء في التأمين: ۱/ ۵۸، سعيد)

"وأمّن الإمام سراً كمأموم و منفرد و لو في السرية ولو من مثله في نحو جمعة و عيد". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/ ۴۹۲، سعيد)

"إذا فرغ من الفاتحة قال: آمين والسنة فيه الإخفاء، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع، الفصل الثاني في بيان سنن الصلوة وآدابها وكيفيتها: ۱/ ۷۴، رشيديه)

(۲)" عن وائل بن حجر رضي الله تعالىٰ عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فلما قرأ غير المغضوب عليهم و لا الضالين قال: "آمين" وأخفى بها صوته". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۴۱۳/۵، رقم الحديث: ۱۸۳۷۵، دار إحياء التراث العربي)

(وآثار السنن، باب ترک الجهر بالتأمين، ص: ۱۲۴، مكتبه إمداديه ملتان)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: " إذا أمّن الإمام فأمّنوا، فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة، غفرله ماتقدم من ذنبه". قال ابن شهاب: و كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "آمين". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين: ۱/ ۱۰۸، قديمي)

"عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ ولا الضالين فقال: "آمين" يمدّ بها صوتها". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۴۱۲/۵، رقم الحديث: ۱۸۳۶۳، دار إحياء للتراث العربي بيروت)

اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آمین بالسر کہا جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آمین بالجہر کہی جائے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوقول ہیں: قول قدیم امام احمد کے موافق ہے، قول جدید امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے موافق ہے(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ أعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ذی الحجہ/۵۴ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔

آمین بالجہر، رفع یدین میں اختلاف اَوْلَوِیّت کا ہے

سوال [۲۳۷۸]: آج تک بعض علمائے دین سے قرأت خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مختلف فیہ مسائل کے بارے میں ہم لوگ یہ سنتے تھے کہ اس میں قرأت خلف الامام کے علاوہ باقی تمام مسائل میں اختلاف اولویت وغیر اولویت میں ہے، لیکن شامی میں بحوالہ مکحول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے،

---

(۱) "قال سراً، هذا هو قول مالك في رواية عنه، والشافعي في قوله الجديد: إن المنفرد والإمام والمأموم كل منهم يسر بآمين جهريةً كانت الصلوة أو سريةً اهـ.............. في صفحة مائة و خمسة و سبعين".

"وذهب الشافعي في المشهور عنه المختار عند جمهور أصحابه وأحمد وعطاء وغيرهم إلى أن الجهر للإمام في الجهرية مسنون الخ". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، صفة التأمين: ۲/۱۷۳، ۱۷۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

"وقال مالك: يؤمّن المقتدي فقط سراً، و هكذا مروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ في مؤطا محمد، و الرواية الثانية عن أبي حنيفة و هو مختار صاحبيه أن يأتي به الإمام والمقتدي سراً. والقول القديم للشافعي رحمه الله تعالىٰ أن يجهر الإمام و يسرّ القوم، و في الجديد جهر هما به، و به قال أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ. و لم أجد تصريح الجهر عن الموالك بل صرح في المدونة بالإخفاء". (فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب التسميع والتحميد والتأمين: ۲/۹، المكتبة الرشيديه، كراتشي)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين: ۶/۵۰، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

نیز اسی جگہ تحریر ہے کہ مکروہ ہے(۱)، لفظ ''مکروہ'' مطلقاً ہے جس سے ذہن میں تبادر مکروہِ تحریمی کی طرف ہوتا ہے۔صحیح نوعیت بیان فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام جصاص رازی(۲) وسرخسی رحمہما اللہ وغیرہ نے اس کواختلافِ اولویت ہی قرار دیا ہے، مفسدِ صلوۃ قرار نہیں دیا، یہی روایت امام صاحب کی روایتِ مشہورہ متواترہ ہے، روایت مکحول اس کے مقابلہ میں قابل احتجاج نہیں۔علامہ شامی نے روایتِ مرفوعہ نقل کی ہے اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے(۳)، مگر ملاعلی قاری(۴) اورعلامہ پٹنی نے اس کوموضوع لکھا ہے(۵)، اس لئے نہ یہ روایت سندِ صحیح سے ثابت ہے، نہ امام اعظم کی طرف اس کی نسبت سندِ صحیح سے ثابت ہے۔مکروہ کے متعلق تحقیق یہ ہے:

---

(۱) "(قوله: إلا في سبع) إشارة إلى أنه لا يرفع عند تكبيرات الانتقالات خلافاً للشافعي وأحمد، فيكره عندنا، و لا يفسد الصلوة إلا في رواية مكحول عن الإمام". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۵۰۶، سعيد)

(۲) "وأما ماليس بفرض فهم يخيرون في أن يفعلوا ماشأوا منه، و إنما الخلاف بين الفقهاء فيه في الأفضل منه". (أحكام القرآن للجصاص تحت آية: ﴿يأيها الذين امنوا كتب عليكم الصيام﴾. البقرة: ۱۸۳، الآية. باب كيفية شهر والشهر: ۱/۲۰۴، دارالكتاب العربي، بيروت)

(وكذا في مرقات شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة (تحت رقم هذا الحديث: ۷۹۲): ۲/۵۰۲، رشيديه)

(۳) "(قوله: إلا في سبع) أشار إلى أنه لايرفع عند تكبيرات الانتقال، خلافاً للشافعي وأحمد فيكره عندنا ولايفسد الصلوة، إلا في رواية مكحول عن الإمام". (ردالمحتار: ۱/۵۰۶، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، سعيد)

(۴) "ومن ذلک أحاديث المنع من رفع اليدين في الصلوة عندالركوع والرفع منه، كلها باطلة، لايصح منها شيئ". (الموضوعات الكبرىٰ للعلامه ملا على القارى، ص: ۳۵۴، قديمى)

(۵) (تذكرة الموضوعات، باب الصلاة وإثم تاركها، والخشوع فيها، وتحقيقها، والصف الأول، والتنوير في الفجر، ورفع اليدين والبتيراء والسرقة فيها ونحو ذلک، ص: ۳۹، الإدارة المنيرية، مصر)

"وإذا ذكروا مكروهاً فلا بد من النظر في دليله". شامی (۱) اس لئے مکروہ تحریمی قرار دینا دشوار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۸۷ھ۔

مقتدیوں کی اطلاع کے لئے کسی کو آمین بالجہر کے لئے متعین کرنا

سوال[۲۳۷۹]: امام صاحب بکر کو حکم دیتے ہیں کہ میری آواز دور تک نہیں جاتی لہٰذا تم آمین زور سے (بالجہر) کہہ دیا کرو تاکہ دوسرے لوگ اس کی آمین سن کر آمین کہیں جو حنفی مسلک کے خلاف ہے، امام صاحب ضعیف آدمی ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے بوجہ کثرتِ جماعت بکر کو کہا کہ تم آمین بالجہر کہنا تاکہ باقی مقتدیوں کو پتہ چل جائے، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا، امام صاحب نے جواب دیا کہ بکر بھی مقتدی ہے اس کو آمین جہراً کہنا جائز ہے، تمام ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں اختلاف افضلیت میں ہے، احناف کے نزدیک سراً افضل ہے اور شوافع کے نزدیک جہراً افضل ہے، جیسا کہ اطلاع امام کے لئے سبحان اللہ کہنا شارع علیہ السلام سے ثابت ہے۔ اس پر عوام الناس نے شور مچایا ہے، امام صاحب غیر مقلد ہیں، حالانکہ امام صاحب نے آمین بالجہر کو نہ سنت مؤکدہ کہا ہے، نہ اس کے تارک کو مجرمِ اسلام کہا ہے، بلکہ ایک دفعہ واقعہ ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اطلاع کے لئے آمین بالجہر کہنے کی کیا ضرورت ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک آمین آہستہ کہنا سنت ہے بالجہر سنت نہیں (۲) تو پھر بالجہر کہہ کر یا کسی مقتدی سے کہلوا کر شور وشغب کا دروازہ کھولنا قرینِ

---

(۱) والعبارة بأسرها: "فحينئذٍ إذا ذكروا مكروهاً، فلا بد من النظر في دليله، فإن كان نهياً ظنياً يحكم بكراهة التحريم إلا لصارف للنهي عن التحريم إلى الندب، فإن لم يكن الدليل فيها بل كان مفيداً للترك الغير الجازم، فهي تنزيهية". (ردالمحتار: ۱/۱۳۲، كتاب الطهارة، مطلب في تعريف المكروه وانه قد يطلق على الحرام والمكروه تحريماً وتنزيهاً، سعيد)

(۲) "ويخفونها: أي يخفي الإمام والمقتدون آمين، لقول ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: أربع يخفيهن الإمام: التعوذ والتسمية وآمين وربنا لك الحمد اهـ". (الحلبي الكبير، ص: ۳۰۹، سهيل اكيڈمي لاهور) =

دانشمندی نہیں اور محض ایک مرتبہ آمین بالجہر کہنے سے مقتدیوں کا امام کو غیر مقلد کہنا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ شعبان/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آمین بالجہر سے دوسروں کی نماز پر اثر

سوال [۲۳۸۰]: ہم حنفیوں کی جماعت میں اہلِ حدیث مسلک کے لوگ شریکِ نماز ہوکر الحمد کے بعد آمین بالجہر اپنے طریقہ کے مطابق بلند آواز سے کہتے ہیں، کیا بلند آواز سے کہنے سے ہماری نماز میں تو کوئی خرابی نہیں آئی اور ان کو مسجد میں آنے سے روکنے کا حق ہم لوگوں کو ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کے زور سے آمین کہنے کی وجہ سے حنفیوں کی نماز خراب نہیں ہوگی، اگر وہ کوئی فتنہ وفساد نہیں کرتے، مسجد میں آکر صرف اپنے طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں تو ان کو مسجد میں آنے سے نہ روکیں نہ ان سے بحث کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۶/ ۸۷ھ۔

جواب صحیح ہے، لیکن اہلِ حدیث حضرات کے نزدیک بھی بالجہر آمین کہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف اتنی آواز سے کہنا کافی ہے کہ پاس کا آدمی سن سکے، اس لئے بلا وجہ زور سے چیخنے کے بجائے جہرِ ادنیٰ پر کفایت کرنی چاہئے اور حنفیوں کی رعایت کرنی چاہئے، کیونکہ اس چیخنے سے یقیناً حنفیوں کی توجہ نماز سے ہٹ کر اس آواز پر جائے گی، لہٰذا یہ طریقہ مذموم ومعیوب ہوگا۔ فقط۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۸۷ھ۔

= "أن الإسرار بها سنة أخرى". (رد المحتار: ۱/ ۴۷۶، کتاب الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۵۴۲، ۵۴۶، ۵۴۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، رشيديه)

رفع یدین

سوال[۲۳۸۱]: رفع یدین کرنا کیسا ہے؟ بینواتو جروا۔

المستفتی: بندہ ابوذر گوریہاری، مظفر پوری، بہاری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رفع یدین سات جگہ سنت مؤکدہ ہے: تکبیر تحریمہ کے وقت، دعائے قنوت، تکبیراتِ عیدین، استلامِ حجر، صفاومروہ، عرفات، جمرات:

"ولا یسن مؤکداً مع رفع یدیه إلا فی سبع مواطن کما ورد: تکبیرة افتتاح وقنوت و عید واستلام والصفا والمروة وعرفات والجمرات". درمختار: ۱/۵۴۸ (۱)۔

ان مواضع کے علاوہ سنتِ موکدہ نہیں اورعام نمازوں میں بجز تکبیر تحریمہ اَور کسی جگہ سنت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اَعلم وعلمہ واَتم واَحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۱۲/۱۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ذی الحجہ/۵۴ھ، سعید احمد غفرلہ۔

رفعِ یدین

سوال[۲۳۸۲]: رفع یدین کرنا چاہئے یانہیں، اگر نہیں کرنا چاہئے تواس کی دلیل لکھئے کہ کہیں منع ثابت ہے یانہیں؟

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تالیف الصلوة: ۱/۵۰۶، سعید)

"عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: ألا أصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فصلی، فلم یرفع یدیه إلا فی أول مرة". (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب رفع الیدین عند الرکوع: ۱/۵۹، سعید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع: ۱/۱۰۹، دار الحدیث ملتان)

(إعلاء السنن، کتاب الصلوة، باب ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح: ۳/۴۵، إدارة القرآن کراچی)

"عن الأسود قال: رأیت عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه یرفع یدیه فی أول تکبیرة ثم لا یعود". رواه الطحاوی و قال: هو حدیث صحیح اهـ. وفی الدرایة: رجاله ثقات". (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، باب ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح: ۳/۴۸، إدارةالقرآن کراچی)

الجواب حامداً و مصلياً:

تکبیرِ افتتاح کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں ہے:

"عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: ألا أصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة". رواه الثلاثة وهو حديث صحيح". آثار السنن: ۱/۹۶(۱)۔

عورت کے ذمہ نمازِ عید اور رفع یدین وغیرہ

سوال[۲۳۸۳]: میں نے سنا ہے کہ عورت نمازِ عید نہ گھر اور نہ عیدگاہ میں پڑھے، گویا عورت پر واجب نہیں۔ اس کے متعلق جلد آگاہ کریں۔ عورت اگر نمازِ جمعہ جامع مسجد میں پڑھے تو کیسا ہے؟ جو جماعتِ اہلِ حدیث کہلاتی ہے وہ قرآن میں آیتیں نکال نکال کر دکھاتی ہے اور کہتی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے، یہ نہیں کہ تمام نماز کو بیان کر کے یعنی اتنی رکعت فرض یا سنت واسطے اللہ پاک کے میرا منہ کعبہ شریف کے اور اللہ اکبر، یہ غلط ہے۔ اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کو قصداً کیا ہے اور ہمیشہ کے لئے کیا ہے۔ آپ ہم کو بتلائیں قرآن پاک میں کس جگہ انکار ہے؟

---

(۱) (آثار السنن، باب ترك رفع اليدين في غير الإفتتاح، ص: ۱۳۲، إمداديه ملتان)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱/۱۰۹، دار الحديث ملتان)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۱/۵۹، سعيد)

"و لا يسن رفع يديه إلا في سبع مواطن". (الدر المختار).

"(قوله: إلا في سبع) إشارة إلى أنه لا يرفع عند تكبيرات الانتقالات، خلافاً للشافعي و أحمد، فيكره عندنا، و لا يفسد الصلوة إلا في رواية مكحول عن الإمام". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۹، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح: ۳/۴۵، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت پر نماز عیدین نہیں (۱) نہ اس کے ذمہ عیدگاہ میں جانا ہے (۲) نہ گھر پر نماز عید لازم ہے (۳)، عورت پر جمعہ بھی نہیں، اس کو چاہئے کہ اپنے گھر پر ظہر کی نماز ادا کرے، جمعہ کے لئے جامع مسجد نہ جائے (۴)، اگر دل کے ارادہ کو زبان سے بھی کہے تو منع نہیں (۵)۔

---

(۱) "تجب صلاتهما في الأصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب العيدين: ۱۶۶/۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة العيدين: ۵۳۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"(وشرط لافتراضها): أقول: فيه نظر بل يقتضي عدم خروجها إلى مجامع الرجال، و لذا لا تجب على المرأة، فافهم". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۱۵۳/۲، ۱۵۴، سعيد)

"والذى لا جمعة عليه هو المريض والمسافر والمرأة والعبد والمختفي من السلطان الظالم اهـ". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاةالجمعة: ۵۲۳/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "و يكره حضور هن الجماعة ولو لجمعة و عيد و وعظ مطلقاً و لو عجوزاً ليلاً على المذهب المفتى به لفساد الزمان". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الامامة: ۵۶۶/۱، سعيد)

(۳) "تجب صلاتها على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۱۶۶/۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة العيدين: ۵۳۷/۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۴) "ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان وإقامة، والمسافرون إذا حضروا يوم الجمعة في مصريصلون فُرادىٰ، وكذلك أهل المصر إذا فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرض ويكره لهم الجماعة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة: ۱۴۵/۱، رشيديه)

(۵) "(والنية وهي الإرادة .... لاالعلم .... والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة) .... وهو أن يعلم بداهة).......... أىّ صلاة يصلي)........... (والتلفظ بها مستحب) هو المختار".

(تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۱۴/۱، ۴۱۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة، الفصل الرابع في النية: ۶۵/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۸۳/۱، رشيديه)

قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اللہ أکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو کہا ہے، کسی حدیث شریف میں یہ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع یدین ہمیشہ کرنے کو فرمایا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے اور بس۔ پھر کسی دوسرے موقع پر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے(۱)، زیلعی میں اس کی سند مذکور ہے(۲)، قرآن پاک میں تو رفع یدین کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۶ھ۔

رفعِ یدین کی حکمت

سوال[۲۳۸۴]: شیعہ مجتہد نے بیان کیا کہ حدیثِ اہل سنت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ آستین میں بت لیکر نماز پڑھتے تھے، حکم ہوا کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھو۔ کیا یہ مضمون کسی حدیث کا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ تھا کہ وہ اشتہار بھیج دیا جاتا تا کہ اس کا منشاء معلوم ہو جاتا کہ ان روایات کو غیر معتبر اور موضوع

---

(۱) "عن علقمه قال: قال عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه: ألا أصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فصلى، فلم يرفع يديه إلا في أول مرة". (سنن الترمذى، أبواب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۱/۵۹، سعيد)

(وأبوداؤد، كتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عندالركوع: ۱/۱۰۹، دارالحديث، ملتان)

(وإعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح: ۳/۴۵، إدارة القرآن، كراچى)

(۲) "عن وكيع عن سفيان الثورى عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة، قال: قال عبدالله بن مسعود: ألأصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فصلى، فلم يرفع يديه إلا في أول مرة". وفي لفظ: "فكان يرفع يديه أول مرة، ثم لايعود. قال الترمذي: حديث حسن، انتهى، اهـ".

(نصب الراية، كتاب الصلوة: ۱/۳۹۴، مؤسسة الريان، المكتبة المكية)

قرار دینا ہے.........کتب سے بدظن کرنا مقصود ہے، یا اپنے مسائل کتب مذکورہ سے ثابت کرنا ہے، یا یہ بتانا ہے، کہ ان لوگوں کا عمل اپنی کتب پر نہیں، یا کچھ اور مقصود ہے تاکہ اس کے مطابق جواب تحریر کیا جاتا۔ تاہم مختصراً عرض ہے کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ: ۱/۲۰۲ میں رفع یدین کی متعدد حکمتیں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"و زاد بن رسلان: قيل: إن كفار قريش و غيرهم كانوا يصلون مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: وأصنامهم تحت آباطهم، فأمروا بالرفع ليسقطوا" (۱)۔ مجتہد شیعہ نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب میں ہے اور اعتراض مقصود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

رفع یدین، آمین بالجہر، قرأت فاتحہ، تراویح

سوال [۲۳۸۵]: ۱......زید امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور عمر نہیں پڑھتا اور دونوں اپنے کو محمدی کہتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق کس کی نماز صحیح ہوگی اور کس کی نہیں؟

۲......بکر آمین بالجہر کا قائل ہے اور زید آمین بالجہر کا قائل نہیں، کس کا عمل اور قول صحیح ہے؟

۳......رفع یدین کرنا شریعتِ محمدیہ کے مطابق ہے یا نہیں؟

۴......زید صلوۃ عیدین میں بارہ تکبیر کہتا ہے اور عمر چھ تکبیروں کا قائل ہے۔ آخر صحیح حدیث کیا ہے؟

۵......بیس رکعات تراویح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......سوال واضح نہیں، زید اور عمر میں جو اختلاف ہے وہ سری نماز میں ہے یا جہری نماز میں۔ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ محمدی کا کیا مصداق ہے، آیا یہ نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے یا کسی اور امام کی طرف، جیسے امام محمد بن حسن یا امام محمد بن ادریس وغیرہما؟ یہ لفظ کتب حدیث میں تو کہیں نہیں ملتا۔ آپ کے سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ محاکمہ چاہتے ہیں تو وہ موقوف ہے ہر دو کے دلائل کے معلوم ہونے پر، آپ نے کسی کی دلیل بھی نہیں لکھی۔

۲......یہاں بھی دونوں کی دلیل لکھئے تب محاکمہ سوال کیجئے۔

---

(۱) (أوجز المسالك شرح مؤطأ مالك، افتتاح الصلوة، رفع اليدين عند الركوع وغيره: ۱/۲۰۲، المكتبة اليحيوية بسهارنفور يوبي الهند)

۳......افتتاحِ صلوۃ کے وقت رفع یدین احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے(۱) اس کے علاوہ بعض مواقع میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں (۲)۔

۴......یہاں بھی دونوں کی دلیلیں لکھیے، نیز صحیح حدیث کی تعریف کیجئے مگر یہ تعریف کتاب وسنت سے کیجئے۔

۵......کیا کسی صحیح حدیث میں تراویح کا لفظ آیا ہے؟ نیز مرفوع حدیث کی تعریف کیا ہے۔ جو بات لکھیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحیح فرمان سے لکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۳ھ۔

---

(۱) "عن سالم بن عبد الله عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يرفع يديه حَذو منكبيه إذا افتتح الصلوة، و إذا كبّر للركوع، و إذا رفع رأسه من الركوع، رفعهما كذلك أيضاً، وقال: "سمع الله لمن حمده ربنا و لك الحمد" وكان لا يفعل ذلك في السجود". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواءً: ۱/۱۰۲، قديمي)

"و عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنهٗ عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنه كان إذا قام إلى الصلوة المكتوبة، كبّر، و رفع يديه حذو منكبيه". إلى آخر الحديث. رواه الخمسة و صححه أحمد و الترمذي".

" وعن أبي حميد الساعدي رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا قام إلى الصلوة رفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه". الحديث. أخرجه الخمسة إلا النسائي، و صححه الترمذي وغير ذلك من الأحاديث". (آثار السنن، باب رفع اليدين عند تكبيرة الإحرام و بيان مواضعه، ص: ۸۱، إمداديه ملتان)

(۲) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يرفع يديه حَذو منكبيه إذا افتتح الصلوة، و إذا كبر للركوع وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما، كذلك أيضاً، و قال: "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" وكان لا يفعل ذلك في السجود". رواه الشيخان" قال النيموي: و في الباب عن أبي حميد الساعدي رضي الله تعالىٰ عنه و مالك بن الحويرث و وائل بن حجر و علي وغيرهم -رضي الله تعالىٰ عنهم- من اصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (آثار السنن، باب رفع اليدين عند الركوع و عند رفع الرأس من الركوع ص: ۱۲۹، امداديه ملتان) ...... =

رکوع میں "سبحان ربی الکریم" پڑھنا

سوال[۲۳۸۶]: نماز کے اندر رکوع میں "سبحان ربی العظیم" کے بجائے "سبحان ربی الکریم" پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص "العظیم" کے بجائے "أجیم" پڑھتا ہو تو وہ دائرہ اسلام میں رہتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا ایمان کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں "سبحان ربی العظیم" ہے، "سبحان ربی الکریم" پڑھنا حدیث شریف کے خلاف ہے(۱)۔ جو شخص عین وظا ادا نہیں کرتا وہ "أجیم" پڑھتا ہوگا، اس طرح پڑھنا غلط ہے(۲) لیکن اس سے

= "عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: ألا أصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم؟ فصلی، فلم یرفع یدیه إلا فی أول مرة". رواه الثلاثة، وهو حدیث صحیح".

"عن الأسود قال: رأیت عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه یرفع یدیه فی أول تکبیرة ثم لا یعود". رواه الطحاوی وأبو بکر بن أبی شیبة، وهو أثر صحیح". (آثار السنن، باب ترک رفع الیدین فی غیر الإفتتاح، ص: ۱۳۲، ۱۳۶، امدادیه ملتان)

(۱) "عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا رکع أحدکم، فقال فی رکوعه: سبحان ربی العظیم ثلاث مراتٍ، فقد تمّ رکوعه، و ذلک أدناه، وإذا سجد فقال فی سجوده: سبحان ربی الأعلی ثلاث مرات، فقد تم سجوده، و ذلک أدناه". (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود: ۱/۶۰، سعید)

(وسنن أبی داؤد: ۱/۱۲۹، کتاب الصلوة، باب مقدار الرکوع والسجود، دارالحدیث ملتان)

"[تنبیه]: السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم". (رد المحتار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۹۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۰، رشیدیه)

(۲) "ومنها زلة القاری، فلو فی إعراب .... ولو زاد کلمةً أو نقص .... أو بدّله بآخر نحو .... "انفرجت" بدل: "انفجرت"، "إیاب بدل: "أواب"، لم تفسد مالم یتغیر المعنی، إلاما یشقّ تمییزه کالضاد والظاء، فأکثرهم لم یفسدها". (الدرالمختار: ۱/۶۳۰-۶۳۳). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ تحته: "إن الخطاء إما فی الإعراب .... أو فی الحروف بوضع حرف مکان حرف". =

کافر نہیں ہوتا کیونکہ جو شخص عین وظا ادا نہیں کر پاتا وہ مجبور ہے، اس کو صحیح ادا کرنے کی کوشش لازم ہے(۱)، جب تک صحیح ادا نہ کر سکے اس کو "سبحان ربی الکریم" پڑھنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

رکوع، سجدہ کی تسبیح کا موقع نہ ملے تو کیا کرے؟

سوال[۲۳۸۷]: مقتدی نے رکوع وسجود میں تین تسبیح نہیں کہی کہ امام نے تکبیر کہہ دی، ایسی صورتوں میں شرکت ہوگی اور ایسی صورتوں میں امام کی متابعت ضروری ہے، یا تسبیح کی مقدار پوری کرے؟ حنفیہ کا اصح قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام اتنا تیز رفتار ہے کہ مقتدی تین دفعہ تسبیح رکوع پڑھے تو قومہ نہ پا سکے اور تسبیح سجدہ پڑھے تو دوسرے سجدہ میں پکڑنا مشکل ہو جائے تو ایک تسبیح پر قناعت کرلے اور امام کی متابعت کرتا رہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مسائل زلة القارى: ۱/۶۳۰، سعيد)

(۱) "وكذا من لايقدر على التلفظ بحرف من الحروف، أولا يقدر على إخراج الفاء إلا بتكرار". (الدرالمختار).

"فكل ذلك حكمه مامرّمن بذل الجهد دائماً، وإلا فلا تصح الصلوة به". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۲، سعيد)

(۲) "السنة في تسبيح الركوع سبحان ربي العظيم، إلا إن كان لا يحسن الظاء فيبدل به الكريم؟ لئلا يجرى على لسانه العزيم، فتفسد به الصلوة". (ردالمحتار، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۹۴، سعيد)

(۳) "ولو رفع الإمام رأسه من الركوع أو السجود و قبل أن يتم المأموم التسبيحات الثلاث، وجب متابعته اهـ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۲، رشيديه) .... =

رکوع وسجدہ کتنا طویل ہو؟

سوال[۲۳۸۸]: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رکوع وسجدہ دیر تک کرنا ثابت ہے؟ کیا آج کل امام صاحب اس کا اتباع کر سکتے ہیں یا صرف منفرد کو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقتدیوں میں تحمل نہ ہو تو امام کو تین یا پانچ بار تسبیح پر قناعت کرنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸۳/۲۵ھ۔

تسمیع وتحمید

سوال[۲۳۸۹]: بہشتی زیور حصہ دوئم میں فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کے بیان میں لکھا ہوا ہے کہ "سمع الله لمن حمده" کہتے ہوئے کھڑے ہو جاوے (۲) اور بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ منفرد دونوں پڑھے یعنی "سمع الله لمن حمده" اور "ربنالك الحمد"۔ سو اب دریافت طلب یہ ہے کہ مرد اور عورت کو دونوں پڑھنا چاہیے یا عورت کو صرف "سمع الله لمن حمده" اور مرد کو دونوں یا صرف "سمع الله لمن حمده" مرد کے لئے سنت ہے یا دونوں سنت ہیں؟ بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ رکوع سے کھڑے ہو کر منفرد "سمع

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲۱۴/۱، امداديه ملتان)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۱۸۴/۲، كتاب الصلوة، تسبيح الركوع وتثليثه، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "فالأدنى فيهما ثلاث مرات، والأوسط خمس مرات، والأكمل سبع مرات، كذا في الزاد. وإن كان إماماً، لا يزيد على وجه يملّ القوم، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها و كيفيتها: ۷۵/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۵۵۱/۱، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۱۸۳/۲، كتاب الصلوة تسبيح الركوع وتثليثه، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) (بهشتي زيور، حصه دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان، ص: ۱۷، امداديه ملتان)

اللّٰہ لمن حمدہ" کہے اور کوئی شخص نہ معلوم ہونے کی وجہ سے صرف "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پڑھ دیا بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں پڑھنا چاہیے اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد اور عورت دونوں کو جب کہ وہ منفرد ہوں "سمع اللّٰہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد" پورا پڑھنا چاہیے اگر مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے کسی نے صرف "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہا "ربنا لک الحمد" نہیں کہا تو اس کے ذمہ گناہ نہیں، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

قومہ کی دعاء

سوال [۲۳۹۰]: یاأیها المفتی! ما تقول فی هذه المسئلة: رجل حنفی یتبع مذهب أبی حنیفة فی جمیع الأفعال لکن فی الصلوة بعد الرکوع یقرأ "ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه" لا من حیث أنه یخالف مذهب أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالی بل یفهم ذلک من "ربنا لک الحمد" فقط۔ فما تقول فی هذه المسئلة صلوته صحیحة أم لا؟ إن کان صحیحة فبکراهة أو بلا کراهة؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ثم یرفع رأسه من رکوعه مسمّعاً، ویکتفی به الإمام. وقالا: یضم التحمید سراً،

---

(۱) "وإن کان مقتدیاً یأتی بالتحمید ولا یأتی بالتسمیع بلاخلاف، وإن کان منفرداً الأصح أنه یأتی بهما، کذا فی المحیط، وعلیه الاعتماد، وکذا فی التاتار خانیه، وهو الأصح، هکذا فی الهدایة".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلوة: ۱/۷۴، رشیدیه)

(وکذا فی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی کیفیة ترتیب، ص: ۲۸۲، ۲۸۳، قدیمی)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوة، فصل: ۱/۴۹۷، سعید)

ويكتفي بالتحميد المؤتم. وأفضله: أللهم ربنا ولك الحمد، ثم حذف الواو، ثم حذف أللهم فقط. ويجمع بينهما لو منفرداً على المعتمد يُسمِّع رافعاً ويحمِّد مستوياً اه". الدر المختار۔

"(قوله: وقالا: يضم التحميد) هو رواية عن الإمام أيضاً، وإليه مال الفضلي والطحاوي وجماعة من المتأخرين، معراج عن الظهيرية. واختاره في الحاوي القدسي، ومشى عليه في نور الإيضاح، لكنّ المتون على قول الإمام. (قوله: ثم حذف أللهم): أي مع إثبات الواو، وبقي رابعة: وهي حذفهما. والأربعة في الأفضلية على هذا الترتيب كما أفاده بالعطف بثُمّ. (قوله: على المعتمد): أي من أقوال ثلاثة مصححة، قال في الخزائن: وهو الأصح، كما في الهداية، والمجمع، والملتقى. وصحح في المبسوط أنه كالمؤتم، وصحح في السراج معزياً لشيخ الإسلام أنه كالإمام. قال الباقاني: والمعتمد الأول اه". رد المحتار ص: ١/٥١٩(١)۔

"قال مولانا بحر العلوم: اعلم أنه قد جاء في أدعية القومة زائدا على ما ذكرنا عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع رأسه من الركوع قال: "أللهم ربنا لك الحمد ملأ السمٰوات وملأ الأرض وملأ ماشئت من شيء بعد أهل الثناء والمجد أحق ما قال العبد، وكلّنا لك عبد، أللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذالجد منك الجد". رواه مسلم(٢)۔

"وقيد في البذل الدعاء الطويل بانفراده صلى الله عليه وسلم، كذا في باب ما جاء في مايقول إذا رفع رأسه من الركوع(٣)۔ فقد ظهر من العبارات المنقولة جواب المسئلة۔

---

(١)(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفه الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ١/٤٩٧، سعيد)

(٢)(رواه مسلم في صحيحه في كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ١/١٩٠، قديمي)

(وأبوداؤد في سننه، في كتاب الصلاة، باب ما جاء في ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ١/١٣٠، إمداديه)

(٣)"والحديث الذي استدل به محمولٌ على حالة الانفراد في صلوٰة التطوع". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب ما جاء في ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ٢/٦٨، مكتبه إمداديه)

وبسط الأدعية في "الحرز الثمين" ص: ٢٦٢(١)۔ "إذا قام من الركوع، قال: "ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه". خ، د، س، اه". حصن، ص: ٤٠(٢)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۴/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

قومہ اور جلسہ کی دعاء فرائض میں کیوں نہیں؟

سوال[۲۳۹۱]: قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے، کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں (۳) وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فرائض میں نہیں، اس

---

(١)(الحرز الثمين للحصن والحصين لعلي ابن سلطان محمد الهروي المعروف بالقاري نزيل مكة المكرمة)

(٢) (حصن حصين للجزري رحمه الله تعالىٰ، وإذا قام من الركوع، ص: ١٩٠، دار الإشاعت)

(ورواه البخاري في صحيحه، في كتاب الأذان، باب بلا ترجمة بعد باب فضل اللهم ربنا ولك الحمد: ١/١١٠، قديمي)

(٣)"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا رفع رأسه من الركوع قال: "اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات والأرض وملء ما شئت من شئ بعد أهل الثنا والمجد أحق ما قال العبد، وكلنا لك عبد، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ١/١٩٠، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب مايقول إذا رفع رأسه من الركوع: ١/١٣٠، إمداديه)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: قال كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول بين السجدتين: "اللهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني". (أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب بين السجدتين: ١/١٣٠، امداديه) .... =

لئے فرائض کے قومہ جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۹۰ھ۔

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا

سوال [۲۳۹۲]: نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں انفرادی طور پر فرض یا نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں مختلف جگہوں پر ہیں ان کو جمع کر کے فرض ونفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں رکوع سجدہ میں تسبیحات پر ہی کفایت مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا

= مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (کتاب الأذکار للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ، باب ما یقول فی رفع رأسه من الرکوع فی اعتداله، ص: ۷۹، و باب ما یقول فی رفعه رأسه من السجود و فی الجلوس بین السجدتین، ص: ۸۴، مکتبہ دار البیان)

(۱) "(قوله: وما ورد الخ) وبین السجدتین: "اللهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی".
.... (وقوله: محمول علی النفل): أی تهجد أو غیره، ثم الحمل المذکور صرح به المشایخ فی الوارد فی الرکوع والسجود، وصرح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة. وقال: علی أنه إن ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد أوالجماعة، والمأمومون محصورون لایتثقلون بذلک".
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أرا الشروع:
۱/ ۵۰۵، سعید)

"ولم یذکر المصنف بین السجدتین ذکراً مسنوناً، وهو المذهب عندنا، وکذا بعد الرفع من الرکوع وما ورد فیهما من الدعاء فمحمولٌ علی التهجد ..... وکذلک بین السجدتین، فقد أحسن حیث لم ینهه عن الاستغفار صریحاً من قوة احترازه". (البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة:
۱/ ۵۶۱، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱/ ۳۰۷، سعید)

جائے (۱) اگرچہ قرآنی دعاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)، بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۲ھ۔

---

(۱) قال العلامه الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "وكذا لا يأتي في ركوعه وسجوده بغير التسبيح (على المذهب)، وما ورد محمول على النفل". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۵۲، ۵۶۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۰۷، سعيد)

(۲) تاہم کراہت سے خالی نہیں: "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال نهاني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن أقرأ راكعاً وساجداً".

"فيه النهي عن قرأة القرآن في الركوع والسجود، وإنما وظيفة الركوع التسبيح ووظيفة السجود التسبيح والدعاء، فلو قرأ في ركوع أو سجود .... كره ولم يبطل صلوته". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الصلاة، باب النهي عن قرأة القرآن في الركوع والسجود: ۱/۱۹۱، قديمي)

"وتكره قرآة القرآن في الركوع والسجود والتشهد بإجماع الأئمة الأربعة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في خلف الوعيد وحكم الدعاء بالمغفرة للكافر ولجميع المؤمنين: ۱/۵۲۳، سعيد)

(۳) "إن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها بأته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول في ركوعه وسجوده: "سبّوح قدّوس رب الملئكة والروح". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود: ۱/۱۹۲، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده: "سبحنك أللهم ربنا وبحمدك أللهم اغفرلي". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود: ۱/۱۱۱، ۳، قديمي)

مزید تفصیل کے لئے: (كتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالىٰ، باب أذكار السجود، ص: ۸۱، ۸۲، مكتبه دار البيان) ملاحظہ فرمائیں۔

دونوں سجدوں کے درمیان دعاء کی تفصیل

سوال[۲۴۹۳]: ۱......کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعاء پڑھنی چاہئے؟

۲......کیا دعاء کا پڑھنا فرض ہے واجب ہے، سنت ہے مستحب ہے وغیرہ وغیرہ؟

۳......جلسہ میں اگر کوئی دعاء نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

۴......امام کے لئے جلسہ میں دعاء کا پڑھنا کیسا ہے؟ اگر امام یہ دعاء نہ پڑھے تو کیا جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

۵......مسجد میں میری نظر سے دفتی (۱) پر لگے ہوئے چند مسائل گذرے جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لئے لکھا ہے: "اللهم اغفرلي وارحمني واهدني وارزقني وارفعني واجبرني" (۲) اور یہ بھی لکھا تھا کہ "جلسہ میں دعاء کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہگار ہوتا ہے"۔

۶......لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعاء کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو ایک بار (بوجھ) معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

۷......یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جا سکے، تحریر فرما دیجئے۔

جملہ امور کی تحقیقات کر کے مطلع فرمائیے، واجباً عرض ہے۔ فقط والسلام۔

نعمت اللہ جلال آبادی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

" ويجلس بين السجدتين مطمئناً، وليس بينهما ذكرٌ مسنونٌ على المذهب، وما ورد محمولٌ على النفل، اهـ". درمختار۔ "(قوله: ومار ورد الخ) وبين السجدتين: أللهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني". رواه أبوداؤد" (۳)۔

"(وقوله: محمول على النفل): أي تهجدا أو غيره، ثم الحمل المذكور صرح به

---

(۱) "دَفتی: جلد کے پٹھے، کاغذ رکھنے کے پٹھے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) (رواه الترمذي في سننه في أبواب الصلاة، باب ما يقول بين السجدتين: ۱/۶۳، سعيد)

(۳) (رواه أبو داؤد في سننه في كتاب الصلاة، الدعاء بين السجدتين: ۱/۱۳۰، امدادیه)

المشايخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة.
وقال: على أنه إن ثبت في المكتوبة، فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لا يتثقلون بذلك، اهـ". شامی ۱/۵۲۸(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعاء کا پڑھنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب، البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو، یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعاء کا پڑھنا مستحب ہوگا، اور امام کے لئے اس شرط کیساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت مل جاتا ہے تب تو مقتدی بھی پڑھے ورنہ امام کا اتباع کرے۔ اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے یا دونوں نہ پڑھیں تب بھی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی، اس دعاء کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔

اگر کسی جگہ اس دعاء کو سنت لکھا ہے تو اس سے مراد سنتِ غیر مؤکدہ ہے جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کے چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ سنتِ مؤکدہ کے چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے اور یہ سنتِ غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ نوافل میں ہے یا منفرد کے لئے، اور امام کے لئے اس شرط کے ساتھ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا: جب مقتدیوں پر گرانی ہو تب امام کے لئے مستحب نہیں اور ایسی حالت میں مقتدیوں کے لئے بھی مستحب نہیں، اگر کوئی مختصر دعاء پڑھے تو وہ یہ ہے: "رب اغفرلی" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ ذیقعدہ/ ۵۸ھ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ ذیقعدہ/ ۵۸ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعيد)

"ولم يذكر المصنف بين السجدتين ذكراً مسنوناً وهو المذهب عندنا، وكذا بعد الرفع من الركوع، وما ورد فيهما من الدعاء فمحمول على التهجد، (قال يعقوب: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ عن الرجل يرفع رأسه من الركوع في الفريضة، أيقول: اللهم اغفرلي؟ قال: يقول: ربنا لك الحمد وسكت) وكذلك بين السجدتين فقد أحسن حيث لم ينهه عن الاستغفار صريحاً من قوة احترازه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۰۷، سعيد)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۴) .... =

نماز میں غیر ماثور دعائیں

سوال [۲۳۹۴]: جو الفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعاء مانگنا نماز کے اندر درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ "تکلم بکلام الناس" نہ ہو تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ۔

سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنا

سوال [۲۳۹۵]: قومہ سے جاتے ہوئے ہاتھوں کو کس ہیئت پر رکھا جائے گا، آیا "وضع الیدین علی الرکبتین" پر عمل کیا جائے گا یا ارسال یدین پر عمل کیا جائے گا؟ نیز بہشتی زیور کی عبارت کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ہوئے سجدہ میں جائے (۲)، اس پر نہ کوئی حاشیہ اور نہ کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ نیز فقہاء کرام نے بھی اس مسئلہ سے کوئی تعرض نہیں کیا، کسی فقہی کتاب سے یہ مسئلہ ثابت نہیں۔ پھر علمائے ہند حالت مذکور میں وضع کو مستحب اور علمائے پاکستان ارسال کو افضل کیوں بتاتے ہیں؟ جیسے کہ احسن الفتاویٰ کی عبارت سے ظاہر و باہر ہے (۳)۔ پس وضع یا ارسال اگر کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو، تحریر فرمائیں، نیز افضل ومفضول کو بھی تحریر

= "عن حذيفة رضي الله تعالىٰ عنه أنه انتهى إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقام إلى جنبه ...... وكان يقول بين السجدتين: "رب اغفرلي، رب اغفرلي". (سنن النسائي، كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين: ۱۷۲/۱، قديمي)

(۱) "(ودعا) .... بالأدعية المذكورة في القرآن والسنة، لا بما يشبه كلام الناس". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۲۳/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ۵۷۶/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة: ۳۲۰/۱، ۳۲۱، سعيد)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ یازدہم، فرض نماز کے بعض مسائل، ص: ۵۲:۷۷، دار الاشاعت کراچی)

(۳) (احسن الفتاوی، باب صفة الصلوة و ما يتعلق بها: ۵۰/۳، سعيد)

فرمائیں۔ نیز دونوں شقوں میں سے کونسی شق پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ وانسب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صراحۃً یہ جزئیہ کسی کتاب میں نہیں دیکھا، معمول یہ ہے کہ ہاتھوں کورانوں اور گھٹنوں پر رکھ یعنی سہارا لے کر قومہ سے سجدہ میں چلے جاتے ہیں جیسے کہ سجدہ سے اٹھ کر رانوں اور گھٹنوں پر سہارا لے کر کھڑے ہوتے ہیں:

"و یمکن أن یشم راحة الاستدلال من حدیث: "استعینوا بالرکب اھـ". الجامع الصغیر (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

سجدہ میں جاتے ہوئے مقتدی کو تکبیر کہنا

سوال [۲۳۹۶]: امام جب تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جاتا ہے تو مقتدی تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کریں یا بلا تکبیر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی بھی تکبیر کہے گا جیسا کہ شامی میں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۱۰/ ۹۵ھ۔

سجدۂ مسنون

سوال [۲۳۹۷]: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمبا سجدہ کرتے تھے۔ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: اشتكى أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مشقة السجود عليهم إذا تفرجوا، فقال: "استعينوا بالركب". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في الاعتماد في السجود: ۱/ ۶۴، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب الرخصة في ذلك: ۱/ ۱۳۰، دارالحديث ملتان)

(۲) "وثمانية تفعل مطلقاً: الرفع لتحريمة، والثناء و تكبير انتقال اهـ". (الدر المختار).

"(قوله: و تكبير انتقال): أي إلى ركوع أو سجود أو رفع منه". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، شروط المحاذاة، ص: ۵۲۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

سجدہ میں دیر تک رہتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تنہا نماز پڑھتے تو سجدہ میں دیر تک رہتے تھے اور سجدہ ایسا کشادہ کرتے تھے کہ بکری کا بچہ آپ کے نیچے کو نکلنا چاہے تو نکل جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کے لئے سجدہ اور جلسہ کی ہیئت

سوال[۲۳۹۸]: عورت کی نماز میں بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ "سجدہ کے وقت ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکالدے انتہیٰ"۔ ایضاً: جب دوسرا سجدہ کرے تو بائیں چوتڑ پر بیٹھے، انتہیٰ" (۲)۔ پہلے مسئلہ میں بحر کا حوالہ ہے "إنها لا تنصب أصابع القدمين" (۳)۔

مجھ کو یہ علم تھا کہ پہلے سجدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دایاں پاؤں مثل مرد کے کھڑا رکھے اور خوب سمٹ کر

---

(۱) "عن ميمونة رضى الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :كان إذا سجد ، جافىٰ بين يديه، حتى لو أن بهمةً أرادت أن تمر تحت يديه ، مرت". (سنن أبي داود ، كتاب الصلوة، باب صفة السجود : ۱/۱۳۰ ، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب التجافي في السجود : ۱/۱۶۶، ۱۶۷، قديمي)

(وسنن الترمذى، أبواب الصلوة، باب ما جاء في التجا في في السجود : ۱/۶۳، سعيد)

"(قوله : و جافي بطنه عن فخذيه): أى باعده لحديث مسلم : "كان إذا سجد جافى بين يديه حتى لو أن بهمةً أرادت أن تمر بين يديه مرت". و لحديث أبي داؤد في صفة صلوته عليه السلام :"إذا سجد فرج بين فخذيه غير حامل بطنه على شيء من فخذيه". (البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۵۵۹، ۵۶۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۱۷، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق ، كتاب الصلوة، باب صفةالصلوة : ۱/۳۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان، ص: ۱۳۱، ۱۳۲، دارالاشاعت کراچی)

(۳) (البحر الرائق ، كتاب الصلوة ، باب صفة الصلوة : ۱/۵۶۱، رشيديه كوئٹه)

اور دب کر سجدہ کرے، اگر بقول مولانا پاؤں دائیں طرف نکال دیگی تو تورّک کی صورت ہوگی جو تشہد کے سوی نہ چاہئے کہ بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا نہ کرے، بلکہ داہنے طرف نکالدے یا کھڑا رکھے۔ بہر حال تفصیل ہونی چاہئے، مع حوالہ کتب فقہ جواب مرحمت ہو۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بحر والی عبارت طحطاوی، شامی، سعایہ میں بھی موجود ہے (۱)، اس کے خلاف فقہ حنفیہ میں کہیں نہیں دیکھا اگرچہ پاؤں داہنی طرف نکالنے کی کوشش کہیں نہیں ملی (۲)، لیکن پاؤں کھڑے نہ کرنے کی تصریح بہت سی کتابوں میں ہے:

"والمرأة مستثناة من أمر النصب لما أن الأحب في حقها ما هوا أسترلها، كما يفهم من الروايات الأخيرة، كما رواه أبو داؤد مرسلاً، اهـ". الكوكب الدرى: ۱/۱۳۶ (۳)۔

جو کیفیت عورت کے سجدہ کی فقہاء نے بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ پیر داہنی طرف نکال لے ورنہ اس کو دقت ہوگی: "والمرأة تنخفض فلا تبدى عضديها و تلصق بطنها بفخذيها؛ لأنه أستر اهـ" طحطاوى: ۱/۲۲۳ (۴) پیر کھڑے رکھنے سے الصاق بطن دشوار ہوتا ہے۔

(۱) "انها لا تنصب أصابع القدمين". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل: الشروع فى الصلوة: ۱/۲۲۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا فى رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل فى بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۴، سعيد)

(وكذا فى السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۰۶، ۲۰۷، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) "وإن كانت امرأة، جلست على إليتها اليسرى، و أخرجت رجليها من الجانب الأيمن، كذا فى الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع فى صفة الصلوة، الفصل الثالث فى سنن الصلوة و آدابها: ۱/۷۵، رشيديه)

(۳) (الكوكب الدرى، أبواب الصلوة، باب ما جاء فى وضع اليدين و نصب القدمين: ۲/۱۳۶، المكتبة اليحيوية سهارنفور، (الهند)

(۴) یہ عبارت درمختار کی ہے، دیکھئے: (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل فى بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۴، سعيد) .... =

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت قعود تشہد کی طرح ہے اور قعود تشہد میں پیروں کا داہنی طرف نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے:

"و یرفع رأسه مکبراً، و یجلس، ولم یذکر کیفیته، و فسره القهستاني بقوله: أي یوقع الجلوس المعهود من الرجل والمرأة انتهیٰ، فأشار إلی أن کیفیة هذا الجلوس هو کیفیة جلوس التشهد عندنا. و قال العلامة قاسم ابن قطلوبغا في رسالته الأسوس في کیفیة الجلوس: بعض إخواني سألني عن کیفیة الجلوس بین السجدتین عند علمائنا، فأجبت بأنها کجلسة التشهد اهـ". سعایه: ۲/۲۰۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۵/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

سوال متعلقہ استفتاء بالا

حضرت مولانا مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور عمت افاداتہ! سلام مسنون

میرے استفسارات: ۱۷/ ۴۲۸ کا جواب موصول ہوا۔

سوال[۲۳۹۹]: میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ "سجدہ کے وقت ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکالدے انتہی"۔ ایضاً "جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں چوتڑ پر بیٹھے، انتہی" (۲)۔ پہلے مسئلہ میں بحر کا حوالہ ہے: "إنها

= البتہ قدرے تغیر کے ساتھ مراقی الفلاح میں بھی موجود ہے:

(مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح ، کتاب الصلوة، باب في کیفیة ترتیب، ص: ۲۸۳، قدیمي)

(و کذافي المبسوط ، کتاب الصلوة، کیفیة الدخول في الصلوة : ۱/۱۰، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۱) (السعایة في کشف ما في شرح الوقایة، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۲/۲۰۶، ۲۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(و کذا في الدر المختار مع رد المحتار ، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۴۷۷، سعید)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان، ص: ۱۳۱، ۱۳۲، دار الاشاعت کراچی)

لا تنصب أصابع القدمين"(۱)۔

آپ نے جواب ارسال فرمایا ہے: ''بحر والی عبارت طحطاوی (۲) سعایہ (۳) وغیرہ میں بھی موجود ہے، اس کے خلاف فقہ حنفیہ میں کبھی کوئی جزئیہ نہیں دیکھا، مگر پاؤں داہنی طرف نکالنے کی تصریح بھی نہیں مل سکی، لیکن پاؤں نہ کھڑے کرنے کی تصریح بہت سی کتابوں میں ہے: "والمرأة مستثناة من أمر النصب بما أن الأحب في حقها هو أسترلها كما يفهم من الروايات الأُخَر كما رواه أبو داود مرسلاً". الكوكب الدری: ۱/۱۳٦(٤).

جو کیفیت عورت کے سجدہ کی فقہاء نے بیان کی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پیر داہنی طرف نکال لے ورنہ اس کو دقت ہوگی: "والمرأة تنخفض، فلا تبدي عضديها، وتلصق بطنها بفخذيها؛ لأنه أسترلها". طحطاوی: ۱/۲۲۳(۵) کھڑے رکھنے سے الصاق بطن دشوار ہوتا ہے۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت قعود وتشہد کی طرح ہے اور قعود وتشہد میں پیروں کا داہنی نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے:

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵٦۱، رشيديه كوئٹه)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل الشروع في الصلوة: ۱/۲۲۳، دار المعرفة بيروت)

(۳) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۰٦، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (الكوكب الدري، أبواب الصلوة، باب ما جاء في وضع اليدين و نصب القدمين: ۲/۱۳٦، المكتبة اليحيوية سهارنفور الهند)

(۵) یہ عبارت درمختار کی ہے، دیکھئے: (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۴، سعيد)

البتہ قدرے تغیر کے ساتھ مراقی الفلاح میں بھی موجود ہے:

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب في كيفية ترتيب، ص: ۲۸۳، قديمي)

"و یرفع رأسه مکبراً، و یجلس، و لم یذکر کیفیته، و فسره القهستانی بقوله: أی یرفع لا بجلوس المعهود من الرجل والمرأة انتهیٰ. فأشار إلی أن کیفیة هذا الجلوس کیفیة جلوس التشهد عندنا، فقال العلامة القاسم بن قطلوبغا فی رسالته الأسوس فی کیفیة الجلوس: بعض إخوانی سألنی عن کیفیة الجلوس بین سجدتین عند علمائنا، فأجبته بأنها کجلسة التشهد". سعایة: ۲/۳۰۷(۱).

اب آپ کا ارشاد ختم ہوا، مجھے جناب کے اس ارشاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جلوس بین السجدتین میں عورت تَوَرّک کرے حالانکہ بہشتی زیور میں تشہد میں تَوَرّک کی تصریح کی ہے، یہاں بھی تورک ہوتا تو تَوَرّک لکھ دیتے، لہٰذا اگر دونوں جگہ تَوَرّک ہو تو ضرور تورک کرنا چاہئے، بائیں پیر پر بیٹھنا جائز نہ ہوگا، یعنی جلوس بین السجدتین۔

اب ارشاد فرمایئے کہ میں نے عبارات کا مطلب صحیح سمجھا یا نہیں؟ حالانکہ بائیں پیر پر بیٹھنے میں الصاقِ بطن بخوبی ہوتا ہے اور جلوس بین السجدتین وجلسہ تشہد میں فرق ہے یہ دونوں جگہ تورک نہیں ہے۔ قاسم بن قطلوبغا کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جلسہ بین السجدتین کی کیفیت حنفیہ کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسی جلوسِ تشہد کی ہے یعنی مرد کے حق میں داہنا پیر کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھنا اور عورت کے حق میں تورک کرنا (۲)۔ بہشتی زیور میں اس کی کیفیت ذکر نہیں

(۱) (السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۰۶، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) "وافتراش رجله الیسریٰ فی تشهد الرجال".

"(قوله: وافتراش رجله الیسریٰ): أی مع نصب الیمنیٰ سواء کان فی القعدة الأولیٰ أو الأخریٰ؛ لأنه علیه الصلاة والسلام فعله کذلک .... (قوله: فی تشهد الرجال): أی هو سنة فیه، بخلاف المرأة، فإنها تتورّک. والجلسة بین السجدتین، و وضع یدیه فیها علی فخذیه کالتشهد للتوارث......... لأن هذه الجلسة مثل جلسة التشهد، و لو کان فیها مخالفة لها، بینوا ذلک کما بینوا أن الجلسة الأخیرة تخالف الأول فی التورک، فلما أطلقوها علم أنها مثلها، و لهذا قال القهستانی هنا:=

کی ،صرف اس قدر لکھا ہے کہ ’’پھر ’’اللہ أکبــر ‘‘کہتی ہوئی اٹھے اور خوب اچھی طرح بیٹھ جاوے تب دوسرا سجدہ ’’اللہ أکبر‘‘ کہہ کر کرے‘‘(۱)۔لیکن سعایہ کی عبارتِ منقولہ میں اس کی تصریح موجود ہے، لہٰذا عورت جلسہ بین السجدتین اور قعدۂ تشہد دونوں میں تورک ہی کرے اور بہشتی زیور کی کوئی عبارت اس کے خلاف بھی نہیں ،صرف اتنا ہے کہ قعدۂ تشہد کی کیفیت صراحت فرما کر ذکر کردی ہے اور جلسہ بین السجدتین کی کیفیت ذکر نہیں کی ہے۔

الصاقِ بطن کا مسئلہ جلسہ کے متعلق نہیں بلکہ سجدہ کے متعلق ہے یعنی سجدہ میں پیر کھڑے کرنے سے الصاقِ بطن نہیں ہوتا، بلکہ داہنی طرف نکالنے سے ہوتا ہے، پس سجدہ میں عورت کو چاہئے کہ پیر کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکال لے تاکہ الصاقِ بطن ہوجائے (۲)۔ نیز آپ نے فرمایا کہ بائیں پیر پر بیٹھنے سے الصاقِ بطن بخوبی ہوجاتا ہے بےمحل ہے۔

قاسم ابن (ق ط ل و ب غ ا) ۸۰۲ھ میں پیدا ہوئے، شیخ ابن حجر شارحِ بخاری اور شیخ ابن ہمام حنفی شارحِ ہدایہ وغیرہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، بہت بڑے درجہ کے محدث اور فقیہ ہیں، ۸۷۹ھ میں وفات پائی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= ویجلس: أی الجلوس المعهود". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۷، سعید)

(وکذا فی السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۰۶، ۲۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۱) (بہشتی زیور، حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان، ص: ۱۳۱، ۱۳۲، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "وإن کانت امرأة، جلست علی إلیتها الیسری، وأخرجت رجلیها من الجانب الأیمن، کذافی الهدایة". (الفتاوی العالمکیریة، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث فی سنن الصلوة وآدابها: ۱/۷۵، رشیدیه)

"والمرأة تنخفض، فلا تبدی عضدیها، و تلصق بطنها بفخذیها؛ لأنه أستر". (الدر المختار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۵۰۴، سعید)

"انها لا تنصب أصابع القدمین". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۶۱، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الصلوة: ۱/۵۰۴، سعید)

رکوع میں الصاق کعبین

سوال[۲۴۰۰]: صورتِ الصاق کعبین (بوقت رکوع) و حکمش چیست؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"وسننها تكبير الركوع والرفع منه بحيث يستوى قائماً والتسبيح فيه ثلاثاً وإلصاق كعبيه اهـ" در مختار۔ قال الطحطاوى: "(قوله: وإلصاق كعبيه) حالة الركوع، هذا إن تيسر له، وإلا فكيف يتيسر له على الظاهر اهـ"(ص:۲۱۳)(۱) ازیں عبارت واضح شد کہ اگر آسان شود بحالتِ رکوع الصاقِ کعبین مسنون است، و لیکن بعض محققین انکار سنیتش نموده اند(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۳/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ ربیع الاول/۵۶ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲۱۳/۱، دار المعرفة بيروت)

"قلت: لعله أراد من الإلصاق المحاذاة، و ذلك بأن يحاذى كل من كعبيه لآخر، فلا يتقدم أحدهما على الأخر. و ظاهر لفظ الشارح يقتضى اللصوق و نفى التفريج، و لذا قال السيد أحمد هذا: أى إلصاق كعبيه إن تيسر له". (السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية، كتاب الصلوة، تتمة من السنن التى تسن فى الركوع: ۱۸۰/۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) "قلت: لقد دارت هذه المسئلة فى سنة أربع و ثمانين بعد الألف والمأتين بين علماء عصرنا، فأجاب أكثرهم بأن إلصاق الكعبين فى الركوع و السجود ليس بمسنون و لا أثر له فى الكتب المعتبرة، والقول الفيصل أن يقال: إن كان المراد بإلصاق الكعبين أن يلزق المصلى أحد كعبيه بالأخر و لا يفرج بينهما كما هو ظاهر عبارة الدر المختار والنهر وغيرهما، و سبق إليه فهمُ المفتى أبى السعود أيضاً، فليس هو من السنن على الأصح. .... وإن كان المراد به محاذاة أحد الكعبين بالآخر كما أبدع العلامة السندى، فهو أمر حق ولا بُعد فى حمل الإلصاق على المحاذة، فإنه جاء استعماله فى القرب". (السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية: ۱۸۰/۲، ۱۸۱، كتاب الصلوة، تتمة من السنن التى تسن فى الركوع. سهيل اكيدمى)

ایضاً

سوال[۲۴۰۱]: "إلصاق الكعبين في الركوع والسجود سنة أم لا"؟ شامی کی روایت پر اکتفا کر کے عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی کسی نے اس قسم کا سوال کیا، اس کے جواب میں مفتی صاحب نے کہا ''شامی کی روایت پر عمل کرنا درست ہے، ہاں! اگر کوئی شخص نہ مانے تو اس پر ملامت نہیں کی جائیگی''(۱)۔لیکن مفتی صاحب کے عمل اور عدمِ عمل کی جانب میں سے کسی کو ترجیح نہ دینے کی وجہ سے اس مسئلہ نے معرکۃ الاراء صورت اختیار کرلی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس مدت میں آپ کی تحقیق میں کوئی نئی بات آئی ہے یا نہیں؟ سعایہ میں ہے کہ الصاق الكعبين في الركوع والسجود مناسب ہے(۲)،کیا شامی معتبر کتابوں میں سے نہیں ہے؟ صاحبِ سعایہ کا کیا مطلب ہے؟ نیز کتبِ فقہیہ میں سعایہ کا درجہ کیا ہے؟

مولانا عبدالحق صاحب، دارالعلوم بانسکنڈی، کچھاڑ آسام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے پہلے بھی اس مسئلہ پر آپ کے اطراف میں بہت بحث ہوچکی ہے، اہلِ علم حضرات نے زورِ قلم صرف کیا ہے، احقر کے خیال میں یہ اتنا اہم نہیں کہ اس طرح اس پر مناظرہ ومجادلہ کیا جائے۔

الصاق کعبین کی دونوں تفسیریں کی گئی ہیں: محاذاة، والزاق (۳)، اول تو قیام، رکوع وسجود سب ہی

---

(۱)(فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الصلوة، الباب الرابع فی صفة الصلوة، فصلِ ثالث سنن وکیفیت نماز: ۲/۲۰۰، امدادیه ملتان)

(۲) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۱۸۰، ۱۸۱، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) "والقول الفيصل أن يقال: إن كان المراد بالصاق الكعبين أن يلزق المصلي أحد كعبيه بالآخر و لا يفرج بينهما، كما هو ظاهر عبارة الدر المختار والنهر وغيرهما، وسبق إليه فهم المفتي أبي السعود أيضاً، فليس هو من السنن على الأصح .... وإن كان المراد به محاذاة احدى =

جگہ ہے، ثانی کو بعض نے رکوع کی سنت قرار دیا ہے، بعض نے سجود میں بھی مانا ہے اور قیام میں چار انگل کا فصل مسنون ہے جو کہ معنی ثانی کے منافی ہے:

"وتفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع اهـ". نور الإيضاح(١)- "ويسن أن يلصق كعبيه و ينصب ساقيه اهـ". در مختار (٢)- "قال السيد أبو السعود: وكذا في السجود أيضاً. وسبق في السنن أيضاً، والذي هو سبق هو قوله: وإلصاق كعبيه في السجود سنة"- درمختار - "ولا يخفى أن هذا سبق نظرٍ، فإن شارحنا لم يذكر لا في الدر المختار و لا في الدر المنتقى، ولم أره لغيره أيضاً فافهم. نعم ربما يفهم ذلك من أنه إذا كان السنة في الركوع إلصاق الكعبين و لم يذكروا تفريجهما بعده، فالأصل بقاء هما ملصقين في حالة السجود أيضاً تأمل، اهـ". شامي (٣)-

سعایہ میں اس کا التزام نہیں کہ قولِ راجح ہی کو نقل کیا جائے، اس کا بھی اہتمام نہیں کہ اقوالِ مختلفہ کو نقل کر کے قولِ راجح کو ترجیح دی جائے، اس لئے کہ وہ فتوے کی کتاب نہیں۔ شرح وقایہ کی شرح شروع کی تھی مگر اس میں بسط بہت کیا گیا، قدرِ قلیل کی شرح ہو سکی، تمام نہیں ہوئی، یہ بھی ممکن ہے کہ نظر چوک گئی ہو۔

صاحب سعایہ میں بعض جگہ شانِ اجتہاد بھی معلوم ہوتی ہے حتی کہ فقہ کے متونِ مسلّمہ کے خلاف بھی اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر لکھ جاتے ہیں، چنانچہ ان کا ایک رسالہ ہے جس میں جماعۃ النساء کے لئے ثبوت فراہم کیا

= الكعبين بالآخر كما أبدع العلامة السندي فهو أمرٌ حقّ، و لا بُعد في حمل إلصاق على المحاذاة، فإنه جاء استعماله في القرب، اهـ". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١٨١/٢، سهيل اكيڈمی لاهور)

(١) (نور الإيضاح مع شرحه مراقي الفلاح، كتاب الصلوة في بيان سننها، ص: ٢٦٢، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ٤٤٤/١، سعيد)

(٢) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ٤٩٣/١، سعيد)

(٣) (ردالمحتار على الدرالمختار، المصدر السابق)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١٨١/٢، سهيل اكيڈمی لاهور)

ہے، جو کہ مسلکِ امام اعظم کے خلاف ہے(۱)۔ نصابِ زکوۃ وصدقۃ الفطر کے متعلق بھی ان کی رائے دیگر اکابر کے خلاف ہے جس کی تغلیط کی گئی ہے(۲)۔ حواشی لامع الدراری وغیرہ شروحِ حدیث میں کسی قول کا نقل کرنا فتوے کے لئے نہیں ہوتا، کبھی غرابت کے لئے بھی نقل کیا جاتا ہے، اور بھی وجوہ نقل ہوئی ہیں۔ اسلم طریقہ احقر کے خیال میں وہ ہے جو حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے اختیار فرمایا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱) "رسالةٌ مستقلةٌ مسماةٌ "تحفة النبلاء في جماعة النساء" من مجموعة رسائل اللكنوى، ج: ۵، إدارة القرآن)

(۲) "إعلم أن الوزن المعروف في بلادنا ما هجة و تولجة هو الذى يقال له: توله إثنا عشرة ماهجة، و هو الذى يقال له: ماشة والماهجة يكون لمانية أجزاء، كل جزء منها يسمى بالفارسية سرخ، و يقال بالهندية: رتى، و نسميه بالأحمر، و هذا الجزء يكون بقدر أربع شعيرات، فيكون المثقال الذى هو مائة شعيرة خمسة و عشرين جزء الأحمر، وهو ثلث ماهجة وأحمر واحد. فيكون نصاب الذهب وهو عشرون مثقالاً مقدار خمس تولجة واثنين و نصف ماهجة، كما يعلم من ضرب ثلث ماهجة و أحمر فى عشرين، هذا فى الذهب. و أما الفضة فقد عرفت أن نصابه مائتا درهم، و كل درهم أربعة عشر قيراطاً يعنى سبعين شعيرةً، فتحصل فى درهم سبعة عشر و نصف أحمر وهو ماهجتان و واحد و نصف من ذلك الأحمر، فيكون مقدار مائتى درهم ستاً و ثلثين تولجة و نصف ماهجة". (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية، كتاب الزكوة، باب زكوة الأموال: ۱/۲۲۹، سعيد)

صدقۃ الفطر کے متعلق حضرت کی رائے: "(قوله: بثمانية أرطال من الحنطة اهـ) الرطل عشرون أستاراً، والأستار كما سيذكره الشارح أربعة مثاقيل ونصف مثقال، والمثقال درهم وثلثة أسباع درهم، والدرهم أربعة عشر قيراطاً، والقيرط خمس شعيرات، فيكون الدرهم سبعين شعيراً، ويكون المثقال مائة شعير أى عشرين قيراطاً، ويكون الأستار ستة دراهم وثلثة أسباع درهم: أى أربع مائة وخمسين شعيراً، ويكون الرطل تسعين مثقالاً: أى مائة وثمانية وعشرين درهم ونصف درهم ونصف سبع درهم. ويكون المن وهو رطلان مائة وثمانين مثقالاً: أى مائتين وسبعة وخمسين درهما وسبع درهم ويكون الصاع سبعمائة وعشرين مثقالاً أى: ألفاوثمانية وعشرين درهماً ونصف درهم ونصف سبع درهم، هذا على مااختاره الشارح وذكر صاحب مجمع البحرين فى شرحه أن الصاع أربعة امناء والمن رطلان والرطل عشرون أستارا و الاستار ستة دراهم ونصف درهم والدرهم أربعة عشر قيراطا والقيراط خمس شعيرات، فيكون الصاع بوزن الرطل ثمانية أرطال، وبوزن الأستار مائة وستين أستاراً، وبوزن الدراهم ألفا =

ایضاً

سوال[۲۴۰۲]: الصاقِ کعبین حالتِ رکوع میں سنت ہے یا نہیں؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔ سعایہ ص:۱۸۱، میں عدمِ سنت کی دلیل نقل کی گئی ہے(۱)۔ اس کے رد میں اگر دلائل ہوں تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ رکوع میں الصاقِ کعبین کا مسئلہ فقہ کے متونِ متقدمہ میں موجود نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہر الروایہ کا مسئلہ نہیں، اس لئے کہ جو متون ظاہر الروایۃ سے لئے گئے ہیں، وہ بھی اس سے خالی ہیں، بعض شروح میں البتہ اس کو سنتِ رکوع قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہاں الصاقِ حقیقی مراد نہیں بلکہ حکمی مراد ہے، جیسے: "مررت بزید: أي بمكان يقرب منه زيد" غالباً اس لئے لفظ "یضم" نہیں فرمایا گیا ہے، جیسے حالتِ سجود میں انگلیوں کے متعلق کہا گیا ہے "ويضمها كل الضم"۔ نیز اگر الصاقِ کعبین حقیقۃً کو سنت کہا جائے تو تمام قدم کا قدم سے الصاق ہونا چاہیے اور دوسرے کی مائلِ جنوب، حالانکہ فقہاء انگلیوں کو قبلہ رو رکھنے کی تاکید فرماتے ہیں حتیٰ کہ حالتِ سجود اور حالتِ قعود میں بھی تاکید ہے اگرچہ اس میں دشواری ہوتی ہے، اگر قبلہ رُو کیا گیا الصاق کے ساتھ ہی تو محض کعبین کا الصاق نہیں ہوگا، بلکہ قدمین کا الصاق ہوگا، پھر الصاقِ کعبین سے تعبیر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ نیز رکوع میں نماز کا نصفِ اول بحکمِ قیام رہتا ہے اور حالتِ قیام میں قدمین کے درمیان اربع اصابع کا فاصلہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے اور الصاقِ کعبین اس کے منافی ہے، کیونکہ اس قیام میں قدمین کا لفظ کعبین پر بھی مشتمل ہے۔ بعض روایاتِ حدیث میں الصاقِ کعبین کا تذکرہ ہے تو وہ درحقیقت تسویۂ صفوف کے لئے ہے اور اس کی تائید میں "حاذوا المناكب" اور "سوّوا" وغیرہ الفاظ مذکورہ ہیں(۲) یعنی صفیں سیدھی رکھنے کی تدبیر یہ ہے کہ کعبین محاذی رہیں اور ایک کا منکب

= و أربعين درهماً. وهذا هو الذي اختاره في الدرالمختار وغيره". (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر: ۱/۲۳۹، سعيد)

(۱) (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۱۸۰، ۱۸۱، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "وعن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله وملائكته يصلون على الصف الأول .... وقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سووا صفوفكم وحذو بين مناكبكم ولينوا في أيدي إخوانكم وسدو الخلل الخ". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب تسوية الصف، الفصل الثاني: ۱/۹۸، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف: ۱/۱۰۴، إمداديه)

دوسرے کے منکب سے مل جائے۔ کتبِ فقہ: فتح القدیر، بدائع، البحر، زیلعی، طحاوی، شامی، عالمگیری، خانیہ وغیرہ اور شروحِ احادیث بذل المجہود، منہل، معالم السُّنن وغیرہ سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال وإلیه الرجوع فی المبداء والمال۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، یکم/ شعبان/ ۸۷ھ۔

سجدہ میں الصاق کعبین

سوال[۲۴۰۳]: العرف الشذی، ص: ۱۳۴، "باب ما جاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے: "الرص بین العقبین فی السجدة ای ضمها الخ" (۲)، اس "الرص بمعنی الضم" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایڑیاں صرف سجدہ میں ملائی جائیں اور پنجے الگ رہیں، اس ملانے کی حیثیت صرف مستحب کی ہوگی یا سنت کی، ورنہ اگر کوئی نہ ملائے جیسا کہ عام معمول ہے تو نماز پر کیا اثر ہوگا، خلاف اولیٰ یا کراہت؟ فقہ کی جو کتابیں عموماً پڑھائی جاتی ہیں اس کا ان میں تذکرہ نہیں ملتا، وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ حالتِ سجود میں بھی الصاق کعبین کا حکم ہے: "إذا كان السنة فی الرکوع إلصاق الکعبین

---

(۱) "وینبغی للقوم إذا قاموا إلی الصلوة أن یترصوا ویسد والخلل ویسووا بین مناکبهم فی الصفوف".

(تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة والحدث فی الصلوة: ۱/ ۳۵۰، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۳۵۹، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۸، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان مقام الإمام والمأموم: ۱/ ۲۷۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی بذل المجهود، کتاب الصلوة، باب تسویة الصفوف: ۱/ ۳۶۰، إمدادیه)

(۲) (العرف الشذی علی جامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود: ۱/ ۶۹، سعید)

ولم يذكروا تفريجها بعده، فالأصل بقاءها ملصقين في حالة السجود أيضاً".

الشامی: ۱/ ۲۳۲ (۱)۔اور إلصاقِ كعبين ضمِ عقبين کو مستلزم ہے اس لئے اس کے بغیر الصاق کعبین کما حقہ نہیں ہوگا اور جو چیز سنت کے لئے معین ہے وہ کم از کم استحباب کے درجہ میں ہوگی (۲) خصوصاً جب کہ روایتِ مذکورہ فی السوال میں اس کی تائید ہوتی ہے، تاہم پنجوں میں کچھ فصل ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۸ھ۔

سجدہ میں دونوں گھٹنوں کو ملا کر رکھنا

سوال[۲۴۰۴]: علم الفقہ (مصنفہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی) میں نماز کی سنتوں کے بیان میں ہے کہ "سجدہ کی حالت میں دونوں گھٹنوں کو ملا کر (جوڑ کر) رکھیں" (۳)۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا واقعی مسنون ہے؟ آج تک میں نے کسی کتاب میں بھی نہیں دیکھا اور نہ کسی عالم سے سنا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوڑ کر یا ملا کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ایک ساتھ رکھے، یہ نہ کرے کہ ایک گھٹنا مثلاً داہنا پہلے رکھے اور دوسرا (بایاں) بعد میں رکھے اور یہ کتبِ فقہ میں موجود ہے کہ دونوں گھٹنے ایک ساتھ رکھے جائیں، اس کو لفظ "ملا کر" سے تعبیر کیا ہے :"لا تيامن في وضع الركبتين". شامی (۴)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۳ھ۔

---

(۱) (رد المحتار ، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۱/ ۴۹۳، سعيد)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية ، كتاب الصلوة، تتمة السنن التي تسن في الركوع: ۱۸۱/۲ ،سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "لأن مالا يتوصل إلى الفرض إلا به، فهو فرض". (رد المحتار ، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۱/ ۴۹۹، سعيد)

(۳) (علم الفقه، حصہ دوم، متفرق مسائل، نماز کی سنتیں، ص: ۲۲۰، دار الإشاعت، كراچی)

(۴) (رد المحتار ، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۱/ ۴۹۸، سعيد)

(السعاية في كشف ما في شرح الوقاية ، كتاب الصلوة، تتمة السنن التي تسن في الركوع: ۱۹۳/۲ ،سهيل اكيڈمی لاهور)

الفاظِ تشہد میں اضافہ

سوال[۲۲۰۵]: التحیات میں "أشهد أن لا إله إلا الله" کے بعد "وحده لا شريك له" پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ یہ سنت ہے یا نہیں؟

(حافظ علی احمد گودھنا)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جگہ "وحده لا شريك له" پڑھنا بعض روایات میں آیا ہے(۱) لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں نہیں (۲)، اسی کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار فرمایا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن أبي بشر سمعت مجاهداً يحدث عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في التشهد التحيات لله الصلوات الطيبات السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته. قال: قال ابن عمر: زدت فيها وبركاته السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله. قال ابن عمر: زدت فيها وحده لاشريك له وأشهد أن محمداً عبدهٗ ورسوله". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، أبواب تفريع استفتاح الصلاة بعد التشهد: ۱/۱۴۲، مكتبة إمداديه)

(وسنن النسائي، كتاب الصلاة، كتاب الإفتتاح، باب الإشارة بالأصبع في التشهد الأول: ۱/۱۵۷، قديمي)

(۲) "عن شقيق بن سلمة قال: قال عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه: كنا إذا صلينا خلف النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلنا: السلام على جبرئيل و ميكائيل، السلام على فلان و فلان، فالتفت إلينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "إن الله هو السلام، فإذا صلى أحدكم فليقل: التحيات لله و الصلوات و الطيبات، السلام عليك أيها النبي و رحمة الله و بركاته، السلام علينا و على عباد الله الصالحين، فإنكم إذا قلتموها أصابت كل عبدٍ لله صالحٍ في السماء والأرض أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمداً عبده و رسوله". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التشهد في الآخرة: ۱/۱۱۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوات، باب التشهد: ۱/۱۳۹، دار الحديث ملتان)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوات، باب ما جاء في التشهد: ۱/۶۵، سعيد)

(۳) "ويقرأ تشهد ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه وجوباً كما بحثه في البحر، لكن كلام غيره يفيد ندبه، وجزم شيخ الإسلام الجد بأن الخلاف في الأفضلية، ونحوه في مجمع الأنهر". (الدر المختار، كتاب =

تشہد میں "السلام علیك" پر کیا نیت کرے؟

سوال[۲۴۰۶]: جوہرہ نیرہ میں ایک مرتبہ دیکھا تھا کہ تشہد میں "السلام علیك" کہتے وقت حکایتِ صلوۃ کا خیال ہونا چاہئے جو معراج میں ہوئی تھی (۱)۔ شامی میں اس کے برخلاف لکھا ہے کہ انشائے صلوۃ مدِ نظر رہنا چاہئے، اِخبار اور حکایت نہیں (۲)۔ ان دونوں قولوں میں کون صحیح ہے؟ دوسرے یہ کہ انشائے صلوۃ کی صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب بالواسطہ ہوگا یا بلا واسطہ، اگر بالواسطہ ہوگا تو اس کی تصریح کہاں ہے اور اگر بلا واسطہ ہے تو کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بھی ہیں؟ صاحب جوہرہ کون ہیں، ان کے ہمنوا اس مسئلہ میں کون کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی کا قول اقرب معلوم ہوتا ہے۔ خطاب حاضر وناظر جان کر نہیں بلکہ اس اعتقاد کے ماتحت ہے کہ ملائکہ کے ذریعہ سے پیش کیا جائے، جیسا کہ خط میں کسی کو خطاب کیا جاتا ہے اور یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ مکتوب الیہ حاضر ہے بلکہ یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ ڈاک کے ذریعہ سے یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہونچ جائے گا، حدیث شریف میں موجود ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقرر فرما رکھے ہیں جو درود وسلام پہونچاتے ہیں" البتہ روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر جو درود وسلام پڑھا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود سنتے ہیں (۳)۔

= الصلوة، فصل فی بیان تالیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۵۱۰، سعید)

(وكذا فی المبسوط، كتاب الصلوة، كيفية الدخول فی الصلوة: ۱/۱۸، غفاريه كوئٹه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۶۵، رشيديه)

(۱) "(قوله: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته): أی ذلك السلام الذی سلمه الله عليك ليلة المعراج، فهذا حكاية عن ذلك السلام لا ابتداء السلام، ومعنى السلام: أی السلامة من الآفات".

(الجوهرة النيرة على مختصر القدوری، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۶۵، حقانيه ملتان)

(۲) "ويقصد بألفاظ التشهد معانيها مرادةً له على وجه الإنشاء كأنه يحيي الله تعالیٰ ويسلم على نبيه وعلى نفسه وأوليائه، لا الإخبار". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل فی بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۱۰، سعيد)

(۳) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من صلى عليّ=

"(ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) رفعه: إن للّٰه ملائكةً سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام" للنسائي"(۱)۔

"(عمار بن ياسر) إن اللّٰه وكل بقبري ملكاً أعطاه أسماع الخلائق، فلا يصلي عليّ أحدٌ إلى يوم القيامة إلا أبلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلى عليك". للبزار بضعف"۔

"(عبد اللّٰه بن دينار) رأيت ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما يقف على قبر النبي صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم، فيصلي على النبي صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم وأبي بكر و عمر". لمالك، اهـ". جمع الفوائد: ۲/۲۷۲، ۲۷۳(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

تشہد میں "والطیبات" کو "السلام" کے ساتھ ملا کر پڑھنا

سوال[۲۴۰۷]: تشہد میں لفظ "والطیبات" کو لفظ "السلام علیك" سے ملانا افضل ہے یا جُدا پڑھنا افضل ہے اور دوسرے لفظ "و برکاته" کو "السلام علیك" سے ملانا افضل ہے یا جدا پڑھنا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جدا کر کے پڑھنا افضل ہے، یہ مقولہ الگ الگ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= عند قبري سمعته، و من صلى على نائياً أبلغته". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و فضلها: ۱/۸۷، قديمي)

(۱) (سنن النسائي، كتاب السهو، باب التسليم على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۸۹، قديمي)

(۲) (جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد، كتاب الأذكار والأدعية، الاستغفار والتسبيح والتهليل والتكبير والتحميد والحوقلة والصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/۴۷۵، المكتبة الإسلامية سمندري فيصل آباد، پاكستان)

(۳) "عن شقيق بن سلمة قال: قال عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه: كنا إذا صلينا خلف النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلنا: السلام على جبرئيل و ميكائيل، السلام على فلان و فلان، فالتفت إلينا رسول الله صلى =

تشہد میں اشارۂ سبابہ

سوال[۲۴۰۸]: قعدہ میں "التحیات" پڑھتے ہیں، بہت سے لوگ مٹھی باندھ کر کلمہ کی انگلی اٹھاتے ہیں اور آخیر تک رہنے دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، یا تمام انگلیاں پھیلی رہنے دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"التحیات" میں "أشهد أن لا إله إلاالله" پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے، اس طرح کہ دو انگلیاں ہتھیلی سے ملی رہیں، بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ بنالیا جائے، پھر "إلاالله" پر انگلی کے اشارہ کو ختم کر کے کچھ نیچے کو رخ کر دیا جائے اور یہ ہیئت اخیر تک باقی رہے، سب انگلیاں کھول کر نہ پھیلائی جائیں (۱) اس

= الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: "إن الله هو السلام، فإذا صلی أحدکم فلیقل: التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، فإنکم إذا قلتموها أصابت کل عبدٍ لله صالح فی السماء والأرض أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب التشهد فی الآخرة: ۱/۱۱۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الصلوات، باب التشهد: ۱/۱۳۹، دار الحدیث ملتان)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلوات، باب ما جاء فی التشهد: ۱/۶۵، سعید)

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذا قعد فی التشهد وضع یده الیسری علی رکبته الیسری، ووضع یده الیمنی علی رکبته الیمنی، وعقد ثلثةً وخمسین، وأشار بالسبابة اهـ". رواه مسلم". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب التشهد، الفصل الأول: ۱/۸۴، قدیمی)

"وصحح فی شرح الهدایة أنه یشیر، وکذا فی الملتقط وغیره، وصفتها: أن یحلق من یده الیمنی عند الشهادة الإبهام والوسطیٰ، ویقبض البنصر والخنصر، ویُشیر بالمسبحة، أو یعقد ثلاثةً وخمسین بأن یقبض الوسطی والبنصر والخنصر، ویضع رأس إبهامه علی حرف مفصل الوسطی الأوسط، ویرفع الأصبع عند النفی ویضعها عند الإثبات اهـ". (رد المحتار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۵۰۸، ۵۰۹، سعید)

(وکذا فی حاشیة الشیخ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۱۲، ۳۱۴، دارالکتب العلمیة بیروت) .... =

مسئلہ پر بعض علماء نے مستقل رسالے لکھے ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۸/۱۲/۸۹ھ۔

رفع سبابہ

سوال[۲۴۰۹]: جس مصلی کو تشہد میں انگشت اٹھانے کی ترکیب معلوم نہیں کیا اس کے لئے ترک رفعِ سبابہ ہی اولیٰ ہے یا جس طرح دانستہ آدمی انگشت اٹھاتے ہیں اسی طرح وہ بھی اٹھاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نادانستہ آدمی کو دانستہ آدمی کی طرح انگشت اٹھانا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

= (وكذا في فتح القدير مع العناية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۱۲، ۳۱۴، المصطفى البابي الحلبي بمصر)

"وقال الملا علي القاري في رسالة له ألفها في إثبات سنية الإشارة: والصحيح المختار عند جمهور أصحابنا أنه يضع كفيه على فخذيه، ثم بوصوله إلى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر، ويحلق الوسطى والإبهام، ويشير بالمسبحة رافعاً لها عند النفي واضعاً لها عند الإثبات، ثم يستمرّ على ذلك؛ لأنه ثبت العقد عند الإشارة بلاخلاف، ولم يوجد أمر بتغييره، والأصل بقاء الشيء على ما عليه واستصحابه إلى آخر الأمر". (تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۶۳، سعيد)

(وكذا في رفع التردد في عقد الأصابع عند التشهد لابن عابدين في رسائل ابن عابدين: ۱/۱۲۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "كتاب المسبحة لمحمد بن الحسن الشيباني (رحمة واسعة) رفع التردد في عقد الأصابع عند التشهد مع ذيلها لمحمد أمين آفندي الشهير بابن عابدين: من مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۱۲۰، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا قعد في =

تشہد میں وسطیٰ وابہام کا حلقہ کب تک رکھا جائے؟

سوال[۲۴۱۰]: التحیات جس کو تشہد کہتے ہیں ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے وہ "أشهد أن لا إله إلا الله" کے وقت کلمہ کی انگلی کے بازو کی انگلی سے حلقہ بنا کر جو کلمہ کی انگلی اٹھائی جاتی ہے، وہ حلقہ تا ختمِ نماز رکھا جائے یا "إلا الله" پر انگلی اٹھا کر حلقہ کھولدیا جائے؟ حقیقت نماز کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حلقہ اخیر تک رکھا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ

= التشهد وضع يده اليسرى على ركبته اليسرى، و وضع يده اليمنى على ركبته اليمنى، و عقد ثلثةً وخمسين، و أشار بالسبابة اهـ". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب التشهد، الفصل الأول: ۱/۸۴، قديمى)

"إنما اختار صاحب البرهان بسط الأصابع والإشارة بالمسبحة فقط تحصيلاً للمسنون من الإشارة، وعملاً بقوله عليه السلام: "اسكنوا في الصلوة". و حديث أبي حميد الساعدى خالٍ عن ذكر القبض، ولفظه عند الترمذي: "فافترش رجله اليسرى، وأقبل بصدر اليمنىٰ على قبلته، و وضع كفه اليمنى على ركبته اليمنى، وكفه اليسرى على ركبته اليسرى، و أشار بأصبعه، و حدث بذلك بين عشرة من الصحابة فصدّقوه".

"وقال الملا على القارى فى رسالة ألّفها في إثبات سنية الإشارة: والصحيح المختار عندجمهور أصحابنا أنه يضع كفيه على فخذيه، ثم بوُصوله إلى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والإبهام، و يشير بالمسبحة رافعاً لها عندالنفي واضعاً لها عندالإثبات، ثم يستمرَ ذلك؛ لأنه ثبت العقد عندالإشارة بلا خلاف، ولم يوجد أمر بتغييره، و الأصل بقاء الشي على ما عليه واستصحابه إلى آخر الأمر، اهـ". والحاصل أنه اختلف التصحيح في الكيفية، والكل وارد عنه عليه السلام اهـ". (تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان صفة الصلوة: ۱/۶۳، سعيد)

(۱) (راجع للتخريج عنوان: "رفعِ سبابہ"۔)

عندالاحناف رفعِ سبابہ مسنون ہے

سوال[۲۴۱۱]: اشارۃ فی التشہد بالسبابہ متقدمین کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اگر شق اول ہے تو متقدمین کی عبارت مع حوالۂ کتب وصفحہ وغیرہ تحریر فرمائیں، مبسوط میں کوئی ایسی عبارت ہے کہ جس میں مذہب متقدمین کی تصریح موجود ہے، امام محمد صاحب، مبسوط میں کیا فرماتے ہیں تحریر فرمائیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ائمۂ احناف کے نزدیک رفع سبابہ عند التشہد مسنون ہے اور امام صاحب کے اصحاب میں کوئی اس کا مخالف نہیں، سب متفق ہیں (۱)، البتہ مشائخِ ماوراء النہر میں مبسوط کی ایک عبارت کی وجہ سے اختلاف واضطراب

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: كان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: إذا قعد فی التشهد، و وضع يده اليسرى على ركبته اليسرى و وضع يده اليمنى على ركبته اليمنى و عقد ثلاثةً وخمسين، و أشار بالسبابة اهـ" رواه مسلم".

"عن نافع كان عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنه إذا جلس فی الصلوة، و وضع يديه على ركبتيه، وأشار باصبعه، و أتبعها بصره، ثم قال: قال رسو ل الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لَهِيَ أشد على الشيطان من الحديد". يعني السبابة". رواه أحمد". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب التشهد، الفصل الأول: ۱/۸۴، ۸۵، قديمی)

"قال نجم الدين الزاهدی: لما اتفقت الروايات عن أصحابنا جميعاً فی كونها سنةً، وكذا عن الكوفيين والمدنيين، و كثرت الآثار والأخبار، كان العمل بها أولیٰ". (رفع التردد فی عقد الأصابع عند التشهد من مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۱۲۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وحاصله أن ظاهر الرواية عدم الإشارة أصلاً، وهو المتبادر من عبارات المتون. و روی عن أئمتنا الثلاثة: أبی حنيفة و أبی يوسف و محمد أنه يشير عند التشهد، و أنه يعقد أصابعه على ما مر من اختلاف الكيفية. وظاهر كلامهم أنه لا ينشرها بعد العقد بل يبقيها كذلك؛ لأن المذكور فی هذه الرواية العقد، و لم يذكروا النشر بعده. و رجح المتأخرون هذه الرواية لتأييدها بالمروی عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، و معلوم أن مدار سعی المجتهد على العمل بما صح عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

و لذا نقل العلماء عن إمامنا الأعظم و عن باقی الأئمة أن كل واحد منهم قال: إذا صح =

پیدا ہوگیا اور وہ یہ سمجھے کہ اس میں دو روایتیں ہیں اسی بنا پر خلاصہ کیدانی (۱)، سراجیہ (۲) بزازیہ (۳)، منیہ (۴) وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے۔علماء نے اس کا ثبوت وسنیت میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں، ملاعلی قاری، علی متقی، علامہ شامی رحمہم اللہ وغیرہ نے اپنے اپنے رسائل میں حدیث وفقہ کے بکثرت دلائل پیش کئے ہیں۔سعایہ شرح وقایہ میں اس کی نہایت مفصل بحث ہے (۵)۔

"أما رفع السبابة على وجه المذكور، فمنقول عن أئمتنا، فإن الإمام محمد روى أولاً

= الحديث فهو مذهبي. كما نقله الحافظ ابن عبد البر وغيره فحيث صح ذلك عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، كان العمل به أولى، ولذا قال الإمام محمد: فنصنع كما صنع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وهو قولي و قول أبي حنيفة، فجعله قوله و قول شيخه الإمام الأعظم لما صحت روايته، وهو أخبر بقول أبي حنيفة، فترجح تلك الرواية الموافقة للمنقول عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و عن سائر الأئمة المجتهدين، فلا جرم إن صرح الشراح بترجيحها واعتمادها وإن رجح غيرهم خلافها". (رفع التردد في عقد الأصابع عند التشهد من مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۱۲۷، ۱۲۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "والإشارة بالسبابة كأهل الحديث". (خلاصة الكيداني، الباب الخامس في المحرمات، ص: ۱۳، مطبع مجتبائی واقع دهلی)

(۲) "ويكره أن يشبر بالسبابه في الصلاة عند قوله: أشهد أن لا إله إلا الله المختار، الخ". (الفتاویٰ السراجية الملحقة بفتاویٰ قاضي خان، كتاب الصلوة، باب مايكره في الصلاة، ص: ۱۱، مطبع العالی الواقع في اللكنوی)

(۳) "و لا يشير عند قوله: أشهد أن لا إله إلا الله في المختار". (الفتاوى البزازية، كتاب الصلوة، الثاني في مقدمتها و صفتها: ۴/۲۶، رشيديه)

(۴) "ويشير بالسبابة إذا انتهى إلى الشهادتين، و قال في الواقعات: لا يشير فإن أشار يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى بالإبهام". (منية المصلي، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ص: ۱۳۴، ۱۳۵، كتب خانه مجديه ملتان)

(۵) (السعايه في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، الكلام في الإشارة بالسبابة: ۲/۲۱۵، ۲۲۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

فی الموطأ بروایة مالك: "أن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما افترش رجله الیسریٰ و جلس علیها، و نصب رجله الیمنیٰ، وقبض الخنصر والبنصر، و حلق بین الوسطی والإبهام، وأشار بالسبابة، وقال: هكذا یصنع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم". ثم قال الإمام محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: و بصنیع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نأخذ، و هو قول أبی حنیفة و عامة أصحابه"(١)۔

"ونقل الشیخ ابن الهمام فی الفتح: ١/٢٢١(٢):"عن أبی یوسف فی أمالیه مثله، فقد ثبت بهذا أن الإشارة ثابتة عن أئمتنا، و لم یخالف فیه من أصحاب الإمام أبی حنیفة أحدٌ. والمتأخرون من مشایخ ماوراء النهر اضطربوا لمّا رأوا فی عبارة المبسوط: و بسط أصابعه وأن البسط ینافی القبض والتحلیق، فزعم البعض منهم أن فی المسئلة روایتین: فی روایةٍ الإشارة مع القبض والتحلیق، وفی روایةِ البسط. و زعموا أن منافی البسط مكروه، فقالوافی روایة: یكره الإشارة، و فی روایةٍ: لا یكره، بل یندب. واختار صاحب الهدایة القول بعدم الكراهة، وكذا شمس الأئمة، و بعضهم مشروعاً، و أفتوابالكراهة بل بالحرمة لجهلهم عما فی الموطأ۔

و المحققون عن المشایخ قالوا: لیس هناك روایتان، والإشارة ثابتة عن أئمتنا قطعاً، ولیس فی المبسوط أن یبسط الأصابع فی تمام التشهد، بل فیه بسط الأصابع، ولذا عند التلفظ بالشهادة یحلق و یشیر. هذا هو الحق المختار، ویدل علیه روایة المسلم التی ذكرناها. والإشارة والتحلیق سنتان، تركهما یوجب الإساءة، و هو مذهب أئمتنا بلا خلاف، اهـ". رسائل الأركان، ص: ٨١ (٣)۔ فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(١) (الموطا للإمام محمد، كتاب الصلوة، باب العبث بالحصی فی الصلوة و ما یكره من تسویته، ص:١٠٦، میر محمد كراچی)

(٢) (فتح القدیر، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٣١٣، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

(٣)(رسائل الأركان، كتاب الصلوة، فصل فی صفة الصلوة، بیان رفع السبابة فی التشهد،ص: ٨١، ٨٢، مطبع یوسفی لمحمد یوسف الأنصاری اللكنوی)

ایک سانس میں دونوں سلام

سوال[۲۴۱۲]: نماز کے ختم پر دائیں جانب سلام پھیرنے پر کتنے وقفے کے ساتھ بائیں جانب سلام پھیرنا چاہئے؟ ایک ہی سانس میں دونوں جانب سلام پھیر دیوے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دعاء کے بغیر سلام پھیر دیا

سوال[۲۴۱۳]: التحیات کے بعد سلام پھیر دیا گیا، یا درود بھی پڑھ لیا مگر دعاء نہیں پڑھی اور سلام پھیر دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

ہر رکن میں دھیان کا حاضر رہنا

سوال[۲۴۱۴]: ہر رکن میں دھیان نہیں رہتا کہ اب رکوع میں ہوں یا قومہ میں یا سجدہ میں یا قعدہ میں، تو کیا نماز ہوجائے گی؟

---

(۱) "(وسننها) .... ترک السنة لا يوجب فساداً ولا سهواً، بل إساءةً لو عامداً غير مستخف، وقالوا: الإساءة أدون من الكراهة، ثم هي على ماذكره ثلاثة وعشرون: (رفع اليدين للتحريمة .... والصلاة على النبي، والدعاء)". (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۷۳، ۴۷۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر في بيان مايجب به سجود السهو ومالايجب: ۱/۷۱۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی، مگر کوشش کرتا رہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

عورت کا کھلی جگہ نماز پڑھنا

سوال [۲۴۱۵]: عورت اگر مسافر ہو تو وہ قصر کرے گی، لیکن اگر کہیں سیر وتفریح کے لئے گئی جہاں قصر کی نماز اس کے لئے لاگو نہیں مگر نماز کا وقت ہو گیا۔ کیا وہ کھلی جگہ نماز ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی سفر میں تو بہر حال وہ قصر کرے گی (۲)، اگر سیر وتفریح کے لئے گئی ہے اور نماز کھلی جگہ میں پڑھے

---

(۱) "أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان : ۱/۲۷، قديمي)

"فلو اشتغل قلبه يتفكر مسألةً مثلاً في أثناء الأركان، فلا تستحب الإعادة. و قال البقالي : لم ينقص أجره إلا إذاقصر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/۴۱۷، سعيد)

"و لو تفكر في صلاته فتذكر حديثاً أو شعراً أو خطبةً أو مسئلةً، يكره و لا تفسد صلوته، هكذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، الفصل الأول فيما يفسدها : ۱/۱۰۰، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وإذا ضربتم في الأرض، فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا﴾. (سورة النساء : ۱۰۱)

"يقول تعالىٰ: ﴿إذا ضربتم في الأرض﴾: أي سافرتم في البلاد ، كما قال تعالىٰ: ﴿علم أن سيكون منكم مرضى وآخرون يضربون في الأرض يبتغون من فضل الله﴾ الآية . و قوله: ﴿ فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة﴾: أي تخففوا فيها إما من كميّتها بأن تجعل الرباعية ثنائيةً كما فهمه الجمهور من هذه الآية واستدلوا بها على قصر الصلوة في السفر". (ابن كثير : ۱/۷۲۳، دار الفيحاء دمشق)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال :صليت الظهر مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالمدينة أربعاً والعصر بذي الحليفة ركعتين". .... =

گی تب بھی اس کو پڑھنا درست ہے(۱)، تمام بدن کوڈھانک کر اس طرح کہ صرف ہاتھ اور قدم اور چہرہ کھلا رہے گا اس کی نماز درست ہے(۲)، اگر پیروں میں موزے ہوں اور ہاتھوں میں دستانے تب بھی نماز درست ہے۔فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

= ”و خرج علیّ بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، فقصر و هویری البیوت، فلما رجع قیل له: هذه الکوفة، قال: لا، حتی ندخلها“. (صحیح البخاری، أبواب تقصیر الصلوة، باب: یقصرإذا خرج من موضعه : ۱/۱۴۸، قدیمی)

”من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلی الفرض الرباعی رکعتین ولو عاصیاً بسفره حتی یدخل موضع مقامه اهـ“.

(تنویر الأبصار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۰، ۱۲۴، سعید)

(و کذا فی الهدایة ، کتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۱/۱۶۵ ، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۱) ”عن جابر بن عبد اللہ الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ”أعطیت خمساً لم یعطهن أحدٌ قبلی: کان کل نبی یبعث إلی قومه خاصةً، و بعثتُ إلی کل أحمر وأسود، و أحلّت لی الغنائم و لم تحل لأحد قبلی، و جعلت لی الأرض طیبةً طهوراً ومسجداً، فأیما رجل أدرکته الصلوة، صلی حیث کان، ونُصرتُ بالرعب بین یدی مسیرة شهر، وأعطیت الشفاعة“. (الصحیح لمسلم ، کتاب المساجد و مواضع الصلوة : ۱/۱۹۹، قدیمی)

”عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جعلت لی الأرض طهوراً ومسجداً“

”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم –و قال موسی فی حدیثه فیما یحسب عمرو أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم – قال: ”الأرض کلها مسجد إلا الحمام والمقبرة“: (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی المواضع التی لا تجوز فیها الصلوة: ۱/۷۰، دارالحدیث ملتان)

(۲) ”والرابع ستر عورته .... و للحرة جمیع بدنها خلا الوجه والکفین والقدمین “. (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة : ۱/۴۰۴، ۴۰۵، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الأول فی الطهارة: ۱/۵۸، رشیدیه)

سنت سے متعلق عبارت پر اعراب

سوال[۲۴۱۶]: آپ نے ترکِ سنت کے مسئلہ کے جواب میں دوحدیثیں تحریر فرمائی ہیں، مگر ہم لوگ ناخواندہ ہیں، براہ کرم ان پر اعراب اور ترجمہ تحریر فرمادیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طحطاوی علی مراقی الفلاح کی عبارت ہے جس میں سنت کی تعریف کی گئی ہے:

"تَرْكُ السُّنَّةِ لَا يُوْجِبُ فَسَاداً وَلَا سَهْواً، بَلْ إِسَاءَةً لَوْ عَامِداً غَيْرَ مُسْتَخِفٍّ .... حُكْمُ السُّنَّةِ أَنَّهُ يُنْدَبُ إِلَى تَحْصِيْلِهَا وَيُلَامُ عَلَى تَرْكِهَا مَعَ لُحُوقِ إِثْمٍ يَسِيْرٍ"(۱)۔

مطلب یہ ہے کہ سنت کا جان بوجھ کر چھوڑنا برا ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، مگر اس کو بھی ہلکا نہیں سمجھنا چاہئے، سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے اور جو ترک کرے وہ قابلِ ملامت ہے اور اس کا گناہ ہوگا، لیکن ترکِ فرض سے کم ہوگا۔ "کما فرغ من التکبیر للإحرام بلا إرسال" (۲) یعنی جیسے ہی تکبیر تحریمہ سے فارغ ہو تو بغیر ہاتھ چھوڑے ہوئے ہاتھ باندھ لے، بعض آدمی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد ہاتھ پہلے لٹکا دیتے ہیں پھر باندھتے ہیں ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۸۷ھ۔

افضل درود شریف

سوال[۲۴۱۷]: نماز کے باہر کونسا درود شریف پڑھنا چاہئے؟ وہ درود شریف تحریر کیجئے جس کی فضیلت احادیث میں آئی ہو۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل في بیان سننها، ص: ۲۵۶، قدیمی)

(۲) العبارة بأسرها "و یسن وضع الرَّجُل یده الیمنی کما فرغ من التکبیر للإحرام بلا إرسال، و یضع في کل قیام من الصلوة، الخ". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل في بیان سننها، ص: ۲۵۸، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب سے افضل درود شریف وہی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

نماز میں درود کے بعد کی دعاء

سوال [۲۲۱۸]: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں التحیات کی جگہ کون سی دعاء پڑھی ہے؟ حدیث سے ثابت کیجئے۔ اور قعدہ میں درود ابراہیمی کی جگہ کونسی دعاء پڑھی ہے یا درود پڑھی ہے؟ حدیث سے ثابت کیجئے۔ اور فرض نماز میں کیا پڑھا ہے؟ وہ لکھئے۔

---

(۱) "وأفضل العبارات على ما قال المرزوقي: " اللهم صل على محمد و على آل محمد اهـ".

(ردالمحتار، خطبة الكتاب، مطلب: أفضل صيغ الصلوة: ۱/۱۳، سعيد)

"حدثنا شعبة عن الحكم، قال: سمعت ابن أبي ليلى قال: لقيني كعب بن عجرة رضي الله تعالىٰ عنه فقال: ألا أهدي لك هديةً؟ خرج علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقلنا: قد عرفنا كيف نسلم عليك، فكيف نصلي عليك؟ قال: "قولوا: اللهم صل على محمدو على آل محمد كما صليت على إبراهيم، إنك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم إنك حميد مجيد". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۷۵، قديمي)

"قال: سئل محمد عن الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: يقول: " اللهم صلى على محمدو على آل محمد كما صليت على إبراهيم و على آل إبراهيم إنك حميد مجيد، وبارك على محمد و على آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد"، و هي الموافقة لما في الصحيحين وغيرهما". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۱۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلوة: ۱/۳۱۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۷۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں ہر دو رکعت پر قعدہ میں التحیات پڑھا کرتے تھے اور جب سلام پھیرنا ہوتا تو التحیات کے بعد درود ابراہیمی پڑھا کرتے تھے اور درود کے بعد دعاء بھی پڑھتے تھے۔ ایک دعا یہ ہے:

"اللهم إني أعوذبك من عذاب جهنم"(۱) و أعوذبك من عذاب القبر، و أعوذبك من فتنة المسيح الدجال، وأعوذ بك من فتنة المحيا والممات، اللهم إني أعوذ بك من المأثم و المغرم"(۲) اور بھی دعائیں منقول ہیں (۳)۔

رسالہ "تعلیم الاسلام" میں پوری طرح نماز کی ترکیب شروع سے اخیر تک درج ہے، یہ رسالہ عام طور پر اردو کتب فروشوں کی دوکانوں میں مل جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " إذا تشهد أحدكم فليستعذ بالله من أربع يقول:" اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم ،و من عذاب القبر، ومن فتنة المحيا والممات، و من شر فتنة المسيح الدجال". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة ، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر : ۱/۲۱۷، قديمی)

(۲) "وقدروى مسلم هذا الدعاء بسنده: "عن عائشة –رضي الله تعالىٰ عنها– زوج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، أخبرته أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يدعو في الصلوة: "اللهم أعوذبك من عذاب القبر". إلى آخر الحديث .(الصحيح لمسلم كتاب الصلوة ،باب استحباب التعوذ من عذاب القبر و عذاب جهنم : ۱/۲۱۷، قديمی)

(۳) "عن حنظلة بن علي أن محجن الأدرع رضي الله تعالىٰ عنه حدثه، قال: دخل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم المسجد، فإذا هو برجل قد قضى صلاته و هو يتشهد وهو يقول: اللهم إني أسئلك –يا الله الأحد الصمد لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفواً أحدا– أن تغفرلي ذنوبي، إنك أنت الغفور الرحيم، قال: فقال:" قد غفر له قد غفر له ثلاثاً".(سنن أبي داؤد ، كتاب الصلوة، باب ما يقول بعد التشهد : ۱/۱۴۱، ۱۴۲، سعيد)

والتفصيل في (الفتاوى العالكيرية ، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة ، الفصل الثالث في سنن الصلوة و آدابها: ۱/۷۶، رشيديه)

"ويتشهد و صلى على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و دعا بما يشبه ألفاظ القرآن والأدعية المأثورة اهـ".(الهداية ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۱۱۲، ۱۱۳، مكتبه شركة علمية ملتان)

(و كذا في كنز الدقائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۶، رشيديه)

الفصل الخامس فی آداب الصلوة

(نماز کے آداب کا بیان)

مسنون لباس میں نماز

سوال[۲۴۱۹]: یہاں افریقہ میں مکان سے باہر بازار وغیرہ میں بغیر کوٹ پتلون پہنے ہوئے نکلنے کا رواج نہیں ہے، یہاں کا یونیفارم ہی کوٹ پتلون ہے تو جو شخص اپنے مکان میں یا مسجد میں کوٹ یا پتلون نکال کر پائجامہ پہن کر نماز پڑھے گا تو اس کی نماز بغیر کراہت ہوگی یا کراہت کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس مسنون ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں، بلکہ افضل ہے اگر چہ وہاں کا یونیفارم اس کے خلاف ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کرتا گھٹنے سے اوپر تک ہو تو نماز کا حکم

سوال[۲۴۲۰]: گھٹنے کے اوپر کرتا پہن کر امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ (سورۃ الأعراف: ۳۱)

"یدل علی أنه مندوب فی حضور المسجد إلی أخذ ثوب نظیف مما یتزین به، و قد روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "ندب إلی ذلک فی الجمع والأعیاد"، کما أمر بالاغتسال للعیدین والجمعة و أن یمس من طیب أهله". (أحکام القرآن للجصاص: ۵۱/۳، قدیمی)

"ولهذه الآیة و ما ورد فی معناها من السنة یستحب التجمل عندالصلوة". (تفسیر ابن کثیر: ۲۸۱/۲، مکتبه دار الفیحاء دمشق)

(و کذا فی روح المعانی: ۱۰۹/۸، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

جوکرتا گھٹنوں تک نہیں پہونچتا بلکہ کچھ کم ہےتو اس سے بھی نماز وامامت درست ہوجاتی ہے، اگرچہ اعلیٰ بات یہ ہے کہ کرتا اس سے بڑا ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۱ھ۔

بیٹھ کرنماز میں نظر کہاں رکھیں؟

سوال[۲۴۲۱]: نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں تلاوت کے وقت نگاہ سجدہ کی جگہ بہتر ہے یا گود میں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

گود میں مناسب ہے(۲)۔ فقط۔

فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا

سوال[۲۴۲۲]: میں کبھی کبھی کھانا کھا کراور کبھی قبل فجر تھوڑی دیر جب جماعت میں دیر ہوتی ہےتو

---

(۱) "اعلم أن الكسوة منها فرض: و هو يستر العورة و يدفع الحر والبرد، والأولىٰ كونه من القطن أو الكتان أو الصوف على وفاق السنة بأن يكون ذيله لنصف ساقه، و كمه لرؤس أصابعه، و فمه قدر شبر -كما في النتف- بين النفيس والخسيس؛ إذ خير الأمور أوساطها". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس : ۶/۳۵۱، سعيد)

(وكذا في سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس : ۲/۵۳۱، ۵۳۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس : ۴/۱۷۷، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "وإلى حجره حال قعوده". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۴۷۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۰۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۰۳، مكتبه إمداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۲۸۳، دارالكتب العلمية)

بوجہ کمزوری لیٹ جاتا ہوں۔ مسجد میں اعتکاف کی نیت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کی انتظار میں سنتیں پڑھ کر یا پہلے مسجد میں جب کہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھنا دشوار ہو کچھ دیر کے لئے لیٹ جانے میں مضائقہ نہیں خاص کر اعتکاف کی نیت کر کے۔ مگر اس طرح ہو کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

نماز کے ختم پر دائیں بائیں منہ پھرانا

سوال[۲۴۲۳]: نماز میں سلام دائیں اور بائیں پھیرنا چاہئے لیکن کہیں منہ قبلہ کی طرف ہی کر کے پھیر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ سلام ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے بائیں منہ پھرانا سنت ہے: "و يسن الالتفات يميناً ثم يساراً بالتسليمتين". مراقی الفلاح، ص:۱٦۳(۱) اس کے خلاف کرنے سے سنت ترک ہوگی نماز ادا ہوگئی (۲)۔

نماز کے بعد داہنی یا بائیں طرف رخ کرنا

سوال[۲۴۲۴]: ایک مقامی مسجد جس میں دس سال سے تبلیغی مرکز ہے اور ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے

---

(۱) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننها، ص:۲۷۴، قدیمی)

"ثم يسلم عن يمينه و يساره حتى يرى بياض خده، و لو عكس سلم عن يمينه فقط".

(الدر المختار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۲۴، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث فی سنن الصلوة وأدابها: ۱/۷۳، رشیدیه)

(۲) "ترك السنة لا يوجب فساداً و لا سهواً بل إساءة لو عامداً غير مستخف". (الدر المختار)

"(قوله: عامداً غير مستحق) فلو غير عامد فلا إساءة أيضاً". (ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۴، سعید)

اجتماع کے ایک روز جمعہ کی نماز میں مقرر امام کے نہ آنے کی وجہ سے ایک اجنبی شخص نے امامت کی، بعد سلام تسبیح اور دعاء کے لئے بجائے داہنی طرف مڑنے کے یہ خیال کرتے ہوئے کہ بائیں طرف مڑنا سنت ہے اور عام طور پر امامت کرتے بھی نہیں ہیں، بائیں جانب مڑ کر تسبیح پڑھی اور دعاء کے بعد فراغ عوام میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ یہ نیا طریقہ اس نے کہاں سے نکالا، چند روز بعد بعض مخلص سمجھدار معاونین و کارکنانِ جماعت نے اس دن فجر کے وقت امام صاحب کو اپنی مخلصانہ رائے پیش کی کہ یہاں کی فضا میں عوام کو ابھی تک تبلیغی کام سے مناسبت نہیں ہوئی ہے اور آپ سے بھی ابھی تک عوام کا ربط نہیں ہوا ہے۔ برائے کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

داہنی طرف رخ کرنے سے اصل امام یا کوئی بھی اس کا نائب گناہ گار نہیں، جب دونوں ہی سنت ہیں داہنی طرف رخ کرنا بھی بائیں طرف رخ کرنا بھی، تو کسی ایک طریقہ پر عمل کرنے سے ترکِ سنت نہیں ہوگا، اس کے شواہد شریعت میں بے بنیاد ہیں، لیکن کسی ایک طریقہ کو لازم قرار دینا جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ دوسرا سنت سے ثابت شدہ طریقہ غلط اور خلافِ شرع ہے جائز نہیں، مشکوۃ شریف، ص:۸۷ سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے .... داہنی طرف رخ فرمانا بھی ثابت ہے اور بائیں طرف رخ کرنا یہ بھی ثابت ہے(۱)۔

(۱) "عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ". رواہ مسلم".

"عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:" لا یجعل أحدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یری أن حقاً علیہ أن لا ینصرف إلا عن یمینہ، لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ". متفق علیہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء فی التشہد : ۱/۸۷، قدیمی)

"وإن کا ن لا یتنفل بعدھا یقعد مکانہ، و إن شاء انحرف یمیناً أو شمالاً، و إن شاء استقبلھم بوجھہ، إلا أن یکون بحذائہ مصلٍ، سواء کان فی الصف الأول أو فی الأخیر". (البحرالرائق، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ : ۱/۵۸۵، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان تألیف الصلوۃ إلی انتھائھا : ۱/۵۳۱، ۵۳۲، سعید)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، فصل: الشروع فی الصلوۃ : ۱/۲۲۳، دار المعرفۃ بیروت)

بہتر یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کوئی عالم نمازیوں کے سنایا کرے تاکہ ان کے سامنے ہر چیز کا سنت طریقہ آئے اور جن غلط فہمیوں میں وہ گرفتار ہیں وہ دور ہوں فتنہ سے پورا پرہیز کیا جائے اور ایسا عمل اختیار نہ کیا جائے جن سے غلط عقیدہ کی تائید ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

نماز کے بعد کس طرف رخ کیا جائے؟

سوال [۲۴۲۵]: نماز فجر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر چہار جانب دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین جانب بیٹھنے کا ثبوت ملتا ہے، قبلہ رو اور شمال وجنوب (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۵ھ۔

---

(۱) "عن البراء بن عازب رضي الله تعالیٰ عنه قال: كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم، أحببنا أن نكون عن يمينه، فيقبل علينا بوجهه صلى الله عليه وسلم".

"وقد ورد الروايات المختلفة في الانصراف عن الصلوة، فروى البخاري من حديث سمرة بن جندب رضي الله تعالیٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا صلى صلوة أقبل علينا بوجهه".

"و أخرج مسلم من حديث أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه".

و أخرجا عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه .... لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره".

"و قال بعضهم هو مخير إن شاء انحرف يمنةً و إن شاء يُسرة وهو الصحيح؛ لأن ما هو المقصود من الانحراف وهو زوال الاشتباه يحصل بالأمرين جميعاً". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب الإمام ينحرف بعد التسليم: ۱/۳۴۴، امداديه)

"عن قبيصة بن هلب عن أبيه رضي الله تعالیٰ عنه "قال: كان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يؤمنّا فينصرف على جانبيه جميعاً: على يمينه و على شماله". والعمل عليه عند أهل العلم أنه ينصرف على أيّ جانبيه شاء، إن شاء عن يمينه، و إن شاء عن يساره. وقد صح الأمران عن رسول الله =

ایضاً

سوال[۲۴۲۶]:وضو کند بر همان نماز بنا کند، اگر منفرد باشد اورا از سر نو نماز خواندن افضل است، واگر امام باشد خلیفه گیرد، وضو کند و داخلِ مقتدیان شود، ومقتدی وضو کرده باز آید بمکان که آنجا بود.

۱......سوال یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے امام مقتدی اور منفرد تین قسم کے لوگ ہیں پہلے ایک حکم ہے درنماز حدث لاحق شود وضو کند، پھر امام اور منفرد ومقتدی کے لئے الگ الگ حالتیں بیان کی گئیں اس عبارت کا صحیح محمل کیا ہے؟

۲......دو آدمی برابر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ایک امام تھا دوسرا مقتدی تیسرے شخص نے امام کو آگے بڑھا کر امام کی جگہ کھڑا کر دیا اور خود اسی ایک مقتدی کے ساتھ صف میں کھڑا ہو گیا، اب بعد سلام کے امام اپنی جگہ علی حالہ بیٹھا رہے یا داہنے طرف مڑ کر بیٹھے پھر دعا کرے۔ یہ عصر کی نماز تھی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......منفرد کے لئے اس صورت میں استیناف افضل ہے اس کا اپنا تنہا کا معاملہ ہے امام کے لئے خلیفہ بنا دینا افضل ہے اس کے پیچھے دوسرے لوگ بھی ہیں ان سب کی نماز بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے اس کو خلیفہ بنا دینا افضل ہے تا کہ وقت حدث تک جتنی نماز پڑھ چکے ہیں وہ خراب اور بیکار نہ ہو ان کو استیناف (از سرنو ع پڑھنا اور پڑھی ہوئی کو بیکار قرار دینا) شاق ہوگا بنا میں یہ بات نہ ہوگی (۱)۔

= صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ، و یروی عن علی بن أبی طالب رضی الله تعالیٰ عنه أنه قال: إن كانت حاجته عن يساره أخذ عن يساره". (جامع الترمذی، كتاب الصلوة، باب ما جاء في الانصراف عن يمينه و عن يساره: ۱/ ۶۶، سعید)

"و خيّره في المنية بين تحويله يميناً أو شمالاً و أماماً و خلفاً". (الدرالمختار، كتاب الصلوة فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۵۳۱، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير، باب صفة الصلوة، ص: ۳۴۰، ۳۴۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۱) "أن الاستيناف أفضل تحرزاً عن الخلاف". (الدر المختار)

"قلت: هذا ظاهر في المنفرد، لأن ما نواه هو عين صلاته من كل وجه، بخلاف الإمام أو المقتدی تأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الاستخلاف: ۱/ ۶۰۳، سعید) ....=

۲......دائیں یا بائیں اس طرح مڑکر بیٹھ سکتا ہے کہ مسبوق کی طرف اس کا رخ نہ ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جمائی روکنے کا طریقہ

سوال[۲۴۲۷]: بحالتِ نماز اگر جمائی آئے تو اس کو کیسے روکیں؟ خاص کر رکوع وسجود میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لی جائے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة: ۱/۲۵۷، مكتبه امداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة والحدث في الصلوة: ۱/۳۶۹، دارالكتب العلمية)

(۱) "عن السدي عن أنس أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان ينصرف عن يمينه عن عبد الله قال: "لا يجعلن أحدكم للشيطان من نفسه جزأ لا يرى إلا أن حقاً عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه أكثر ما رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينصرف عن شماله". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوة عن اليمين والشمال: ۱/۲۴۷، قديمي)

"وإن كان لا يتنفل بعد ها يقعد مكانه و إن شاء انحرف يميناً أو شمالاً. وإن شاء استقبلهم بوجهه إلا أن يكون بحذائه مصل، سواء كان في الصف الأول أو في الأخير، والاستقبال إلى المصلي مكروه هذا ما صححه في البدائع". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۳۱، ۵۳۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلوة، فصل الشروع في الصلوة: ۱/۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "العطاس من الله و التثاؤب من الشيطان، فإذا تثاؤب أحدكم، فليضع يده على فيه اهـ". (جامع الترمذي، أبواب الاستيذان والأدب عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ما جاء أن الله يحب العطاس و يكره التثاؤب: ۲/۱۰۳، سعيد) .... =

داہنے ہاتھ سے کھجائے یا بائیں ہاتھ سے؟

سوال[۲۴۲۸]: نماز میں قیام کی حالت میں اگر کسی جگہ بدن پر خارش آئے اور کسی وجہ سے بائیں ہاتھ سے کھجایا تو نماز ٹوٹ گئی یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے یہاں امام صاحب کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی، داہنے ہاتھ سے کھجایا جائے۔فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر خارش کو ضبط نہیں کرسکتا تو حالتِ قیام میں داہنے ہاتھ سے کھجائے، لیکن اگر بائیں ہاتھ سے بھی کھجایا تو محض بایاں ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۷۹ھ۔

= "وإمساک فمه عند التثاؤب، فإن لم يقدر غطاه بظهر يده اليسرى، وقيل: باليمنى لو قائماً، وإلافيسراه، اهـ. مجتبى". (الدر المختار). "وعبارة الشارح في الخزائن: أي بظهر يده اليمنى الخ، فالمناسب إبدال اليسرى باليمنى". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۸، سعيد)

وقال العلامة الرافعيّ: "(فالمناسب إبدال اليسرى باليمنى)، الذي رأيته في عدة نسخ من الشرح بظهر يده اليمنى". (تقريرات الرافعي، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۹، سعيد)

(۱) "وعبثه به: أي بثوبه و بجسده للنهي، إلا لحاجة، لا بأس به". (الدرالمختار).

"(قوله: إلا لحاجة) كحك بدنه لشيء أكله و آضره، وسلت عرق يولمه ويشغل قلبه، و هذا لو بدون عمل كثير، قال في الفيض: الحك بيد واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلوة إن رفع يده في كل مرة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۱/۶۴۰، سعيد)

"وإمساک فمه عند التثاؤب، فإن لم يقدر غطاه بظهر يده اليسرى، وقيل: باليمنى لو قائماً وإلافيسراه اهـ، مجتبى". (الدر المختار).

وفي رد المحتار: "و عبارة الشارح في الخزائن: أي بظهر يده اليمنى الخ، فالمناسب إبدال اليسرى باليمنى". (كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۸، سعيد)

"(فالمناسب إبدال اليسرى باليمنى)، الذي رأيته في عدة نسخ من الشرح بظهر يده اليمنى". (تقريرات الرافعي، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۹، سعيد)

نماز میں متعدد امور کی کوتاہی

سوال[۲۴۲۹]: وہ ارکان جن کی ادائیگی دانستہ طور پر اس طرح کی جاتی ہے اور اب ایک رواج کی صورت تک پہونچ چکی ہے:

(الف) قومہ صحیح ادا نہ کرنا، رکوع سے حسب سابق سیدھا کھڑا نہ ہونا اور سجدہ میں چلے جانا۔

(ب) جلسہ صحیح ادا نہ کرنا، پہلے سجدہ کے بعد حسب سابق سیدھا نہ بیٹھنا اور فوراً دوسرے سجدہ میں چلے جانا۔

(ج) دوران نماز خصوصاً قیام میں بار بار کھانسنا، بار بار ہاتھ اٹھا کر کسی جگہ کھجلانا، کپڑے سمیٹنا۔

(د) التحیات میں بیٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے قمیص کے دامن کو کھینچ کر درست کرنا۔

(ہ) دورانِ رکوع اپنے ہاتھ گھٹنے سے ہٹا کر پنڈلی اور ران وغیرہ کو کھجلانا۔

(و) دورانِ سجدہ ایک ہاتھ اٹھا کر کانوں، منہ وغیرہ کو کھجلانا، اسی طرح پاؤں کو دوران سجدہ اٹھالینا۔

(ز) دورانِ نماز آستین چڑھا کر رکھنا، جب کہ قمیص بھی پوری آستین والی ہے۔

ان تمام امور سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر فاسد نہیں ہوتی تو مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان جملہ امور میں احکام شرعی کی رعایت لازم ہے، بعض کے ارتکاب میں کراہت ہلکی ہے، بعض میں شدید ہے، بعض میں فسادِ نماز کا بھی مظنہ ہے۔ نماز امّ العبادات ہے، تھوڑی سی بے توجہی اور غفلت سے اس کو ناقص اور فاسد کر دینا بڑا خسارہ ہے، اپنے عمدہ لباس پر معمولی دھبہ برداشت نہیں کیا جاتا، جو فریضہ اور تحفہ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ عالی میں پیش کیا جائے، اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر ہر قسم کے دھبہ سے صاف رکھ کر پیش کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رجلاً دخل المسجد و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جالس في ناحية المسجد، فصلى ثم جاء فسلم عليه، فقال له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "وعليك السلام، ارجع فصل فإنك لم تصل". فرجع فصلى، ثم جاء فسلم فقال: "و عليك السلام،=

....

= إرجع فصل فإنک لم تصل" فقال: في الثالثة أو في التي بعدها: علّمني يا رسول الله! فقال: "إذا قمت إلى الصلوة فاسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة فكبّر، ثم اقرأ بما تيسر معک من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعاً، ثم ارفع حتى تستوى قائماً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم ارفع حتى تطمئن جالساً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم ارفع حتى تطمئن جالساً". وفي رواية: "ثم ارفع حتى تستوى قائماً، ثم افعل ذلک في صلواتک كلها". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۷۵، قديمي)

"و من الواجبات تعديل الأركان عند أبي حنيفة و محمد رحمهما الله. وفي المغرب: والمراد بتعديل أركان الصلوة: تسكين الجوارح في الركوع والسجود والقومة بينهما والقعدة بين السجدتين". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها و سننها وآدابها: ۱/۵۱۰، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچى)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۶۳، سعيد)

"و من المفسدات .... والتنحنح .... بلا عذر، أما به بأن نشأ من طبعه فلا، أو بلا غرض صحيح، فلو لتحسين صوته أو ليهتدى إمامه أو للإعلام أنه في الصلوة، فلا فساد على الصحيح".

(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره: ۱/۶۱۸، ۶۱۹، سعيد)

"و كره عبثه به: أى بثوبه و بجسده للنهي إلا لحاجة، و لا بأس به خارج صلاة". "(قوله: إلا لحاجة) بدنه لشيء أكله و أضره، وسلت عرق يؤلمه و يشغل قلبه، و هذا لو بدون عمل كثير، قال في الفيض: الحک بيد واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلوة إن رفع يده في كل مرة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره: ۱/۶۴۰، سعيد)

"و يفسد كل عمل كثير ليس من أعمالها و لا لإصلاحها، و فيه أقوال خمسة أصحها ما لا يشک بسببه الناظر من بعيد في فاعله أنه ليس فيها، وإن شک أنه فيها أم لا فقليل اهـ". "و فيه يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة و إلا لم يجز، والناس عنه غافلون". "قلت: ويمكن حمل كلٍ من الروايتين السابقين عليه بحمل ما ذكره الكرخي وغيره من عدم الجواز برفعهما على عدم الحل لا عدم الصحة، و كذا نفي التمرتاشي و شيخ الإسلام فرضية وضعهما لا ينافي الوجوب، و تصريح القدوري بالفرضية يمكن تأويله، فإن الفرض قد يطلق على الواجب تأمل الخ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة الى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

"و كره كفه: أى رفعه و لو لتراب كمشمّر كمٍ أو ذيل اهـ". "(قوله: كمشمّر كم أو ذيل): أى كما دخل في الصلوة و هو مشمر كمّه أو ذيله، و أشار بذلک إلى أن الكراهة لا تختص بالكف و هو في الصلوة .... و اختلف فيمن صلى، و قد شمّر كميه لعمل كان يعمله قبل الصلوة أو هيئته ذلک اهـ، و مثله ما لو شمر للوضوء ثم عجل لإدراک الركعة مع الإمام، و إذا دخل في الصلوة كذلک، وقلنا بالكراهة.......... وهذا لو شمّرهما خارج الصلوة ثم شرع فيها كذلک، أما لو شمّر وهو فيها، تفسد؛ لأنه =

بعض حروف ادا کرتے وقت گردن جھکانا

سوال[۲۴۳۰]: ہمارے امام صاحب نماز پڑھاتے وقت گردن اور سر کو جہاں بھی "ع" یا "ح" ہو اس طرح کرتے ہیں جیسے مرغا اذان پڑھتا ہے اور اپنی گردن کو اوپر نیچے کرتا ہے، کبھی ایک ٹانگ کے اوپر کھڑے ہوجاتے ہیں یعنی ایک ہی ٹانگ پر سارا زور دیکر کھڑے ہوتے ہیں۔ تو ان صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیامِ طویل ہو تو کبھی ایک ٹانگ پر بوجھ دینا، کبھی تھک جائے تو دوسری پر بوجھ دینا درست ہے، اس سے نماز خراب نہیں ہوتی (۱) البتہ "ع" اور "ح" ادا کرتے وقت سر کو جھکانے کی ضرورت نہیں، یہ بلاضرورت ہے، اگرچہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، تاہم اس سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۹۵ھ۔

= عمل كثير". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره: ۱/۶۴۰، سعيد)

(۱) "وللمتطوع الاتكاء على شيء كعصا وجدار مع الإعياء: أى التعب بلا كراهة، و بدونه يكره". (الدر المختار). "(قوله: و للمتطوع) لعل وجهه أن التطوع قد يكثر كالتهجد فيؤدى إلى التعب، فلم يكره له الاتكاء، بخلاف الفرض فإنه زمنه يسير، وإلا فالمفترض إن عجز فقد مرّ حكمه، وإن تعب فالظاهر أنه لا يكره له الاتكاء، تأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۱، سعيد)

وقال العلامة الرافعي رحمه الله تعالىٰ: "فالظاهر أنه لا يكره له الاتكاء لكن مقتضى تقييدهم بالمتطوع أن المفترض يكره له الاتكاء و لو مع الإعياء، و كأنه لأنه زمنه يسير، فلم يكن الإعياء فيه نافياً للكراهة". (تقريرات الرافعي، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۴، سعيد)

"ويكره القيام على أحد القدمين في الصلوة بلا عذر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۴، سعيد)

"(قوله: و للمتطوع) قيد به؛ لأن المفترض إذا لم يقدر على القيام إلا به، لزمه اهـ". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلاة المريض: ۱/۳۲۰، دار المعرفة بيروت)

"قوله: و بدونه يكره؛ لأنه إسائة أدب فالكراهة تنزيهية". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۳۲۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا فى رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۱، سعيد)

باب الذکر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الأول فی الذکر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

نماز کے بعد ذکر جہری

سوال[۲۴۳۱]: پنجگانہ نماز کے بعد جہراً ذکر مثلاً آیۃ الکرسی یا اس کے مثل اور دعا بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں اس نماز کا سلام پھیر کر مختصری دعاء (۱) پڑھ کر وہاں سے ہٹ کر حجرہ شریف میں جا کر سنتیں پڑھنے کا معمول تھا (۲) اس جگہ جماعت کے ساتھ جہراً اذکار وتلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم! أنت السلام و منك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام" .... و قد روي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه كان يقول بعد التسليم: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، و له الحمد، يحيي و يميت و هو على كل شيء قدير، اللّٰهم! لا مانع لما أعطيت و لا معطي لما منعت، و لا ينفع ذا الجد منك الجد". (جامع الترمذي، كتاب الصلوة، باب ما يقول إذا سلم: ۶۶/۱، سعيد)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ركعتين بعد المغرب في بيته". (جامع الترمذي، كتاب الصلوة باب ما جاء أنه يصليهما في بيته: ۹۸/۱، سعيد) =

ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام

سوال[۲۴۳۲]: بعد نماز فرض تمام جماعت کامل کر آواز ایک کر کے تین مرتبہ "لا إله إلا اللّٰه" بلند آواز کر کے کہنا پھر "رسول اللّٰہ" کہنا باوجود اس کے کہ مسبوق اور دوسرے نمازی نماز پڑھ رہے ہوں، ان کی نماز میں حرج ہو رہا ہو، اس کو ضروری سمجھنا اور جو کوئی نہ پڑھے اس کو بہت بُرا جاننا اور اس کو قابلِ ملامت جاننا یہاں کا رواج ہے۔ یہ کیسا ہے، کیا اس کو ضروری کرنا چاہیئے، یا نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو ترک کر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلمہ شریف کا ذکر بہت مبارک چیز ہے لیکن اس طرح کرنا چاہیے کہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں تشویش نہ ہو، ورنہ پھر بلند آواز سے کرنا ممنوع ہوگا، کذا في سباحة الفكر في الجهر بالذكر (۱)، نیز بعد نماز اس پر مداومت کرنا اور تارک پر ملامت کرنا جو کہ اصرار کی حد میں داخل ہے ناجائز ہے: "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، اهـ". سعایہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔

= اور سنتوں کا گھر میں پڑھنے کی ترغیب وفضیلت بھی بیان کی گئی ہے:

"عن زيد بن ثابت عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "صلوة المرء في بيته أفضل من صلوته في مسجدي هذا إلا المكتوبة". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب صلوة الرجل التطوع في بيته: ۱/۱۵۲، إمداديه ملتان)

(۱) "و هناك أحاديث اقتضت طلب الإسرار والجمع بينهما: بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كماجمع بين الأحاديث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقرآءة القرآن، و لا يعارض ذلك حديث: "خير الذكر الخفي" لأنه حيث خيف الرياء، أو تأذي المصلين أو النيام.

وذكر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حيث كلاهما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً لتعدى فائدته إلى السامعين، و يوقظ قلب الذاكر". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في الجهر بالذكر، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ: ۳/۴۶۹، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرآءة، ذكر البدعات: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي)

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا

سوال[۲۴۳۳]: فرضوں کے بعد اکثر لوگ ''لا إلـه إلا الله'' زور سے پڑھتے ہیں تین بار، اس کا پڑھنا کیسا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر لوگ منع کرتے ہیں۔ فقط۔

محمد صدیق خورجوی، ۲۱/ جمادی الاولی/ ۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذکر اللہ خاص کر ذکر ''لا إلـه إلا الله'' کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے(۱)۔ ذکر بلاشبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے(۲)، مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے التزام کرنا یعنی اس کو واجب اور ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے پر ملامت کرنا شرعاً ثابت نہیں، لہٰذا نفسِ ذکر جائز اور التزام منع ہے(۳)۔ بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ مسبوق ہوتے ہیں، یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے(۴) اس لئے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے تا کہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/ ۵/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

---

(۱) ''جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ''أفضل الذكر لا إله إلا الله، وأفضل الدعآء الحمد لله''. (جامع الترمذى، كتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/۱۷۶، سعيد)

(۲) ''إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر و أحاديث طلبت الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الريآء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا''. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۸، سعيد)

(۳) ''الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة''. (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی)

(۴) (راجع ردالمحتار، المصدر السابق)

فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا

سوال[۲۴۴۴]: ہمارے محلّہ کے آدمی چونکہ کاروبار میں رہتے ہیں، محلّہ کی جامع مسجد میں ہر وقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے، صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں اس لئے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے جہراً تسبیح درود شریف "سبحان اللہ و بحمدہ، صلی اللہ علی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، استغفر اللہ" بلاناغہ ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔ امام صاحب سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصولِ ثواب و برکت کے لئے پڑھتے ہیں اگر چہ ایسا پڑھنا فرض وواجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنے والے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں یعنی اگر مصلی حالتِ نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں ورنہ جہراً۔ اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے یا منع ہے، نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فجر کے بعد درود شریف، ذکر، تسبیح، استغفار سب کچھ درست ہے، اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے(۱) مگر اس میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے، امام صاحب کا جب تک دل چاہے پڑھتے رہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر جب تک چاہے پڑھتا رہے اور جس کو کوئی کام کرنا ہو اس کو اختیار ہے کہ اپنا کام کرے، مجبور کسی کو نہ کیا جائے، اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

دعاء میں اصل اخفاء ہے: ﴿ادعو ربکم تضرعاً وخفیة﴾ (۲) تعلیم مقصود ہو یا کوئی اور دینی

---

(۱) "إن هنا أحاديث اقتضت طلب الجهر، و أحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء، أو تأذى المسلمين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذُكر؛ لأنه أكثر عملاً، و لتعدى فائدته إلى السامعين اهـ". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد)

(وكذا في سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللكنوى رحمة الله عليه: ۴۶۹/۳، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) (الأعراف: ۵۵)

مصلحت ہوتو جہراً بھی درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسبِ مصالح دونوں طرح دعا ثابت ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا

سوال[۲۴۳۵]: کشمیر میں نمازِ فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہر نماز کے بعد بلکہ ہر وقت رات دن میں درست ہے(۲)، لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں جس سے کسی کی نماز

---

(۱) "وعن المغيرة بن شعبة رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلوة مكتوبة: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك و له الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم! لا مانع لماأعطيت، و لا معطي لما منعت، و لا ينفع ذا الجد منك الجد". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الذكر بعد الصلوة الفصل الأول، ص: ۸۸، قديمي)

(۲) قال الله عزوجل: ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي، يأيها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾. (پ ۲۲، سورة الأحزاب: ۵۶)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صلى عليّ واحدة صلى الله عليه عشراً". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۷۵، قديمي)

"عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أولىٰ الناس بي يوم القيامة أكثرهم عليّ الصلوٰة". (جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (كتاب الأذكار للنووي، كتاب الصلوٰة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۱۵۳، دارالبيان).

میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

فرائض اور سنن کے درمیان وظیفہ

سوال[۲۴۳۶]: یہاں کے امام صاحب بعد ظہر ومغرب وعشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعاء مانگا کرتے ہیں کبھی طویل مانگتے ہیں اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ مقتدی دو تین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں، ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہئے، مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے۔ ایسے امام کی اقتداء میں کچھ خرابی تو نہیں؟ فقط۔

حاجی سید عبدالماجد، ۱۳/ دسمبر/ ۵۰ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھی جائیں لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار وتشدد کی ضرورت نہیں کیونکہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی کچھ گناہ نہیں:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "ويكره تأخير السنة إلا بقدر" أللهم أنت السلام" الخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهةِ التنزيهةَ، ارتفع الخلاف؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهةً تنزيهاً كانت خلاف الأولىٰ الذي هو معنى: لا بأس، قلت: وفي حفظي حمله على القليلة .... فالكراهة علىٰ الزيادة

---

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: قُبيل فصل في القرآءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمي)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳۱/۳، رشيديه)

تنزيهة لما علمت من عدم دليل التحريمية اه". در مختار وشامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ ربیع الاول/ ۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/ ربیع الاول/ ۷۰ھ۔

تسبیحات فرائض کے بعد ہیں یا سنن کے بعد؟

سوال[۲۲۴۷]: تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ وظیفہ پڑھنے کے لئے فرائض کے بعد متصلاً پڑھنا افضل ہے یا سنن ونوافل سے فارغ ہوکر؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے، اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر، تو بعد فرض متصلاً افضل ہے(۲)۔ فقط۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/ ۵۳۰، سعيد)

"عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب مغيرة بن شعبة إلى معاوية رضي الله تعالىٰ عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا فرغ من الصلاة وسلم قال: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شئ قدير، أللهم! لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/ ۲۱۸، قديمي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ("نفائسِ مرغوبہ" تصنیف حضرت مولانا مفتی کفایت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول:" أللهم! أنت السلام ومنك السلام، تباركت ذاالجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/ ۲۱۸، قديمي)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر" أللهم أنت السلام" الخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف. قلت: وفي حفظي حمله على القليل". (الدر المختار). .... =

بعد فجر وعصر تسبیحات ودعاء میں ترتیب

سوال[۲۴۳۸]: فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعاء مانگنے سے قبل تکبیر، تحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے یا دعا مانگنے کے بعد؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعاء کرنا مستحب ہے:

"ویسبّحون الله تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین، ویحمّدونه كذلك، ویكبرونه كذلك .... : ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة رافعي أیدیهم، ثم یمسحون بها: أي بأیدیهم وجوههم في آخره، اهـ". مراقي الفلاح مختصراً، ص: ۱۸۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/۵۷ھ۔

= "(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهةً تنزيهاً، كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس .... لا بأس بالفصل بالأوراد: أي القليلة التي بقدر: أللهم أنت السلام الخ".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۱، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: وأما بيان ما يستحب للإمام: ۱/۳۹۳، ۳۹۴، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة، ص: ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اكيڈمی)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في الأذكار، ص: ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، قديمي)

"ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربك". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۵۲، إدارة القرآن، كراچي)

نماز کے بعد کی تسبیح صف سے ہٹ کر پڑھنا

سوال[۲۴۳۹]: نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صف سے پڑھنا افضل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص محلِ اعتراض نہیں، اگر صف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہو رہی ہے، ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لئے افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۳/۸۹ھ۔

تسبیحاتِ فاطمی نہ پڑھنا

سوال[۲۴۴۰]: ایک شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا بلکہ بہت جلد منہ بند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے دعاء مانگ کر چلا جاتا ہے، ان کا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے، بلکہ یہ مستحب ہے، جو شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر وخیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا، تاہم گنہگار نہیں ہوگا (۲) نمازی اس

---

(۱) "ویستحب کسر الصفوف". (الدر المختار). "(قوله: یستحب کسر الصفوف) لیزول الاشتباه عن الداخل المعاین للکل فی الصلاة". (رد المحتار، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۱، سعید)

(۲) "عن کعب بن عجرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن رسول صلی اللہ علیه وسلم قال: "معقبات لا یخیب قائلهن أو فاعلهن دبر کل صلوٰة مکتوبة: ثلاثاً وثلثین تسبیحةً، وثلاثاً وثلثین تحمیدةً، وأربعاً وثلثین تکبیرةً". (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوٰة، وبیان صفته: ۱/۲۱۹، قدیمی) .... =

سے نفرت نہ کریں، برانہ کہیں، محبت وہمدردی سے سمجھائیں، ترغیب دیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بعد فجر اشراق تک ایک جگہ بیٹھنے کا ثواب

سوال [۲۴۴۱]: صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے، بہشتی زیور میں لکھا ہے اس وقت تک کہ اشراق کا وقت ہو، اگر خاموشی کے ساتھ اپنے گھر آئے اور تلاوتِ قرآن کرتا رہے، نماز اشراق پڑھ کر اٹھے، آیا اس کو بھی وہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

فقط محمد الیاس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے لئے یہ ثواب نہیں کیونکہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے جیسا کہ خود بہشتی زیور (۲) میں بھی

= "ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمده ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربك". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلوٰة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلوٰة: ۳/۱۵۲، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوٰة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، قديمي)

(۱) "عن تميم الداري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الدين النصيحة" قلت: لمن؟ قال: "لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم". قال النووي: "وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عداوُلاة الأمر، فإرشادهم لمصالحهم في آخرتهم ودنياهم وكف الأذى عنهم، فيعلمهم ما يجهلونه من دينهم ودنياهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل .... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم، وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم .... والنصيحة لازمة على قدر الطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه ويطاع أمره وأمن على نفسه المكروه، فإن خشي أذى فهو في سعة. والله أعلم".

(الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة: ۱/۵۴، قديمي)

(۲) لم أجده

موجود ہے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے ذکر وغیرہ میں مشغول رہے اور اس جگہ سے اٹھ کر گھر آ کر ذکر میں مشغول رہنے سے اس قدر ثواب نہیں ملتا، بلکہ اس میں کمی آجاتی ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۷/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ذی الحجہ ۵۶ھ۔

فجر کے بعد اشراق تک ذکر میں مشغول رہنا

سوال[۲۴۴۲]: فجر کی فرض کے بعد بعض لوگ مصلح پر بیٹھے رہتے ہیں، طلوعِ آفتاب کے بعد نیتِ اشراق دوگانہ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے، اس روایت کی کیا اصل ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق فرض کے بعد مصلے پر بیٹھے رہنا تو ثابت ہے لیکن دوگانہ نماز پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا، مسئلہ کی پوری تحقیق فرمائیں۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى الفجر في جماعة، ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين، كانت له كأجر حجة وعمرة". قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "تامة تامة". رواه الترمذي". (۲)، مشكوة

(۱) "عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى صلاة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم قام، فصلى ركعتين، انقلب بأجر حَجّة وعمرة". رواه الطبراني وإسناده جيد". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلوٰة الصبح والمغرب والعصر: ۱۰/۱۰۴، دار الفكر، بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالىٰ، باب فضل الذكر بعد صلاة الفجر، ص: ۱۲۶، ۱۲۷، مكتبة الشيخ)

(۲) (جامع الترمذي، أبواب السفر، باب ذكر مما يستحب من الجلوس في المسجد بعد الصلوة الصبح حتى تطلع الشمس، سعيد)

شریف: ۱/ ۸۹، باب الذکر بعد الصلوات (۱)۔

حدیثِ بالا اس مسئلہ کی اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۸۸ھ۔

فجر کے بعد ہواخوری افضل ہے یا اوراد ووظائف؟

سوال [۲۴۴۳]: فجر میں دعاء کے بعد اگر فجر کا وقت باقی ہے تو اس وقت اوراد ووظائف، حمد ونعت، صلوٰۃ وسلام یا تلاوت کلام پاک میں لگ جانا افضل ہے، یا ہواخوری کے لئے نکل جانا افضل وضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہواخوری کی ضرورت صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہے تو اس سے بھی منع نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی رعایت بھی قابلِ اہتمام ہے، ذکر وتلاوت وغیرہ کے افضل ہونے کے متعلق تو مستقل دلائل موجود ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۲/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۲/ ۹۱ھ۔

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الذکر بعد الصلوۃ: ۱/ ۸۹، قدیمی)

"عن أبی أمامة رضی الله تعالیٰ تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من صلی صلاة الغداة فی جماعة، ثم جلس یذکر الله حتی تطلع الشمس، قام، فصلی رکعتین، إنقلب بأجر حجة وعمرة". رواه الطبرانی وإسناده جید". (مجمع الزوائد للهیثمی، کتاب الأذکار، باب مایقول بعد صلوة الصبح والمغرب: ۱۰/ ۱۰۴، دارالفکر)

راجع للتفصیل: (کتاب الأذکار للنووی رحمه الله تعالیٰ، باب الحث علی ذکر الله تعالیٰ بعد صلوة الصبح، ص: ۱۰۴، ۱۰۵، داربیان)

(۲) فجر کی نماز کے بعد اشراق تک ذکر اذکار میں مشغول رہنے کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں، لہٰذا فجر کے بعد اشراق تک ذکر اذکار میں مشغول رہے، نماز اشراق پڑھنے کے بعد ہواخوری کرے، نیز عصر کا وقت بھی ہواخوری کے لئے مفید ہے:

"عن أبی أمامة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من صلی =

فجر کے بعد یٰسین شریف کا ختم

سوال [۲۴۴۴]: ایک امام صاحب روزانہ بعد فجر کے سلام کے بعد بغیر مناجات زبردستی مقتدیوں کو سورۂ یٰسین پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ختم قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے، کیوں ذرا سے وقت کے لئے آپ اس سے محروم ہوں؟ اس کے بعد دعاء کرتے ہیں (مناجات کرتے ہیں)۔ کیا امام صاحب کا یہ عمل ازروئے شرع صحیح ہے یا ناجائز ہے؟ احکام شرعی بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے(۱)، حدیث شریف میں موجود ہے، اس

= صلاة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم قام، فصلى ركعتين، انقلب بأجر حجة وعمرة". رواه الطبراني وإسناده جيد".(مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يفعل بعد صلاة الصبح والمغرب والعصر: ۱۰/۱۰۴، دارالفكر، بيروت)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من قال دبر كل صلاة الغداة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحي ويميت، بيده الخير، وهو على كل شئ قدير مائة مرة قبل أن يثني رجليه، كان يومئذٍ من أفضل أهل الأرض عملاً، إلا من قال مثل ما قال، أو زاد على ما قال". رواه الطبراني في الكبير والأوسط، ورجال الأوسط ثقات". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلاة الصبح والمغرب، ج: ۱۰/۱۰۷، ۱۰۸، دار الفكر، بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالىٰ، باب فضل الذكر بعد صلوٰة الفجر ص ۱۲۶، ۱۲۷ مكتبة الشيخ)

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن لكل شئ قلباً، وقلب القرآن يٰسٓ، ومن قرأ يٰسٓ، كتب الله له بقرأتها قراء ة القرآن عشر مرات". (تفسير ابن كثير: ۴/۵۶۳، سورة يٰسٓ، سهيل اكيڈمی)

(ورواه الترمذي، في سننه في أبواب فضائل القرآن عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ما جاء في يٰسٓ: ۲/۱۱۶، سعيد)

سے مشکلات میں آسانی ہوتی ہے(۱)، اپنے زیرِ تربیت لوگوں کو زور دیکر بھی عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن سب کو مجبور نہ کیا جائے، جس کا دل چاہے دعاء کے بعد چلا جائے یا تسبیح، نوافل، تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوجائے، جس کا دل چاہے تلاوت یٰسین کرے (۲)۔ ترغیب کو جبر کہنا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز کے بعد "استغفر اللّٰہ" پڑھنا

سوال[۲۴۴۵]: نماز فرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید "استغفر اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الحی القیوم" پڑھتا ہے، بکر کہتا ہے بیشک یہ بہت بڑا استغفار ہے، لیکن سلام کے بعد تو "اللہ اکبر" اور تین مرتبہ "استغفر اللہ" پڑھنا منقول ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر "استغفر اللّٰہ" منقول ہے، بعد کے صفات منقول نہیں مگر عمل الیوم واللیلۃ، ص:۳۵، میں ہے:

"عن معاذ –رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ– قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول:" من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا

(۱) "عن عطاء بن أبی رباح، قال: بلغنی أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: "من قرأ یٰسٓ فی صدر النھار، قضیت حوائجہ". قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما: من قرأ یٰسٓ حین یصبح، أعطی یُسر یومہ حتی یمسی، ومن قرأھا فی صدر لیلۃ، أعطی یسر لیلۃ حتی یصبح". (سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل یٰسٓ، (رقم الحدیث: ۳۴۱۸، ۳۴۱۹): ۲/۵۴۹، قدیمی)

(وکذا فی مشکوٰۃ، کتاب فضائل القرآن الفصل الثالث، ص: ۱۸۹، قدیمی)

(۲) "الإصرار علی المندوب یبلغہ إلی حد الکراھۃ". (السعایۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، ۲/۲۶۵، سھیل اکیڈمی)

"قال الطیبی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: من أصر علی أمر مندوب، وجعلہ عزماً، ولم یعمل بالرخصۃ، فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علی بدعۃ أو منکر". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الدعاء فی التشھد، (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشیدیہ)

هو الحی القیوم وأتوب إلیه، کفرت عنه ذنوبه وإن کانت مثل زبد البحر"(١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٨/٢/٩٥ھ۔

توبہ اور استغفار میں فرق

سوال[٢٤٤٦]: توبہ واستغفار میں کیا فرق ہے؟ اگر زانی اور زانیہ نے صرف توبہ واستغفار کیا تو ان سے ہر قسم کی تعظیم وتکریم، سلام، حسن سلوک کرنا چاہئے یا برائے تنبیہ ترکِ موالات ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ میں گذشتہ پر ندامت کے ساتھ آئندہ پرہیز کا پہلو غالب ہے(٢) اور استغفار میں جرم کی معافی کا

---

(١) (أخرجه ابن السني في عمل اليوم والليلة، باب مايقول في دبر صلوة الصبح، رقم الحديث: ١٢٦، ص: ١١٢، مكتبة الشيخ كراچی)

"عن ثوبان قال: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا انصرف من صلوته، استغفر ثلاثاً وقال: "أللهم! أنت السلام ومنك السلام، تباركت ذا الجلال والإكرام". قال الوليد: فقلت للأوزاعي: كيف الاستغفار؟ قال: يقول: "أستغفر الله، أستغفر الله". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمی)

"ويستحب أن يستغفر الله ثلاثاً، ويقرأ اية الكرسي والمعوذات، ويسبح، ويحمد، ويكبر ثلاثاً وثلثين، وهلل تمام المائة، ويدعو، ويختم بسبحان ربک". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل: إذا أراد الشروع: ٥٣٠/١، سعيد)

(٢) "قالت عائشة رضي الله عنها: قال لي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن كنت ألممت بذنب، فاستغفري الله وتوبي إليه؛ فإن التوبة من الذنب الندم والاستغفار". (إحياء علوم الدين للإمام الغزالي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الأذكار والدعوات، فضيلة الاستغفار: ٣٩٨/١، مكتبه حقانيه)

"أصل التوبة في اللغة الرجوع، يقال: تاب وثاب -بالمثلثة- وأناب وآب بمعنى رجع، والمراد بالتوبة ههنا الرجوع عن الذنب ...... أن لها ثلثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لا يعود إليها أبدًا". (شرح مسلم للنواوي رحمه الله تعالىٰ، كتاب التوبة: ٣٥٤/٢، قديمي)

والبسط في: (روح المعاني (سورة التحريم: ٨): ١٥٧/٢٨ - ١٦٠، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

پہلو غالب ہے(۱) جبکہ بذریعۂ توبہ واستغفار اصلاح کے آثار ظاہر ہوجائیں تو پھر ترکِ موالات نہیں چاہئے، ہاں اگر ترکِ تعلق اصلاح کا ذریعہ بن سکے تو ترک تعلق ٹھیک ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۱۴۰۱ھ۔

استغفار کے ایک صیغہ کا ثبوت

سوال[۷۴۴۷]: کیا صیغۂ استغفار: ''استغفر اللّٰه (الی) وأتوب الیه'' حدیث مرفوع میں ہے؟ اور اس کا اپنے معمول کے مطابق پڑھنا صحیح ہے اور کیا یہ استغفار کے تمام صیغوں کا خلاصہ ہے اور کیا طلبِ مغفرت میں یہ سب برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! حدیثِ مرفوع میں موجود ہے، صیغے مختلف آئے ہیں، ہر ایک اپنی ایک شان رکھتا ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۸۵ھ۔

---

(۱) ''واستغفر الله ذنبه على حذف الحرف طلب منه غفره''. (لسان العرب، (ر) فصل غين المعجمة، تحت لفظ غفر: ۲۶/۵، دار صادر، بيروت)

والتفصيل في: (روح المعاني، پ: ۴، آية: ۱۳۵، ۶۱/۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) ''عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ''لايحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلث ليال، فيلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام''. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۸۹۷/۲، قديمي)

''قوله: ''(ولا يحل لمسلم إلى آخره) فيه التصريح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أيام، وهذا فيمن لم يجن على الدين جناية، فأما من جنى عليه وعصى ربه، فجاءت الرخصة في عقوبته بالهجران كالثلاثة المتخلفين عن غزوة تبوك، فأمر الشارع بهجرانهم، فبقوا خمسين ليلةً حتى نزلت توبتهم''. (عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد والتدابر الخ: ۱۳۷/۲۲، مطبعة منيريه بيروت)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: (مرقاة المفاتيح للملا على القاري رحمه الله تعالىٰ، كتاب الأدب، باب من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشيديه)

(۳) ''قال أبو هريرة رضي الله عنه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ''والله! إني لأستغفر الله=

مناجاتِ مقبول اور حزبِ اعظم

سوال[۲۴۴۸]: زید پابند شریعت ہے اور اکثر باوضو تمام ماثورہ دعائیں پڑھتا رہتا ہے تو کیا اس کے لئے یہی کافی ہے یا مناجاتِ مقبول بھی پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص شریعت کی بتائی ہوئی دعائیں ان کے اوقات میں پڑھنے کا اہتمام رکھتا ہے اس کے لئے وہی کافی ہے، جو شخص اہتمام نہیں رکھتا وہ "مناجاتِ مقبول" یا "الحزب الاعظم" کی دعائیں پڑھ لیا کرے۔
فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ۔

حزب البحر پڑھنے کی اجازت

سوال[۲۴۴۹]: دعائے حزب البحر کے پڑھنے کی اجازت اور طریقۂ عمل بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محض ثواب کے لئے پڑھنا ہو تو روزانہ ایک دفعہ کسی وقت پڑھ لیا کریں، نہ کسی طریقۂ خاص کی ضرورت ہے نہ کسی کی اجازت کی (۱)، اگر کسی خاص عمل کے لئے پڑھنا ہو تو کسی عامل سے اجازت لیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

= وأتوب إليه في اليوم أكثر من سبعين مرةً". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب استغفار النبي صلى الله عليه وسلم في اليوم والليلة: ۲/۹۳۳ قديمي)

"عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "سيد الاستغفار أن يقول العبد: اللهم! أنت ربي، لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك، وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت، أعوذ بك من شر ما صنعت، أبوء لك بنعمتك عليّ، وأبوء لك بذنبي، فاغفرلي، فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت". قال: "ومن قالها من النهار موقناً بها فمات من يومه قبل أن يمسي، فهو من أهل الجنة، ومن قالها من الليل وهو موقن بها فمات قبل أن يصبح فهو من أهل الجنة". (صحيح البخاري، باب الاستغفار، ص: ۴۹۶-۵۰۰، قديمي)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: "كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يذكر الله عزوجل على كل أحيانه". (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الرجل يذكر الله تعالىٰ على غير طهور: ۱/۴، امداديه) =

درود "تنجینا" میں لفظ "تنجینا" کی تحقیق

سوال[۲۴۵۰]: درود تنجینا کا اعراب کسی کتاب میں اس طرح ہے: "اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلى ال سيدنا محمد صلوٰةً تُنَجِّيْنَا بها من جميع الأهوال والآفات" اور کسی کتاب میں اس طرح ہے "تُنْجِيْنَا"۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ تُنَجِّيْنَا صحیح ہے یا "تُنْجِيْنَا" صحیح ہے؟ اور کیا دونوں کے الگ الگ معنیٰ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"تُنْجِيْنَا" اور "تُنَجِّيْنَا" دونوں طرح یہ لفظ صحیح ہے، دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۴/۲۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= قال الله تعالىٰ: ﴿فاذكروا الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبكم﴾. (الآية). "أي فداوموا على ذكره سبحانه في جميع الأحوال الخ". (روح المعاني: ۱۳۷/۵، پ: ۵، سورة النساء: ۱۰۳)

(۱) "النجاء: الخلاص من الشيء، نجا ينجوا نجواً "ونجاءً" -ممدود- "ونجاةً" -مقصور- ونجى واستنجى كنجا ...... ونجوت من كذا والصدق منجاة، وأنجيت غيري ونجّيته، وقرئ بهما قوله تعالىٰ: ﴿فاليوم ننجّيك ببدنك﴾ الخ". (لسان العرب، فصل النون تحت لفظ نجا: ۳۰۴/۱۵، دار صادر، بيروت)

الفصل الثانی فی الدعاء بعد الصلوات

(نماز کے بعد دعاء کا بیان)

نماز کے بعد دعاء کا ثبوت

سوال[۲۴۵۱]: بعد صلوٰۃ خمسہ جو امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ شافی جواب سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد جگہ آیا ہے(۱) اور ترکِ دعاء پر وعید بھی ہے، نماز کے بعد مطلقاً متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چنانچہ چند روایات حافظ ابو بکر اندلسی کی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" سے نقل کی جاتی ہیں:

۱-"عن أم سلمة -رضی اللّٰه تعالیٰ عنها- كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا صلی الصبح قال: "اللهم إني أسئلك علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً، ورزقاً طيباً"(۲)۔

۲-"عن زید بن أرقم-رضی اللّٰه تعالی عنه- قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو دبر الصلوة يقول: "اللهم ربنا ورب كل شئ! أنا أشهد أنك أنت الرب وحدك لا

---

(۱)قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية، إنه لا يحب المعتدين﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

وقال الله تعالیٰ: ﴿فادعوا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون﴾ (سورة المؤمن: ۱۴)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وإذا سالک عبادی عنی فإنی قریب، أجيب دعوة الداع إذا دعان، فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون﴾. (سورة البقرة: ۱۸۶)

(۲) (عمل اليوم والليلة لابن السنی رحمه الله تعالیٰ، باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۱۰)، ص: ۱۰۰، مكتبة الشيخ، كراچی)

شریك لك، أللهم ربنا ورب كل شئ! أنا أشهد أن محمداً عبدك ورسولك، أللهم ربنا ورب كل شئ! اجعلنی مخلصاً لك فی كل ساعة وأهلی فی الدنيا والآخرة يا ذالجلال والإكرام!، أللهم! اسمع واستجب، اللّٰه الأكبر اللّٰه الأكبر، نور السمٰوٰت والأرض اللّٰه الأكبر، اللّٰه الأكبر حسبی اللّٰه ونعم الوكيل اللّٰه الأكبر اللّٰه الأكبر(۱)۔

۳-"عن أبی أمامة -رضی اللّٰه تعالیٰ عنه- قال: ما دنوت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فی دبر صلوٰة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: "اللهم اغفر لی ذنوبی وخطاياى كلها، أللهم! انعشنی واجبرنی وأهدنی لصالح الأعمال والأخلاق، إنه لا يهدی لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت"(۲)۔

٤ -"عن معاذ بن جبل -رضی اللّٰه تعالیٰ عنه- قال: لقيت النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال لی: "يا معاذ! إنی أحبك فلا تدَعْ أن تقول فی دبر كل صلوٰة: أللهم! أعنی علی ذكرك وشكرك وحسن عبادتك"(۳)۔

۵-"عن أنس بن مالك -رضی اللّٰه تعالیٰ عنه- عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه فی دبر كل صلوٰة ثم يقول: أللهم إلهی، وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل! -عليهم السلام- أسألك أن تستجيب دعوتی، فإنی مضطرٌ، وتعصمنی فی دينی فإنی مبتلی، وتنالنی برحمتك فإنی مذنب، وتنفی عنی الفقر فإنی متمسكن، إلا كان حقاً علی اللّٰه عز وجل أن لا يرد يديه خائبتين، اه". (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۶۴/۲/۲۳ھ۔

---

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن السنی رحمه الله تعالیٰ، باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۱۴، ص: ۱۰۲، مكتبه الشيخ)

(۲) (عمل اليوم والليلة لابن السنی، باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۱۲، ص: ۱۰۵، مكتبة الشيخ)

(۳) (عمل اليوم والليلة لابن السنی، باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۱۸ مكتبة الشيخ)

(۴) (عمل اليوم والليلة لابن السنی رحمه الله تعالیٰ، باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۳۸، ص: ۱۲۱، مكتبة الشيخ)

نمازِ فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ثابت ہے، مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے، اس کا واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے جیسا کہ بعض جگہ کیا جاتا ہے(۱)، اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے، ورنہ نفسِ دعاء احادیثِ معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کر اور بلا ہاتھ اٹھائے دونوں طرح ثابت ہے(۲)۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے(۳) لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کردے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے(۴)۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۳/۶۴ھ۔

جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں، ان کے بعد امام کس طرف منہ کر کے بیٹھے؟

سوال[۲۴۵۲]: جن نمازوں کے بعد سنتِ مؤکدہ نہیں ہیں ان نمازوں میں امام کس طرف متوجہ ہو دا ہنی طرف یا بائیں طرف، یا مقتدیوں کی طرف؟ زید کہتا ہے کہ داہنی طرف متوجہ ہو، عمر کہتا ہے کہ مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو۔ ان میں سے کونسا قول صحیح ہے اور کس قول پر فتویٰ ہے؟

---

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی)

"قال الطيبي وفيه من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶) : ۳/۳۱، رشيديه)

(۲) "وقال أبو موسى رضي الله تعالىٰ عنه: دعا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ثم رفع يديه، ورأيت بياض إبطيه". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب رفع الأيدي في الدعا: ۲/۹۳۸، قديمی)

"قال: سمعت أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها تقول: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: "اللهم إني أسئلك علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً ورزقاً". (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۱۰)، ص: ۱۰۰، مكتبة الشيخ)

(۳) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۴) (راجع رقم الحاشية: ۱)

الجواب حامداًومصلیاً:

تینوں طرح درست ہے، کسی ایک کا التزام درست نہیں، داہنی جانب متوجہ ہونا کہ قبلہ بائیں جانب ہوجائے اولیٰ ہے:

"وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس إن شاء، إن لم يكن في مقابلته مصلي كما في الصحيحين: "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه". وإن شاء الإمام انصرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره، وهذا أولىٰ لما في مسلم: "كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه". وإن شاء ذهب لحوائجه، قال تعالىٰ: ﴿فإذا قضيت الصلوٰة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله﴾ والأمر للإباحة اه". مراقي الفلاح، ص: ۲۷۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

امام کا مقتدیوں کی جانب یا بجانبِ شمال رخ کرکے بیٹھنا

سوال[۲۴۵۳]: ہرنماز کے بعد امام کا مقتدیوں کی طرف یا بجانبِ شمال رخ کرکے بیٹھنا سنت ہے یا کسی خاص وقت کی نماز کے بعد؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس نماز کے بعد سنتیں نہیں اس کے بعد شمال، جنوب یا مقتدیوں کی طرف رخ کرلینا ثابت ہے اور

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۴، قديمي)

"عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان ينصرف عن يمينه". قال النووي رحمه الله تعالىٰ: "وجه الجمع بينهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعل تارةً هذا، وتارةً هذا، فأخبر كل واحد بما اعتقد أنه الأكثر فيما يعلمه، فدل على جوازهما، ولا كراهية في واحد منهما .... لكن يستحب أن ينصرف في جهة حاجته سواء كانت عن يمينه أو شماله. فإن استوى الجهتان في الحاجة وعدمها، فاليمين أفضل لعموم الأحاديث المصرّحه بفضل اليمين في باب المكارم". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن اليمين والشمال: ۱/۲۴۷، قديمي)

جس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس کے بعد ثابت نہیں بلکہ مختصر دعاء کر کے سنتیں پڑھنے میں مشغول ہوجانا چاہئے طحطاوی، ص: ۱۷۱ (۱) بدائع (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کیا نماز کے فوراً بعد دعاء ہے یا وقفہ کے ساتھ؟

سوال [۲۴۵۴]: زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعاء کے درمیان تھوڑا وقفہ دے کر دعا مانگنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعاء کا حکم ہے، وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں، ''بعد'' سے بظاہر متصلاً ہی مراد ہے، تاہم اگر معمولی وقفہ ہوجائے تب بھی مضائقہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "(الأذكار الواردة بعد) صلاة (الفرض) .... (القيام إلى) أداء (السنة) التي تلي الفرض (متصلاً بالفرض مسنونٌ) غير أنه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه السلام إذا سلم يمكث قدر ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ" ثم يقوم إلى السنة ...... ويستحب (أن يستقبل بعده): أى بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل (الناس) إن شاء الخ". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى صفة الأذكار: ۳۱۱، ۳۱۴، قديمى)

(۲) "وأما بيان ما يستحب للإمام أن يفعله عقيب الفراغ من الصلاة فنقول: إذا فرغ الإمام من الصلاة فلا يخلو إما إن كانت صلاةً لا تصلى بعدها سنة أو كانت صلاةً تصلى بعدها سنة. فإن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنة كالفجر والعصر، فإن شاء الإمام قام وإن شاء قعد فى مكانه يشتغل بالدعاء .... لما روى: "أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا فرغ من صلاة الفجر، استقبل بوجهه أصحابه" .... ثم اختلف المشايخ فى كيفية الانحراف ...... وقال بعضهم: هو مخير إن شاء انحرف يمنةً، وإن شاء يسرةً، وهو الصحيح ...... وإن كانت صلاة بعدها سنة، يكره له المكث قاعداً". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل وأما بيان ما يستحب للإمام الخ: ۱/۳۹۳، ۳۹۴، رشيديه)

(۳) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار مايقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ذاالجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، =

جن فرض کے بعد سنت بھی ہے اس کے بعد وقفہ نہیں چاہئے، جیسے مغرب، عشاء ظہر اور جن کے بعد سنت نہیں ہیں انکے بعد وقفہ دے کر دعاء ہے(۱)۔

عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔

نماز کے بعد دعاء "الحمد" سے شروع کرنا

سوال[۲۴۵۵]: فرض نماز کے بعد"الحمد للّٰہ رب العالمین" سے دعاء شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعاء سے پہلے حمد، وثنا آدابِ دعا میں سے ہے، الحمد للّٰہ اس کا اعلیٰ مصداق ہے جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعاء ﴿اھدنا الصراط المستقیم﴾ الخ سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

=كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمى)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام الخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهةِ التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفي حفظي حمله على القليل". (الدرالمختار).

"(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهةً تنزيهاً، كانت خلاف الأولى الذى هو معنى: لا بأس .... لا بأس بالفصل بالأوراد: أى القليلة التى بمقدار: "اللهم أنت السلام الخ".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: وأما بيان ما يستحب للإمام: ۳۹۳/۱، ۳۹۴، رشيديه)

(وكذا فى الحلبى الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة: ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اكيڈمى)

(۱) راجع رقم الحاشية السابقة

(۲) "عن فضالة بن عبيد رضى الله تعالىٰ عنه قال: بينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قاعدا إذ دخل =

فرض نمازوں کے بعد دعاء

سوال[۲۴۵۶]: فرض نمازوں کے بعد دعاء مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یا صحابہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''عن أنس بن مالك رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه فى دبر كل صلوٰة ثم يقول: اللهم إلهى وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل -عليهم السلام- أسئلك أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر، وتعصمنى فى دينى فإنى مبتلى، وتنالنى برحمتك فإنى مذنب، وتنفى عنى الفقر فإنى متمسكن، إلا كان حقاً على الله أن لا يرد يديه خائبتين''. عمل اليوم والليلة، ص:۳۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= رجل، فصلى فقال: اللهم اغفرلي وارحمني، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''عجلت أيها المصلي! إذا صليت فقعدت، فاحمد الله بما هو أهله، وصل عليّ، ثم ادعه''. قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلک، فحمد الله، وصلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال له النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''أيها المصلي! أدع تُجب''. هذا حديث حسن''. (جامع الترمذى، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمه: ۱۸۵/۲، سعيد)

''واستقبل الداعى القبلة، وكان على طهارة، ورفع يديه إلى الله تعالىٰ، بدأ بحمد الله ، الثناء عليه، ثم بالصلاة على محمد عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''. (الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبه حقانيه)

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن السنى رحمه الله تعالىٰ، باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۳۸)، ص: ۱۲۱، مكتبة الشيخ)

''عن أبى أمامة رضى الله عنه: قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أيّ الدعاء أسمع؟ قال: ''جوف الليل الأخر ودبر الصلوات المكتوبات''. قال الترمذى رحمه الله: ''هذا حديث حسن''. (جامع الترمذى، أبواب الدعوات: ۱۸۷/۲، سعيد) .... =

فرض نماز کے بعد دعاء اور آمین

سوال[۲۴۵۷]: فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعاء پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے یا نہیں؟ یا امام ومقتدی کو انفرادی دعاء کرنا لازم ہے یا بغیر دعاء کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نمازوں کے بعد دعاء مقبول ہوتی ہے، اس وقت دعاء کرنا حدیث(۱) وفقہ سے ثابت ہے(۲)، جہراً دعاء کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا اس کی پابندی ثابت نہیں (۳)۔ جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی

= "عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة إلىٰ معاوية ابن أبي سفيان: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر صلوته إذا سلّم: "لا إله إلا الله وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شئ قدير، اللهم! لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلوة: ۲/۹۳۷، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلوٰة، باب ما يقول إذا سلم: ۱/۶۲، سعيد)

(۱) "عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أيّ الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات". وقال الترمذي: هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمه: ۲/۱۸۷، سعيد)

"وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً من أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير من الليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وإدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، ء آخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً في القلب". (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة .... ودبر الصلوات المكتوبات". (الحصن الحصين للإمام محمد الجزري، ص: ۲۳، دار الاشاعت)

(۲) (راجع للتخريج، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱)

(۳) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی) ....=

ہے جیسے ظہر، مغرب، عشاء، اس کے بعد مختصر دعاء کر کے سنت میں مشغول ہو جائے (۱) اور جس کے بعد سنت نہیں جیسے فجر وعصر، ان کے بعد تسبیحات واذکار متعدد حدیثوں میں وارد ہیں، عمل الیوم واللیلۃ، ص: ۳۰-۴۰، یعنی دس صفحات میں روایات مذکور ہیں:

"عن صهيب -رضي الله تعالى عنه- أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحرك شفتيه بعد صلوٰة الفجر بشيء، فقلت: يا رسول الله! إنك تحرك شفتيك بشيء ما كنت تفعل بهذا، ماالذى تقول؟ قال: "أقول: اللهم! بك أحاول، وبك أصاول، وبك أقاتل" (۲)۔

"عن أنس -رضي الله تعالى عنه- قال: ما صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰةً مكتوبةً إلا أقبل بوجهه علينا، فقال: "اللهم! إنى أعوذبك من كل عمل يخزيني، وأعوذبك من كل صاحب يؤذيني، وأعوذبك من كل أمل يلهيني، وأعوذ بك من كل فقر ينسيني، وأعوذ بك من كل غنى يطغيني". حوالہ بالا، ص: ۳۱، ۳۲ (۳)۔

"القيام إلى السنه التي تلي الفرض متصلاً بالفروض مسنونٌ غير أنه يستحب الفصل

= "قال الطيبي: وفيه من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱ رشيديه)

(۱) (راجع، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱)

(۲) (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب: ما يقول: في دبر صلاة الصبح، ص: ۱۰۵، رقم الحديث: ۱۷، مكتبة الشيخ)

(۳) (عمل اليوم والليلة، ص: ۱۰۷، رقم الحديث: ۱۲۰)

"عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة إلىٰ معاوية ابن أبي سفيان: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر صلوته إذا سلم: "لا إله إلا الله وحده لاشريک له، له الملک، وله الحمد، وهو على كل شئ قدير، أللهم! لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منک الجد". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلوة: ۲/۹۳۷، قديمي)

(وجامع الترمذي، في أبواب الصلوٰة، باب ما يقول إذا سلم: ۱/۶۶، سعيد)

بینهما كما قال عليه السلام: إذا سلم يمكث قدر ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام وإليك يعود السلام تبارك يا ذا الجلال والإكرام" ثم يقوم إلى السنة". مراقی الفلاح، ص: ۱۷۰ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۸ھ۔

نماز کے بعد دعائیں

سوال[۲۴۵۸]: دعائے ماثورہ جو بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو مطلق فرض کے بعد ہیں وہ کیا کیا ہیں؟

محمد شیر رنگونی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن أم سلمة –رضي الله تعالىٰ عنها– تقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: "اللهم! إني أسئلك علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً، ورزقاً طيباً"(۲)۔

"وعن أنس –رضي الله تعالىٰ عنه– قال: ما صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰةً مكتوبةً إلا أقبل علينا بوجهه فقال: "اللهم! إني أعوذبك من كل عمل يخزيني، وأعوذبك من كل صاحب يؤذيني، وأعوذ بك من كل أمل يلهيني، وأعوذ بك من كل فقر

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۱، قديمي)

"عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: "أللهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذا الجلال والإكرام". (جامع الترمذي، أبواب الصلوٰة، باب ما يقول إذا سلم، ۱/۶۶، سعيد)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "أللهم أنت السلام الخ". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(۲) (عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: ۱۰۰، رقم الحديث: ۱۱۰، مكتبة الشيخ)

ینسینی، وأعوذبك من كل غني يطغيني"(۱)۔ (از ص:۳۸ تا: ۵۱، عمل اليوم والليلة) میں کچھ اوپر تیس دعائیں اَور بھی منقول ہیں۔

"عن معاذ –رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه– قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: "من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰه إلا هو الحی القیوم وأتوب إلیه، کفرت عنه ذنوبه وإن کانت مثل زبد البحر". رواه ابن السنی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۸/۲/۵۳ھ۔

ہر نماز کے بعد دعاء کا اہتمام

سوال[۲۴۵۹]: نماز کے بعد دعاء مانگنے کے سلسلہ میں "عمل الیوم واللیلة" والی روایت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا۔ کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے جس میں دونوں بات دواماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو طریقہ دعا کے اہتمام کا آپ چاہتے ہیں اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، نفسِ ثبوت وہ کافی ہے جو عرض کیا تھا، یعنی عمل الیوم واللیلۃ کی قوی حدیث، الکوکب الدری میں اس سے تعرض کیا ہے، غالباً کتاب الدعوات میں ہے، وہاں دیکھئے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۹/۸۹ھ۔

---

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن السنی، ص: ۱۰۷، رقم الحديث: ۱۲۰، مكتبة الشيخ)

(۲) (عمل اليوم والليلة لابن السنی، ص: ۱۱۲، رقم الحديث: ۱۲۲، مكتبة الشيخ)

"عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة إلىٰ معاوية ابن أبي سفيان: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر صلوته إذا سلّم: "لا إله إلا الله وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شئ قدير، أللهم! لا مانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلوة: ۹۳۷/۲، قديمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الصلوٰة، باب ما يقول إذا سلم: ۶۶/۱، سعيد)

(۳) "ويختتم الدعاء بعد المكتوبة وقبل السنة على ماروی عن البقالی من أنه قال: الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة .... وهو المشهور المعمول به فی زماننا كمالا يخفىٰ فإنه مستجاب بالحديث، =

ہر نماز کے بعد دعائے جہری کا التزام

سوال[۲۴۶۰]: ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر یہ معمول بنالیا کہ سورت حشر کی آخری تین آیتیں، کلمہ طیبہ، درود شریف اور مخصوص دعاء بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ یہ معمول بلا ناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلا ناغہ التزاماً پڑھنا ٹھیک نہیں (۱)، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے، اس لئے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لئے اسی طرح بیٹھ جایا کریں جس سے کسی اور کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کر دیا کریں، جو یاد نہ ہو وہ صحیح یاد کرادیں، جو یاد ہو اس کا مطلب سمجھا دیں، انشاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر سا مدرسہ ہو جائے گا اور سب کی نمازیں بھی درست ہو جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۲۵ھ۔

=وقد قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في حديث رواه ابن عباس: "من لم يفعل ذالك فهو خداج": أي من لم يدع بعد الصلوة رافعاً يديه إلى ربه مستقبلاً ببطونها إلى وجهه ولم يطلب حاجاته قائلاً يارب يارب، فما فعله من الصلوة ناقصة عندالحق سبحانه .... الخ". (الكوكب الدري، ابواب الدعوات، (قال ربكم أدعوني)، ص: ۲۹۱، المكتبة اليحيويه، سهارنپور)

(۱) "(البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان و جعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (رد المحتار، باب الامامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوٰة: قبيل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب=

ہر نماز کے بعد دعاء

سوال[۲۴۶۱]: پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعائیں مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعاء کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعاء مانگی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتبِ فقہ مراقی الفلاح (۱)، درمختار (۲) وغیرہ میں اجتماعی دعاء کی ترغیب وتائید مذکور ہے، جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیہ کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہئے (۳) اور جس فرض کے بعد سنتیں نہیں ہیں (فجر، عصر) اس میں تسبیحاتِ فاطمہ اور طویل دعاء بھی لکھی ہے (۴)، کتاب

= منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

(۱) "إذا انصرف من صلوته، استغفر الله تعالىٰ؟ وقال: اللهم أنت السلام .... ثم يدعون لأنفسهم و للمؤمنين بالأدعية المأثورة لقول أبي أمامة .... رافعي أيديهم حذاء الصدر ...... ثم يختمون بقوله تعالىٰ: ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ الخ ...... ثم يمسحون بها: أي بأيديهم وجوههم في آخره". (مراقي الفلاح حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، فصل فيما يفعله المقتدى، ص: ۳۱۵، ۳۱۸، قديمي)

(۲) "و يهلل تمام المأة، ويدعوا، ويختم بسبحان ربك". (الدر المختار، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۰، سعيد)

(۳) "وقال الكمال: عن شمس الأئمة الحلواني أنه قال: لا بأس بقرأة الأوراد بين الفريضة والسنة، فالأولى تأخير الأوراد عن السنة، فهذا ينفي الكراهة، ويخالفه ماقال في الاختيار: كل صلوة بعدها سنة يكره القعود بعدها و الدعاء، بل يشتغل بالسنة كي لا يفصل بين السنة والمكتوبة، وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقعد مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام الخ" كماتقدم، فلا يزيد عليه و لا على قدره". (مراقي الفلاح، حاشية الطحطاوي، فصل فيما يفعله المقتدى، ص: ۳۱۲، ۳۱۳، قديمي)

(۴) (راجع للتخريج، ص: ۶۵۸)

"عمل الیوم واللیلہ" میں ایک حدیث مذکور ہے جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کی ترغیب ہے(۱) اور دعاء کے قبول ہونے کی امید ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد کی دعاء

سوال[۲۴۶۲]: نماز ظہر، مغرب وعشاء کے بعد کتنی مختصر اور کون سی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ نیز نمازِ جمعہ بھی اس میں شامل ہے یا نہیں؟ دعاء میں کمی زیادتی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"اللهم أنت السلام" الخ "أستغفر الله، أستغفر الله، أستغفر الله" مختلف کلمات ذکر منقول ہیں(۲) مگر مختصر معمولی زیادتی ہوجائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے،لاشتراك السبب، وهو أداء السنن بعد الفريضة(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلوة، ثم يقول: اللّهم إلهي، و إله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، و إله جبريل و ميكائيل وإسرافيل! (عليهم السلام) أسألک ان تستجيب دعوتي، فإني مضطرّ، و تعصمني في ديني فإني مبتلى، و تناولني برحمتک فإني مذنب، وتنفي عنى الفقر فإني متمسكن، إلا كان حقاً على الله عزوجل أن لا يرد يديه خائبتين". (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول في دبر صلوة الصبح، ص: ۱۲۱، رقم الحديث: ۱۳۸، مكتبة الشيخ، كراچى)

(۲) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلّم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنک السلام، تباركت ياذاالجلال والإكرام". (جامع الترمذى، أبواب الصلوٰة، باب ما يقول إذا سلم: ۱/۶۶ سعيد)

(ورواه مسلم في صحيحه في كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوٰة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمى)

(۳) "عن ثوبان قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلوته، استغفر ثلاثاً، وقال: =

نماز کے بعد جہراً دعاء

سوال[۲۴۶۳]: ۱..... فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد کیا کوئی آیت پڑھنا چاہیے، یا دعاء بعد نماز فرض مانگنا فرض ہے یا کہ نہیں؟

۲..... بغیر آیت درود شریف پڑھے، کیا درود شریف "اللهم صل على محمد" صحیح نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲..... دعاء کی ترغیب بھی ہے فضیلت بھی ہے، اس کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے(۱) اور نماز کے بعد دعاء قبول ہونے کی بشارت بھی ہے اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت مستقل ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے(۲)، بغیر درود شریف کے دعاء معلق رہتی ہے درجۂ قبول کو نہیں

= "اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ذا الجلال والإكرام". قال الوليد. فقلت للأوزاعي: كيف الاستغفار؟ قال: يقول: "أستغفر الله، أستغفر الله". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوٰة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمي)

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الدعا مخ العبادة". هذا حديث غريب من هذا الوجه، لانعرفه إلا من حديث ابن لهيعة". (جامع الترمذي أبواب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعآء: ۱۷۵/۲، سعيد)

(و رواه الديلمي في مسند الفردوس: ۲۹۱۰/۲)

"عن النعمان بن بشير عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الدعا هو العبادة" ثم قرأ: ﴿وقال ربكم ادعوني استجب لكم، إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾.(المؤمن: ٦٠) هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي: ۱۷۵/۲، أبواب الدعوات، سعيد)

(۲) "فضالة بن عبيد يقول: سمع رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- رجلاً يدعو في الصلوة لم يحمد الله، ولم يصل على النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- فقال رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: "عجلت أيها المصلي"! ثم علّمهم رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- فسمع رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- رجلاً يصلي، فحمد الله وحمده، وصلى على النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- فقال رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: "أدع تُجبْ، وسَلْ تُعطَ". (سنن النسائي، كتاب السهو، باب التمجيد والصلوة على النبي في الصلوة: ۱۸۹/۱، قديمي)

پہنچتی ہے(۱) مگر دعاء میں اِخفا افضل ہے اور درود شریف بھی دعاء ہے اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أدعوا ربکم تضرعاً و خفیةً﴾ الآیة (۳) اس لئے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں درود شریف بھی دعاء بھی جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے وہ ضرور درود شریف پڑھے گا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے(۴)۔

یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے آہستہ درود شریف پڑھے پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں، نہ قرآن میں ہے نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں، اس لئے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے، کیونکہ اتباع سنت میں خیر ہے(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) "عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال: إن الدعاء موقوف بین السماء والأرض لا یسعد فیه شيء حتی تصلّی علی نبیک -صلی الله تعالیٰ علیه وسلم-". (جامع الترمذی، أبواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلوة علی النبی -صلی الله تعالیٰ علیه وسلم-: ۱/۱۱۰، سعید)

(۲) قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ تحت الآیة الآتیة متناً: "وجاء من حدیث أبی موسی الأشعری أنه صلی الله تعالی علیه وسلم قال لقوم یجهرون: "أیهاالناس! اربعوا علی أنفسکم، إنکم لا تدعون أصمّ و لا غائباً، إنکم تدعون سمیعاً بصیراً، و هو معکم، و هوأقرب إلی أحدکم من عنق راحلته" والمعنی: ارفقوا بأنفسکم واقصروا من الصیاح فی الدعآء". (روح المعانی: ۸/۱۳۹، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(۳)(الأعراف: ۵۵)

(۴) "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من والده و ولده والناس أجمعین". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی الله تعالی علیه وسلم من الإیمان: ۱/۷، قدیمی)

(۵) "وعنه (أی عن العرباض بن ساریة) فی حدیث طویل .... فقال: "أوصیکم بتقوی الله و السمع والطاعة ...... فعلیکم بسنتي و سنة الخلفآء الراشدین المهدیین، تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ، =

نماز کے بعد دعاء کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا

سوال[۲۴۶۴]: دہلی میں رواج ہے کہ کثرتِ مقتدین کی وجہ سے جب امام دعاء شروع کرتا ہے تو ایک شخص: "الحمد لله رب العالمين" اور ختمِ دعاء کے وقت برحمتك الخ بالجہر کہہ دیتا ہے تو یہ جائز ہے نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

جائز ہے مگر اہتمام کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۹/۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

دعاء زور سے مانگنا

سوال[۲۴۶۵]: امام کو دعاء آہستہ مانگنا افضل ہے یا بآوازِ بلند، دعاء نماز کا جز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

دعاء آہستہ مانگنا افضل ہے، اگر دعاء کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی مضائقہ نہیں، مگر اس بلند آواز

=و إياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة". رواه أحمد و أبو داود وابن ماجة". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

"قال الغزالي: قيل لإبراهيم بن أدهم: ما بالنا ندعوا فلا يستجاب لنا، و قد قال تعالى: ﴿أدعوني أستجب لكم﴾؟ قال: لأن قلوبكم ميتة، قيل: و ما الذي أماتها؟ قال: ثمان خصال: عرفتم حق الله فلم تقوموا به، و قرأتم القرآن فلم تعملوا بحدوده، وقلتم: نحب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و تركتم سنته .... الخ". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۶/۳۲۲۷، مكتبه نزار الباز، رياض)

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أومنكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو۔ نماز سلام پر ختم ہوجاتی ہے اس کے بعد دعاء نماز کا جز نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعاء کرنا

سوال[۲۴۶۶]: کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ کر بعد سلام کے اس جگہ سے الگ ہوکر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے، حدیثوں میں کیا حکم ہے؟ آیا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟

سائل: عبدالرحمٰن گھڑی ساز، معرفت عارف الرحمٰن نور کہالی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جگہ سے علیحدہ ہوجانے میں کچھ نقصان نہیں بلکہ جائز ہے، کذا فی الکبیری، ص: ۳۰۱ وغیرہ (۲)، البتہ فجر کی نماز کے بعد بعض روایات میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعاء پڑھنے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا اگر اسی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿أدعوا ربکم تضرعاً وخفیةً، إنه لا یحب المعتدین﴾. (سورۃ الأعراف: ۵۵)

"عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "خیر الدعاء الخفي"........... "عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعاً: "دعوة في السر تعدل سبعین دعوةً في العلانیة". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر الخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن، کراچی)

"وأما الأدعیة والأذکار فبالخفیة أولی، قلت: ویجتهد في الدعاء والسنة أن یخفي صوته لقوله تعالیٰ: ﴿أدعوا ربکم تضرعاً وخفیة﴾. (ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة: ۵۰۷/۲، سعید)

"إذا دعا بالدعاء المأثور جهراً ومعه القوم أیضاً لیتعلموا الدعاء، لا بأس به". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع في الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء الخ: ۳۱۸/۵، رشیدیه)

(۲) "فإذا تمت صلوٰة الإمام، فهو مخیّر إن شاء انحرف عن یساره، وجعل القبلة عن یمینه، وإن شاء انحرف عن یمینه، وجعل القبلة عن یساره". (الحلبي الکبیر، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۳۴۰، سهیل اکیڈمی)

"عن أنس رضي اللہ تعالیٰ عنه أن النبي صلی اللہ علیه وسلم کان ینصرف عن یمینه". =

دعاء کے پڑھنے کی خواہش ہوتو اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر اس دعاء کا پڑھنا افضل اور موجبِ ثواب ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۵/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الاولیٰ/۵۲ھ۔

پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعاء کا التزام

سوال[۲۴۶۷]: عرض خدمت یہ کہ حسبِ ذیل مسائل کا حل از کتب احادیث بر طریقۂ حنفیہ مع دلائل و براہین صراحۃً تحریر فرما کر عند اللہ ماجور فرما کر عند الناس مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

= (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن اليمين والشمال: ۱/۲۴۷، قديمي)

"يستحب للإمام التحول يمين القبلة يعني يسار المصلي لتنفل أو ورد". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب صفة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۱، سعيد)

(۱) "عن عبد الرحمن بن غنم رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "من قال قبل أن ينصرف ويثني رجليه من صلاة المغرب والصبح: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحيى ويميت، وهو على كل شئ قدير عشر مرات، كتب له بكل واحدة عشر حسنات، ومحى عنه عشر سيئات، ورفع له عشر درجات، و كانت حرزاً من كل مكروه وحرزاً من الشيطان الرجيم، ولم يحل لذنب أن يدركه إلا الشرك، وكان من أفضل الناس عملاً إلا رجل يفضله بقول أفضل مما قال".

"وعن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من قال دبر كل صلاة الغداة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحي ويميت، بيده الخير، وهو على كل شئ قدير مائة مرة قبل أن يثني رجليه، كان يومئذٍ من أفضل أهل الأرض عملاً إلا من قال مثل ما قال أو زاد على ما قال". رواه الطبراني في الكبير والأوسط، ورجال الأوسط ثقات". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلاة الصبح والمغرب: ۱۰/۱۰۷، ۱۰۸، دار الفكر، بيروت)

امام بلا ناغہ نماز پنجگانہ میں دووقت دعاء مانگتا ہے: اول بعد ادائے فریضہ، دوم بعد اتمامِ سنت، ہر نماز میں بعد ادائے سنت جو دعاء مانگی جاتی ہے اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہٰذا یہ تحریر فرمایئے گا کہ دعائے اول وثانی کا حق امام کو ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے اور امام کا ہر نماز کے بعد دعاء میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا تعمیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نفسِ دعاء مطلقاً مامور بہ ہے (۱) اور بعد صلوٰۃ خصوصیت سے مقرون بالاجابۃ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد ہے (۲) لیکن دومرتبہ - جیسا کہ سائل نے بیان کیا - دعاء مانگنا قرونِ مشہودلہا بالخیر سے ثابت نہیں، کتبِ معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریق محدث ہے اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے (۳)۔ بعض نواح میں فرض جیسا معاملہ اس دعاء کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ فرض سے بڑھ

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً، إنه لا یحب المعتدین﴾. (الأعراف: ۵۵)

وقال الله تعالیٰ: ﴿فادعوا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون﴾. (المؤمن: ۱۴)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وإذا سالک عبادی فإنی قریب، أجیب دعوة الداع إذا دعان، فلیستجیبوالی، ولیؤمنوا بی، لعلهم یرشدون﴾ (البقرة: ۱۸۶)

(۲) "عن أبی أمامة رضی الله عنه: "قال: قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم: أیّ الدعاء أسمع؟ قال: "جوف اللیل ودبر الصلوات المکتوبات". قال الترمذی: "هذا حدیث حسنٌ". (جامع الترمذی، أبواب الدعوات. باب (بلاترجمة): ۲/۱۸۷، سعید)

"وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب، وجمعیته بکلیته علی المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخیر عن اللیل، وعند الأذان، وبین الأذان والإقامة، وإدبار الصلوات المکتوبات، وعند صعود الإمام یوم الجمعة علی المنبر حتی تقضی الصلوٰة من ذلک الیوم، وآخر ساعةٍ بعد العصر، وصادف خشوعاً فی القلب". (الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء الشافی المعروف بالداء والدواء لابن قیم الجوزیة، فصل أوقات الإجابة، ص: ۱۲، مکتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة" .... "ودبر الصلوات المکتوبات". (حصن حصین، ص: ۶۳، دار الإشاعت، کراچی)

(۳) "عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال النبی صلی الله علیه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس=

کر، مثلاً اگر کوئی تارکِ صلوٰۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرضِ عین اور قطعی الثبوت ہے اس پر طعن و تشنیع نہیں کی جاتی، لیکن اگر کوئی دعائے ثانیہ کو چھوڑ آوے جو کہ مستحدث و بے اصل ہے اس پر سب و شتم، لعن وطعن کیا جاتا ہے، بسا اوقات فساد کی نوبت آتی ہے ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے آدمی ایسے شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، لہٰذا اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی جگہ امرِ مندوب پر اصرار کیا جائے اور اس کو واجب کا درجہ دیدیا جائے تو وہ امر مندوب مکروہ ہو کر واجب الترک ہو جاتا ہے:

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة"(۱)........."من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكرٍ، وجاء في حديث ابن مسعود-رضي الله تعالى عنه-: إن الله يحب أن تؤتى رُخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه. انتهى". عن الطيبي شرح مشكوٰة (۲)۔ سعایه: ٤/٢٦٥، ٢٦٦ (۳)۔ بدعت پر عمل ہی جائز نہیں، اصرار کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔

= منه، فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، بابٌ إذا اصطلحوا على صلح جورفهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي)

"وتعريف الشمني لها (أي البدعة) بأنها ما أحدث على خلاف الحق المتلقي عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان، و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٦٠، ٥٦١، سعيد)

(۱) (السعايه، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۴۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

(۳) (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

"ورحم الله طائفةٌ من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قرائتهم: "أللهم أنت السلام ومنك السلام الخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانيةً، والمقتدون يؤمّنون على ذلك، وقد جرىٰ العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن =

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ عامہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور سنن ونوافل مکان پر، اگرچہ اس کے خلاف بھی ثابت ہے مگر قلت کے ساتھ، لہٰذا اصل مسنون طریقہ سنن ونوافل میں یہ ہے کہ مکان پر ادا کی جائیں، ایسی حالت میں دعائے ثانیہ بحیثیتِ اجتماعیہ کی کوئی صورت نہیں، نیز ہر فرض نماز کے بعد تو سنتیں ثابت بھی نہیں۔ امام کا دعاء میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا اتباع کرنا بے اصل اور بدعت ہے جو لوگ اس کے ثبوت کے قائل ہیں ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے:

''عن زيد بن ثابت –رضي الله تعالىٰ عنه– أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" صلوٰة المرأ في بيته أفضل من صلوٰة في مسجدي هذا إلا المكتوبة". رواه أبوداؤد وسكت عنه (١) والمنذري اه". إعلاء السنن: ٣٧/٧ (٢)-

"عن عبد الله بن شقيق قال: سألت عن عائشة –رضي الله تعالىٰ عنها– عن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه، فقالت: كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً، ثم يخرج فيصلي بالناس، ثم يدخل فيصلي ركعتين، وكان يصلي بالناس المغرب، ثم يدخل فيصلي ركعتين، ثم بالناس العشاء، ويدخل بيتي فيصلي ركعتين، وكان يصلي من الليل تسع ركعات فيهن الوتر. وكان يصلي ليلاً طويلاً قائماً، وليلاً طويلاً قاعداً. وإذا قرأ وهو قائم ركع وسجد وهو قائم، وكان إذا قرأ قاعداً ركع وسجد وهو قاعد. وكان إذا طلع الفجر، صلى

= والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروريّ واجب .... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلّون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمرٌ محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ٣/١٦٧، إدارة القرآن، كراچي)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: (زبدة الكلمات في حكم الدعاء بعد الصلوات، أحسن الفتاوىٰ: ٣/٦٠، سعيد)

(١) (رواه أبو داؤد في سننه في كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الرجل التطوع في بيته: ١/١٥٦، امداديه)

(٢) (رواه الشيخ ظفر أحمد العثماني في إعلاء السنن في أبواب النوافل، باب أفضلية التطوع في البيت ومع جوازه في المسجد: ٧/٥٧، إدارة القرآن، كراچي)

ركعتين". رواه مسلم (۱) وزاد أبوداؤد: "ثم يخرج فيصلي بالناس صلوٰة الفجر"(۲). مشكوٰة شريف، ص: ۱۰۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۶۰ھ۔

دعائے ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم

سوال[۲۴۶۸]: ہم نماز مسجد میں ادا کر رہے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن نے دعائے ثانی شروع کر دی تو اس سے ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے یا نہیں، یا نماز کا اعادہ کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح دعائے ثانیہ کرنا جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے مکروہ ہے (۴) اس کو ترک کرنا

---

(۱) (رواه مسلم في صحيحه في كتاب صلوٰة المسافرين، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن: ۱/۲۵۲، قديمي)

(۲) (رواه أبو داؤد في سننه في كتاب الصلوٰة، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱/۱۸۵، إمداديه، ملتان)

(۳) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب السنن وفضلها: ۱/۱۰۴، قديمي)

(۴) "هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم". (الدرالمختار). "(قوله قيل: نعم) يشعر بضعفه مع أنه مشى عليه في المختار والملتقى، فقال: وعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكر الخ". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۸، سعيد)

"نعم! الجهر المفرط ممنوع شرعاً، وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل أو حصلت فيه شبهة رياء أو لوحظت في خصوصيات غير مشروعة". (مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالى، سباحه الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: ۳/۳۴، إدارة القرآن)

چاہئے، اوراس طرح پردعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ دعائے ثانیہ کی وجہ سے اگرکوئی فرض یاواجب ترک نہ ہوتودہرانے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴/۷/۸۹ھ۔

نمازجمعہ کے بعددعائے ثانیہ

سوال[۲۴۲۹]: جمعہ کی نمازجماعت سے ہونے کے بعدثانی دعاءکرناکیساہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جمعہ کے بعدسنتیں پڑھ کرہرشخص اپنی نمازسے فارغ ہوکردعاءکرلیاکرے یہ بہتراورمستحب ہےلیکن سنتوں سے فارغ ہوکرسب کامنتظررہنااورامام صاحب اورمقتدیوں کاپھرمل کردعاءکرناجیساکہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کاشعاربن چکاہےاوراس پراتنااصرارہوتاہےکہ سب وشتم اورلعن طعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں بلکہ غلط طریقہ ہےاس کوترک کرناچاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

"قال الطيبي وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

(۲) "ورحم الله طائفةً من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقوءون بعد المكتوبة بعد قراءتهم: "اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يُدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانيةً والمقتدون يؤمّنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروريٌ واجب ...... ومن لم يرض بذلك، يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۶۷، إدارة القرآن، كراچي)

"ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی" پڑھ کر دعاء ختم کرنا

سوال[۲۴۷۰]: فی زماننا بعد صلوٰۃ العصر و بعد الفجر دعائے معمولہ پڑھنے کے بعد لفظ "الفاتحہ" کہہ کر اس آیت مبارکہ: ﴿إن اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی﴾ الخ(۱) کو پڑھا جاتا ہے، بعدہٗ جمیع مقتدی وپیش امام درود شریف پڑھ کر دعاء ختم کرتے ہیں۔

۱.....زمانۂ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتب فقہ سے پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے یا نہیں؟

۲.....آیت مبارکہ کی تلاوت وجوبِ درود شریف پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

۳.....اگر یہ امر یا معمول بطور دعا ہو، نہ بطریقِ ایصال تو کیا اس کے کرنے میں کوئی سقم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہوسکتا ہے یا کوئی شائبہ ممکن ہے؟

۴.....بعض جہلاء اس طریق پر اختتام دعاء کو مکروہ تحریمی یا الالتزام مالا یلزم، مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں، اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو ففروا إلی البیت ہوجاتے ہیں، وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے، اس امر مستحسن بلکہ احسن پر طعن کرکے اہل حق کی تذلیل پر کمر بستہ ہیں، حالانکہ فقہاء کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارات حسب ذیل ہیں:

(الف): "قال أستاذنا: لکنها مستحسنة للعادة والآثار". عالمگیری، ص: ۴۱۲۔

(ب): "أیضاً قراءة الفاتحة بعد المکتوبة لأجل المهمات مخافتةً أو جهراً مع الجمع مکروهة". (أیضاً)

(ج): "واختار القاضی بدیع الدین أنه لا تکره".

(د): "واختار القاضی الإمام جلال الدین إن کانت الصلوٰة بعدها سنة تکره، وإلا فلا کذا فی التاتارخانیہ".

(ہ) "قوم یجتمعون ویقرؤن الفاتحة جهراً دعاء، لا یمنعون عادة، والأولی المخافة"۔

(و) "وفی الخجندی: إمام یعتاد کل غداة مع الجماعة قراءة ایة الکرسی واخر البقرة

---

(۱) (سورة الأحزاب: ۵۶)

وشهد الله ونحوها جهراً، لابأس به، كذا في القنية"(۱)۔

عباراتِ مذکورہ سے جواز بالشرع موجود ہے، لیکن چونکہ بالشریعت ہے نیز بفحوائے آیت مبارکہ ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾الخ(۲) اہل ذکر ہی سے ہوسکتا ہے، لہٰذا بغرضِ استصواب باعثِ تصدیق ہوا۔ براہ کرم مفصلاً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرمادیں۔

احقر العبد مقیم الدین پیش امام فتح پور، شیخاوٹی، ضلع جے پور۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......میں نے قرونِ مشہود لها بالخير یا ائمۂ مجتہدین کے وقت میں اس مخصوص دعاء کا ثبوت کتب فقہ میں نہیں دیکھا(۳)۔

۲......اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، وقوله: ﴿يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه﴾ قد تضمن الأمر بالصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، وظاهره يقتضي الوجوب وهو فرض عندنا، الخ". أحكام:۳/۴۵٦(٤)۔ باقی دیگر حالات کے اعتبار سے واجب، سنت، مستحب، مکروہ، حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں، جن کی تفصیل طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح، ص:۱٤۷ (٥) میں موجود ہے۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح، وقراءة القرآن والذكر والدعاء الخ :۳۱۷/۵، رشيديه)

(۲)(سورة النحل: ۴۳)

(۳) (راجع، ص: ٦٠٢، رقم الحاشية : ۱)

(۴)(أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب:٥٦):۵۴۴/۳، قديمي)

(۵) "وهي فرض في العمر مرةً واحدةً، وتقوم مقامها الصلاة الواقعة في مكتوبة أو غيرها بعد البلوغ، وتجب كلما ذُكر على أحد قولين، وتسن في كل تشهد أخير من الفرض، وفي كل تشهد نفل إلا في سنة الظهر القبلية، والجمعة القبلية والبعدية، وتندب في أوقات الإمكان، وتحرم على الحرام، وتكره عند فتح التاجر متاعه، ولا يكره إفرادها عن السلام على الأصح عندنا. وهذا الخلاف في حق نبينا صلى الله عليه وسلم، =

۳......جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو اس کو شرعی چیز سمجھنا درست نہیں: ''من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه، فهو رد''. متفق علیه''(۱)۔

۴......جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں اور اس طریقۂ مروجہ کو محدث تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے بلکہ حدیث: ''من احدث'' الخ پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے، اور وہ اپنے ادّعائے اہل سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں، ان کو جہلاء کہہ کر حقیر و ذلیل سمجھنا جائز نہیں، بلکہ بڑی معصیت ہے۔ اگر ان کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے تو ''ما أنا علیه أصحابی'' کی روشنی میں ان کو مطمئن کر دیجئے، ان لوگوں کو بھی بلا تحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے۔

جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلاف شرع واقع ہوا اولاً اس کو امام سے دریافت کریں، اگر وہاں تشفی نہ ہو تو دیگر اہل حق علماء سے حل کریں، نیز اگر کسی اہل حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد ہو جائے تو اس فعل کی تردید حسب حیثیت لازم ہے، لیکن اس کی وجہ سے اہلِ حق کی تذلیل جائز نہیں ہے، اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم کا اکرام واعزاز اور اس کا حق بہت بڑا ہے۔

جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں الفاتحہ اور ''إن الله وملائکته'' الخ کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقہ مروجہ پر استدلال کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے کسی جواب کی ضرورت نہیں، تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے،

(الف): اس عبارت میں ''لکنها'' کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے، اور یہ کس سے استدراک

= أما فی حق غیره من الأنبیاء، فلا خلاف فی عدم کراهة الإفراد لأحد من العلماء. ذکره الحموی محشی الأشباه''. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، خطبة الکتاب، ص: ۱۲، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوٰة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۱۸/۱، سعید)

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الصلح، بابٌ إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی)

''بأنها (أی البدعة) ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً اهـ، فافهم''.

(ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، ۵۶۱، سعید)

ہے؟

(ب):اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج): یہ اصل مذہب اور قول جمہور کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے اس زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د):انھوں نے تشقیق کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی، دوسری میں مخالفت۔

(ر):اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے نہ کہ امرِ شرعی،اور امر شرعی وہ ہے جو کہ (ب) میں مذکور ہے۔

(و):اس میں فقط"لا بأس" ہے جو کہ بالاصالہ خلافِ اولیٰ میں مستعمل ہے،جس کا مفاد غالبِ احوال میں کراہت تنزیہی ہوتا ہے۔اسی عالمگیری کے اسی صفحہ پر (د) اور (ہ) کے درمیان ایک اَور بھی عبارت ہے جو کہ سہواً یا مصلحۃً سوال میں نہیں لکھی گئی وہ یہ ہے: "قراءة الكافرون إلى الاخر مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين، كذا في المحيط اهـ". چند سطر بعد ہے:"يكره للقوم أن يقرأ القران جملةً لتضمنها ترك الاستماع والإنصات المأمور بهما، كذا في القنية"(۱)، یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے۔

جو لوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استناد امور ذیل سے ہے:

۱- اس طریقۂ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہٰذا یہ مضمون (بوجہٖ) حدیث: "من أحدث الخ" قابلِ رد ہے(۲)۔

۲- فاتحہ یا آیت:"إن الله"الخ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالانکہ بعض لوگ مثلاً مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحت مذکور ہے(۳)۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح، وقراءة القرآن الخ: ۵/۳۱۷، رشيديه)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور اهـ : ۱/۳۷۰، قديمي)

(۳) "هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم". (الدرالمختار). "(قوله: قيل: نعم) يشعر =

۳-اس ہیئت کے اجتماع کو فقہائے کرام نے بدعت لکھا ہے: ’’قد صح عن ابن مسعود -رضی الله تعالى عنه- أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد، الخ‘‘. فتاوی بزازیہ، ص: ۳۷۸ (۱)۔

۴-اس پر اصرار کیا جاتا ہے حالانکہ اصرار سے امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے: ’’الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهية‘‘. سعایہ (۲)۔ بلکہ طیبی شرح مشکوۃ میں رخصت کو عزیمت قرار دینے کو ضلالت لکھا ہے (۳)، جب امر مندوب مکروہ ہو جاتا ہے تو مباح بطریقِ اولیٰ ہو جاتا ہے:

’’الجهر المفرط ممنوع شرعاً، وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه الخ، كما صرح به علي القاري في شرح مشكوة والحصكفي في الدر المختار وغيرها، اھ‘‘. سباحة الفكر، ص: ۷۲ (٤)۔

۵-جو شخص اس میں شریک نہ ہو اس پر لعن طعن سب وشتم کیا جاتا ہے، حالانکہ حدیث شریف میں

=بضعفه مع أنه مشى عليه في المختار والملتقى، فقال: وعن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكر .. .. لما صح عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أنه أخرج جماعةً من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جهراً، وقال لهم: ما أراكم إلا مبتدعين". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۲، سعيد)

(۱) العبارة بتمامها "وقد صح عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جهراً، فراح إليهم، فقال: ما عهدنا ذلك على عهده عليه السلام، وما أراكم إلا مبتدعين". (الفتاوى البزازيه على هامش الهندية، كتاب الاستحسان، نوع: ۳۷۸/٦، رشيديه، كوئنه)

(۲) (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۳) "قال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴٦): ۳۱/۳، رشيديه)

(٤) (مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: ۳۴/۳، إدارة القرآن، كراچي)

ہے: ''سباب المسلم فسوق اھ''(۱)۔وإلی غیر ذلک من المفاسد۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۲۱ھ۔

جوابات صحیح ہیں: اس مسئلہ پر ایک رسالہ '' الدلیل الخیرات فی ترک المنکرات'' شائع ہو چکا ہے، جس میں مشاہیر علمائے ہند کا فتویٰ درج ہے، مزید تحقیق کے لئے اس کا مطالعہ کیا جائے۔فقط۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۲/۹/۲۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ شعبان/ ۶۲ھ۔

نماز کے بعد دعائے ثانیہ

سوال[۲۴۷۱]: بمبئی میں ہر نماز کے بعد ''الفاتحہ'' کہا جاتا ہے اور ایک آیت کا وقت بھی نہیں لگتا، نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں، لہٰذا اس کا صحیح طریقہ اور بمبئی کے فاتحہ کا درست طریقہ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز کے بعد دعاء ثابت ہے اور قبول ہوتی ہے، جس کا جو دل چاہے دعاء کرے، اس میں امام کو بھی حق ہے اور مقتدیوں کو بھی حق ہے(۲) لیکن سنتوں کے بعد کا سب کا اجتماعی طور پر دعاء کرنا اور اس میں الفاتحہ پڑھنا اور اس کو اس طرح لازم سمجھنا کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو اس کو ملامت کی جائے، یہ غلط ہے، نہ قرآن پاک سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، جو لوگ اس طریقہ کو لازم سمجھتے ہیں ان سے حوالہ طلب

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عملہ وھو لا یشعر: ۱۲/۱، قدیمی)

(۲) ''عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ: قال: قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أیّ الدعاء أسمع؟ قال: ''جوف اللیل الأخر ودبر الصلوات المکتوبات''. قال الترمذی: ''ھذا حدیث حسن''. (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب (بلاترجمة): ۱۸۷/۲، سعید)

''وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب، وجمعیته بکلیته علی المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وھو: الثلث الأخیر من اللیل، وعند الأذان، وبین الأذان والإقامة، وإدبار الصلوات المکتوبات، وعند صعود الإمام یوم الجمعة علی المنبر حتی تقضی الصلوٰة من ذلک الیوم، وآخر ساعةٍ بعد العصر، وصادف خشوعاً فی القلب''. (الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء الشافی المعروف بالداء والدواء لابن قیم الجوزیة، فصل أوقات الإجابة، ص: ۱۲، مکتبة روضة القرآن)

کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۹ھ۔

دعائے ثانیہ وثالثہ

سوال [۲۴۷۲]: احادیث سے الفاظِ دعا کو تین یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے، لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کو جزوِ دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ثابت نہیں (۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ شعبان/ ۵۷ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد" (صحيح البخاري، كتاب الصلح، بابٌ إذا اصطلحوا على صلح فهو مردود: ۱/۳۷۰ قديمي)

وفي رد المحتار: "بأنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً اهـ، فافهم". (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

"ورحم الله طائفةً من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قرائتهم: "أللهم أنت السلام ومنك السلام الخ"، ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانيةً، والمقتدون يؤمّنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروريٌ واجب .... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكفيته سنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۶۷، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، بابٌ إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي) =

سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء

سوال[۲۴۷۳]: رواتب یا وقتی سنتوں کے بعد امام کا اجتماعی دعاء پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے، یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعاء پڑھ کر جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- سے ثابت نہیں، بلکہ عامۃً سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کر ادا کیا کرتے تھے، مسجد میں اس کی نوبت کم ہی آتی تھی (۱)۔

فقہاء نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے: "والأفضل في السنة أدائها في المنزل إلا التراويح". بحر: ۲/ ۵۰ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/ ۸۸ھ۔

= "بأنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً اهـ، فافهم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

(۱) "ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: صليت مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سجدتين قبل الظهر، وسجدتين بعد الظهر، وسجدتين بعد المغرب، وسجدتين بعد العشاء، وسجدتين بعد الجمعة، فأما المغرب والعشاء، ففي بيته". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۱/ ۱۵۶، قديمي)

قال العيني رحمه الله تعالىٰ: "قوله: "فأما المغرب": أي فأما ستة المغرب، وكلمة "أما" للتفصيل، وقسيمها محذوف يدل عليه السابق: أي وأما الباقية ففي المسجد". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۷/ ۳۳۸، (رقم الحديث: ۱۱۷۲)، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۸۷، رشيديه) .... =

وتر کے بعد دعاء

سوال[۲۴۷۴]: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعاء کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

= "عن زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "صلوٰة المرء في بيته أفضل من صلوته في مسجدي هذا إلا المكتوبة". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب صلوٰة الرجل التطوع في بيته: ۱/۱۵۶، امداديه)

"ورحم الله طائفةً من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قرائتهم: "أللهم أنت السلام ومنك السلام الخ"، ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل، يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانيةً والمقتدون يؤمّنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروريّ واجب ...... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۶۷، إدارة القرآن، كراچي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿أدعوا ربكم تضرعاً وخفيةً، إنه لايحب المعتدين﴾. (سورة الأعراف: ۵۵)

"عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "خير الدعاء الخفي". "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: "دعوة في السر تعدل سبعين دعوةً في العلانية". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر: ۶/۹۳، إدارة القرآن، كراچي)

"وأما الأدعية والأذكار فبالخفية أولى، قلت: ويجتهد في الدعاء، والسنة أن يخفي صوته، لقوله تعالى: ﴿أدعوا ربكم تضرعاً وخفيةً﴾. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۲/۵۰۷، سعيد)

نماز پنجگانہ کے بعد مُردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ

سوال [۲۴۷۵]: نماز پنجگانہ، جمعہ، وعیدین سے فارغ ہوکر مسجد ومصلی میں قیاماً اجتماعی شکل "السلام علیکم یا أهل القبور" یا "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" پڑھ کر دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے، حالانکہ بعض جگہ مقبرہ مسجد سے ایک فرلانگ پر ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ ثابت نہیں اس کو ترک کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ واعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امام کی دعاء پر "آمین" کہے یا اپنی دعاء مانگے؟

سوال [۲۴۷۶]: امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہیے یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے: کون اولیٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی دعاء مانگے یا آمین کہتا رہے، دونوں درست ہے، دعاء میں اخفاء افضل ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا مالیس فهورد" متفق علیه. (مشکوة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۲۷، قدیمي)

قال الطیبي رحمه الله تعالیٰ: ومن أصرّ علی أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أمر علی بدعة أو منکر". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحدیث: ۹۴۶) : ۳/۳۱، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً، إنه لا یحب المعتدین﴾ (الأعراف: ۵۵) ....=

وقتِ دعاء دونوں ہاتھوں میں فصل

سوال [۲۴۷۷]: دعاء نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہئے یا دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے: ''والأفضل في الدعاء أن يبسط كفيه، ويكون بينهما فرج وإن قلّت، اهـ''. عالمگیری: ۳۱۸/۵ (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

= ''عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: ''خير الدعاء الخفي''. ''عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: ''دعوة في السر تعدل سبعين دعوة في العلانية''. (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر: ۹۳/۶، إدارة القرآن، كراچي)

''وأما الأدعية والأذكار، فبالخفية أولى، قلت: ويجتهد في الدعاء، والسنة أن يخفي صوته، لقوله تعالىٰ: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلوتين بعرفة: ۵۰۷/۲، سعيد)

''لايجتمع مَلأ، فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم، إلا أجابهم الله''. (كنز العمال، الباب الثامن في الدعاء، الإكمال في إجابة الدعاء باعتبار الذوات والأوقات الذوات، (رقم الحديث: ۳۳۶۷): ۱۰۷/۲، مكتبة التراث الاسلامي)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القران والذكر والدعاء الخ: ۳۱۸/۵، رشيديه)

''(والرفع بحذاء أذنيه) كالتحريمة ..... (فيبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدعاء، ويكون بينهما فرجة''. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۰۷/۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۷، قديمي)

دعاء میں ہاتھ زیادہ اٹھانا

سوال[۲۴۷۸]: کیا دعاء کے وقت منہ آسمان کی طرف کر کے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلوٰۃِ استسقاء کے بعد اسی طرح دعاء کی جاتی ہے اس کو ابتہال کہتے ہیں، دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/صفر/۶۸ھ۔

دعاء کس نیت سے مانگی جائے؟

سوال[۲۴۷۹]: سب کچھ من جانب اللہ ہے تو محض اس نیت سے دعاء کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے لہٰذا مانگیں، عطا ان کا فضل ہے نہ ملے تو اس میں عین خوشی اور مل

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یرفع یدیہ فی شئ من دعائہ إلا فی الاستسقاء وأنہ یرفع حتی یری بیاض إبطیہ". (صحیح البخاری، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام یدہ فی الاستسقاء: ۱/۱۴۰، قدیمی)

"ظاہرہ نفی الرفع فی کل دعاء غیر الاستسقاء، وہو معارض بالأحادیث الثابتۃ بالرفع فی غیر الاستسقاء، وقد تقدم أنہا کثیرۃ ...... وذہب آخرون إلی تأویل حدیث أنس المذکور لأجل الجمع بأن یحمل النفی علی صفۃ مخصوصۃ، أما الرفع البلیغ فیدل علیہ قولہ: "حتی یری بیاض إبطیہ" ویؤیدہ أن غالب الأحادیث التی وردت فی رفع الیدین فی الدعاء إنما المراد بہ مَدّ الیدین، وبسطہما عند الدعاء، وکأنہ عند الاستسقاء مع ذلک زاد رفعہما إلی جہۃ وجہہ حتی حاذتاہ بہ، حینئذ یری بیاض إبطیہ". (فتح الباری، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام یدہ فی الاستسقاء: ۲/۶۵۸، قدیمی)

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "ہذا الإخلاص یشیر بإصبعہ التی تلی الإبہام، وہذا الدعاء فرفع یدیہ حذو منکبیہ، وہذا الابتہال، فرفع یدیہ مداً". (إعلاء السنن، کتاب الصلاۃ، باب فی بعض آداب الدعاء: ۳/۱۷۱، إدارۃ القرآن، کراچی)

جائے تو شکر کریں، ایسا خیال کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گو یہ خیال فی نفسہ صحیح ہے، لیکن اس میں ایک قسم کا استغناء ہے، اس لئے دعاء اس طرح مانگنا چاہئے کہ بہت ہی حاجت ہے، مالک تُو ہی حاجت پوری فرما اور دل میں یہ بھی رکھے کہ اگر نہ دینے میں مصلحت ہو تو اس میں بھی راضی ہوں اور اللہ پاک میرے دل کو اسی پر اطمینان ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۱ھ۔

دعاء کے قبول ہونے کا مطلب

سوال[۲۴۸۰]: ہمیں دعاء کرنے کا حکم ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی دعاء سے کچھ ہوتا ہے؟ طویل مدت سے اپنی اہلیہ کی صحت کی بھیک مانگ رہا ہوں مگر ہنوز ناکامی ہے، ہر ڈھنگ سے جیسا مجھے علم تھا، آخری رات میں اور دوسرے جو طریقے معلوم ہو سکے اس طرح دعاء مانگی مگر کچھ نہیں بنا۔ ”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“. معلوم ہوتا ہے کہ دعاء سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہونا ہوتا ہے ہو جاتا ہے اور جو کچھ نہیں ہونا ہوتا ہے نہیں ہوتا، محض طفل تسلی ہے، ہمیں پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

---

(۱) ”عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”إذا دعا أحدكم فليعزم المسئلة، ولا يقولن أحدكم: أللهم إن شئت فأعطني، فإنه لا مستكره له“. (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب: ليعزم المسئلة، فإنه لا مكره له: ۹۳۸/۲، قديمي)

”والمراد أن الذي يحتاج إلى التعليق بالمشيئة ما إذا كان المطلوب منه يأتي إكرهه على الشيئ، فيخفف الأمر عليه، ويعلم أنه لا يطلب منه ذلك الشيئ إلا برضاه، وأما الله سبحانه فهو منزّه عن ذلك فليس للتعليق فائدة، وقيل: المعنى أن فيه صورة الاستغناء عن المطلوب والمطلوب منه. قال ابن عبد البر: لا يجوز لأحد أن يقول: أللهم أعطني إن شئت وغير ذلك من أمور الدين والدنيا؛ لأنه كلام مستحيل لا وجه له؛ لأنه لا يفعل إلا ماشاءه“. (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب ليعزم المسئلة، فإنه لامكره له: ۱۶۸/۱۱، ۱۶۹ قديمي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (إحياء علوم الدين للغزالي رحمه الله تعالى: كتاب الأذكار والدعوات، آداب الدعاء وهي عشرة، ص: ۳۸۹-۳۹۳، مكتبه حقانيه پشاور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعاء کا حکم ہے(۱) اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے(۲)، جن دعاؤں پر اس دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا وہ بھی بیکار نہیں (۳)، قیامت میں ایسی دعاؤں کو دکھلا کر فرمایا جائے گا کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات نعمتیں ہیں جن کو دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعاء کا کوئی صلہ وغیرہ مجھے نہ ملتا (اس لئے کہ دنیا میں مانگنے کا جو صلہ بھی ملے کم ہے، آخرت کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے اور جو کچھ یہاں اس مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے) بلکہ سب دعاؤں کو ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا اور سب کا معاوضہ آخرت میں ملتا، پس دعاء یقیناً نافع ہے، اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں۔حق تعالیٰ محترمہ کو صحت بخشے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿أدعوني استجب لكم﴾. (سورة الغافر: ۶۰)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وإذا سالك عبادى عني، فإني قريب، أجيب دعوة الداع إذا دعان﴾. (سورة البقرة: ۱۸۶)

"والله تعالىٰ يجيب الدعوات ويقضي الحاجات لقوله تعالىٰ: ﴿أدعوني استجبلكم﴾ ولقوله عليه السلام: "يستجاب الدعاء للعبد مالم يدع بإثم أو قطعية رحم مالم يستجل" ولقوله عليه السلام: "إن ربكم حيّ كريم يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما صفراً". (شرح العقائد النسفية للتفتا زانی، ص: ۱۷۳، قديمي)

(۳) "عن جبير بن نفير أن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه حدثهم أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ما على الأرض مسلمٌ يدعو الله تعالىٰ بدعوة إلا أتاه الله إياها، وصرف عنه من السوء مثلها ما لم يدع بمأثم أو قطيعة رحم". فقال رجل من القوم: إذاً نكثر، قال: "الله أكثر". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب في انتظار الفرج: ۱۹۸/۲، سعيد)

"ورواه الحاكم في المستدرك على الصحيحين من رواية أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه وزاد فيه: "أو يدّخر من الأجر مثلها". (كتاب الأذكار للنواوي رحمه الله تعالىٰ، باب الدليل على أن دعاء المسلم يجاب بمطلوبه أو غيره وأنه لا يستعجل بالإجابة، ص: ۴۹۴، ۴۹۵، دار البيان، بيروت)

"ولا ينبغي للعبد ان يمل من الدعا؛ لأنه عبادة وتأخير الإجابة أما؛ لأنه لم يأت وقته؛ لأن لكل شئ وقتاً مقدراً في الأذل، أو لأنه لم يقدر في الأذل قبول دعائه في الدنيا فيعطى في الأخرة من الثواب عوضه أو يؤخر دعاءه ليلح ويبالغ في الدعاء فان الله يحب الملحين في الدعاء ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خيرله من تحصيله والله يعلم وانتم لاتعلمون". (المرقاة، كتاب الدعوات: ۱۰/۵، رشيديه)

دعاء کا ایک مخصوص طریقہ

سوال[۲۴۸۱]: میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعاء کرلیا کرتا ہوں، لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں؟

لاحول ولا قوه إلا بالله العلى العظيم(۱)حسبنا الله ونعم الوكيل (۲) لا إله إلا أنت سبحانك إنى كنت من الظالمين(۳)۔

---

(۱)"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أكثر من قول: لاحول ولا قوة إلا بالله، فإنها من كنز الجنة". قال مكحول: فمن قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ولا منجأ من الله إلا إليه، كشف عنه سبعون باباً من الضرّأدناهن الفقرُ". (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلاترجمه: ۲/۲۰۰ قديمی)

(وروا البخاری بمعناه فی کتاب الدعوات، باب قول: لاحول ولا قوة إلا بالله: ۲/۹۴۸، قديمی)

"وقد جاء فی الحديث: "إذا قال العبد: لا حول ولا قوة إلا بالله، قال الله: "(أسلم عبدی واستسلم)". قلت: أخرجه الحاكم من حديث أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه بسند قوی. وفی رواية له: قال لی: "يا أبا هريرة! ألا أدلك على كنز من كنوز الجنة"؟ قلت: بلى يا رسول الله! قال: "تقول: لا حول ولا قوة إلا بالله، فيقول الله: "(أسلم عبدی واستسلم)". وزاد فی رواية له: "ولا منجأ ولا ملجأ من الله إلا إليه".(فتح الباری، كتاب القدر، باب لا حول ولا قوة إلا بالله: ۱۱/۲۱۲، قديمی)

(۲)"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: "كان آخر قول إبراهيم حين ألقى فی النار، حسبی الله ونعم الوكيل". (صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب: ﴿إن الناس قد جمعوا لكم﴾ الآية: ۲/۶۵۵، قديمی)

"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا وقعتم فی الأمر العظيم فقولوا: (حسبنا الله ونعم الوكيل)". (تفسير ابن كثير، (سورة آل عمران: ۱۷۳): ۱/۴۳۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (سورة الأنبياء: ۸۷)

"وفی جامع الترمذی وصحيح الحاكم من حديث سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: "دعوة ذی النون إذ دعا وهو فی بطن الحوت: أن لا إله إلا أنت سبحانك إنی كنت من الظلمين، إنه لم يدع بها مسلم فی شئ قط إلا استجاب الله له". قال الترمذی: حديث صحيح". (الجواب الكافی فيمن سئل عن الدواء الشافی، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية،=

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ھ۔

دعاء مانگنے کی حد کیا ہے؟

سوال[۲۴۸۲]: دعاء کی حد کیا ہے؟ خطباتِ موعظہ ماہ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء سے منع فرمایا ہے اور اس کی حد ہونا چاہیے کرکے لکھا ہے۔ اس کی کیا حد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز کا آدمی کو حق نہ ہو اس کی دعاء مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعاء مانگنا منع ہے(۲)، یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر دعاء مانگنا منع ہے بلکہ جب تک دل لگے دعاء کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، شب و روز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناجائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے؟

سوال[۲۴۸۳]: دعاء کی حد کیا ہے، خطباتِ موعظہ ماہ ربیع الأول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء سے منع فرمایا ہے، اور اس کی حد ہونا چاہئے، کرکے لکھا ہے۔ اس کی کیا حد ہے؟

= فصل أوقات الإجابة، أدعية مأثورة، ص: ۱۹، روضة القرآن پشاور)

(أخرجه الترمذي في أبواب الدعوات، باب بلاترجمة: ۱۸۸/۲، سعيد)

(۱) (كما تقدم في الحواشي الثلاثة في ،ص: ۷۱۴)

(۲) "ويحرم سؤال العافية مدى الدهر، أو خير الدارين ودفع شرهما، أو المستحيلات العادية كنزول المائدة، قيل: والشرعية، والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر". (الدرالمختار، مطلب في الدعاء: ۵۲۲/۱، سعيد)

الجواب حامداًو مصلیاً:

جس چیز کا آدمی کو حق نہ ہو اس کی دعاء مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعاء مانگنا منع ہے(۱)، یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر دعاء مانگنا منع ہے بلکہ جب تک دل لگے دعاء کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے(۲) شب وروز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله عزوجل: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية، إنه لا يحب المعتدين﴾. (سورة الأعراف: ۵۵)

"عن أبي نعامة أن عبد الله بن مُغَفَّل سمع ابنه يقول: أللهم إني أسألك القصر الأبيض عن يمين الجنة إذا دخلتُها. قال: أي بُنيّ! سل الله الجنة وتعوذ به من النار، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إنه في هذه الأمة قوم يعتدون في الطهور والدعاء". (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الإسراف في الوضوء: ۱/۱۴، إمداديه ملتان)

"ويحرم سؤال العافية مُدى الدهر، أوخير الدارين ودفع شرهما، أو المستحيلات العادية كنزول المائدة، قيل: والشرعية". (الدرالمختار). "(قوله: ويحرم سؤال العافية الخ) فقال الثاني: من المحرم أن يسأل المستحيلات العادية، وليس نبياً ولا ولياً في الحال، كسؤال الاستغناء عن التنفس في الهواء ليأمن الاختناق، أو العافية من المرض أبدالدهر لينفع بقواه وحواسه أبداً؛ إذ دلت العادة على استحالة ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب في الدعاء بغير العربية: ۱/۵۲۲، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاءً من قلبٍ غافل لاهي". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلاترجمه بعد باب ما جاء في جامع الدعوات: ۲/۱۸۶، سعيد)

"إعلم أن مقصود الدعاء هو حضور القلب كما سبق بيانه، والدلائل عليه أكثر من أن تحصر، والعلم به أوضح من أن يذكر". (كتاب الأذكار للنواوي رحمه الله تعالىٰ، باب الحث على حضور القلب في الدعاء، ص: ۴۹۲، دارالبيان، بيروت)

(وكذا في الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضه القرآن پشاور)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: (إحياء علوم الدين للإمام الغزالي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الأذكار والدعوات، آداب الدعاء وهي عشرة: ۱/۳۸۹، مكتبة حقانيه پشاور)

(۳) تفصیل کیلئے دیکھئے: (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالىٰ، وكتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالىٰ، وأبواب الدعوات للترمذي رحمه الله من جامعه، كتاب الدعوات للبخاري من صحيحه)

5

درازیٔ عمر کی دعاء

سوال[۲۴۸۴]: کسی بزرگ نے مجھے دعادی کہ ''اللہ پاک تیری عمر دراز کرے'' تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھادے گا، کیونکہ سنا ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھ دی ہے، اس کے اندر کمی بیشی نہیں کرسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حقیقۃً اگر چہ عمر میں درازی نہ ہو، لیکن عمر میں دین کا کام زیادہ کرلینا یہ بھی برکت ہے جو کہ ایک قسم کی درازیٔ عمر ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعاء کرنا

سوال[۲۴۸۵]: اگر کوئی شخص اتباعِ سنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریفہ کی دعاء کرے کہ مجھے بھی ۶۳/ سال کی عمر ملے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر کسی شخص میں اتباعِ سنت کا داعیہ یوں ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقہ، جہادوغیرہ غرض جملہ امور میں اتباع کامل کرتا ہےاورکوئی چیز خلافِ سنت

---

(۱) ''وذلک فيما رواه ابن سعد بإسناد صحيح عنه عن أنس رضي الله عنه قال: ''اللهم أكثر ماله وولده، وأطل عمره، واغفر ذنبه''. (فتح الباری، کتاب الصوم، باب من زار قوماً فلم یفطر عندهم: ۲۸۶/۴، قدیمی)

''عن أنس رضي الله عنه قال: قالت أم سليم -وهي أم أنس-: خويدمک ألا تدعوله؟ فقال: ''اللهم أكثر ماله وولده، وأطل حياته، واغفرله''. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب دعوة النبی صلی الله علیه وسلم لخادمه بطول العمر وبكثرة ماله: ۱۷۴/۱۱، قدیمی)

''(قوله: أطال الله بقاء ه): أي وجوده، والمراد الدعاء بالبركة في عمره؛ لأن الأجل محتوم، وذَكَرَ عن الشرعة وشرحها ما يفيد كراهة الدعاء بذلك، أقول: يرد عليه أنه عليه الصلوة والسلام دعا لخادمه أنس رضي الله عنه بدعوات منها: ''وأطل عمره''، ومذهب أهل السنة أن الدعاء ينفع وإن كان كل شئ بقدر''. (رد المحتار، مقدمة المؤلف: ۳۲/۱، سعید)

اختیار نہیں کرتا اور جذبۂ اتباع کے ماتحت یہ دعاء بھی کرتا ہے تو شرعاً مذموم نہیں بلکہ انشاء اللہ وہ اجر کا مستحق ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۳/۱/۸۶ھ۔

ننگا ہونے کی حالت میں دعاء اور درود

سوال[۲۴۸۶]: ننگا ہونے کی حالت میں درود شریف یا اس وقت کی ماثورہ دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ننگا ہونے کی حالت میں درود شریف یا دعائیں ماثورہ وغیرہ زبان سے پڑھنا خلافِ ادب اور مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من تمسک بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهيد". (مشكوٰة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قديمي)

"وذلک فيما رواه ابن سعد بإسناد صحيح عنه عن أنس رضي الله عنه قال: "اللهم أكثر ماله وولده، وأطل عمره، واغفر ذنبه". (فتح الباري، كتاب الصوم، باب من زار قوماً فلم يفطر عندهم: ۲۸۶/۴، قديمي)

"عن أنس رضي الله عنه قال: قالت أم سليم -وهي أم أنس-: خويدمک ألا تدعوله؟ فقال: "اللهم أكثر ماله وولده، وأطل حياته، واغفرله". (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب دعوة النبي صلى الله عليه وسلم لخادمه بطول العمر وبكثرة ماله: ۱۷۴/۱۱، قديمي)

"(قوله: أطال الله بقاءه): أي وجوده، والمراد الدعاء بالبركة في عمره؛ لأن الأجل محتوم، وذكر ط عن الشرعة وشرحها ما يفيد كراهة الدعاء بذلک، أقول: يرد عليه أنه عليه الصلوٰة والسلام دعا لخادمه أنس رضي الله عنه بدعوات منها: "وأطل عمره"، ومذهب أهل السنة: أن الدعاء ينفع وإن كان كل شئ بقدر". (رد المحتار، مقدمة المؤلف: ۳۲/۱، سعيد)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يذكر الله عزوجل =

کیا بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے؟

سوال[۲۴۸۷]: بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بغیر دعاء کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۶ھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے لئے بددعاء کی؟

سوال[۲۴۸۸]: کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں قبل یا بعد نبوت کسی مشرک

=على كل أحيانه". (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الرجل يذكر الله تعالىٰ على غير طهور: ١/٤، إمداديه، ملتان)

"(قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يذكر الله عزوجل على كل أحيانه) المراد من عموم الأحيان حالة الطهور الحدث .... وكذلك حالة كشف العورة كالجماع وقضاء الحاجة من البول والغائط، فإنه حينئذ لا يذكر الله تعالىٰ في تلك الأحوال، بل لا يتكلم فيها مطلقاً إلا لبيان الجواز في حالة كشف العورة". (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب في الرجل يذكر الله عزوجل على غير طهر: ١/١٣، امدادية)

"تكره الصلاة عليه -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- في سبعة مواضع: الجماع وحاجة الإنسان الخ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في المواضع التي تكره فيها الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ١/٥١٨، سعيد)

(١) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "أما لو أن أحدكم يقول حين يأتي أهله بسم الله أللهم جنبي الشيطان، وجنب الشيطان ما رزقتنا، ثم قدر بينهما في ذلك أو قضي ولد لم يضره الشيطٰن أبداً". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب مايقول الرجل إذا أتى اهله: ٢/٧٧٦، قديمي)

قال الحافظ: "(وقيل: لم يضره) بمشاركة أبيه من جماع أمه كما جاء عن مجاهد: إن الذي يجامع ولا يسمّي، يلتفت الشيطٰن على إحليله، فيجامع معه، ولعل هذا أقرب الأجوبة" (فتح الباري: كتاب النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله: ٩/٢٢٨، ٢٢٩ دارالمعرفة، بيروت)

وکفار کا نام لے کر بددعاء کی تھی اور کس موقعہ پر کی تھی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

متعدد مرتبہ کچھ آدمیوں کے لئے کی ہے، عتیبہ بن ابی لہب کے لئے کی ہے(۱)، قنوتِ نازلہ میں محض قبائل کے نام لے کر بددعاء کی ہے(۲)، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو، حارث ابن ہشام پر بھی بددعاء کی ہے، کما فی البخاری۔ پھر آیت: ﴿لیس لک من الأمر شیئ﴾ الخ (۳) نازل ہوئی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/۶/۱۳۶۱ھ۔

---

(۱) "أن عتيبة (المصغر) كان قد أراد الخروج إلى الشام مع أبيه فقال: لآتينّ محمداً عليه الصلوة والسلام وأوذينّه، فأتاه فقال: يامحمد! إني كافر بالنجم إذا هوىٰ، وبالذى دنافتدلىٰ، ثم تفل تجاه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ولم يصبه عليه الصلوة والسلام شيٌ، وطلق ابنته أمّ كلثوم، فأغضبه عليه الصلوة والسلام بما قال وفعل، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أللّهم! سلّط عليه كلباً من كلابک". وكان أبوطالب حاضراً فكره ذلک، وقال له: ما أغناک يا ابن أخي عن هذه الدعوة؟ فرجع إلىٰ أبيه ثم خرجوا إلى الشام، فنزلوا منزلاً، فأشرف عليهم راهب من دير وقال لهم: إن هذه أرض مسبعة، فقال أبو لهب: أغيثوني يا معشر قريش في هذه الليلة، فإني أخاف على ابني دعوة محمد -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- فجمعوا جُمالهم وأناخوها حولهم خوفاً من الأسد، فجاء أسد يتشمّم وجوههم حتى أتى عُتيبة فقتله". (تفسير روح المعاني: (سورة تبت، جزء: ۳۰) : ۱۵/ ۲۶۲، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "عن أنس رضي الله عنه قال: قنت النبي صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهراً يدعو على رعل وذكوان، ويقول: "عصية عصت الله ورسوله". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان وبئر معونة: ۲/۵۸۷، قديمي)

(۳) "وقال ابن عمر رضي الله عنهما دعا النبي صلى الله عليه وسلم في الصلوٰة: "أللهم العن فلاناً وفلاناً حتى أنزل الله ﴿ليس لک من الأمر شيئ﴾. (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء على المشركين: ۲/۹۴۶، قديمي)

"عن حنظلة بن أبي سفيان سمعت سالم بن عبد الله رضي الله عنه يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو على صفوان بن أمية وسهيل بن عمرو والحارث بن هشام، فنزلت: ﴿ليس لک من الأمر شئ -إلى قوله- فإنهم ظالمون﴾. (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب ليس لک من الأمر شئ: ۲/۵۸۲، قديمي)

ظالم کے لئے بددعاء کرنا

سوال[۲۴۸۹]: ایک شخص بے نمازی ہے، نماز پڑھنے والوں کو بُرا کہتا ہے، شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے، علمائے کرام کی توہین کرتا ہے، ہر معزز آدمی کو ناحق مقدمات کے چکر میں پھنسانے کی رات دن کوشش کرتا رہتا ہے، لہٰذا ایسے آدمی کے واسطے بددعاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر اپنی بددعاء میں اتنی قوت کا یقین ہے کہ وہ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے حق میں دعائے خیر کے ذریعہ اس کی اصلاح کا یقین کیوں نہیں، اس سے اس کو بھی نفع ہوگا اور سب کو بھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۸۹ھ۔

فاسق وفاجر کے لئے دعائے مغفرت

سوال[۲۴۹۰]: مسلمان فاجر وفاسق کے لئے دعائے مغفرت کرنا بہتر ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ مسلمان فاجر وفاسق کے لئے ہرگز دعائے مغفرت نہیں کرنا چاہیے اگرچہ حرام نہیں ہے دعائے مغفرت کرنا، مگر ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اور خالد کہتا ہے مسلمان فاسق وفاجر کے لئے بھی اس کے مرنے کے بعد بھی دعائے مغفرت کرنا چاہیے اور دعائے مغفرت نہ کرنے سے دعائے مغفرت ایسے مسلمان فاجر وفاسق کے لئے بھی بہتر ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

لقوله عليه الصلوٰة والسلام: "صلوا على كل بر وفاجر". الحديث. أبوداؤد شريف(۲)

خالد کا قول صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ذی قعدہ/ ۶۷ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قدم الطفيل بن عمرو على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن دوساً قد عصت وأبت، فادع الله عليها، فظن الناس أنه يدعو عليهم، فقال: "اللهم اهد دوساً وأتِ بهم". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء للمشركين: ۲/ ۹۴۶، قديمي)

(۲) لم أجده بهذا اللفظ في أبي داؤد بل ذكره بلفظ: "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً .... =

فاسق وفاجر کے لئے ”رضی اللہ عنہ“ کہنا

سوال[۲۴۹۱]: اگرایک فاسق وفاجر شخص کو ہم رضی اللہ عنہ کہیں تو گناہ ہے، نوراللہ مرقدہ کہیں تو حرج ہے، اگرایسا ہے تو پھر کیا فاسق وفاجر کے لئے دعائے مغفرت نہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دعائے مغفرت اگر فاسق وفاجر کے لئے جائز نہ ہوتی تو نماز جنازہ اس کی میت پر نہ پڑھی جاتی (۱)۔ عرفاً ”رضی اللہ عنہ“ صحابہ کرام کے لئے یا بہت سے بہت ان کے قریب تر حضرات کے لئے ہے، اس وجہ سے کسی فاسق وفاجر کے لئے ایسے کلمات کہنے سے ان کے صحابہ ہونے یا ان سے قریب تر بلند مرتبہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= والصلوٰة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۵۰، امداديه)

وذكره الهندي بهذا اللفظ في: (كنز العمال في كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثالث في أحكام الإمارة وآدابها، الفرع الثاني: في إطاعة الأمير والترهيب: (رقم الحديث: ۱۴۸۱۵) : ۶/۵۴، مكتبة التراث الإسلامي)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى على زانية ماتت في نفاسها وولدها". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على أهل لا إله إلا الله: ۳/۴۱، دارالفكر، بيروت)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً أو فاجراً .... والصلوٰة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۵۰، إمداديه، ملتان)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على زانية ماتت في نفاسها وولدها". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الجنائز، باب الصلوة على أهل لا إله إلا الله: ۳/۴۱، دارالفكر، بيروت)

(۲) "يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار، =

"اهدنا الصراط المستقيم" کی دعاء کا اثر

سوال[۲۴۹۲]: ایک شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور ہر نماز میں "اهدنا الصراط المستقيم" کی دعا بڑے خلوص سے مانگتا ہے مگر اس کے عقیدے درست نہیں ہوتے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھتا ہے، قبور پر سجدہ ریز ہوتا ہے، عرس، میلے، قوالی اور دیگر خرافات نذر ونیاز اولیاء کا قائل ہے تو اس کے لئے "اهدنا الصراط المستقيم" کب قبول ہوگی، یا پھر وہ جو کچھ کرتا ہے وہی صراط مستقیم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قبولِ دعاء کے کچھ شرائط بھی ہیں: کھانا حلال، پینا حلال، لباس حلال۔ کسب حلال نہ ہو تو دعاء قبول نہیں ہوتی۔ ہدایت کے بھی درجات ہیں: نماز کی پابندی نصیب ہونا، یہ بھی صراط مستقیم کی ہدایت ہے اور قبولِ دعاء کا اثر ہے، کسی غیر مطلوب چیز کا ملنا یا مضر چیز کا دفع ہونا بھی دعاء کے قبول کا اثر ہوتا ہے، کبھی دیر بعد مطلوب کا ملنا بھی اثر ہوتا ہے۔ الغرض! کسی غلط چیز پر قائم رہنا صراطِ مستقیم کی ہدایت یا قبولِ دعاء کا اثر نہیں ہے ورنہ جس قدر معاصی اور فحش کاری میں مبتلا رہنے والے ہیں وہ سب بھی اپنی اختیار کردہ زندگی ہی کو صراط مستقیم قرار دیں گے(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

=فيقال: رضي الله عنه، أو رحمه الله ونحو ذلك". (كتاب الأذكار للنووي، فصل يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين، ص: ۱۶۰، مكتبه دارالبيان)

"(ويستحب الترضي للصحابة "رضي الله تعالىٰ عنهم" وكذا من اختلف في نبوته كذي القرنين ولقمان". (الدرالمختار). وفي رد المحتار: "(قوله: ويستحب الترضي للصحابة)؛ لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضا من الله تعالىٰ، ويجتهدون في فعل ما يرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا، فهؤلاء أحق بالرضا، وغيرهم لايلحق أدناهم ولو أنفق ملء الأرض ذهباً". (مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۱) "عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "ما من أحد يدعو بدعاء إلا آتاه الله ما سأل أو كف عنه من السوء مثله مالم يدع بإثم أو قطيعة رحم". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/۷۵، سعيد) .... =

دعائے ماثور میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ

سوال[۲۴۹۳]: احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے۔اجتماعی دعاؤں میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں، مثلاً: إهْدِنِیْ کی جگہ اِهْدِنَا۔

= "قال: ومن شرائط الدعاء أن يكون مطعمه حلالاً. وكان يحيىٰ بن معاذ الرازي رضي الله عنه يقول: كيف أدعوك وأنا عاص، وكيف لا أدعوك وأنت كريم؟ وقال الإمام أبوحامد الغزالي في الإحياء: آداب الدعاء عشرة: الأول: أن يترصد الأزمان الشريفة كيوم عرفة، وشهر رمضان، ويوم الجمعة، والثُلُث الأخير من الليل، ووقت الأسحار. الثاني: أن يغتنم الأحوال الشريفة كحالة السجود، والتقاء الجيوش، ونزول الغيث، وإقامة الصلوة وبعدها. قلت: وحالة رقة القلب. الثالث: استقبال القبلة، ورفع اليدين، ويمسح بهما وجهه في آخره. الرابع: خفض الصوت بين المخافة والجهر.

الخامس: ألا يتكلف السجع، وقد فسربه الاعتداء في الدعاء، والأولى أن يقتصر على الدعوات المأثورة، فما كل أحد يحسن الدعاء. فيخاف عليه الاعتداء، السادس: التضرع والخشوع والرهبة. السابع: أن يجزم بالطلب ويوقن بالإجابة ويصدق رجاه فيها دلائلة كثيرة مشهورة. الثامن: أن يلحّ في الدعاء ويكرره ثلاثاً، ولا يستبطئ الإجابه. التاسع: أن يفتتح الدعاء بذكر الله. العاشر: وهو أهمّها والأصل في الإجابة، وهو التوبة، وردّ المظالم، والإقبال على الله تعالىٰ.

فصلٌ: قال: الغزالي: فإن قيل: فما فائدة الدعاء مع أن القضاء لامَردّ له؟ فاعلم أن من جملة القضاء ردّ البلاء بالدعاء، فالدعاء سببٌ لرد البلاء ووجود الرحمة، كما أن الترس سبب لدفع السلاح، والماء سبب لخروج النبات من الأرض، فكما أن الترس يدفع السهم فيتدافعان، فكذلك الدعاء والبلاء، وليس من شرط الاعتراف بالقضاء ألا يُحمَل السلاح، وقد قال الله تعالىٰ: ﴿وليأخذوا حذرهم وأسلحتهم﴾. (النساء: ۱۰۲) فقدر الله تعالىٰ الأمر وقدر سببه.

وفيه من الفوائد ما ذكرناه وهو حضور القلب والافتقار، وهما نهاية العبادة والمعرفة، والله عزوجل أعلم". (كتاب الأذكار للنووي، كتاب جامع الدعوات، باب في آداب الدعاء، ص: ۳۸۹، ۳۹۰، دارالبيان)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (إحياء علوم الدين للغزالي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الأذكار والدعوات آداب الدعاء وهي عشرة، ص: ۳۸۹-۳۹۳)

5

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۲/۲۷ھ۔

دعائے سریانی

سوال[۲۴۹۴]: دعائے سریانی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کسی صحیح حدیث یا غیر صحیح حدیث میں دعائے سریانی نظر سے نہیں گزری، اردو کی بعض کتابوں میں دیکھی ہے جن میں کوئی حوالہ نہیں، نہ مصنف کا کچھ حال معلوم، اس لئے وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

أجيب دعوة الداع إذا دعان
فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون